Al-Mustafa Islamic Research Society
Regd.

اسلام اور ہندو دھرم
کا
تقابلی مطالعہ

جلد دوم

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور ہندو دھرم

کا

تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

کتب خانہ امجدیہ دہلی • المصطفیٰ پبلیکیشنز دہلی

ISBN : 978-93-89807-98-1

نام کتاب : اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ (جلد دوم)
مصنف : ڈاکٹر محمد احمد نعیمی، جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) نئی دہلی
حروف ساز : افضل حسین بستوی دہلی، کامل احمد نعیمی، عبدالتواب
ناشر : کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، دہلی
باہتمام : جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، ایران (برانچ ہندوستان)
مطبع : نیو انڈیا آفسیٹ پریس، دہلی
سن اشاعت : ستمبر ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت : پانچ سو
صفحات : جلد دوم ۷۸۴
قیمت : مکمل سیٹ -/900

ملنے کے پتے

★ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، ایران (برانچ ہندوستان)
★ ۱۸ ر تلک مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
★ الاشرف اکیڈمی، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

فہرست

تیوہار ورسومات

اسلام

ہندو دھرم

رہن سہن، غذا و خوراک

اسلام

ہندو دھرم

عورت کی حیثیت

اسلام

ہندودھرم

نکاح وطلاق اور وواہ وتیاگ

اسلام

حدود وتعزیرات اور دنڈ وسزا

☆☆☆☆

تیوہار
و
رسومات

اسلامی تیوہار ورسومات

مذہبی وقومی تیوہار ورسومات اور تقریبات منانے کا دستور تمام اقوام ومذاہب میں قدیم زمانہ سے جاری ہے۔ ہر قوم ومذہب کے لوگ جن کو انتہائی ذوق وشوق اور خوشی ومسرت کے ساتھ مناتے ہیں۔ ان تیوہاروں اور رسموں سے اگر ایک طرف مذہبی، قومی واجتماعی جذبہ بیدار ہوتا ہے تو دوسری طرف باہمی محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے، معلومات میں وسعت، خیالات میں پختگی اور عمل میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تیوہار ورسومات چوں کہ مذہبی، قومی واجتماعی لحاظ سے کثیر فوائد کے حامل ہیں اس لئے دنیا کی ہر قوم مختلف انداز میں ان کو منانے کا خاص اہتمام کرتی ہے۔ اور یہ ضروری بھی ہے تاکہ ہر قوم اپنے تیوہار ورسومات کی اصل روح سے آگاہ رہے اور کماحقہٗ فائدہ حاصل کر سکے۔

اسلام بھی قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں اپنے متبعین کو تیوہار ورسومات اور تقریبات منانے کا حکم دیتا ہے اس لئے مسلمان کسی نہ کسی مذہبی نام سے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں رائج بعض تیوہار ورسومات وہ ہیں جو احکام خداوندی کی تعمیل میں منعقد ہوتے ہیں جیسے عید الفطر، عید الاضحیٰ اور عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو دینی، قومی اور اجتماعی فوائد اور مخصوص ایام وواقعات کی عظمت وفضیلت کے اظہار کے پیش نظر وجود میں آتے ہیں جیسے ”معراج النبی، شب برأت، شب قدر، جمعۃ الوداع، مجالس شہادت اور اعراس بزرگانِ دین وغیرہ۔

دنیا کی اکثر وبیشتر قومیں تیوہار ورسومات کے انعقاد کے تعلق سے کسی اخلاقی ضابطہ واصول کی پابند نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جس مذہب یا جس نظریئے کی پیروکار ہیں اس

میں ان کو منانے کے لیے کسی قاعدہ واصول کی تاکید نہیں ہے لیکن اسلام چوں کہ دین کامل ہے اور انسانی زندگی کے ہر گوشے وہر مسئلے کا اس میں خدائی حل موجود ہے اس لئے اس نے تیوہار ورسومات اور تقریبات کے اہتمام کے سلسلے میں بھی مذہبی، اخلاقی وقومی اصول وضوابط کا خیال رکھا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کو مناتے وقت ان احکام وقوانین کا پورا پورا لحاظ رکھیں جو اسلام نے نافذ کئے ہیں۔ اور ایسا کوئی عمل ہرگز نہ کریں جو اسلامی شریعت کے خلاف ہو۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تیوہار وتقریبات مذہب وقوم کا آئینہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی قوم کی اجتماعی زندگی کو سمجھنے اور کسی مذہب کی مجموعی قدر وقیمت اور خوبی کا جائزہ لینے کے لیے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کی اجتماعی تقاریب اور مذہبی تیوہاروں پر غور کیا جائے۔ ان کے اندرو باہر جھانک کر دیکھا جائے۔ ان کے مقاصد وفوائد کا مطالعہ کیا جائے۔ اس زاویئے سے جب ہم اسلامی تیوہاروں کا محققانہ جائزہ لیتے ہیں تو اس میں اسلامی تہذیب کی مختلف خوبیاں اُجاگر ہوتی ہیں اور اس کی عظمت وفضیلت کا ایک روشن باب نظر آتا ہے۔

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ مذہب اسلام میں جو رسومات رائج ہیں ان سے مسلمانوں میں تحریکی، تنظیمی، اخوت وہمدردی، محبت وامداد باہمی کے عظیم کارہائے نمایاں لئے گئے ہیں۔ اور وہ اس لیے کہ اسلامی مطمح نظر سے تقاریب ورسومات کا اصل مقصد ہی اجتماعی قوت واتحاد کا مظاہرہ کرنا، اپنے اعلیٰ مشن میں تازگی، عمل میں پاکیزگی، جذبات میں فرحت، معلومات میں وسعت اور خیالات میں رفعت پیدا کرنا ہے لیکن افسوس آج ان میں سے کوئی چیز کماحقہٗ باقی نہیں ہے اور نہ ان سے کچھ قابل ذکر مقاصد طے پا رہے ہیں۔ عظمت رفتہ، باہمی اخوت اور اپنی تنظیمی صلاحیت کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تیوہار ورسومات اور تقریبات سے فائدہ اُٹھانے کی صحیح معنیٰ میں کوشش کی جائے۔

اسلامی شریعت کی رو سے مسلمان مختلف قسم کے تیوہار ورسومات اور تقریبات مناتے ہیں جیسے عید الفطر، عید الاضحیٰ، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جمعۃ المبارکہ، جمعۃ الوداع، معراج النبی، شب قدر، شب براءت، ذکر شہدائے کربلا اور اعراس بزرگانِ دین وغیرہ۔ مذکورہ بالا تمام تیوہاروں اور تقریبوں کا یہاں ہم مختصراً جائزہ لیں گے اور ان کے مذہبی، قومی واجتماعی احکام وفوائد کا ایک اجمالی خاکہ پیش کریں گے۔

عیدالفطر

لفظ ''عید'' اسم مصدر ہے۔ جس کا مادہ ع ،و، د ہے۔ جس کے معنی ہیں لوٹنا۔ا ؎ مسلمانوں کے تین تیوہار عید کہلاتے ہیں (۱) عیدالفطر (۲) عید قرباں (۳) عید میلادالنبی۔ لغوی اعتبار سے عید کے مختلف معانی ہیں جیسے (۱) وہ دن جس میں لوگ جمع ہوتے ہوں (۲) خوشی اور فرحت کے لوٹ آنے کا موسم اور (۳) وہ دن جو ہر سال اپنے ساتھ نئی خوشیاں لائے۔ ۲؎

انسانی دنیا کی تمام قوموں میں ایسے چند مخصوص ایام ضرور ہوتے ہیں کہ جن کو وہ اپنے قومی و مذہبی جشن کی حیثیت سے محبوب رکھتی ہیں اور بڑی اہمیت کے ساتھ مسرت و شادمانی کا اظہار کرتی ہیں۔ ایسا ہی ایک عظیم دن و تیوہار یکم شوال المکرم یعنی عیدالفطر ہے۔ جو ہر سال رمضان المبارک کے فرض روزوں کی ادائیگی کی تکمیل یا ماہِ رمضان میں قرآن کے نازل ہونے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔

رمضان المبارک اسلامی مہینوں میں انتہائی عظمت وفضیلت کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ جل شانہ، کی رحمت و برکت کا بحر بیکراں انتہائی جوش پر ہوتا ہے اور وہ بڑا عظیم فضل وکرم فرماتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

''شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔'' ۳؎

(رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا)

''اِنا انزلنٰہُ فی لیلۃ القدر۔ وما ادرٰک مالیلۃ القدر۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امرٍ۔ سلٰمٌ ھی حتٰی مطلع الفجر۔ ۴؎

(بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا اور کیا تم نے جانا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر! ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور حضرت جبرئیل اپنے رب کے حکم سے زمین پر آتے ہیں۔ اس رات ہر معاملہ میں سلامتی ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجائے۔)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب الجنة وغلِقت ابواب جهنم۔ [5]

(جب رمضان شروع ہوتا ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔)

من صام رمضان ایمانا و احتساباً غفر له ما تقدمَ من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا و احتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه۔ [6]

(جو رمضان میں ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور رمضان کی راتوں میں اور لیلۃ القدر میں ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے تو اس کے بھی سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔)

"لخلوف فم الصائم اطیب عندالله من ریح المسک۔ [7]

(روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پیاری ہے)

"فتحت ابواب الرحمة۔" [8]

(رمضان میں رحمت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر بے انتہا انعام واکرام اور رحمت کی بارش فرماتا ہے اور جب کوئی انعام یا تحفہ حاصل ہوتا ہے تو فطری طور پر خوشیاں منانے کو دل کرتا ہے لہٰذا اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

"قل بفضل الله وبرحمته فبذالک فلیفرحوا۔" [9]

(آپ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اس پر چاہیے کہ خوشی منائیں۔)

اس طرح بحکم خداوندی رمضان میں بے پناہ رحمتوں وبرکتوں اور انعام واکرام سے مستفیض ہونے کے شکریہ میں مسلمان عید کی خوشیاں مناتے ہیں گویا کہ عید نزولِ قرآن اور حصول

انعامات رمضان کی سالگرہ ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ عید کے دن حسب استطاعت عمدہ زیب وزینت کی جائے اور خوشیوں کا اظہار کیا جائے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"ان عبداللہ بن عمر قال عمر احدجبة من استبرق تباع فی السوق فاخذفاتی رسول اللہ فقال یارسول اللہ ابتع ھذہ تجمل بھا للعیدوالوفود۔[10]

(حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت عمر ایک موٹے ریشمی کپڑے کا جبہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کو خرید لیجئے اور عید کے موقع سے آنے والے وفود کی پزیرائی کے لیے اس کو پہن کر زینت فرمایا کیجئے)

اس حدیث میں عید کے روز عمدہ لباس استعمال کرنے کا ثبوت ملتا ہے اور عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عید کے روز کس طرح خوشیاں منائی جاتی تھیں اس کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

"عن عائشة قالت دخل ابوبکر وعندی جاریتانِ من جوار الانصار تغنیان بھا تفاولت الانصار یوم بعاث قالت ولیست بمغنیتینِ فقال ابو بکر بمزامیر الشیطان فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ان لِکلِ قومٍ عیداً وھذا عیدنا۔[11]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر میرے گھر آئے۔ میرے پاس دو انصاری لڑکیاں جنگ بُعاث کے شعر پڑھ رہی تھیں اور یہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہ تھیں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا یہ شیطانی ساز اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور وہ عید کا دن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔)

اسی طرح ایک طویل حدیث میں ہے کہ:

''وکان یوم عیدیلعب السودان بالدرق والحراب فاما سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما قال تشھین تنظرین فقلت نعم فاقامنی وراء ہ خدی علی خدہ وھو یقول دونکم یابنی ارفدۃ حتی اذامللت قال لی حسبک قلت نعم قال فاذھبی۔''[12]

(عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا پھر آپ نے فرمایا کیا تماشا دیکھنے کا ارادہ ہے؟ میں بولی ہاں۔تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا میرا رخسار آپ کے کاندھے پر تھا، آپ نے فرمایا اے بنی ارفدہ تماشا دکھاؤ یہاں تک کہ جب دل بھر گیا تو آپ نے فرمایا بس! میں نے کہا جی ہاں فرمایا تو چلی جاؤ۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے عید کے موقع پر خوشی منانے کے لیے کافی زور دیا ہے اور اسی وجہ سے عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا ہے۔اور اگر کوئی رکھ لیتا ہے تو اس کو توڑنا ضروری اور واجب کہا ہے۔

عید اور اس کی خوشیوں کے تعلق سے یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عید کے روز غسل کرنے، مسواک کرنے، خوشبو لگانے، عمدہ لباس پہننے، نماز دوگانہ پڑھنے اور کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانے اور خوشی کا اظہار کرنے کا ہی حکم نہیں ہے بلکہ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ اس دن غریبوں، یتیموں، محتاجوں اور بیواؤں پر کثرت سے صدقہ کیا جائے اور اپنوں اور بیگانوں سے انتہائی محبت وخندہ پیشانی سے پیش آیا جائے۔آپسی کینہ وحسد کو دلوں سے صاف کردیا جائے۔

معاشرتی اعتبار سے اگر عید کا جائزہ لیا جائے تو اس سے باہمی اختلافات دور کرنے، محبت وخلوص پیدا کرنے، دور دراز کے مسلمانوں کو آپس میں ملنے جلنے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے اور اپنے اتحاد کی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا موقع نصیب ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سماج کے مجبور ولاچار افراد کی مدد کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔اس طرح اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عید سے مذہبی وسماجی دونوں اعتبار سے انتہائی خوشگوار نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

عیدالفطر کو عوامی زبان میں عید صغیر یا چھوٹی عید بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن خوشی و مسرت وجوش وخروش کے اعتبار سے یہ عیدالاضحیٰ یعنی عید کبیر یا بڑی عید سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

عیدالاضحیٰ

عیدالاضحیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی کی سنت کی یاد منانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اس عید سے قربانی کا بنیادی تعلق ہے اس لئے اس کو عیدالنحر، عید قرباں اور بقرہ عید کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور تین دن قربانی ہونے کے باعث اس کو عید کبیر یا بڑی عید بھی کہا جاتا ہے۔

جملہ اسلامی تقریبات نبیوں، رسولوں، اللہ کے دیگر محبوب بندوں اور اسلام کی عظمت رفتہ کے اہم واقعات وخاص ایام کی عظیم یادگاریں ہیں۔ بعض یادگاریں خوشی و مسرت کے انداز میں منائی جاتی ہیں، بعض رنج وغم کے احساس کے ساتھ۔ اور بعض رب کی بارگاہ میں جانی و مالی قربانی کا نذرانہ پیش کر کے۔ عیدالاضحیٰ بھی ایک ایسا ہی عظیم یادگاری تیوہار ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے مثال قربانی کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور ہر سال اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور کروڑوں جانوروں کی قربانی پیش کی جاتی ہے۔ اور یہ ایسی یاد ہے کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے باقی رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مقدس کلام قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

> ربِ هب لی من الصٰلحین۔ فبشّرنٰهُ بغلام حلیم۔ فلما بلغ معه السعی قال یٰبنیَّ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال یٰابت افعل ماتو مر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ فلما اسلما وتله للجبین۔ ونادینٰهُ ان یٰا ابراهیم۔ قد صدقت الرؤیاان كذالک نجزی المحسنین۔ ان هذا لهوالبلٰؤ المبین۔ وفدینٰهُ بذبحٍ عظیم۔ وتر کنا علیه فی الاٰخرین۔ سلام علیٰ ابراهیم۔ كذالک نجزی المحسنین ۔[13]

(الٰہی مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے خوش خبری سنائی اس کو ایک عقلمند لڑکے کی پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ اور ہم نے اس کو ندا فرمائی کے اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک یہ روشن جانچ تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اس کو بچالیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو)

اس آیت کریمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ آخرین یعنی قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے اس کو یادگار کے طور پر باقی رکھنے کی تاکید کی گئی ہے گویا کہ قربانی عبادت کی نیت سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے کی جاتی ہے لیکن یادِ حقیقت میں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منائی جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ" [۱۴]

(اے نبی آپ فرمادیجئے! کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے)

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ۔ [۱۵]

(اے نبی! اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو)

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ۔ [۱۶]

(اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی تا کہ وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر)

"والبدن جعلنها لكم من شعائر الله لكم فيها خير۔ ۱۷

(اور قربانی کے بڑے جانور ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے ہیں تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے)

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے بحسن وخوبی واضح ہے کہ نماز کی مانند قربانی بھی عبادت ہے۔ جس کا حکم اللہ جل شانہٗ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو خاص طور پر دیا ہے اور یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ ہر نبی کی شریعت میں اس کا حکم رہا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور آپ کی امتیں اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ خاص طور سے یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سنت ہے جس کی ادائیگی کا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکیداً حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ عیدالاضحیٰ کے ایام میں اگر کوئی نیک عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ قربانی ہے۔ حدیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

قال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يارسول الله اما هذهِ الاضاحیُ؟ قال سنّةُ ابيكم ابراهيم قالو فما لنا فيها يارسول الله؟ قال بِكُلِّ شعرة حسنة قالوا: فالصوف يارسول الله؟ قال بكل شعرةٍ من الصوف حسنة۔ ۱۸

(اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ انہوں نے عرض کیا اس میں ہمارے لئے کیا اجر ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا ہر بال کے عوضِ نیکی ہے۔ انہوں نے پھر عرض کیا اور اون کا کیا حکم ہے یارسول اللہ؟ فرمایا اون کے ہر بال کے عوض بھی نیکی ہے۔)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماعمل ابن آدم من عمل يوم النحر احبُّ الى الله من اهراق الدّم فطيبو بها نفسا۔ ۱۹

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عید الاضحیٰ کے دن حضرت آدم کا بیٹا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو اللہ کے یہاں قربانی کا خون بہانے سے بہتر ہو پس تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو)

"فقال: ان أوّل ما نبدأبه من يومنا هذا ان نصلى ثم نرجع فننحر فمن فعل فقد اصاب سُنّتنا۔"[20]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلا کام جو آج ہم عید کے دن میں کرتے ہیں یہ ہے کہ پہلے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے اس طرح کیا وہ ہماری سنت پر قائم رہا)

پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عید الاضحیٰ کی اہم عبادت قربانی ہے جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار منانے کے طور پر کی جاتی ہے۔ اور اللہ کے محبوب پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت اور ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے کہ اس روز اس سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں۔

عید الاضحیٰ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار نہیں بلکہ آپ اور آپ کے نورِ نظر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جو خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اس کی سالگرہ کا بھی دن ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ:

"واذ يرفع ابراهيم القواعِدمن البيت واسمعيل رَبنا تقبل مِنَا۔[21]

(اور جب اُٹھاتے تھے ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اور اسمٰعیل یہ کہتے ہوئے اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما۔)

"واذجعلنا البيت مثابةً للناس وامنًا۔ واتّخِذوا من مقامِ ابراهيم مصلىً۔ وعهدنا الى ابراهيم واسمعيل ان طهّرا بَيتِيَ للطّائفين والعاكفين والرّكع السجود۔"[22]

(اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا۔ اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم

واسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو۔ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں کے لیے)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس پتھر کی یہ اہمیت ہے کہ جب تک اس کے پاس دو رکعت نماز نفل نہ ادا کی جائے حج یا عمرہ مکمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح صفا و مروہ کی سعی، زم زم اور منیٰ میں شیطان کو تین مقامات پر کنکریاں مارنا، ان ارکان کا بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے اہل وعیال سے خصوصی تعلق ہے، حج وعمرہ کے موقع پر ہر مسلمان کے لیے جن کی تکمیل ضروری ہے۔ حاجی یہ ارکان بھی ادا کرتا ہے اور ان کے ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی یاد بھی مناتا ہے۔ حج کے جملہ ارکان عید الضحیٰ کے مبارک موقع پر انجام پذیر ہوتے ہیں اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم کی مختلف یادوں کی عظیم جشن سالگرہ ہے۔

عید الاضحیٰ وعید الفطر میں اشتراک وامتیاز

اسلامی شریعت کے احکام کے مطابق عید الضحیٰ وعید الفطر میں بہت سے امور ایسے ہیں کہ جو دونوں میں مشترک ہیں جیسے صبح سویرے اٹھنا، غسل ومسواک کرنا، پاک وصاف وعمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ پیدل جانا، ایک راستے سے جانا دوسرے سے واپس آنا، کثرت سے صدقہ دینا، باہم ملنا مبارک باد دینا۔ خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا اور نماز عید ادا کرنا وغیرہ۔ اور بعض امور وہ ہیں کہ جو دونوں میں مختلف ہیں مثلاً عید الاضحیٰ میں نماز عید سے قبل کچھ نہ کھانا سنت ہے اور عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز یا کھجور کھانا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایخرج یوم الفطر حتٰی یطعم ولا یطعم یوم الاضحیٰ حتٰی یصلی۔"[۲۳]

(نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک کچھ تناول نہ فرماتے نماز

عید کے لیے نہ تشریف لے جاتے لیکن عید الاضحیٰ کے دن جب تک نماز عید ادا نہ کرتے کچھ تناول نہیں فرماتے تھے)

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدو ایوم الفطر حتی یا کل تمرات۔ ۲۴"

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نہ نکلتے جب تک کہ آپ چند کھجوریں نہ کھالیتے)

دوسرا اہم فرق یہ ہے کہ عید الفطر رمضان کے اہم فریضے کو ادا کرنے کی خوشی میں یکم شوال المکرم کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ حضرت ابراہیم کی سنت قربانی و تعمیر کعبہ وغیرہ کی یاد منانے کے لیے دس ذی الحجہ کو منائی جاتی ہے۔ نیز عید الفطر ایک دن منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ ۳ر دن منائی جاتی ہے۔ عید الفطر میں ایک دن روزہ رکھنا حرام ہے اور عید الاضحیٰ میں ۱۰ر تاریخ سے ۱۳ر ذی الحجہ تک یعنی چار دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ اور وہ اس لئے کہ ان ایام میں بندہ مہمان ہوتا ہے اور رب تبارک وتعالیٰ میزبان اور اس کی میزبانی قبول نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔

عید الاضحیٰ کا ملی وسماجی فائدہ

عید الاضحیٰ کا اگر ملی وسماجی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو عید الفطر کی طرح اس مبارک موقع پر بھی ہر مسلمان کے لیے شریعت اسلامی کا یہی حکم ہے کہ آج کے دن سارے گلے شکوے دور کر کے آپس میں انتہائی محبت وخوش دلی کے ساتھ مصافحہ ومعانقہ کیا جائے، آپسی بغض وعناد کو ختم کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ محتاجوں وکمزوروں کی مدد کی جائے۔ عید الفطر کے دن بھی یہی تاکید تھی کہ کوئی غریب عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہ جائے اور عید الاضحیٰ کے دن بھی یہی تعلیم ہے کہ کمزور سے کمزور مسلمان عید قرباں کی مسرتوں ولذتوں میں شامل ہو جائے۔ اسی لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جب اپنی طرف سے یا اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی طرف سے قربانی کریں تو قربانی کے گوشت کو تنہا نہ کھائیں بلکہ ایک تہائی محتاجوں، غریبوں اور مفلسوں کو نذر کر دیں اور ایک تہائی دوست واحباب کی خدمت میں پیش کر دیں اور ایک تہائی اپنے اہل وعیال کے لیے

رکھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"فاذکروا اسم اللہ علیہا صوافَّ ج فاذا وجبت جنوبہا فکلو منہا واطعموا القانع والمعتز۔" ۲۵

(پھر تم قربانیوں پر انہیں کھڑے کر کے اللہ کا نام لو۔ پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت بھی غالباً اسی مقصد کے پیش نظر فرمائی تھی کہ سماج کے غریب، کمزور ومحتاج لوگ قربانی کے گوشت سے محروم نہ رہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

"عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت الضحیۃ کنا نملح منہ فنقدم بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ فقال لا تاکلوا الا ثلثۃ ایام ولیست بعزیمۃ ولکن اراد ان نطعم منہ۔" ۲۶

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہم قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیتے تھے اور پھر اس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پیش کرتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھایا کرو یہ حکم ضروری نہیں تھا بلکہ آپ کا منشا یہ تھا کہ ہم قربانی کا گوشت ان لوگوں کو بھی کھلائیں جن کے یہاں قربانی نہ ہو۔)

معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ کی قربانی میں مالی اور جانی ایثار کے ساتھ ساتھ محتاجوں اور غریبوں کی ہمدردی ومدد کا جذبہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ عید الاضحیٰ کا ایک اہم مقصد وبنیادی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ دور دراز کے مسلمانوں کو آپس میں ملنے جلنے، ایک دوسرے کے حالات جاننے، دکھ درد میں شریک ہونے اور اپنی اجتماعی واتحادی قوت کے مظاہرہ کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ جس سے مذہبی وسماجی دونوں لحاظ سے انتہائی خوشگوار حالات وجود میں آتے ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان قدیم زمانہ سے جن مقدس آیام وشعائر اسلام کی یادیں مناتے چلے آئے ہیں، انہیں میں سے ایک مخصوص دن پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش ہے۔ جو عوام وخواص میں ''عید میلاد النبی'' کے نام سے مشہور ہے۔ عید میلاد النبی تین لفظوں سے مرکب ہے۔(۱) عید (۲) میلاد (۳) النبی۔ عید کے مختلف لغوی معانی ہیں مثلاً (۱) وہ دن جس میں لوگ جمع ہوتے ہوں (۲) خوشی اور فرحت کے لوٹ آنے کا موسم (۳) وہ دن جو ہر سال اپنے ساتھ نئی خوشیاں لائے۔۲۷ اور میلاد کا لفظی معنی ہے'' پیدائش کا دن یا ولادت کا وقت۔''۲۸ اور نبی کے لغوی معانی ہیں'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا، پیشن گوئی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا۔۲۹ لیکن یہاں نبی سے مراد'' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اس طرح عید میلاد النبی کا لغوی معنی ومفہوم ہوا'' پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی کا دن۔'' اور اصطلاحی اعتبار سے ''عید میلاد النبی'' کا مطلب ہے'' وہ جشن یا وہ محفل یا وہ مقدس دن جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر جو معجزات ظاہر ہوئے یا جو عظیم واقعات رونما ہوئے ان کا تذکرہ کرنا، آپ کی سیرت طیبہ ومبارک تعلیمات پر روشنی ڈالنا اور مسرت وخوشی کا اظہار کرنا۔

اگرچہ اسلامی شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وِلادت کو عید قرار نہیں دیا گیا ہے اور نہ اس کے لئے کسی قسم کے مراسم مقرر کیے گئے ہیں لیکن اگر مسلمان یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کے سب سے محبوب سب سے عظیم رسول اور انسانیت کے اس ہادیٔ اعظم کا یوم پیدائش ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کو خدا کی معرفت حاصل ہوئی، جس کی بدولت انسان حقیقت میں انسانیت کے زیور سے آراستہ ہوا، جس نے تمام دنیائے انسانیت میں ایمان اور علم وعمل کا نور پھیلایا اور جس نے اپنے قدم رحمت سے ساری کائنات کو فیض یاب فرمایا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

''وما ارسلنک الا رحمة للعلمین۔۳۰

(اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)

"وما ارسلنک الا کافۃ للناس۔"[۳۱]

(اور ہم نے آپ کو سارے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا)

اِنَّما انت منذرٌ وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔[۳۲]

(بے شک آپ ہر قوم کے لیے منذر و رہبر ہیں)

قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔[۳۳]

(اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔)

اور یہی وہ دن ہے جس میں تمام کائنات کے لیے خدا کی سب سے عظیم نعمت ظہور میں آئی اور امت محمدیہ وجود میں آئی۔ بایں وجہ مسلمان اگر اس کو عید کی طرح سمجھیں اور اسلامی یادوں سے وابستہ ایام میں اس کو سب سے زیادہ عظیم یادگار کا دن قرار دیں تو اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی مضائقہ نہیں۔ قرآن وسنت سے بھی واضح طور پر یہی سبق ملتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا چرچا کرو ان کی یاد مناؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَ ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللہِ۔"[۳۴]

(اور انہیں اللہ کے دِن یاد دلاؤ۔)

"یٰاَیُّھا الناس اذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔"[۳۵]

(اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔)

"وَ اَمَّا بنعمۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔[۳۶]

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔)

"اُذکُرُوْا آلَاءَ اللہِ لَعَلَّکُم تُفْلِحُون۔"[۳۷]

(اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا چرچا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب وضروری ہے اور ان کا ذکر اور یاد فلاح و بہبود کا ذریعہ ہے۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اتنی کہ انسان ہزار

کوششوں کے باوجود بھی ان کا تذکرہ وشکریہ ادا نہیں کرسکتا لیکن ان میں بعض ایسی اہم وخاص نعمتیں ہیں کہ جن کی یاد اور چرچا کے لیے اللہ رب العلمین نے تاکیداً حکم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

"اُذکُرُوْا نعمۃ اللہِ علیکم اذ جَعَلَ فِیکم انبیاء۔"[۳۸]

(اپنے اوپر اللہ کی نعمت یا انعام کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بھیجے)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی بعثت انسانی اقوام کے لیے اللہ کی خاص نعمت ہے۔ اور انبیاء کرام میں بھی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ساری کائنات کے لیے سب سے عظیم اور خاص نعمت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین، صالحین وبزرگانِ دین اور جان، مال، اولاد، عزت وآبرو، آب وہوا، غذا وخوراک، زمین وآسمان، شجر وحجر، برگ وثمر اور چاند وسورج جیسی بہت سی گراں قدر نعمتیں عطا فرمائیں لیکن کسی نعمت پر احسان نہیں جتایا لیکن جب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤمنینَ اِذْ بَعَثَ فِیهم رسولاً۔"[۳۹]

(یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں محمد رسول اللہ کو بھیجا)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر احسان جتایا ہے اور احسان اس لیے جتایا جاتا ہے تاکہ اس کو یاد رکھا جائے، تذکرہ کیا جائے اور فراموش نہ کردیا جائے کیوں کہ یہی وہ نعمت عظمیٰ ہیں کہ جن کے صدقہ وطفیل ساری نعمتیں عطا ہوئی ہیں۔ اللہ کی ساری نعمتوں کا شکریہ وچرچا ناممکن ہے لیکن اگر اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ وتذکرہ کرلیا تو سمجھو کہ ساری نعمتوں کی یاد کا حق ادا ہوگیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللّٰہُ یُعْطِیْ وَانا قَاسِمٌ۔[۴۰]

(اور اللہ مجھے عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں)

مختصر یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور پروردگار عالم کی عظیم ترین نعمت ہے اور نعمت الٰہی کا ذکر اور اس پر شکر اور اس کی یادگار قائم کرنا بلکہ خوشی منانا قرآن وحدیث سے واضح وثابت ہے۔ چنانچہ اللہ رب العلمین قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

"قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔"[۴۱]

(اے نبی آپ فرما دیجئے! اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ)

اس آیت کریمہ میں دو چیزوں یعنی اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں فضل ورحمت سے کیا مراد ہے؟ محدثین ومفسرین کے اقوال کی روشنی میں جب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تمام عالم کے لیے فضل ورحمت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان الفضل، العلم والرحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔"[۴۲]

(فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

علامہ ابن جوزی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ان فضل اللہ العلم ورحمۃ محمد ﷺ رواہ الضحاک۔"[۴۳]

(بے شک اللہ کا فضل علم اور رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کو ضحاک نے روایت کیا ہے)

امام سیوطی نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے یہی بیان کیا ہے کہ:

"عن ابن عباسٍ فی الاٰیۃ قال فضل اللہ العلم ورحمتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وَمَا ارسلنٰک اِلا رحمۃً للعلمین۔"[۴۴]

(حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ فضل اللہ سے مراد علم (قرآن) ہے اور رحمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ پروردگار عالم خود ارشاد فرماتا ہے کہ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔)

اور امام طبری نے آیت مقدسہ کی تفسیر میں یہاں تک واضح فرمادیا ہے کہ:

”ومعنى الاية قل لهؤلاء الفرحين بالدنيا المعتدين بها الجامعين
لها اذا فرحتم بشئ فاحرحوا بفضل الله عليكم ورحمته لكم
بانزال هذاالقران وارسال محمداليكم فانكم تحصلون بهما
نعيماً دائماًمقيماًهو خير لكم من هذه الدنيا الفانية۔“[۴۵]

(اور اس آیت مقدسہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ آپ ان تمام دنیاوی خوشیاں منانے میں حد سے گذرنے والوں اوران کی خاطر جمع ہونے والوں کوفرمادیں، اگرتم کوئی خوشی منانا چاہتے ہوتواللہ کے فضل اور رحمت پرخوشی مناؤ جوقرآن کے نزول اورمحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں تمہیں عطا ہوئے ہیں۔ بے شک تم ان دونوں (کی خوشی منانے) کے عوض ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت حاصل کروگے جوتمہارے لیے اس فانی دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔)

آیت مقدسہ کی پیش کردہ تفاسیر سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رحمت سے مراد حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جس پراللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کوخوشی منانے کا حکم دے رہا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اسی بات کی ترجمانی کی ہے۔ اس آیت کریمہ پرگفتگو کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ:

”بلااختلاف حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اوراس کا کامل ترین فضل ہیں۔ اس لیے بدلالۃ النص یہ بھی مرادلیا جاسکتا ہے کہ یہاں رحمت اور فضل سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے جن کی ولادت پراللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہا ہے۔“[۴۶-ب]

مزید فرماتے ہیں کہ: اس مقام پر ہر چند کہ آیت کے سباق پرنظر کرنے کے اعتبار سے قرآن مجید مراد ہے۔ لیکن اگرایسے معنی عام لیے جائیں کہ قرآن مجید اس کا ایک فرد رہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ فضل ورحمت سے حضور کا قدوم مبارک لیاجائے۔ اس تفسیر کے مطابق جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یادینی اوران میں قرآن بھی ہے سب اس میں داخل ہوجائیں گی۔ اس لیے کہ حضور علیہ السلام کا وجود باجوداصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام

رحمتوں اور فضل کا۔ پس یہ تفسیر اجمع التفاسیر ہو جائے گی اور اس تفسیر کی بناء پر حاصل آیت کا یہ ہوگا کہ ہمیں حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور کا وجود باجود (وجود نوری ہو یا ظاہری) اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ حضور ہمارے لیے تمام نعمتوں کا واسطہ ہیں اور دوسری تمام نعمتوں کے علاوہ افضل نعمت اور بڑی دولت ایمان ہے، جس کا حضور سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل ورحمت کی حضور کی ذات بابرکات ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرحت ہو کم ہے۔[۴۶]

اس طرح آیت مقدسہ اور اس سے متعلق بیان کردہ تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ خالق کائنات سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی اور اس کی یاد منانے کا حکم دیتا ہے۔ کیوں کہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور تاریخ انسانیت میں کوئی بھی واقعہ آپ کی ولادت سے بڑھ کر عظیم الشان نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے اور خوشی منانے کا حکم فرمایا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی منانے کا ثبوت صرف اسی ایک آیت سے نہیں ملتا ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں جو خوشی منانے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ کی قوم نے عرض کیا اے عیسیٰ روح اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیا آپ کا پروردگار ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اے مری قوم اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس سے کھائیں تا کہ ہمارے دل مطمئن ہوں اور آپ کی صداقت چشم بینا سے دیکھ لیں اور اس پر گواہ ہو جائیں۔[۴۷]

اپنی قوم کی اس خواہش کے پیش نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ حق تعالیٰ میں دعا فرمائی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہمیت کے ساتھ قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اَللّٰھم رَبَّنَا انزل علینا مآئِدۃً من السمآء تکون لنا عیداً لاوّلنا وَاٰخرِنا وَاٰیۃً منک وَارزُقنا وانت خیر الرازقین۔"[۴۸]

(اے اللہ! ہم پر آسمان سے ایک خوان (کھانا) اُتار کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی عید ہو اور تیری طرف سے نشانی (یاد) اور ہمیں رزق دے اور تو ہی بہترین رزق دینے والا ہے)

اس آیت کریمہ میں غور کیجئے کہ آسمان سے اترنے والی کھانے جیسی عارضی نعمت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوشی کا باعث قرار دے کر اس دن کو عید قرار دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں اس کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نعمت نازل ہو تو قرآن کی رو سے وہ عید ہوتی ہے۔ اور اس کائنات میں سب سے عظیم اور دائمی نعمت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے لہٰذا آپ کی پیدائش اور یوم پیدائش مسلمانوں کے لیے عید سے ہزار ہا درجے بہتر و افضل ہے۔ اور یہ عید نہیں بلکہ عیدوں کی عید ہے۔ اس لئے کہ جس دن خوانِ نعمت نازل ہو قرآن پاک اس کو عید کا دن قرار دے تو جس دن جانِ نعمت مبعوث ہو اس کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔

قرآن عظیم کی طرح احادیث کریمہ جو کہ کلامِ الٰہی کی مکمل تفسیر و توضیح کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کے بغیر ہم صحیح معنیٰ میں قرآنی آیات کی وضاحت میں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے، ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ محبوبانِ خدا، شعائر اللہ اور مقدس ایّام کی یاد اور خوشی منانی چاہیے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے یوم ولادت کی یاد و خوشی منائی ہے بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی یادیں منانے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں مرقوم ہے کہ "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے دریافت کیا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی اس لیے ہم تعظیماً اس دن روزہ رکھتے ہیں اور عید مناتے ہیں۔ یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

"کان یوم عاشوراء یوماً تعظیمہ الیہود و تتخذہ عیداً فقال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم۔"۴۹ے

(یہود یوم عاشورہ کی تعظیم کرتے تھے اور عید کے طور پر مناتے تھے پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم اس دن روزہ رکھو)۔

اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ:

"کان اهل خیبر یصومون یوم عاشوراء یتخذونه عیدا ویلبسون نسائهم فیه حلیهم وشارتهم، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فصوموه انتم۔"۵۰ے

(اہل خیبر یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے اس کو عید کے طور پر مناتے تھے اور اس دن ان کی عورتیں نہایت حسین وجمیل لباس زیب تن کرتی تھیں۔پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا: تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"هذاالیوم الذی أظفر الله فیه موسیٰ وبنی اسرائیل عَلیٰ فرعون ونحن نصومه تعظیماله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم نحن اولیٰ بموسیٰ منکم ثم أمَرَ بصومِهٖ۔"۵۱ے

(اس عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح عطا کی تو ہم اس کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں پھر آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔)

مذکورہ بالا احادیث میں غور کیجیے جس دن حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی یہود اس دن کی تعظیم کریں، عید کے طور پر منائیں اور اس دِن کو یاد کرنے اور منانے کے لیے روزہ رکھیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی عملی طور پر تائید وتوثیق فرمائیں اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیں تو جس دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس دن مسلمان اپنے نبی کے یوم ولادت کو قابل تعظیم سمجھ کر کیوں نہیں منا سکتے؟ آپ کے یوم پیدائش پر

خوشیوں کا اظہار کیوں نہیں کر سکتے ؟ حالانکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے یوم ولادت کی یاد کو منایا ہے اور مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا ہے اور صحابۂ کرام کو اپنے یوم میلاد پر اللہ رب العزت کا شکر بجالانے کی ترغیب وتلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن صوم یوم الاثنین قال ذاک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت وانزل علیَ فیہ۔" ۵۲

(بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس روز میری پیدائش ہوئی، اسی روز میری بعثت ہوئی، اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔)

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسہ بعد ما بعث نبیًا۔ ۵۳

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا۔)

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عَقَ عن نفسہ بعد النبوۃ۔" ۵۴

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا)

احادیث کی ان روایتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ:

"ان جدہ عبدالمطلب عق عنہ فی سابع ولادتہ والعقیقۃ لاتعاد مرۃ ثانیۃ۔ فیحمل ذالک علیٰ ان الذی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہاراً للشکر علیٰ ایجاد اللہ تعالیٰ اِیاہ رحمۃ للعٰلمین وتشریفًا لامتہ کما کان یصلی علیٰ نفسہ لذالک فیستحب لنا ایضاً اظہار الشکر بمولدہ باجتماع الاخوان واطعام الطعام ونحو ذالک من وجوہ القربات واظہار المسرات۔'

(تہذیب التہذیب، ۵: ۳۴۰، رقم: ۶۶۱، عسقلانی)

(بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا۔ اور عقیقہ دو بار نہیں کیا جاتا اور احتمال یہی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کی خوشی کے اظہار کے لیے عقیقہ

خود کیا۔ اپنے رحمۃ للعلمین ہونے اور امت کے مشرف ہونے کی وجہ سے۔ اور اسی طرح ہمارے اوپر مستحب ہے کہ ہم بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی کا اظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات کریں اور خوشی کا اظہار کریں۔)

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی یاد منانا اور اس پر عید و خوشی منانا احادیث سے بھی ثابت ہے اور یہ سنت الٰہیہ بھی ہے اور سنت نبویہ بھی۔

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث کی آیات و روایات کے احکامات و تعلیمات کے پیش نظر دنیا بھر کے مسلمان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت پر مسرت کے اظہار کے طور پر ''عید میلاد النبی'' مناتے ہیں۔ عید میلاد النبی اگر چہ عید شرعی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ذی علم مسلمان اس کو عید شرعی سمجھتا ہے کیوں کہ عید شرعی تو صرف دو ہیں (۱) عید الفطر (۲) عید الاضحیٰ لیکن چوں کہ یہ دونوں عیدوں سے بے انتہا عظمت و مرتبے والا دن ہے، اس کی قدر و منزلت کئی حیثیتوں سے زیادہ ہے اس لیے اس مبارک دن خوشیاں منانا اور اس کی یاد قائم کرنا فطری و قدرتی بات ہے کیوں کہ قرآن واحادیث وسلف وصالحین کے نزدیک یہ وہ دن ہے کہ جس کی بدولت جملہ عیدیں، جملہ یادیں تمام مسرت و شادمانیاں اور تمام مقدس ایام عطا ہوئے۔ گویا کہ یہ عیدوں کی عید، یادوں کی یاد اور تمام مقدس دنوں کی معراج کا دن ہے۔ اس کی امتیازی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عید تو سال میں دو بار آتی ہے لیکن عید میلاد النبی اور اس کی محافل ومجالس ہر ماہ، ہر ہفتہ اور ہر دن منائی جاتی ہیں۔ جن میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، سیرت، معجزات اور فضائل و کمالات کا بیان ہوتا ہے، جشن وجلوس کے ذریعہ عظمت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار کیا جاتا ہے، صدقات وخیرات اور دعوت وضیافت کے ذریعے آپ کی یاد کو تازہ کیا جاتا ہے اور مساجد و مدارس، مکانات اور گلی کوچوں وشاہراہوں کو سجا کر، جھنڈے لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت اور مسرت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور یہ سب اسلامی شریعت کے موافق ہے خلاف نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کو منانے والے بے انتہا برکت ورحمت کے حقدار اور نیکوکار رہیں گنا ہگار نہیں۔ اس لئے کہ ''عید میلاد النبی،

محفل عید میلاد النبی یا جلوس عید میلاد النبی میں جو بھی اعمال وکام انجام پذیر ہوتے ہیں جیسے ذکر میلاد النبی، روشنی و آرائش اور جھنڈوں کا انتظام، صدقہ وخیرات اور شیرینی وتحائف کی تقسیم کا اھتمام اور اسی قسم کے دیگر جائز امور یہ سب قرآن وسنت سے واضح وثابت ہیں۔ مذکورہ بالا جملہ امور کا ہم علحدہ علحدہ عناوین کے تحت قرآن و حدیث کے حوالے سے جائزہ لے رہے ہیں تاکہ ''عید میلاد النبی'' اور اس کے متعلقات کی صحیح تصویر ظاہر و آشکارا ہو جائے۔

ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام ورسولان عظام کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ گراں قدر عظمت واہمیت کا حامل ہے۔ انہیں میں سے ایک اہم گوشہ ان کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہے۔ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالی نے جہاں انبیاء کرام کے حالات وواقعات، سیرت وکمالات کا ذکر فرمایا ہے وہاں بطور خاص ان کی ولادت کے واقعات کا بھی بیان فرمایا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کے ان کی پیدائش تو ہو چکی اب اس کے ذکر سے کیا فائدہ ہے؟ انبیاء کرام کی زندگی کا ہر پہلو حکمت ونصیحت سے معمور اور ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرات انبیاء کی سوانح وسیرت کے ساتھ ساتھ ان کی آمد اور ولادت کا بھی نام لے کر ذکر فرمایا ہے تاکہ اس کے بندے یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ انبیاء کا میلاد بیان کرنا خود خالق کائنات کی سنت ہے۔ چنانچہ اللہ رب تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے کہ:

وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ ۵۵

(اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں)

''والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔'' ۵۶

(حضرت عیسی علیہ السلام نے کہا) اور مجھ پر سلام ہو میری ولادت کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا)

"یاایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم"۔ ۵۷؎

(اے لوگو! بے شک تمہارے پاس یہ رسول تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تشریف لایا ہے۔)

"لقد جاء کم رسول من انفسکم"۔ ۵۸؎

(بے شک تمہارے پاس تم میں سے رسول تشریف لائے۔)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد وآمد کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں ایسی آیات ہیں کہ جن میں ان حضرات کی ولادت اور آمد آمد کا تذکرہ فرمایا گیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کا میلاد بیان کرنا کلام الٰہی کے عین مطابق ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو انسب ہوگا کہ ذکر میلاد النبی سنت خدا ہی نہیں بلکہ سنت مصطفیٰ بھی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے ساتھ اپنا میلاد پاک خود بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام کو اس کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالو انت رسول اللہ علیک السلام قال انا محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیتا وخیرھم نسبا" ۵۹؎

(حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس بہترین مخلوق کے دو حصے کئے اور ان دونوں میں سے بہترین حصہ عرب میں مجھے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبیلے

بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس قبیلے کے
گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب میں پیدا کیا۔)

ایسے ہی ایک بار صحابہ کرام کے دیگر انبیاء کے القابات پر حیرت واستعجاب کو دیکھ کر آپ نے اپنے مختلف القابات بیان فرمائے اور فرمایا کہ سب سے بڑے شرف کی بات یہ ہے کہ ''اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہ'' مجھے اللہ نے اپنا حبیب بنایا ہے۔ یہ مرتبہ ومقام کسی کو حاصل نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، حدیث ۳۶۱۲)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کا منظوم میلاد پاک لکھا اور پھر اس کو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ خصوصی دعا سے بھی نوازا۔ چنانچہ اس حدیث پاک کی عبارت اس طرح ہے کہ:

''وقال العباس: یارسول اللہ الیٰ اریدان امتدحتک: فقال لہ: قل لایفضض اللہ فاک فانشأیقول:

تنقل من صلب الی رحم.................اذا مضی عالم بدا طبق

حتی احتوی بیتک المھیمن من........خندف علیاء تحتھا الافق

وانت لما وردت اشرقت الارض........وضائت بنورک النطق۔'' ۶۰

(اور حضرت عباس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں آپ کی مدح سرائی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے چچا جان بیان کیجئے اللہ آپ کے منہ کو سلامت رکھے۔ پس آپ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مقدس پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے، جب ایک زمانہ گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا، جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی آمد کے باعث زمین پرنور ہوگئی اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔)

پیش کردہ دونوں احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد خود بھی بیان فرمایا ہے اور صحابہ کرام کو اس کے بیان کرنے کی نہ صرف اجازت عطا

فرمائی ہے بلکہ منہ کی سلامتی کی دعا بھی عنایت فرمائی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ''میلاد النبی'' بیان کرنا سنت الٰہیہ بھی ہے اور سنت نبویہ بھی۔

روشنی وجھنڈے اور آرائش

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر مساجد، مدارس، مکانات، گلی، کوچوں اور شاہراہوں کو روشنی وجھنڈوں سے سجایا جاتا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت اور آپ کے یوم ولادت پر مسرت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ کیا جائے؟ جب کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی آمد کے موقع پر اتنا چراغاں فرمایا تھا کہ مشرق ومغرب روشن ہوگئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی ولادت کی خوشی میں جھنڈے بھی نصب فرمائے تھے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مروی ہے کہ:

''فلمّا فصل منی خرج معه نورا ضاء له مابين المشرق الی المغرب۔'' ۶۱

(جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق ومغرب سب روشن ہوگئے۔)

''انا دعوة ابراهيم وبشرىٰ عيسىٰ ورأت أمی انه خرج منها نوراضاءت له قصور الشام۔'' ۶۲

(میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں، میری ماں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوگئے۔)

اسی طرح حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

''انها شهدت ولادة آمنة بنت وهب ام رسول الله صلی الله عليه وسلم وكان ذالک ليل ولدته قالت: فما شيءٌ انظر اليه من البيت

الانوروانی لانظرالی النجوم تدنوحتی انی لاقول لتفعن علیٰ۔"۶۳

(جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی میں آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے روشن ہوگیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے کہنا پڑا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے موقع پر روشنی ونور کا انتظام فرمایا اور ساری دنیا کو جگمگایا تو پھر اس کے بندے اس کے محبوب رسول کی میلاد پر ایسا کیوں نہ کریں؟ جب توحید ورسالت کے پیروکار نہیں تھے تو خدائے وحدہٗ لاشریک نے یہ کام انجام دیا اور آج موجود ہیں تو ہر مومن مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ان کی پیدائش پر مختلف طریقے سے خوشیوں کا اظہار کرے۔ نیز اللہ رب العزت نے آپ کے یوم میلاد پر صرف روشنی کا ہی آسمانی بندوبست نہیں فرمایا بلکہ جھنڈوں کا بھی اہتمام فرمایا۔ تاریخ وسیرت کی جملہ مشہور ومعروف کتابوں میں حضرت سیدہ آمنہ سے منقول روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

"فکشف اللہ عن بصری فرأیت مشارق الارض ومغاربها ورأیت ثلاثة اعلام مضروبات علَمًا بالمشرق وعلماً بالمغرب وعلما علیٰ ظهر الکعبة۔"۶۴

(پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اُٹھا دیئے تو مشرق تا مغرب تمام روئے زمین میرے سامنے کردی گئی جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا نیز میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں نصب کیا گیا تھا دوسرا مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد النبی کے موقعہ پر روشنی کرنا جھنڈے لگانا اسلامی نقطۂ نظر سے بہتر وعمدہ کام ہے کیوں کہ خود رب تبارک وتعالیٰ نے کیا ہے۔ اس لیے اس کے بندوں کے لیے بھی یہ بہتر ومستحب ہے کیوں کہ سنت الٰہیہ ہے۔

خیرات وصدقات اور تحائف ومشروبات

عید میلاد النبی کے تعلق سے ہم گزشتہ صفحات پر قرآن وحدیث کے حوالہ سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ آپ کی ولادت کی خوشی منانا سنت خدا بھی ہے اور سنت مصطفیٰ بھی۔ رب تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کی ولادت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر، بکرے ذبح کر کے، دعوت وضیافت کا اہتمام کر کے اپنے یوم میلاد کی یاد میں مسرت وشادمانی کا اظہار کیا ہے۔ سنت الٰہیہ اور سنت نبویہ سمجھ کر ہی آج مسلمان بھی آپ کے میلاد النبی کے موقع پر صدقۂ وخیرات اور تحائف وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور آپ سے قلبی محبت ومسرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ آج مسلمان جو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر آقا علیہ السلام کی یاد وخوشی میں صدقۂ وخیرات اور تحائف تقسیم کرتے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک انتہائی پسندیدہ عمل ہے۔ خود خالق کائنات نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ساری دنیا کو خوش حال، بے اولادوں کو صاحب اولاد بنایا ہے اور مظلوموں وکمزوروں اور غلاموں کا سویا ہوا نصیب جگمگایا ہے۔ سیرت کی مختلف مستند کتابوں میں مرقوم ہے کہ:

"وکانت تلک السنة التی حمل فیها برسول الله صلی الله علیه وسلم یقال لها سنة الفتح والابتهاج فان قریشا کانت قبل ذالک فی جدب وضیق عظیم فاخضرت الارض وحملت الاشجار واتاهم الرغدمن کل جانب فی تلک السنة۔"[۶۵]

(جس سال نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو عطا ہوا وہ فتح ونصرت، تروتازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحال، عسرت اور قحط سالی میں مبتلا تھے۔ ولادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس بنجر زمین کو شادابی وہریالی عطا فرمائی۔ اور سوکھے درختوں کی پژمردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے لاد دیا۔ اہل قریش اس طرح ہر طرف

سے خیر کثیر آنے سے خوش حال ہو گئے۔)

اسلامی تعلیمات کی رو سے لڑکی باعث رحمت ہے، اس کے پیدا ہونے پر اللہ کی نور حمتیں نازل ہوتی ہیں اور لڑکے کے پیدا ہونے پر ایک رحمت۔ لیکن عموماً سماج میں دیکھا گیا ہے کہ اولاد نرینہ کی ولادت سے ماں باپ کو فطری و قلبی راحت ملتی ہے اور اس کے پیدا ہونے پر زیادہ خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ ان کے بڑھاپے کا سہارا اور روزگار کا ذریعہ بنتے ہیں۔ لہٰذا جس سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اللہ رب العزت نے لوگوں کو یہ انعام و تحفہ عطا فرمایا کہ ہر گھر میں اس سال لڑکے ہی لڑکے پیدا ہوئے تا کہ ہر گھر خوشیوں سے معمور ہو جائے۔
سیرت و تاریخ کی معروف کتابوں میں ہے کہ:

"واذن اللہ تلک السنة لنساء الدنيا ان يحملن ذكورًا كرامةً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔" ٦٦

(اور اللہ تعالیٰ نے اس سال یہ حکم جاری فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم میں تمام دنیا کی عورتیں لڑکوں کو جنم دیں۔)

یہی نہیں بلکہ اللہ نے اپنے محبوب رسول کی ولادت کی خوشی میں لوگوں پر اور بھی کثیر انعامات و اکرام کی بارش فرمائی جیسا کہ احادیث و سیرت کی مشہور کتابوں میں ذکر ہے۔ انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت کی خوشی میں اللہ جل شانہ نے بہترین شربت کا بھی انتظام فرمایا۔ چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ثم اخذنی مایا خذالنساء ولم يعلم بی احدلا ذکر ولا انثیٰ وانی لوحيدة فی المنزل وعبدالمطلب فی طوافه، فسمعت وجبة عظيمة وامرًا عظيمًا هالينی ثم رأيت كان جناح طيرًا ابيض قدمسح علی فوادی فذهب عنی الرعب وكل وجع اجدة ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء فتناولتهافاذاهی احلی من العسل۔ ٦٧

(مجھے عورتوں کی طرح جب درد زہ شروع ہوا تو میں نے ایک بلند آواز سنی جس

نے مجھ پر خوف طاری کر دیا پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کا پر میرے دل کو چھو رہا ہے جس سے میرا تمام خوف اور درد جاتا رہا پھر میں متوجہ ہوئی تو میں نے اچانک اپنے سامنے ایک سفید شربت پایا جس کو میں نے پی لیا وہ شہد سے بھی میٹھا تھا۔)

اس طرح مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر مسلمان جو صدقہ وخیرات، تحفہ وضیافت وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں اور مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ سب اللہ اور رسول کے نزدیک محبوب وپسندیدہ اعمال ہیں۔ اور سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان اعمال وامور کو انجام دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جس نے میلاد النبی کی خوشی میں ذرا بھی حصہ لیا ہے اس کو دینوی واخروی نعمتوں سے سرفراز بھی فرمایا ہے عام ازیں کہ وہ مومن ہو یا کافر۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ:

"فلما مات ابو لهب اريه بعض اهل بشر هيبة قال له ماذا لقيت قال ابولهب لم الق بعدكم غيرانى سقيت فى هذه بعتاقتى ثوبية۔" ۶۸

(ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے جب اس کو خواب میں دیکھا تو وہ برے حال میں تھا اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا میں سخت عذاب میں ہوں جس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ ہاں نبی کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے کچھ سیراب کیا جاتا ہے۔)

اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ:

"الاٰن العذاب يخفف عنى كل يوم اثنين، قال و ذالك ان النبى صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين و كانت ثوبية بشرت ابالهب بمولده فاعتقها۔ ۶۹

(لیکن جب پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور وہ

اس وجہ سے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کو ہوئی اور جب ثوبیہ نے اس دن ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو اس نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا)

غور کیجئے ابولہب جیسا عظیم کافر جس کی مذمت ولعنت میں قرآن میں سورۂ لہب نازل ہوئی اگر نبی کی ولادت کی خوشی میں باندی کو آزاد کر دے تو وہ بھی فائدہ اُٹھائے، اب اگر مسلمان محبت وعقیدت سے آپ کی ولادت کی خوشی منائے گا تو وہ کیوں دنیوی واخروی انعامات سے فیض یاب نہ ہوگا۔

مختصر یہ کہ دنیا کا ہر مذہب وہر قوم اپنے مذہبی وسماجی قائد ورہبر کی یادو خوشی مناتا ہے۔ اسلام بھی اس بات کی کھلے لفظوں میں اجازت دیتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کی یادو خوشی منائی جائے۔ یہ جائز و مستحسن عمل ہے۔ لیکن اسلام چوں کہ دین کامل ہے اس لئے عید میلاد النبی یا دیگر یادیں وتقاریب منانے کے سلسلے میں اس نے ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ واضح حکم دیا ہے کہ یہ پروگرام نہایت پاکیزہ ہونا چاہئیں ان کے اندر کسی طرح کا کوئی غیر شرعی یا غیر اخلاقی کام ہرگز نہیں ہونا چاہیے اور بدعات ومنکرات شرعیہ سے بالکل پاک وصاف ہونا چاہئیں تاکہ ان کی خصوصی برکتوں ورحمتوں سے فائدہ حاصل کیا جاسکے اور دنیا کو بتایا جاسکے کہ ''میلاد النبی'' ہی سب سے بڑا دن ہے کیوں کہ اسی دن کے اندر دنیا کی سب سے عظیم نعمت ظاہر ہوئی اور اسی دن وہ رسول تشریف لایا جو ساری کائنات کے لیے رحمت ہے۔ جس کی یاد اس وقت تک نہیں بھلائی جاسکتی جب تک کہ دنیا کو انسانیت، محبت، اخوت، ہمدردی، سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے۔

ہفتہ کی عید جمعہ

اسلامی نقطۂ نظر سے عید الفطر، عید الضحیٰ اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی وہ عیدیں ہیں جو سال میں ایک بار منائی جاتی ہیں لیکن جمعہ ایسی عید ہے کہ جو ہر ہفتہ منائی جاتی ہے اور یہ ہفتہ وار عید عید الفطر ویوم عید الضحیٰ سے کم اہمیت کی حامل نہیں، بلکہ قرآنی آیات اور اکثر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی اہمیت ان دونوں سے کہیں زیادہ ہے۔ جمعہ کی نماز فرض عین

ہے بلکہ اسکی فرضیت نماز ظہر سے زیادہ مؤکد ہے جبکہ عیدین کی نماز فرض نہیں واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"یاایھاالذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون" ٠ے

(اے ایمان والو! جب نماز کیلئے اذان دی جائے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔)

اس آیت کریمہ سے یوم جمعہ کی اہمیت بخوبی واضح ہے۔ نیز قرآن پاک میں ایک سورہ "الجمعۃ" کے نام سے موسوم ہے جو اسکی امتیازی شان ہے۔ ا ے

قرآن پاک کے علاوہ حدیث شریف میں بھی یوم جمعہ کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کو "عیدللمومنین" کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ان یوم الجمعۃ سید الایام و اعظمھا عنداللہ و ھو اعظم عنداللہ من یوم الاضحیٰ ویوم الفطر فیہ خمس خلال خلق اللہ فیہ اٰدم واھبط اللہ فیہ آدم الی الارض" ٢ے

(نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بیشک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک تمام دنوں سے افضل ہے۔ اور یہ عید الفطر اور عید الضحیٰ کے دنوں سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اسکی پانچ خصوصیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اسی دن زمین پر نازل فرمایا۔)

"لیلۃ الجمعۃ لیلۃ اغر، ویوم الجمعۃ ازھر" ٣ے

(جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔)

"ان من افضل ایاکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ" ٤ے

(بیشک تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے اس دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اس روز ان کی روح قبض کی گئی اسی روز صور پھونکا جائیگا اور اسی روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔)

"ان هذا يوم عيد جعله الله للمسلمين فمن جاء الى الجمعة فليغتسل، وان كان طيب فليمس منه وعليكم بالسواک"۵ے

(بے شک یہ عید کا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بنایا ہے تو جو جمعہ کی نماز کیلئے آئے تو غسل کر کے آئے اور اگر خوشبو ہو تو اس کو لگا کر آئے اور تم پر مسواک کرنا لازمی ہے۔)

"قال ان فی الجمعة ساعة يوافقهامسلم يسال الله فيها خيرا الا اعطاه اياه قال وهی ساعة خفيفة"۔۶ے

(فرمایا جمعہ میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ نہیں مانگتا ہے اس میں کوئی مسلمان کسی خیر کو مگر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے اور وہ ساعت بہت تھوڑی ہے۔)

"من اغتسل ثم الى الجمعة فصلّى ماقدر له ثم انصمت حتى يفرغ من خطبته ثم يصلی معه غفر مابينه وبين الجمعة الاخرىٰ"۷ے

(جس نے غسل کیا اور جمعہ میں آیا اور جتنی مقدر تھی نماز پڑھی اور خطبہ سے فارغ ہونے تک چپ رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی اسکے گناہ بخشے گئے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک اور تین دن کے زیادہ۔)

معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کی روشنی میں یوم جمعہ بہت ہی افضل اور تمام دنوں کا سردار ہے اور دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام واقع ہوئے ہیں جیسے تخلیقِ آدم ونزولِ آدم وغیرہ یا ہونگے جیسے قربِ قیامت صور پھونکنا اور قیامت آنا وغیرہ سب اسی دن انجام پذیر ہونگے۔

مختصر یہ کہ اسی اہمیت کے سبب اسلام نے "یوم جمعہ" کو مسلمانوں کی عید قرار دیا ہے۔ اور عیدین کی طرح جمعہ کے دن غسل کرنا، عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا مستحب قرار

دیا ہے۔اسی طرح جہاں عیدین کا روزہ رکھنا حرام کہا گیا ہے وہاں صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''ان یوم الجمعۃ یوم عید فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیامکم الا اَنْ تصوموا قبلہ و بعدہ''۔۷۸

(بیشک جمعہ کا دن عید کا دن ہے تو تم اپنے عید کے دن کو روزوں کا دن مت بناؤ مگر یہ کہ تم اس سے پہلے (جمعرات) یا اس کے بعد (سنیچر) کے دن روزہ رکھو۔

''لا تصوموا یوم الجمعۃ فانہ یوم عید الا ان تصلوہ بایام''۷۹

(تم جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو کیونکہ یہ عید کا دن ہے سوائے اس کے کہ تم اس کے ساتھ اور دنوں کے روزے ملا کر رکھو۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے جمعہ کوئی عام دن نہیں بلکہ ایک خاص مقدس دن ہے جو مسلمانوں کی عید کی حیثیت رکھتا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ انبیاء کرام کی امتوں وقوموں کو جس دن کوئی خاص نعمت یا کامیابی حاصل ہوتی تھی وہ اس کو بطور عید مناتی تھیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ہفتے وعاشورہ کے دن فرعون کے ظلم سے نجات اور دیگر نعمتیں حاصل ہوئیں جسکی وجہ سے آج بھی قوم یہود سنیچر کا دن بطور عید ان نعمتوں کے حصول کے شکریہ کے طور پر مناتے ہیں۔۸۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر اتوار کے دن آسمان سے مائدہ (کھانا) اترا جو ان کے نزدیک عید کا دن ہے۔چنانچہ آج تک عیسائی لوگ اتوار کو مقدس سمجھتے ہیں اور مائدہ کی نعمت کے حصول کے شکرانہ میں عید مناتے ہیں۔گذشتہ انبیاء کرام اور انکی امتوں کی اس سنت کو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں بھی باقی وجاری رکھا اور حکم دیا کہ:

''وذکرھم بایام اللہ''۸۱ (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔)

''اذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون''۸۲

(اللہ کی نعمتوں کا چرچا کرو تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔)

گذشتہ قوموں پر ھفتہ واتوار کو ایک ایک یا دو دو نعمتیں نازل ہوئیں جسکی وجہ سے قرآن وسنت کی روشنی میں وہ عید کا دن قرار پائے۔اب آپ خود ہی غور کیجئے کہ جس دن ایک یا دو نہیں بلکہ

بے شمار نعمتیں نازل ہوئی ہوں اور نعمتیں پانے والی قوموں وامتوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی ہو وہ عید کا دن کتنا عظیم ہوگا۔اور یہ یوم جمعہ کی امتیازی اہمیت ہی ہے کہ اس کو یہود ونصاریٰ کے ایام عید سنیچر واتوار پر فوقیت دی گئی ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"نحن الآخرون ونحن السابقون یوم القیامة بید ان کل امة اوتیت الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم ثم ھذاااليوم الذی کتب اللہ علینا ھدانا اللہ لہ فالناس لنافیہ تبع الیھود غداو النصاری بعدغد"[۸۳]

(ہم پچھلے لوگ ہیں اور قیامت کے دن آگے بڑھ جانے والے ہیں فقط اتنی بات ہیکہ ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب ملی ہے اور ہم کو ان کے بعد پھر یہ دن جو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے اس کی ہم کو راہ بتادی اور سب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں کہ یہود کی عید جمعہ کے دوسرے دن (یعنی ھفتہ کو) ہوتی ہے اور نصاریٰ کی تیسرے دن (یعنی اتوار کو) ہوتی ہے۔

یوم جمعہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اسکی ترجمانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے:

"ان رجلا من الیھود قال لہ :یا امیر المومنین آیة فی کتابکم تقرؤونھا لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذالک الیوم عیدا قال ،ای الأیة قال "الیوم اکملت لکم دینا"[۸۴] فقال عمر انی لاعرف فی ای یوم انزلت الیوم لکم دینکم یوم جمعہ ویوم عرفة وھمالنا عیدان۔[۸۵]

(ایک یہودی نے ان سے کہا اے امیر المومنین آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ یہود پر اترتی تو ہم اس دن کو عید بنالیتے آپ نے فرمایا کونسی آیت اس نے کہا "الیوم اکملت لکم دینکم" پس حضرت عمر نے فرمایا میں پہچانتا ہوں کہ کس دن یہ آیت نازل ہوئی۔جمعہ اور عرفات کے

دن اور وہ دونوں ہمارے عید کے دن ہیں۔)

قرآن وحدیث میں درج ارشادات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ یوم جمعہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں صرف دو عیدیں نہیں بلکہ کثیر عیدیں ہیں۔ جن میں سے ۵۲ رعیدیں صرف یوم جمعہ کی ہیں۔ اور تین عیدیں عید الفطر، وعید الضحیٰ اور عید میلاد النبی ہیں۔

تقریبات ورسومات

اسلامی تیوہار عید الفطر، عید الضحیٰ، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم جمعہ کے علاوہ مسلمانوں میں کچھ تقاریب ورسومات بھی رائج ہیں جو مقدس ایام، اسلامی واقعات اور بزرگانِ دین واولیاء کاملین کی یاد میں منائی جاتی ہیں۔ جیسے شبِ برأت، شب قدر، شب معراج، ۱۰ رمحرم یوم عاشورہ، گیارہویں شریف اور اعراس بزرگان دین وغیرہ۔ یہ تمام تقریبات ورسومات دراصل تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان تقاریب میں خواہ انہیں کوئی نام دیا جائے قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، نوافل ووظائف پڑھے جاتے ہیں، ذکر ہوتا ہے، صدقۂ وخیرات کیا جاتا ہے، علماء کرام مختلف اسلامی موضوعات پر وعظ ونصیحت کرتے ہیں اور ارواح مومنین کو ایصال ثواب ہوتا ہے۔ اور سب سے اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں میں جذبۂ ایمانی بیدار ہو اور اکابرین اسلام کی دینی خدمات، اسوۂ حسنہ، اخلاق اور تعلیمی وقومی کارناموں سے مسلمانوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ انکے اندر ان کی پیروی اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا احساس پیدا ہو۔

مختصر یہ کہ ان مروجہ مراسم وتقاریب کا مقصد تبلیغ اسلام، بیداری جذبۂ ایمان اور ایصال ثواب ہے اور اسکا جواز وثبوت قرآن وحدیث سے واضح ہے۔ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں ان تقاریب کا سراغ اگرچہ اس نام یا اس صورت میں نہیں ملتا لیکن ان کی بنیاد واصل بحسن وخوبی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اس لئے فقہائے اسلام نے ان کو فرض یا واجب قرار نہیں دیا ہے بلکہ مستحب اور مستحسن قرار دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمائی ہے کہ وہ ان مراسم وتقاریب کے منانے میں کوئی ایسا قدم ہرگز نہ اٹھائیں جو شریعت اسلامی کے خلاف ہو۔

شب معراج

رجب المرجب کی ۲۷ ؍ویں شب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ رب العالمین میں رسائی اور دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا جو تاریخ اسلام میں معراج شریف کے نام سے موسوم ہے۔ معراج شریف کے موقع پر اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ جنتی براق کی سواری پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور اپنے قربِ خاص میں بلایا اور اپنی تمام آیات اور ساری کائنات جنت ودوزخ، عرش وکرسی، لوح وقلم وغیرہ کا مشاہدہ کرایا اور آپکی امت کو پانچ وقت کی نماز کا تحفہ عطا فرمایا جو ہر مسلمان کیلئے روزانہ پانچ بار معراج کا شرف حاصل ہونے کے مترادف ہے۔

گویا کہ یہ دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے عز وشرف اور مرتبہ ومقام کی بلندی اور معراج کا دن ہے اسلئے مسلمان اس دن کی یاد مناتے ہیں اور معراج کے ذکر کی محافل ومجالس منعقد کرتے ہیں، مساجد سجاتے ہیں، نوافل وظائف اور کثرت سے درود شریف پڑھتے ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے یہ تاریخ اور دن کتنی عظیم اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں اس کا تذکرہ بڑے جلی حرفوں میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بر کنا حولہ لنریہ من ایتنا۔ ۸۶

(پاکی ہے اس کو جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اس کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں)

اور حدیث شریف میں حضرت انس بن مالک، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے شبِ معراج کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں اور کبھی کہا حجرہ میں لیٹا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے

میرا سینہ یہاں سے وہاں تک چاک کر ڈالا اور اس نے میرا قلب نکالا پھر ایمان سے لبریز سونے کا ایک طشت میرے پاس لایا گیا پس میرا دل دھویا گیا پھر سینہ میں رکھ دیا گیا پھر میرے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک سفید جانور لایا گیا جو براق تھا۔ وہ اپنے منتہائے نظر پر اپنا قدم رکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس پر سوار کر دیا گیا اور وہ مجھے لیکر اڑا یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر آیا اس کا دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید کتنی بہترین تشریف آوری ہے پھر دروازہ کھول دیا جب اندر پہنچا تو وہاں حضرت آدم کو دیکھا جبرئیل نے کہا یہ آپ کے والد آدم ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا اے نبی صالح اور پسر صالح خوش آمدید پھر جبرئیل اوپر کو چلے یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہونچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون؟ کہا جبرئیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے پس دروازہ کھول دیا جب میں اندر پہونچا تو وہاں دو خالہ زاد حضرت یحیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے۔ جبرئیل نے کہا یہ یحیٰ وعیسیٰ علیہما السلام ہیں انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیکر کہا برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی اچھی ہے اور دروازہ کھول دیا جب میں اندر پہونچا تو وہاں یوسف علیہ السلام کو دیکھا جبرئیل نے کہا یہ یوسف ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیکر کہا اے برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید پھر جبرئیل مجھے اوپر لیکر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہونچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید، کتنی اچھی تشریف آوری ہے آپ کی پھر دروازہ کھول دیا جب میں اندر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہونچا تو جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں انہیں سلام کیجئے میں

نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیکر کہا اے برادرِ صالح اور نبی صالح خوش آمدید۔ پھر وہ مجھے لیکر اوپر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی اچھی ہے۔ جب میں اندر پہونچا تو حضرت ہارون علیہ السلام ملے جبرئیل نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیکر کہا خوش آمدید! برادر صالح اور نبی صالح پھر جبرئیل مجھے لیکر چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں! کہا گیا خوش آمدید! آپ کا تشریف لانا کتنا مسرت بخش ہے جب میں اندر پہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیکر کہا خوش آمدید برادر صالح اور نبی صالح۔ جب میں آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ رونے لگے ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے بعد ایک نوجوان کو نبی بنا کر بھیجا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہونگے۔ پھر جبرئیل مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے اور انہوں نے دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی بہترین ہے جب میں اندر پہونچا تو حضرت ابراھیم علیہ السلام ملے جبرئیل نے کہا یہ آپکے والد ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا پسر صالح اور نبی صالح خوش آمدید پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ ظاہر کیا گیا تو اس کے پھل مقام حجر کے مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر میں نے کہا اے جبرئیل یہ دو نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا دو پوشیدہ نہریں تو جنت کی ہیں اور دو ظاہر نہریں نیل وفرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت معمور پیش کیا گیا۔ پھر مجھے شراب دودھ اور شہد کا ایک ایک پیالہ پیش کیا گیا میں نے دودھ لیا تو جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جس پر آپ ہیں اور اسی پر آپ کی امت رہیگی پھر میرے اوپر روزانہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں میں واپس

ہوا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کے پاس سے گذرا تو انہوں نے دریافت کیا آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں ادا نہیں کرسکتی بخدا میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرلیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا ہے لہذا آپ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور اپنی امت کیلئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ (حضرت موسیٰ کے اصرار پر چند بار بارگاہِ مولیٰ میں درخواست کے بعد بالآخر) مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا روزانہ پانچ وقت کی نمازوں کا۔ کہا اور تخفیف کی درخواست کیجئے آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اتنی زیادہ درخواست کی ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے لہٰذا اب میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں جب میں آگے بڑھا تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ میں نے اپنا فریضہ جاری کردیا اور اپنے بندوں سے تخفیف فرمادی۔ ۸۷ے

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لَمَا کذَبتنی قریش قمت فی الحجر فجلا الله لی بیت المقدس فطفقت اخبرهم عن آیاته وانا انظر الیه" ۸۸ے

(بیشک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ معراج کے سلسلے میں جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمادیا سو میں قریش کو اسکی نشانیاں بتانے لگا اور بیت المقدس میری نظروں کے سامنے تھا۔)

خلاصہ یہ کہ واقعۂ معراج تاریخ اسلام کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور امتِ مسلمہ کا جذبہ ایمانی بیدار ہوتا ہے اور مختلف آسمانوں، جنت اور دوزخ کی سیر کے واقعات سے بہت سی نصیحتیں وعبرتیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے مسلمان اس دن اور تاریخ کو بطور یادگار مناتے ہیں۔ (ب) ۸۸ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

"وذکرهم بایام الله" ۸۹ے (اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔)

شب برأت

شعبان المعظم کی پندرھویں رات کو شب برأت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جو اسلامی اعتبار سے انتہائی مقدس و متبرک رات ہے۔ اس رات میں عبادت ذکر و فکر، تلاوت قرآن پاک، وظائف و درود شریف کا ورد، نوافل کی کثرت اور زیارت قبور کی بہت فضیلت و برکت ہے اسلئے مسلمان اس رات کو خاص طور سے مناتے ہیں اور شب بیداری، زیارتِ قبور، عبادت و تلاوت اور مختلف قسم کی دینی محافل منعقد کرتے ہیں۔ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اگرچہ ہماری طرح شب برأت نہیں منائی جاتی تھی لیکن اس میں جو نیک اعمال ہوتے ہیں وہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ احادیث شریف میں ہے:

''جس نے دو عید راتیں اور پندرہ شعبان کی رات جاگ کر گذاری تو ایسے دن میں جب کہ تمام دل مر جائینگے، اس انسان کا دل نہیں مریگا۔ ۹۰

''حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے اور دو شخصوں کے علاوہ دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو بخش دیتا ہے۔ ان دو میں سے ایک مشرک اور دوسرا کینہ پرور ہے'' ۹۱

''حضور انور ﷺ شعبان کے چند دن چھوڑ کر سارا مہینہ روزہ رکھا کرتے تھے'' ۹۲

''حضرت اسامہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے آپ کو سال کے کسی ماہ میں (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا لوگ رجب اور رمضان کے اس درمیانی مہینے سے غافل ہوتے ہیں حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ کے حضور اعمال لائے جاتے ہیں لہذا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل اللہ کی بارگاہ میں لایا جائے تو میں روزے سے ہوں۔ ۹۳

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب میرے یہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری حصے میں بقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتے اور فرماتے تم پر سلام ہو، اے مومنو کے گھر والو، جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ

تمہارے پاس آگئی کہ جسے کل ایک مدت بعد پاؤ گے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع عزقد والوں کی مغفرت فرما"۔ ۹۴

مذکورہ بالا احادیث سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ ماہ شعبان المعظم بالخصوص اس کی پندرھویں شب بے انتہا برکت کی رات ہے اور اس رات میں مسلمان جو کثرت سے نوافل ووظائف اور درود شریف پڑھتے ہیں دینی محافل واجلاس منعقد کرتے ہیں، قبرستان جاتے ہیں اور فوت شدہ مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کرتے ہیں۔ رات کو شب بیداری اور دن کو روزہ رکھتے ہیں یہ سب سنت کے عین مطابق ہے کیونکہ بعض احادیث میں مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا شعبان کی پندرھویں رات کو نفل پڑھو اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھو۔ اس روز قبرستان جاکر اپنے عزیزوں اور عام مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اس رات قبرستان تشریف لے جاتے اور انکے لئے مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔

اسی طرح اس موقع پر فوت شدہ مسلمانوں کے ایصال ثواب کی غرض سے جو کھانا یا شیرینی وحلوا وغیرہ تیار کرکے تقسیم کیا جاتا ہے اور قرآن واوراد ووظائف پڑھکر ان کی ارواح کو بخشا جاتا ہے یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ عام طور سے اس موقع پر حلوہ بنانے کا عام رواج ہے لیکن اس کو شرعی اعتبار سے لازمی وضروری نہیں سمجھنا چاہئے۔

شب برأت کہ جس میں ربّ العالمین اپنے بندوں پر خاص تجلّی فرماتا ہے اور اس کے بندے وفور شوق وجذبۂ ایمانی میں مختلف قسم کے نیک اعمال بجالاتے ہیں وہاں کچھ ناعاقبت اندیش اس رات کی عظمت وتقدس کو پامال کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ اور آتش بازی جو کہ شرعی اعتبار سے حرام وممنوع ہے اس پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ بچے، نوجوان زخمی ہوتے ہیں، بعض اوقات دوکان ومکان جل جاتے ہیں اور مالی وجانی نقصان ہوتا ہے۔ یہ انتہائی افسوس ناک حرکت ہے۔ مسلمانوں کا اسلامی واخلاقی فریضہ ہے کہ وہ خود بھی اس سے اجتناب کریں اور اپنے بچوں کو آتش بازی کے سامان ہرگز خرید کر نہ دیں بلکہ انہیں پیار سے اس شیطانی فعل سے دور رکھیں۔

شب قدر

شبِ قدر سال کی تمام راتوں میں افضل ترین رات ہے۔ یہ وہ مقدس رات ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جس میں ہر شئی کا اندازہ کر کے اس کے احکام صادر کئے گئے، جس میں خالق نے مخلوق کے سامنے اسرارِ حیات کو بے نقاب فرما دیا، جس میں خیر و برکت کا نزول اپنی انتہائی اور آخری صورتوں میں عرش سے فرش پر ہونا شروع ہوگیا۔ اور یہ وہ پاکیزہ رات ہے کہ جس میں رب تبارک وتعالی اپنے بندوں پر ابتدائی شب سے لیکر آخری شب تک خصوصی توجہ فرماتا ہے، اس کے حکم سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور صبح تک رحمت وسلامتی اور مغفرت وقبولیت کا مژدۂ جانفزا سناتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ٥ وما ادرٰک مالیلۃ القدر ٥ لیلۃ القدرِ خیر مّن الف شھر ٥ تنزّل الملٰئکۃ والروح فیھا باذنِ ربھم من کلِّ امر ٥ سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر ٩٥

(بیشک ہم نے اسے (قرآن) شبِ قدر میں اتارا اور تم نے کیا جانا کہ شب قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کیلئے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔)

گویا کہ یہ رات نزولِ قرآن کی رات ہے جس کے باعث بے انتہا خدائی رحمتوں و برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اسکی عظمت وتقدس اور خصوصی اہمیت کے سبب مسلمان اس رات کو بھی بطور یادگار مناتے ہیں۔ شب بیداری کرتے ہیں، تلاوت قرآن، ذکرِ الٰہی کی محافل سجاتے ہیں اور کثرت سے درود ووظائف اور نوافل پڑھتے ہیں اور ایسا کیوں نہ کریں جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

"من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ماتقدّم من ذنبہ"۔ ٩٦

(جو شبِ قدر میں ایمان ویقین کے ساتھ قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔)

"اذا کان لیلۃ القدر ینزل جبریل فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قائد یذکر اللہ عز و جل"۔97

(جب شب قدر آتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے پر رحمت بھیجتے ہیں اور بخشش کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول و مصروف ہوتا ہے۔)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شب قدر بیدار ہو کر گذار دی اور اس میں دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا، اس کو اپنی رحمت میں جگہ دی اور جبرئیل علیہ السلام نے اس پر اپنے پر پھیرے اور جس پر جبرئیل نے اپنے پر پھیرے وہ جنت میں داخل ہوا۔98

قرآن و احادیث کی روشنی میں صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ شب قدر حد درجہ خیر و برکت کی رات ہے عبادت و ذکر الٰہی سے اس کو زندہ رکھنا اسلامی نقطۂ نظر سے انتہائی مستحسن و باعث اجر و ثواب ہے۔ شب قدر کی اہمیت مسلّم لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی مقدس رات ہے جو ان اعلیٰ خصوصیات کی حامل ہے؟ اس سلسلے میں جب قرآنی تفاسیر اور احادیث کریمہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو دو طرح کی روایات سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرو اور دوسری یہ کہ وہ ۲۷ رویں شب ہے اور اسی پر اکثر محدثین و مفسرین کا اتفاق ہے اور اسی پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مذکور ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"99

(بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔)

"عن سالم عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال رأی رجل ان لیلۃ القدر لیلۃ سبع و عشرین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أُری رؤیاکم فی

العشر الاواخر فاطلبوھا فی الوتر منھا"۔ ۱۰۰؎

(حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے لیلۃ القدر کو رمضان کی ۲۷ رویں شب دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب رمضان کے آخری عشرہ میں واقع ہوا ہے تو تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔)

مذکورہ بالا احادیث اور اسی طرح کی دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر متعین نہیں ہے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کبھی بھی واقع ہو سکتی ہے۔ لیکن کتب احادیث میں وہ احادیث بھی موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر متعین ہے اور وہ رمضان المبارک کی ۲۷ رویں شب ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

"قال ابیؓ فی لیلۃ القدر واللہ انی لاعلمھا قال شعبۃ واکبر علمی ھی اللّیلۃ التی امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیامھا ھی لیلۃ سبع وعشرین"۔ ۱۰۱؎

(حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا اللہ کی قسم ! میں اس رات کو جانتا ہوں۔ شعبہ نے کہا کہ حضرت اُبی ابن کعب فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس بات پر یقین ہے کہ یہ وہی رات ہے کہ جس رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم فرمایا اور وہ ۲۷ رویں رات ہے۔)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ماہ رمضان کی ۲۷ ویں شب صبح ہونے تک عبادت میں گذاردی وہ مجھے رمضان کی تمام راتوں کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ ۱۰۲؎

معلوم ہوا کہ شب قدر متعین ہے اور وہ رمضان المبارک کی ۲۷ رویں شب ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے اور الفاظ قرآن سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ وہ اس طرح کہ سورۂ قدر میں "لیلۃ القدر" تین جگہ آیا ہے اور لیلۃ القدر میں ۹ رحروف ہیں اور ۹ رکو تین سے ضرب دینے پر (۲۷=۹×۳) حاصل ضرب ۲۷ رہوتا ہے۔

یوم عاشوراء (۱۰ر محرم الحرام)

محرم الحرام اسلامی سال کا وہ مہینہ ہے جسے روز اول ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے محترم ومکرم فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"انَّ عدة الشهورِ عندالله اثنا عشر شهرا فی کتٰبِ الله یوم خلق السَّمٰوٰتِ والارض منها اربعة حرم ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیهن انفسکم"۔ ۱۰۳؂

(بیشک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ماہ ہے اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) حرمت والے ہیں۔ یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔)

یہ چار حرمت والے مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور ان میں قتال وجنگ حرام جانتے تھے۔ اسلام نے بھی ان کے تقدس کو باقی رکھا اور ان کی عظمت وحرمت اور زیادہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ ۱۰۴؂

انہیں عظمت وحرمت کے حامل مہینوں میں ایک مہینہ محرم الحرام بھی ہے جسکی دسویں تاریخ کو مسلمان عیسائی اور یہودی یوم عاشوراء کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کے یہاں یہ دن بہت ہی خاص تقدس وبرکت کا دن ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھی یہ تاریخ انتہائی عظمت وفضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ مختلف اسلامی کتب میں مذکور ہے:

آسمان وزمین اور قلم کی پیدائش یوم عاشوراء میں ہوئی، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی اور حضرت ابراھیم علیہ السلام پر نارِ نمرود گل گلزار ہوئی، اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو مکانِ علیا کی رفعت حاصل ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت اسی دن عطا ہوئی اور اسی دن لشکر فرعون پر فتحیابی ہوئی اور فرعون دریائے نیل میں

غرق ہوا اور اسی دن آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی روز چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے، یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باھر نکلے، حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا ہوئی۔ اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علی وسلم کا عقد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے ہوا اور اسی روز نواسئہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بہتر جاں نثاروں کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے اور اسی روز قیامت بھی واقع ہوگی اور آسمان سے زمین پر سب سے پہلے بارش بھی اسی دن نازل ہوئی۔ ۱۰۵

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یوم عاشوراء اللہ رب العالمین کے نزدیک انتہائی فضیلت کا دن ہے یہی وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسکی یاد قائم کرنے اور اس کو زندہ رکھنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مذکور ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ بہتر دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی، اس لئے حضرت موسیٰ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعتبار سے حضرت موسیٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا''۔ ۱۰۶

''عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال کان یوم عاشوراء تعدہ الیہود عیدا قال النبی سلی اللہ علیہ وسلم فصوموہ انتم'' ۱۰۷

(حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ یہودی عاشورہ کے دن کو عید سمجھتے تھے، تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھو۔)

''عن عبید اللہ بن ابی یزید سمع ابن عباس رضی اللہ عنہما وسئل عن صیام یومِ عاشوراء فقال ماعلمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صام یوما یطلب فضلہ علی الایام الا ھذا الیوم ولا شھر الا

هذاالشهر یعنی رمضان۔"[108]

(عبید اللہ ابن ابی یزید سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشورہ کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عاشورہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن فضیلت کی وجہ سے روزہ رکھا ہو۔ اور نہ کسی مہینے میں سوائے اس مہینے یعنی رمضان کے۔)

"قال رسول اللہ صلی للہ علیه و سلم لئن بقیت الی قابل لا صومنَ التاسعِ"۔[109]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آنے والے سال تک زندہ رہا تو میں نویں تاریخ کا بھی ضرور روزہ رکھونگا۔)

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یوم عاشورہ بڑی عظمت وفضیلت کا دن ہے اور اس دن روزہ رکھنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین سنت ہے۔ بلکہ آپ نے دو روزے رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس دن کی یاد بھی قائم ہوجائے اور یہود کی مخالفت بھی ہوجائے۔

اسلامی اعتبار سے یوم عاشوراء کتنی اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن صرف روزہ رکھنے کا حکم ہی نہیں فرمایا ہے بلکہ اس دن روزہ رکھنے، عبادت کرنے اور صدقۂ وخیرات کرنے پر بے انتہا فیوض وبرکات کے حصول کا مژدہ سنا کر امت مسلمہ کو بالخصوص اسکی طرف راغب فرمایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"افضل الصّیام بعد رمضان شھر اللہ المحرَم"۔[110]

(رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔)

"صیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنةَ الّتی قبله"[111]

(مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ عاشورہ کے روزہ کو گذشتہ سال بھر کے گناہوں کا

کفارہ بنادے۔)

"من صلّی یوم عاشوراء اربع رکعات یقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وقل ھو اللہ احد احدیٰ عشرة مرّة غفر اللہ له ذنوب خمسین عاما وبنی له منبرا من نور"[۱۲]

(جو شخص عاشورہ کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے پچاس برس کے گناہ معاف فرمادیگا اور اس کے لئے نور کا ممبر بنائیگا۔)

"من وسّع علیٰ عیاله یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر سنة"[۱۳]

(جو شخص عاشورہ کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کریگا سال بھر تک برابر کشادگی میں رھیگا۔)

مختصر یہ کہ اسلامی و تاریخی لحاظ سے یوم عاشورہ بہت ہی مبارک و تاریخی دن ہے، بڑے بڑے عظیم واقعات اس دن رونما ہوئے اس لئے مسلمان اس دن کو بھی بطور یادگار مناتے ہیں۔ کثرت سے نوافل اور اوراد و وظائف پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اور صدقۂ وخیرات تقسیم کرتے ہیں اسلئے کہ احادیث پاک کی روشنی میں اس پر عظیم اجر وثواب کی بشارت ہے۔

اسلامی تاریخ کے اسی عظیم ومقدس دن میدانِ کربلا میں حضرت علی کے نور نظر، حضرت فاطمہ کے لختِ جگر نواسۂ رسول سید الشھداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مع اعزہ واقارب کے دین حق اسلام کی بقاء وتحفظ کی خاطر بے مثال جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ انتہائی سخت صعوبتیں وتکلیفیں برداشت کیں لیکن اپنے نانا جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی عظمت پر ایک حرف نہ آنے دیا۔

علامہ اقبال نے کیا ھی خوب کہا ہے: ع

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

حضرت امام حسین اور انکے اعزاء واقرباء کی دینِ اسلام کی خاطر بے مثال تاریخی

قربانی کے باعث یوم عاشورہ کی عظمت وفضیلت اور شہرت کے سلسلے میں ایک روشن باب کا اور اضافہ ہو گیا اور اسی عظیم تاریخی قربانی کے پیش نظر یوم عاشورہ دس محرم الحرام حضرت امام حسین ودیگر شہداء کربلا کی نسبت سے اور زیادہ مشہور ہو گیا اور دنیا کے مسلمان اس دن مختلف انداز میں یادِ حسین بھی منانے لگے اور ذکرِ شہداء کربلا کی محافل کا انعقاد کرنے لگے۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سانحۂ کربلا تاریخ اسلام کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ جس کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام کے آغاز سے لیکر آج تک اپنے عجیب وغریب رنج وغم اور حیرت انگیز ذکر واثر کے لحاظ سے نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کے تمام حادثاتِ رنج وغم اور واقعاتِ دردوالم میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ سابق شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دھلی وصدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں:

''حسین کی کہانی انسانی سرفرازی اور سربلندی کی داستان ہے، شرف انسانیت کی کہانی ہے، انسان کی پستی سے بلندی کی طرف ارتقاء کی روداد ہے، اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معیاروں کی تفسیر ہے، بہیمی غلامی سے انسانی حریت کی طرف سفر کی منزل ہے، وہ دنیا میں خدائی بادشاہت کا اعلان ہے اور انسانوں میں اس کے قیام کے امکان بلکہ دلیل پر کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی شہادت ہے وہ منزل تکمیل کی کامیابی کی راہ کا چراغ ہے اس چراغ کو باطل کی قوتیں جب اپنی پھونکوں سے بجھانا چاھتی ہیں تو حسین کی یاد اس کی یاد روشن کر دیتی ہے جب راہِ حق و حریت میں انسانیت کے قدم ڈگمگاتے ہیں تو حسین کی مثال اس کو سہارا دیتی ہے اور سنبھال لیتی ہے جب دولت وقوت اور اقتدار کی فرعونیت حق پرستوں کی تہی دست اور بے وسیلہ جمعیتوں پر عرصۂ زندگی تنگ کرتی ہے اور جب پیھم ناکامیوں کا ھجوم حق پر باطل ھوا کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے تو حسین ھی کی مثال انہیں ثباتِ حق کا سبق دیتی ہے اور یاس کی کفر آفرینی سے بچاتی ہے۔[۱۱۴]

مولانا ابوالکلام آزاد رقم طراز ہیں:

''اللہ اللہ سید الشھداء مظلوم کی مظلومی اور یا للعجب غفلت ونادانی کی بوقلمونی اس سے بڑھکر دنیا میں مظلومی کی مثال اور کیا ھوسکتی ہے کہ دشمنوں اور دوستوں دونوں نے اس پر ظلم کیا، دشمنوں نے اسکی شہادتِ عظمٰی کی عظمت مٹانی چاھی، مگر دوستوں نے اس کی شہادت کی اصلی حقیقتِ بصیرت سے غفلت کی۔ دشمنوں نے اس پر ظلم کیا کیونکہ اس کی مظلومیت پر انہیں رونا نہ آیا

پر ان دوستوں نے بھی ظلم کیا جو روئے مگر اس کی اصل تقدیس وشرف کیلئے سچائی اور عمل کا ایک آنسو بھی نہ بہا سکے۔ وہ تو دشمن تھے اس لئے انہوں نے اس کی دعوت حق کو مٹانا چاہا مگر دوست دوست ہو کر بھی اس کی دعوت کی پیروی نہ کر سکے"۔ ۱۱۵

مختصر یہ کہ شہادت امام حسین تاریخ اسلام کا ایک عظیم تاریخی سانحہ ہے اور دنیا میں ہر قوم نے مذہبی سماجی اعتبار سے اپنے ماضی کے ان حادثات وواقعات کی ہمیشہ قدر کی ہے جن کے اندر ملک وملت کیلئے کوئی غیر معمولی تاثیر یا نصیحت کی نشانی آجاتی تھی اور ہمیشہ ان انسانی عظمتوں اور کرامتوں کی یاد کو یادگاروں، جشنوں، تہواروں، عمارتوں، قومی روایتوں اور قومی جلسوں کے انعقاد کے ذریعہ باقی رکھنا چاہا ہے جن کے اندر خود اس قوم کی کوئی عظمت وشان پوشیدہ ہے۔ یہی چیز ہے کہ ہر قوم اپنے بڑے بڑے رہبروں، رہنماؤں، وطن پرستوں اور قومی شہیدوں کی یاد کو کبھی بھی ختم نہیں ہونے دیتی۔ اسی مقصد وجذبہ کے تحت مسلمان بھی مختلف اسلامی تقاریب ویادیں مناتے ہیں انہیں میں سے ایک مشہور ومعروف یاد یادِ حسین وذکر شہداء کربلا ہے جو بالعموم یکم محرم سے ۲۰ رصفر تک اور بالخصوص ۱۰ رمحرم یوم عاشورہ کو منائی جاتی ہے۔ اور یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ امام حسین ودیگر شہداء کربلا نے دینِ حق اسلام کی خاطر بڑی عظیم جانی ومالی قربانیاں پیش کی ہیں۔ راہِ حق میں جان دی ہے لیکن نماز قضا یا دین سے دغا ہرگز نہیں کی ہے۔ لہذا ایسے حضرات کی دینی خدمات وقربانیوں کی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جائے کیونکہ ان کی یاد سے ایک طرف جذبہ ایمانی بیدار ہوتا ہے تو دوسری طرف اللہ کی عبادت وخدمتِ دین کا شوق جنم لیتا ہے اور نیک اعمال کے ارتکاب کا حوصلہ فزوں تر ہوتا ہے۔ مولانا محمد علی جوھرؔ نے کیا ھی خوب حقیقت کی عکاسی کی ہے: ع

قتلِ حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مسلمان شہید اعظم حضرت امام حسین وشہداء کربلا رضی اللہ عنہم کی یاد انتہائی عقیدت و احترام سے مناتے ہیں اور اس موقع پر انکے ذکر کی مجالس کا خصوصی اھتمام کرتے ہیں، انکی طرف سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ان کو تلاوت قرآن ودرود ووظائف کا تحفہ پیش کرتے ہیں جو

قرآن واحادیث اور شریعت اسلامی کی روشنی میں انتہائی محبوب ومستحسن ہیں جن کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے۔

ذکر حضرت امام حسین وشہداء کربلا رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں جن لوگوں پر اپنے خصوصی انعام کا تذکرہ فرمایا ہے وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں ارشاد خداوندی ہے:

"انعم اللہ علیهم من النبین والصدیقین والشهداء والصالحین" ۱۶؎

(جن پر اللہ نے انعام کیا ہے وہ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صلحاء ہیں۔)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چار جماعتوں پر اپنے خصوصی انعام کا تذکرہ فرما کر انکی عظمت ورفعت کا ذکر فرمایا ہے اور انہیں میں سے ایک عظیم جماعت ہے شہداء کرام کی جن کے فضائل کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں مختلف مقامات پر بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون ۱۷؎

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں شعور نہیں)

"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون ۱۸؎

(اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔)

پہلی آیت کریمہ میں بنا تاکید شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور انکو زندہ کہا گیا ہے لیکن ان کی حیات سے ہمیں بے خبر بتایا گیا ہے اور دوسری آیت میں تاکیداً فرمایا گیا ہے کہ مردہ

کہنا تو دور کی بات ہے مردہ گمان بھی نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کی جانب سے رزق پاتے ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادیث شریف میں بھی شہداء کرام کی عظمت وفضیلت کو کافی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''شہیدوں کی روحیں سرسبز پرندوں کے جسم میں ہوتی ہیں۔ ان کے رہنے کیلئے عرشِ الٰہی کے نیچے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں۔ جنت میں جہاں ان کا جی چاہتا ہے وہ سیر کرتے ہیں اور اس کے میوہ جات کھاتے ہیں۔ ۱۱۹

''اللہ تعالیٰ کے یہاں شہیدوں کے لئے چھ انعامات ہیں۔ خون کا پہلا قطرہ گرتے ھی اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے، عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کی وحشت سے مامون کر دیا جاتا ہے، اس کے سر پر ایسے یاقوت سے جڑا ہوا وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جو دنیا میں اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے اور اس کی بڑی آنکھوں والی ۷۲ حوروں سے شادی کر دی جاتی ہے اور ستر رشتے داروں کے معاملہ میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ ۱۲۰

مختصر یہ کہ قرآن وحدیث میں شہداء کرام کی انتہائی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے بڑی اھمیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور جس کا اللہ اور رسول چرچا کریں یقیناً وہ ذکر باعثِ برکت ورحمت ہے۔ اسی مقصد کے تحت مسلمان شہداء کرام کی مجالسِ ذکر کا انعقاد کرتے ہیں۔ انتہائی غور کا مقام ہے کہ جب عام شہداء کی عظمت کا یہ عالم ہے تو اس شہید اعظم حضرت امام حسین اور شہداء کربلا کی عظمت وفضیلت کا کیا مرتبہ ہوگا کہ جو شہادت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت اطہار بھی ہیں اور نواسۂ رسول بھی۔ اور جنکی عظمت کے چرچے قرآن کریم میں موجود ہیں اور جن سے محبت کرنا واجب قرار دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا'' ۱۲۱

(اور اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔)

"قل لآ اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" ۱۲۲؎

(اے نبی! فرما دیجئے میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا مگر اپنے اہل بیت سے محبت۔)

قرآن حکیم نے اجمالا اہل بیت اطہار، اہل بیت نبوّت کے گیت گائے ہیں لیکن حدیث شریف میں انتہائی تفصیل کے ساتھ انکے محامد و فضائل کا چرچا کیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یا ایھا الناس اِنی قد ترکت فیکم ماان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی" ۱۲۳؎

(اے لوگوں! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیت۔)

"مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح، من رکب فیھا نجا، و من تخلف عنھا غرق" ۱۲۴؎

(میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔)

"واللہ لایدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی" ۱۲۵؎

(اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک میری اہل بیت سے اللہ کے لئے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔)

"من صلّٰی صلاۃ لم یصل فیھا علیَّ و علی اھلِ بیتی لم تقبل منہ" ۱۲۶؎

(جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔)

"فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ" ۱۲۷؎

(فاطمہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔)

"دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علیا و فاطمہ و حسنا و حسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی" ۱۲۸

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنھم کو بلایا۔ پھر فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔)

مذکورہ بالا قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اھل بیت اطہار اور نواسئہ رسول حضرت امام حسین کا بہت اعلیٰ مقام ہے اور جنکی عظمت و رفعت کا تذکرہ قرآن و حدیث میں کیا جائے یقینا انکے ذکر کی مجالس و محافل کا انعقاد و اھتمام شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں انتہائی محبوب و مستحسن ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ" صالحین کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اسی جذبہ صالح کے پیش نظر مسلمانانِ اھلسنت و جماعت ذکر شہداء کربلا و یادِ حسین کی مجالس قائم کرتے ہیں کہ جب عام صالحین و شہداء کے ذکر کی یہ برکت ہے تو شہید اعظم، نواسئہ رسول اور اھلبیت اطہار کے ذکر و مجالس کی کتنی عظیم خیر و برکت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ وہ مقدس نفوس قدسیہ ہیں کہ صرف ان پر اللہ کا انعام نہیں بلکہ انکے طفیل پوری امت محمدیہ پر اللہ کا انعام ہے گویا کہ یہ مسلمانانِ عالم کیلئے اللہ کی ایک عظیم نعمت ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"النجوم امان لاھل السماء اھل بیتی امان لامتی" ۱۲۹

(ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اھل بیت میری امت کیلئے پناہ ہیں۔)

"اھل بیتی امان لامتی فاذا ذھب اھل بیتی اتاھم مایوعدون" ۱۳۰

(میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آیگا جوان سے وعدہ ہے۔)

معلوم ہوا کہ شہداء عظام اور اہل بیت کرام پر اللہ کا خصوصی انعام ہے اور انکے تصدق قوم مسلم پر بھی خصوصی فیضان ہے کہ وہ محفوظ و مامون ہیں۔ اس طرح یہ حضرات کرام در اصل جملہ مسلمانوں کیلئے اللہ کی نعمتوں میں سے ایک انمول نعمت ہیں اور نعمت کے تعلق سے ارشادِ خداوندی ہے کہ:

"فاذکرو آلاء اللہ لعلکم تفلحون" ۱۳۱

(اللہ کی نعمتوں کا چرچا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔)

صدقۂ وخیرات ونذر و نیاز

شہید اعظم حضرت امام حسین اور شہداء کربلا رضی اللہ عنھم اجمعین کی یاد ومحبت میں عاشورہ کے دن مسلمان انکی طرف سے کثرت سے صدقۂ وخیرات اور تلاوت قرآن ودرود و ظائف کا نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں جس کو عرف عام میں نذر و نیاز کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نذر کی دو قسمیں ہیں، ایک شرعی دوسری عرفی۔ نذر شرعی کے معنیٰ ہیں غیر ضروری عبادت کو اپنے لئے لازم وضروری کرلینا یہ صرف اللہ کے لیے مان سکتے ہیں۔ اور نذر عرفی کے معنیٰ ہیں نذرانہ، ھدیہ اور نیاز یعنی جو ایصال ثواب بزرگانِ دین واولیاء کاملین کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اس کو تعظیماً نذر کہتے ہیں کہ انکے لئے لفظ بخشنا خلاف ادب ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

"نذر یکہ ایں جا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بررگان می برند نذر و نیاز می گویند"۔ ۱۳۲

(لفظ نذر جو کہ یہاں استعمال ہوتا ہے شرعی معنیٰ میں نہیں ہے اس لئے کہ عرف میں جو کچھ بزرگوں کے یہاں لے جاتے ہیں نذر و نیاز کہتے ہیں۔)

غرضیکہ حضرت امام حسین وشہداء کربلا کی نذر و نیاز کے طور پر جو صدقۂ وخیرات و تلاوتِ قرآن اور اوراد و وظائف کے ثواب کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے وہ اسلامی نقطۂ نظر سے نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے چنانچہ احادیث شریف میں مذکور ہے:

"ان رجلا "قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسھا واظنھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ا ان تصدقت عنھا قال نعم۔ ۱۳۳ے

(بیشک ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااور عرض کیا میری والدہ اچانک فوت ہوگئیں ہیں۔میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقت موت) بات کرسکتیں توصدقہ کرتیں۔اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں ثواب پہونچے گا؟ آپ نے فرمایاہاں۔)

"ان امرأة من جھینة جائت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج ، فلم تحج حتیٰ ماتت افاحج عنھا؟ قال :نعم حجی عنھا" ۱۳۴ے

(بیشک قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کرسکی یہاں تک کہ فوت ہوگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔)

ان احادیث کی روشنی میں صاف طور پرواضح ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی جسمانی ومالی دونوں عبادات کا ثواب فوت شدہ حضرات کو پہنچا سکتے ہیں بلکہ اسکی اھمیت کو بیان کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال۔ ۱۳۵ے

(بیشک اللہ تعالی اہل زمین کی دعا قبر والوں کے پاس پہاڑوں جیسی بنا کر پہونچاتا ہے۔)

احادیث شریف کی انہیں روایات کی روشنی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک می شود وخوردن بسیار خوب است''[136]

(جو کھانا کہ حضرت امام حسین وحسن کو نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل، اور درود شریف پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔)

''اگر مالیدہ وشیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند مضائقہ نیست جائز است''[137]

(اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے۔)

معلوم ہوا کہ دسویں محرم یا دیگر مواقع پر امام حسین یا شہداء کربلا کے نام سے جو شیرینی وطعام وغیرہ کا صدقہ کیا جاتا ہے وہ شریعت اسلامی کی رو سے جائز و مستحسن بلکہ باعث برکت ہے خاص طور سے جو پانی کا سبیل لگایا جاتا ہے وہ عظیم ترین صدقہ مسنونہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضرت سعد بن عبادہ سے مروی ہے:

''ان امہ ماتت فقال یا رسول اللہ ان امی ماتت افا تصدق عنہا قال نعم قال فای الصدقہ افضل قال سقی الماء فتلک سقایۃ سعد او ال سعد بالمدینہ''[138]

(بیشک ان کی والدہ فوت ہوگئیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں انتقال کر گئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں انہوں نے عرض کیا تو کونسا صدقہ بہتر رہیگا؟ فرمایا پانی پلانا پس یہ ہے مدینہ منورہ میں سعد یا آل سعد کی پانی کی سبیل۔)

یوم عاشورہ کے موقع پر حضرت امام حسین کی یاد ومحبت کے نام پر بہت سی غیر شرعی رسومات وخرافات کا ارتکاب بھی بعض نا سمجھ وجہلاء حضرات کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں رہبران قوم وملت کی مذہبی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ حسنِ تدبیر سے ان کا سد باب کیا جائے اور نہایت سنجیدگی ودانشمندی سے ان کی اصلاح کی جائے نہ یہ کہ انکی عقیدت ومحبت میں کئے

جانے والے جملہ اعمال ورسوم کو یکسر نکار دیا جائے اور پورے طور سے ناجائز و بدعت کہد یا جائے کہ یہ اسلامی شریعت کے ساتھ کھلا ہو اندا ق ہے۔

اعراس، فاتحہ و نیاز اور گیارھویں

اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان عام طور سے جن مقدس لوگوں کی یادیں مناتے ہیں وہ چار طرح کے لوگ ہیں (۱) طبقہ انبیاء (۲) جماعت صدیقین یا صحابہ (۳) جماعت شہداء اور (۴) جماعت اولیاء۔ اور یہی وہ جماعتیں ہیں کہ جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاص انعام واکرام فرمایا قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"انعم اللہ علھیم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین"۔ ۱۳۹

(جن پر اللہ نے انعام کیا وہ انبیا، صدیقین، شہداء، اور صالحین حضرات ہیں۔)

یہی وہ چار طبقے ہیں کہ جنھوں نے دینِ حق اسلام کی آبیاری اور نشر اشاعت کے سلسلے میں بے انتہا جانی، مالی، ذھنی اور قلبی قربانیاں پیش کیں تب کہیں جا کر اسلام کی دولت سے ہم سرفراز ہوئے۔ گویا کہ قبولِ اسلام یا حصول اسلام کے سلسلے میں ان جماعتوں کا ہم پر احسان عظیم ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر مسلمان کا یہ مذھبی و اخلاقی فریضہ ہے کہ جو اسکے ساتھ احسان کرے، نیکی کرے اسکا شکریہ ادا کرے اس کو خراج محبت پیش کرے۔ اور جس کا جس قدر اعلیٰ و امتیازی احسان ہو اسی کے مطابق بلکہ اور بہتر طریقے پر شکریہ و خراج عقیدت پیش کرے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"واذا حییتم بتحیہ فحیوا باحسن منھا"

(اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو۔) ۱۴۰

مختصر یہ کہ کفارانِ عرب کی جانی و مالی نفرت وعداوت کے سایہ میں اسلام کو لانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ظلم وستم سہہ سہہ کر اسلام کو دور دراز علاقوں تک پہنچانے والے صحابہ کرام، کربلا کے میدان میں اس کی عظمت و تقدس کی حفاظت کرنے والے امام حسین وشہداء کربلا

اور اپنا وطن عزیز وگھر بار چھوڑ کر ساری دنیا میں اسلام کی نشر واشاعت کرنے والے بزرگان دین واولیاء کاملین۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان پر خصوصی انعام فرمایا اور مسلمان انکی یادیں مناتے ہیں۔ عید میلاد النبی یا سیرت النبی کی صورت میں پیغمبر اسلام کی یاد مناتے ہیں اور انکو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ تشریف نہ لاتے تو اسلام جیسی انمول نعمت سے ہم محروم رہتے۔ اور مدح صحابہ یا ذکر صحابہ کی شکل میں صدیقین کی یاد، ذکر شہادتین اور مجلس شہداء کی صورت میں حضرت امام حسین اور شہداء کربلا کی یاد اور اعراس ونذر ونیاز بزرگانِ دین کی شکل میں اولیاء کرام کی یاد مناتے ہیں اور ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ آپ کی خدمات وقربانیوں کو سلام اگر آپ ایسا نہ کرتے تو نہ جانے ہم گمراہی کی کس دلدل میں پھنسے ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ ستودہ صفات حضرات بارگاہ خداوندی کے مقرب ومحبوب اور انعام یافتہ ہی نہیں بلکہ تمام امتِ مسلمہ کیلئے رب العالمین کی افضل ترین نعمتیں بھی ہیں۔ ایسی نعمتیں کہ جن کے احسان وفیضان کی حیاتِ ظاہری وباطنی، کائنات ارضی وسماوی اور جملہ مخلوقات مرھونِ منت ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں بار بار مطالبہ فرماتا ہے:

"واما بنعمة ربک فحدِّث"۔

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔) ۱۴۱

"یا ایھا الناس اذکروا نعمة اللہ علیکم"۔ ۱۴۲

(اے لوگوں! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔)

"اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء" ۱۴۳

(اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بھیجے۔)

"اذکروا الاء اللہ لعلکم تفلحون" ۱۴۴

(اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرو تا کہ تم کامیابی پا جاؤ۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں خداوند قدوس نے جن نعمتوں کی یاد وذکر کرنے کا اپنے بندوں سے مطالبہ کیا ہے اور جن پر اپنا خاص انعام واکرام فرمایا ہے انہیں میں سے ایک گروہ گروہ اولیاء یا جماعت صالحین ہے۔ جو قرآن واحادیث کے مطابق اللہ کی عظیم نعمت ہیں۔

جن کے صدقہ طفیل دنیا ومافیہا خدائی نوازشات کی حقدار ہوتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"الا بدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم تنصرون (الطبرانی فی الکبیر عن عبادة رضی الله عنه بسند صحیح "۱۴۵

(ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر بارش ہوتی ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

"لایزال اربعون رجلا یحفظ الله بهم الارض کلمامات رجل ابدل الله مکانه آخر و هو فی الارض کلها۔" الخلال عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما۔ ۱۴۶

(چالیس مرد قیامت تک ہوا کرینگے جن سے اللہ تعالی زمین کی حفاظت لے گا جب ان میں ایک انتقال کریگا تو اللہ عزوجل اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا اور وہ ساری زمین میں ہیں۔)

"لن تخلوا الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمٰن فیهم تسقون و بهم تنصرون۔" الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله عن بسند صحیح۔ ۱۴۷

(زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہونگے انہیں کے سبب تمہیں بارش عطا ہوگی اور انہیں کے سبب تم مدد پاؤ گے۔ طبرانی نے اس کو اوسط میں حضرت انس سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

معلوم ہوا کہ صالحین بنی نوع انسان وحیوان کیلئے اعلیٰ ترین نعمت ہیں ان کا ساری کائنات پر احسان عظیم ہے۔ ایسے محسنوں کا اگر شکریہ ادا نہ کیا جائے انکو خراج عقیدت نہ پیش کیا

جائے تو انتہائی ناشکری کی بات ہے جبکہ قرآن مجید کا فرمان عالی شان ہے:

"فاذکروا الاء اللہ لعلکم تفلحون"۔ ۱۴۸

(اللہ کی نعمتوں کا چرچا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔)

"وان احبائی واولیائی الذین یذکرون بذکری واذکر بذکرھم"

(اور میرے احباب اور اولیاء، وہ لوگ ہیں کہ میرے ذکر کے سبب انہیں یاد کیا جاتا ہے اور ان کے ذکر کے سبب مجھے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی میرا ذکر ان کا ذکر اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے۔) ۱۴۹

معلوم ہوا کہ صالحین، اولیاء کاملین اللہ جل شانہ، کی عظیم نعمتیں ہیں ایسی نعمتیں کہ جنکے ذکر کے سبب اللہ اور اسکے رسول کو یاد کیا جاتا ہے، رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور انہیں کے سبب دنیا جہان کا بھلا ہوتا ہے اسی لئے پروردگار عالم نے انکے ذکر و یاد کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ قرآن کریم کی انہیں آیات اور احادیث کی روایات کی روشنی میں مسلمان عرس، نذر و نیاز اور گیارھویں وغیرہ کی صورت میں صالحین و بزرگانِ دین کی یادیں مناتے ہیں اور انکے ذکر کی محفل منعقد کر کے ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ عرس، نذر و نیاز اور گیارھویں وغیرہ میں تقریباً ایک ہی قسم کے کارہائے خیر و اعمال حسنہ ادا کئے جاتے ہیں اسلئے ہم اختصار کے ساتھ علحدہ علحدہ یہاں ان کا تحقیقی جائزہ لے رہے ہیں۔

عرس

عرس کے لفظی معنی شادی اور خوشی کے ہیں اسی لئے دولھا کو عروس کہا جاتا ہے مگر تصوف کی اصطلاح میں کسی بزرگ یا ولی کی سالانہ مجلس نذر و نیاز جو تاریخ وفات پر منعقد ہو اس کو عرس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ غیاث اللغات میں ہے:

"(عرس) مجازاً بمعنی مجلس طعام فاتحہ بزرگاں کہ بروزِ وفات بعد از سالے کنند چرا کہ

رحلت از غمکدۂ دنیا بمنزلۂ شان عروسی است بحق عاشقاں''۔

(عرس مجازا بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے کی مجلس کو کہتے ہیں جوان کے انتقال کے دن سال پورا ہونے کے بعد کرتے ہیں کیونکہ دنیا کے غم کدہ سے رخصت ہونا عشاق کیلئے دولھن کی شان کی طرح ہے۔)

صالحین کی وفات دراصل اللہ رب العالمین اور اسکے محبوب رحمۃ اللعالمین سے ملاقات کا ذریعہ ہے جوایک دوست کودوسرے دوست سے ملادیا کرتا ہے۔ کسی بزرگ کاقول ہے کہ: ''الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ''موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کودوسرے حبیب سے ملادیا کرتی ہے۔ گویا کہ یہ ان کی شادی وخوشی کا دن ہے جسکے لئے یہ زندگی بھر ہرطرح کا مالی وجسمانی ایثار وقربانی پیش کرتے ہیں۔ لفظ عرس دراصل حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ بندۂ صالح جب اپنی قبر میں منکر نکیر کے تسلی بخش جواب دے دیتا ہے توحکم ہوتا ہے:

''نم کنومۃ العروس الذی لایوقظہ الا احب اھلہ''

(سوجا جیسے عروس یعنی دولھن سوتی ہے جس کواس کے گھر والوں میں سے اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہیں جگاتا۔) ۱۵۰

مختصر یہ کہ صالحین واولیاء کاملین کی وفات کا دن ان کے لئے انتہائی خوشی ومسرت کا دن ہوتا ہے اسلئے عرس کہلاتا ہے۔

عرس کا سب سے اہم ملی وقومی فائدہ یہ ہے کہ جس طرح نماز وحج وزیارت کے ذریعہ مسلمانوں کوایک ساتھ جمع ہونے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ تعلقات قائم ہوں اسی طرح اھل طریقت واھل تصوف کوجمع کرنے کے واسطے عرس مقرر کیا جاتا ہے جس میں مختلف سلاسل کے علماء ومشائخ اور انکے مریدین ومعتقدین آپس میں مل کر تعلقات قائم رکھ سکتے ہیں اور اسکے ذریعہ بڑے بڑے دینی وقومی فوائد ومقاصد حاصل کرسکتے ہیں۔

زیارت قبور اور استمداد

مسلمان عوام وخواص صالحین واولیاء کاملین کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں۔ سلام

عرض کرتے ہیں اور انکے وسیلے سے دعا و مدد طلب کرتے ہیں۔ شریعتِ اسلامی کی رو سے یہ صرف جائز ھی نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مروی ہے:

"عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال نھینا کم عن زیارۃ القبور وقد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ فزوروھا ولا تقولوا ھجرا"[151]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم نے تمھیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو اور بےھودہ باتیں مت کیا کرو۔)

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا"[152]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمھیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا، پس اب زیارت کیا کرو۔)

"مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر"[153]

(حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان سے گذرے تو قبروں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا "السلام علیکم" اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے پہونچے ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔)

مذکورہ بالا احادیث سے مطلقاً یعنی کسی بھی وقت قبور کی زیارت کرنے اور سلام و دعا کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن بعض احادیث سے بالخصوص سال پورا ہونے کے بعد مزارات پر حاضری کا ثبوت فراھم ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشھداء

رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانو یفعلون''۱۵۴؎

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کرام کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار فرماتے اور خلفاء اربعہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔)

رہا انبیاء ومرسلین اور سلف صالحین کے وسیلے سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا تو یہ بھی قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما''۱۵۵؎

(اور وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے نبی وہ آپ کے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمادیں تو یقینا وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''ان اللہ تعالیٰ عبادا اختصھم بحوائج الناس یفرغ الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الأمنون من عذاب اللہ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنھما بسند حسن۔''۱۵۶؎

(اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔)

بزرگان دین واولیاء کاملین بعطائے خداوندی حاجت روائی فرماتے ہیں ان کی بارگاھوں سے فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں یہ بہت سی احادیث سے ظاھر وثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مجتہدین ومحدثین نے بھی اس کو مستحب وباعث برکت قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسئلت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضی سریعا" ۱۵۷

(جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔)

علامہ سید احمد طحطاوی بیان فرماتے ہیں:

"التبرک بزیارة قبور الصالحین من غیر ما یخالف الشرع فلا باس بہ" ۱۵۸

(بزرگوں کی قبروں کی زیارت کر کے فیض و برکت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔) بشرطیکہ خلافِ شریعت کوئی طریقہ نہ اپنایا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اذ تحیرتم فی الامور فاستعینوا با صحاب القبور" ۱۵۹

(جب تم اپنے معاملات میں حیران اور پریشان ہو جاؤ تو اصحاب قبور سے مدد طلب کرو۔)

امام غزالی اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے:

"ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور"۔ ۱۶۰

(اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب تم اپنے کاموں میں حیران ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو۔)

شاہ عبد العزیز محدث دھلوی کا بھی یہی نظریہ ہے فرماتے ہیں:

"آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باھداء ثواب وتلاوت قرآن ودعاء خیر و تقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء"۔ ۱۶۱

ہاں بزرگانِ دین کی بارگاہ میں حاضری دینا ان کی قبروں سے برکت حاصل کرنا اور انکی خدمت میں تلاوتِ قرآن کرنا دعاء خیر اور طعام وشیرینی تقسیم کر کے ان کو ثواب پہنچانا مدد کرنا

عمدہ اور اچھی چیز ہے اور اس پر علماءِ کرام کا اتفاق ہے۔)

معلوم ہوا کہ مسلمان ہر سال سلف صالحین کے مزارات و مقابر پر جو حاضری دیتے ہیں اور سلام و دعا، تلاوت و صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں وہ اسلامی نقطۂ نظر سے جائز و مستحسن ہے۔ ہاں اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ خلافِ شرع کوئی کام انجام نہ دیا جائے اور اگر ہوتا ہو تو سختی کے ساتھ اس کو روکا جائے۔

ایصالِ ثواب بنام فاتحہ و نیاز

عالم اسلام کے اکثر مسلمان آئے دن سلف صالحین اور بزرگان دین کی فاتحہ و نیاز کا اہتمام کرتے ہیں۔ جس کا اصل مقصد ایصال ثواب ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان اپنی ہر جسمانی و مالی عبادات جیسے نماز، روزہ، تلاوت واذکار، حج اور صدقہ و خیرات کے ثواب کا تحفہ فوت شدہ مومنین و مومنات کو پیش کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ ایسا بہترین عمل ہے کہ اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب" [۱۶۲]

(اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔)

"رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنت" [۱۶۳]

(حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا) اے میرے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان والے ہیں انکو اور تمام مسلمان مرد و عورت کو بخش دے۔)

"والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان" [۱۶۴]

(اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری مغفرت

فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان کی حالت میں دنیا سے انتقال کر چکے ہیں۔)

معلوم ہوا کہ کلام الٰہی کی رو سے ایصال ثواب و دعاء مغفرت کرنا انتہائی مستحسن عمل ہے تبھی تو رب تعالیٰ ان کا تذکرہ فرما رہا ہے تا کہ اس کے بندے سنت الٰہی اور سنت نبوی سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث رسول سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ ہم اپنی ہر قسم کی عبادت کا ثواب سلف صالحین کو ھدیہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن انس ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا و نحج عنهم و ندعو لهم فهل یصل الیهم ذالک فقال نعم انه یصل الیهم ویفرحون کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه" [165]

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور سے سوال کیا یا رسول اللہ ہم مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں ان کی طرف سے حج کرتے ہیں ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو کیا یہ سب چیزیں انہیں پہنچتی ہیں تو حضور نے فرمایا بیشک وہ انہیں پہنچتی ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کسی کو طبق ھدیہ کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔)

"عن المیت تنفع المیت ویصل ثوابها و هو کذالک باجماع العلماء"

(میت کی طرف سے صدقہ کرنے پر میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور صدقے کا ثواب ملتا ہے اور یہ بات باتفاق علماء ثابت ہے۔)

اب اگر فوت شدہ مسلمان گنہ گار ہے تو یہ ایصال ثواب اسکے گناہوں کو مٹانے والا ہوگا اور اگر نیک ہے تو ترقیٔ درجات کا ضامن ہوگا جیسا کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ قرآن و احادیث کی روشنی میں اکثر علماء کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ایصال ثواب برحق ہے۔

مولوی اسمٰعیل دھلوی لکھتے ہیں:

''پس جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہونچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اسکے پہونچانے کا طریقہ ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے''۔[166]

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی فرماتے ہیں:

''اور مسلم تمام امت کا ہے کہ ایصال ثواب مستحسن اور مندوب ہے۔''[167]

مختصر یہ کہ تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف اور صدقہ و خیرات کا ثواب پہونچانا قرآن و حدیث اور علماء و مشائخ کے نزدیک مستحب و مستحسن ہے اور عرس، نیاز، فاتحہ و گیارھویں وغیرہ کے بھی یہی مقاصد و فوائد ہیں اور یہی امور خاص طور سے انجام دیے جاتے ہیں۔ اور پھول اس لئے پیش کئے جاتے ہیں کہ پھول قسم نباتات سے تر چیز ہے جب تک ان میں تری ہے زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وان من شئ الا یسبح بحمدہ۔[168]

(اور نہیں ہے کوئی چیز مگر وہ اللہ کی تسبیح و حمد بیان کرتی ہے۔)

ان کی تسبیح و حمد سے رحمت نازل ہوتی ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخیں نصب فرمائیں۔ حدیث شریف میں ہے:

''ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ''[169]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لیکر اس کے دو حصے کئے اور ہر قبر میں جمایا۔)

علماء و فقہاء حضرات نے اسی حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں:

''تمسک کنند ایں جماعت بایں حدیث در انداختن سبزہ و گل ریحاں بر قبور''[170]

اور دلیل قائم کرتی ہے جماعت اہل سنت اسی حدیث سے قبروں پر سبزہ و پھول ڈالنے کے سلسلے میں)

اسی طرح طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

"قد افضی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان و الجرید سنة لهذاالحدیث" ۱۷۱

(ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض اماموں نے فتویٰ دیا کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کا جو دستور ہے یہ سنت ہے اور حدیث جریدہ سے ثابت ہے۔)

پھولوں کے علاوہ خوشبو وعطر ولوبان وغیرہ کا جو اہتمام ہوتا ہے وہ صاحب مزار کیلئے نہیں بلکہ قرآن اور اوراد و وظائف کی عظمت اور زائرین و حاضرین کی راحت کیلئے ہوتا ہے کہ جس شئ سے کسی کو آرام وراحت میسر ہو وہ بھی صدقہ ہے۔ اور چادر اس لئے ڈالی جاتی ہے کہ عوام کی نظر میں ان کی تعظیم ہو اور زائرین ادب سے حاضر ہوں اور دین کی خاطر ایثار و قربانی دینے والے حضرات کی امتیازی شان ظاہر ہو اور یہ جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ کی مشہور کتاب ردّ المحتار میں ہے:

"نحن نقول الأن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامَة حتی لایحتقروا صاحب القبر وبحله الخشوش والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات" ۱۷۲

(ہم کہتے ہیں کہ اس وقت جب عوام کی نظر میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ جانے اور غافل زائر سے طلب ادب اخلاص منظور ہو جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر موقوف ہے۔)

☆☆☆☆
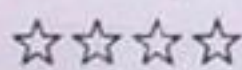
حوالہ جات

۱ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) جلد ۱۲ ص ۳۵۲

۲ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) جلد ۱۲ ص ۳۵۳

۳ سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۱۸۵

۴ سورۃ القدر

۵ صحیح بخاری۔ حدیث۔ ۳۱۰۳

۶ صحیح بخاری۔ حدیث۔ ۱۹۱۰، صحیح مسلم۔ حدیث۔ ۲۴۰۷

۷ صحیح مسلم۔ حدیث۔ ۱۸۰۵

۸ صحیح بخاری۔ حدیث۔ ۳۱۰۲

۹ سورۂ یونس۔ آیت ۵۸

۱۰ صحیح بخاری۔ حدیث ۸۹۹

۱۱ صحیح بخاری۔ حدیث ۹۰۲

۱۲ صحیح بخاری حدیث ۹۰۰

۱۳ سورۃ الصّٰفّٰت۔ آیت: ۱۰۰ تا ۱۱۰

۱۴ سورۃ الانعام۔ آیت۔ ۱۶۲

۱۵ سورۃ الکوثر۔ آیت ۲

۱۶ سورۃ الحج۔ آیت ۳۴

۱۷ سورۃ الحج۔ آیت ۳۶

۱۸۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد اول۔ حدیث۔ ۱۴۲۶
۱۹۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد اول۔ حدیث ۱۴۷۰
۲۰۔ صحیح بخاری شریف۔ کتاب العید۔ حدیث ۹۵۱
۲۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۷
۲۲۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۵
۲۳۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ر حدیث ۱۴۴۰
۲۴۔ صحیح بخاری شریف۔ کتاب العید حدیث ۹۵۳
۲۵۔ سورۃ الحج آیت۔ ۳۶
۲۶۔ صحیح بخاری۔ حدیث ۵۵۷۰
۲۷۔ دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۵۲ بعنوان لفظ عید
۲۸۔ لسان العرب جلد ۳ر ص ۴۶۸۔ المنجد، عربی اردو لغت ص ۱۱۰۶
۲۹۔ لسان العرب جلد ۳ ص ۹۸۷
۳۰۔ سورۃ الانبیائ۔ آیت ۱۰۷
۳۱۔ سورۃ السباء۔ آیت۔ ۲۸
۳۲۔ سورۃ الرعد آیت۔ ۷
۳۳۔ سورۃ الاعراف آیت۔ ۱۸۵
۳۴۔ سورۂ ابراہیم۔ آیت۔ ۵
۳۵۔ سورۃ الفاطر۔ آیت ۳۔
۳۶۔ سورۃ والضحیٰ۔ آیت ۱۱۔
۳۷۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۹
۳۸۔ سورۃ المائدہ۔ آیت ۲۰
۳۹۔ سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۶۴
۴۰۔ صحیح بخاری جلد ۱ر کتاب العلم، حدیث ۷۲

۴۱۔ سورۂ۔ یونس۔ آیت ۵۸

۴۲۔ آلوسی، روح المعانی جلد ۱۰ ص ۱۴۱۔

۴۳۔ زادالمسیر فی علم التفسیر جلد ۴ ص ۴۰۔

۴۴۔ الدرالمنثور فی التفسیر بالمأثور جلد ۴۔ ص ۳۳۰

۴۵۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۵ ص ۱۷۷/ ۱۷۸۔

۴۶۔ مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی ص ۱۲۰۔ ۱۲۱۔

۴۷۔ سورۂ۔ مائدہ۔ آیت ۱۱۳

۴۸۔ سورۂ مائدہ۔ آیت۔ ۱۱۴

۴۹۔ صحیح بخاری، کتاب الصیام باب صیام یوم عاشوراء حدیث۔ ۱۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الصیام۔ حدیث ۱۱۳۱)

۵۰۔ صحیح مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب صیام یوم عاشوراء، حدیث نمبر ۱۱۳۱۔

۵۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب اتیان الیہود النبی حین قدم المدینۃ۔ حدیث ۳۷۲۷

۵۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب: استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شھر۔ حدیث ۱۱۶۲

۵۳۔ لطبرانی المعجم الاوسط۔ جلد ا ص ۲۹۸ حدیث: ۹۹۴

۵۴۔ لبیھقی السنن الکبریٰ جلد ۹/ ص ۳۰۰۔ حدیث ۴۳

۵۵۔ سورۂ مریم۔ آیت۔ ۱۵

۵۶۔ سورۂ مریم۔ آیت۔ ۳۳

۵۷۔ سورۃ النسائ۔ آیت۔ ۱۷۰

۵۸۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸

۵۹۔ جامع ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث ۳۵۳۲

۶۰۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ جلد ا ص ۳۵

۶۱۔ الطبقات الکبریٰ۔ جلد ۱/ ص ۱۰۲۔

۶۲۔ السیرۃ النبویہ جلد ۱ ص ۳۰۲۔

۶۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۲۶۴۔

۶۴۔ الخصائص الکبری۔ جلد ۱ ص ۸۱۔ ۸۳، الانوار المحمدیہ۔
ص ۲۲، ۲۴، البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۶۔ ص ۲۹۸

۶۵۔ السیرۃ الحلبیہ۔ جلد ۱ ص ۸۴ (حلبی)، المواہب اللدنیہ۔ جلد ۱،
ص ۱۹۷ (قسطلانی)

۶۶۔ الخصائص الکبری جلد ۱ ص ۸۰، (حلبی) السیرت الحلبیہ جلد ۱ ص ۷۸

۶۷۔ (قسطلانی) المواہب اللدنیۃ جلد ۱ ص ۱۲۴ (نبہانی) انوار محمدیہ ص ۲۲

۶۸۔ صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ حدیث ۴۸۱۳

۶۹۔ عینی عمدۃ القادری ۲۰ / ۹۵، (عسقلانی) فتح الباری ۹: ۱۴۵، میلاد النبی ﷺ
ص ۳۰۳ تا ۳۹۳

۷۰۔ سورۃ الجمعہ آیت۔ ۹

۷۱۔ سورۃ الجمعہ۔ پارہ ۲۸

۷۲۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱، باب الجمعہ، حدیث ۱۳۶۳

۷۳۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ جلد، حدیث ۱۳۶۹

۷۴۔ سنن ابوداؤد جلد، حدیث ۱۰۴۷

۷۵۔ سنن ابن ماجہ۔ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، حدیث ۱۰۹۸

۷۶۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، حدیث ۱۹۷۴

۷۷۔ صحیح مسلم۔ کتاب الجمعہ، حدیث ۱۹۸۷

۷۸۔ مسند احمد بن حنبل۔ جلد ۲۔ ص ۳۰۳۔ حدیث ۸۰۱۲، المستدرک، حاکم ج ۱،
ص ۶۰۳ حدیث ۱۵۹۵

۷۹۔ الصحیح ابن حبان جلد ۳، ص ۳۷۵۔ حدیث ۳۶۱۰

۸۰۔ صحیح بخاری۔ کتاب الصیام۔ حدیث ۱۹۰۰، صحیح مسلم۔ کتاب الصیام۔ حدیث ۱۱۳۱

۸۱۔ سورۂ ابراہیم۔ آیت ۱۴

۸۲۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۹

۸۳۔ صحیح مسلم۔ کتاب الجمعہ، حدیث ۱۹۷۸

۸۴۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان۔ حدیث ۴۵، صحیح مسلم کتاب التفسیر، حدیث ۷۰۱۷

۸۵۔ المعجم الاوسط، طبرانی۔ جلد ۱، ص ۲۵۳ حدیث ۸۳۰

۸۶۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۱

۸۷۔ صحیح بخاری جلد ۲، حدیث ۱۰۷۴، صحیح مسلم جلد۔ ۱، حدیث ۴۱۱

۸۸۔ صحیح بخاری جلد ۲، حدیث ۱۰۷۳

(ب ۸۸) تذکرۃ الانبیاءؑ، ۵۱۲ / ۵۱۳

۸۹۔ سورۂ ابراہیم۔ آیت ۱۴

۹۰۔ کنز العمال ج ۸، ص ۵۴۸

۹۱۔ سنن ابن ماجہ باب قیام شہر رمضان۔ ج ۱ ص ۹۹

۹۲۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۶۵

۹۳۔ سنن نسائی ج ۱ کتاب الصیام ص ۳۲۲

۹۴۔ صحیح مسلم۔ کتاب الجنائز۔ حدیث ۹۷۳

۹۵۔ سورۃ القدر، آیت ۱ تا ۵

۹۶۔ صحیح بخاری ج ۱ حدیث ۱۸۸۸

۹۷۔ در منثور جلد ۶، ص ۶۳۹

۹۸۔ در منثور جلد ۶، ص ۶۳۹

۹۹۔ صحیح بخاری جلد ۱، حدیث ۱۸۹۱

۱۰۰۔ صحیح مسلم، جلد ۲۔ حدیث ۲۶۹

۱۰۱۔ صحیح مسلم جلد ۲۔ حدیث ۲۸۴

۱۰۲۔ در منثور۔ جلد ۶، ص ۶۳۹

۱۰۳ سورۃ التوبہ۔ آیت ۳۶
۱۰۴ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن مع تفسیر خزائن العرفان۔ تفسیر سورۃ التوبہ۔ آیت ۳۶
۱۰۵ نزہۃ المجالس۔ جلد ا، ص ۱۸۱، مکاشفۃ القلوب (اردو) ص ۱۶۷/۱۷۷، دین مصطفیٰ ص ۳۶۲
۱۰۶ صحیح بخاری۔ جلد ا، حدیث ۱۸۸۰، صحیح مسلم، جلد دوم حدیث ۱۶۲، ۱۶۴
۱۰۷ صحیح بخاری۔ جلد ا، حدیث ۱۸۸۱، صحیح مسلم۔ جلد دوم، حدیث ۱۶۶/۱۶۷
۱۰۸ صحیح مسلم۔ جلد دوم، حدیث ۱۶۸
۱۰۹ صحیح مسلم۔ جلد دوم۔ حدیث ۱۷۳
۱۱۰ صحیح مسلم، جلد دوم۔ حدیث ۲۶۱
۱۱۱ صحیح مسلم۔ جلد اوّل، ص ۳۵۹
۱۱۲ نزہۃ المجالس جلد ا، ص ۱۸۱
۱۱۳ الترغیب والترہیب جلد ۲ ص ۷۱، کنز العمال، جلد ۱۲، ص ۳۲۰ حدیث ۳۵۲۰۰
۱۱۴ اسلامی تقاریب ص ۵۹/۶۰
۱۱۵ اسلامی تقاریب ص ۳۶
۱۱۶ سورۃ النساء۔ آیت۔ ۶۹
۱۱۷ سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۱۵۴
۱۱۸ سورۂ آلِ عمران۔ آیت۔ ۱۶۹
۱۱۹ صحیح مسلم۔ جلد ۳۔ حدیث ۳۸۸، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۳۰
۱۲۰ جامع ترمذی۔ جلد ا، حدیث ۱۷۱۳
۱۲۱ سورۃ الاحزاب۔ آیت ۳۳
۱۲۲ سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۳
۱۲۳ سنن ترمذی۔ باب مناقب اہل بیت۔ حدیث ۳۷۸۶
۱۲۴ اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر ۱۲/۳۴۔ حدیث ۲۳۸۸۔ ۲۶۳۸

۱۲۵۔ سنن ابن ماجہ۔ ۱/۵۰۔ حدیث ۱۴۰

۱۲۶۔ اخرجہ الدار قطنی فی السنن ۱/۳۵۵۔ حدیث ۲۰۶

۱۲۷۔ سنن ترمذی ۵/۲۶۰ حدیث ۳۷۸۱

۱۲۸۔ صحیح مسلم ۴/۱۸۷۱ حدیث ۲۴۰۴

۱۲۹۔ الامن والعلی ص ۶۹

۱۳۰۔ الامن والعلی ص ۶۹

۱۳۱۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۹

۱۳۲۔ محققانہ فیصلہ ص ۲۴

۱۳۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ حدیث ۱۳۳۲

۱۳۴۔ صحیح بخاری۔ باب الحج والنذور۔ حدیث ۱۷۵۴

۱۳۵۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ ص ۲۰۶

۱۳۶۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۸۷

۱۳۷۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۵۰

۱۳۸۔ سنن نسائی ۶/۲۰۵۴۔ ۵۵ حدیث ۳۶۶۲۔ ۳۶۶۳

۱۳۹۔ سورۃ النساء۔ آیت ۶۹

۱۴۰۔ سورۃ النسائ۔ آیت ۸۶

۱۴۱۔ سورۃ الضحیٰ۔ آیت ۱۱

۱۴۲۔ سورۃ الفاطر۔ آیت ۳

۱۴۳۔ سورۃ المائدہ۔ آیت ۲۰

۱۴۴۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۹

۱۴۵۔ الامن والعلی ص ۶۶

۱۴۶۔ الامن والعلی ص ۶۷

۱۴۷۔ الامن والعلی ص ۶۷

۱۴۸۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۹

۱۴۹۔ الامن والعلیٰ ص ۶۹
۱۵۰۔ سنن ترمذی شریف ص ۱۴۷
۱۵۱۔ کتاب الاثار امام ابو یوسف ۱ / ۲۲۵۔ حدیث ۹۹۶
۱۵۲۔ صحیح مسلم۔ ۲ / ۶۷۲۔ حدیث ۹۷۷
۱۵۳۔ سنن ترمذی ۲ / ۳۵۷۔ حدیث 1053
۱۵۴۔ تفسیر کبیر جلد ۵۔ ص ۲۹۵، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۱۲، ردالمحتار، جلد۔۱۔ ص ۶۶۴
۱۵۵۔ سورۃ النساء، آیت ۶۴
۱۵۶۔ الامن والعلیٰ ص ۷۲
۱۵۷۔ ردالمحتار، جلد۔ ۱۔ ص ۳۸
۱۵۸۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۳۴۱
۱۵۹۔ انفاس العارفین ص ۱۰۷
۱۶۰۔ الامن والعلیٰ ص ۸۶
۱۶۱۔ زبدۃ النصائح ص ۴۲
۱۶۲۔ سورۂ ابراہیم۔ آیت ۴۱
۱۶۳۔ سورۂ نوح، آیت ۲۸
۱۶۴۔ سورۂ حشر، آیت ۱۰
۱۶۵۔ عینی شرح ہدایہ، جلد ۲، ص ۶۱۲
۱۶۶۔ صراط مستقیم ص ۷۶
۱۶۷۔ براہین قاطعہ۔ ص ۱۳۷
۱۶۸۔ سورۃ الاسراء۔ آیت ۴۴
۱۶۹۔ مشکوۃ المصابیح۔ ص ۴۲
۱۷۰۔ اشعۃ اللمعات۔ جلد ۱، ص ۶۱
۱۷۱۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح۔ ص ۳۶۴
۱۷۲۔ ردالمحتار جلد ۵۔ ص ۲۳۹

ہندودھرم کے تیوہار ورسومات

(हिन्दु धर्म के व्रत, पर्व और त्योहार)

تاریخی واقعات، عظیم سانحات، خدائی انعامات اور اپنے پیشواؤں ورہبروں کی ولادت ووفات کی یاد میں تیوہار وجشن منانے کا تصور دنیا کی ہر قوم وہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔اس تعلق سے جب ہم ہندودھرم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو دیگر مذاہب کے مقابل باعتبار کثرت یہ سب پر سبقت رکھتا ہوا نظر آتا ہے۔اس دھرم میں دس یا بیس نہیں بلکہ اَن گنت تیوہار ورسومات پائے جاتے ہیں اور زبان حال سے یہ پیغام دیتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہندودھرم کا کوئی ثانی نہیں۔

ہندوؤں کا سال چیت ماہ کی پہلی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ایک سال میں بارہ مہینے اور ہر مہینے کے دو حصے ہوتے ہیں (۱) شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) (۲) کرشن پکچھ (कृष्ण पक्ष) انہوں نے سال کو سردی، گرمی اور برسات تین موسموں میں تقسیم کیا ہے اور ہر موسم کی دو دو رِتو (ऋतु) اور ہر رتو کے دو دو ماہ بنائے ہیں اور اس طرح ایک سال کی تقسیم بارہ مہینوں میں کی ہے اور چاند کی گردش کے مطابق مہینے کو تیس دن پھر پہلے پندرہ دن کو شکل پکچھ اور آخری پندرہ دن کو کرشن پکچھ میں تقسیم کیا ہے اور پورے سال میں ۳۶۰ ر دن مقرر کئے ہیں۔جس کی حکمت اور وجہ بیان کرتے ہوئے منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں:

''سال کو بارہ مہینے اور ۳۶۰ ر دن میں تقسیم کی خاص وجہ یہ تھی کہ آفتاب کے منطقہ البروج پر ایک پورے دورے میں ماہتاب بدر وہلال کی صورت میں ہمیشہ بارہ بار نظر آتا تھا اور اس کی تمام بڑی چھوٹی شکلیں تیس دن میں نظر آجاتی تھیں اس طرح ۳۶۰ ر دن میں یہ دورہ ختم

ہوتا تھا یا یوں کہیے کہ آسمان کے دائرہ کا چکر ۳۶۰ ردن میں پورا ہوتا تھا۔ اسی بنیاد پر دائرہ کو تین سو ساٹھ ڈگری میں تقسیم کیا گیا ہے۔[1]

سورج کی گردش کے اعتبار سے ہندوؤں نے دو سنہ مقرر کئے ہیں (۱) بکرمی (۲) فصلی۔ بکرمی سال چیت کے ماہ میں قریب قریب اسی زمانے میں شروع ہوتا ہے جب دِن رات برابر ہوتے ہیں۔ اسی طرح فصلی سال بھی کنوار کے مہینے میں اسی وقت شروع ہوتا ہے جب رات دن دوبارہ برابر ہو جاتے ہیں۔[2]

مختصر یہ کہ سال میں ۳۶۰ ردن ہوتے ہیں اور ہندوؤں کے تیوہار ورسومات (पर्व-व-त्योहार) کل ملا کر سال میں ہزاروں ہوتے ہیں یعنی سال کا شاید ہی کوئی ایسا دن ہو جس میں ایک یا دو یا اس سے زیادہ تیوہار نہ ہوں۔ تیوہار کے لحاظ سے بھی انہوں نے سال کے دو حصے کئے ہیں جن میں پہلا تقریباً چار ماہ کا اور دوسرا آٹھ ماہ کا ہے۔ پہلا حصہ اساڑھ سے کنوار تک اور دوسرا کاتک سے اگلے جیٹھ تک رہتا ہے اور ہر حصے کے آخر میں نو درگا (नौदुर्गा) اور دسہرہ (दमहरा) کا تیوہار ہوتا ہے۔ ہندو فلسفہ کے مطابق ہر جاندار کو دو چیزوں کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے (۱) جان کی حفاظت (۲) راحت و آرام۔ اسی اعتبار سے ان تیوہاروں کا سلسلہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ ہندوستان چوں کہ ایک زرخیز ملک ہے جہاں پیڑ پودوں کی انتہائی کثرت ہے۔ نباتات کی کثرت کے باعث یہاں ہزاروں قسم کے جانور اور کیڑے مکوڑوں کو پناہ گاہ مل جاتی ہے اور مسلسل بارش سے نباتات اور حیوانات جیسی نعمتیں گلنے سڑنے لگتی ہیں جن کی عفونت سخت وبا اور امراض کا باعث ہوتی ہے اور ملیریا، ہیضہ اور بہت سی مہلک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ نباتات کی اسی کثرت اور اس کے مضر نتائج نے ہندوستانیوں کو مختلف تیوہاروں کے منانے اور اپنی جان بچانے کی ضرورت کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ اول حصے میں جان کی حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے اور دوسرے حصے میں راحت و آرام کا۔ اور ہر دسہرہ پر آئندہ حصۂ سال کے تیوہاروں کی بنیاد قائم کر دی جاتی ہے۔[3]

ہندو دھرم میں بہت سے تیوہار منائے جاتے ہیں جو مختلف نوعیت کے ہیں۔ کچھ تیوہار عظیم واقعات و سانحات کی یاد میں منائے جاتے ہیں کچھ جنم دن (जयन्ती) کی شکل میں منائے جاتے ہیں جیسے رام نومی، کرشن جنم اشٹمی وغیرہ یہ وہ تیوہار ہیں جو مذہبی پیشواؤں و دھرم گردوں کی

پیدائش کی خوشی میں منائے جاتے ہیں۔ ہندو تیوہاروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بہت سے تیوہار ذات و طبقے کی بنیاد پر علاحدہ علاحدہ بنائے گئے ہیں اور ہر طبقے و ذات (वर्ण व जाति) کے تیوہار (पर्व) جدا ہیں۔ مثلاً ہولی شودروں کا تیوہار، دیوالی ویش (वैश्य) کا تیوہار، دسہرہ چھتریوں (क्षत्रि) کا تیوہار اور شراونی (श्रावणी) برہمن طبقے کا تیوہار ہے۔ یہ تیوہار ذات برادری کے حساب سے منائے جاتے ہیں اور ہر تیوہار پر کسی نہ کسی واقعہ و حادثہ کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ بعض تیوہار اجتماعی طور پر ہر سال منائے جاتے ہیں اور بعض کئی سال بعد منائے جاتے ہیں۔ اور بعض سال میں کئی بار منائے جاتے ہیں جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

ان تیوہاروں میں ورت (व्रत) رکھنے اور دان دکچھنا (दान-दक्षिणा) دینے کا دستور ہے جو خاص طور سے برہمنوں کو دیا جاتا ہے۔ ہر تیوہار پر اناج یا موسمی پھل وغیرہ کی خیرات (दान) کا بھی عام رواج ہے لیکن بعض مہینے خاص قسم کی خیرات کے واسطے مقرر ہیں جیسے کاتک میں چراغ کی خیرات، اگھن میں کھچڑی، ماگھ میں تل، چیت میں موسمی پھل یعنی ککڑی، خربوزہ وغیرہ بیساکھ میں ستو (بھنے اور پسے ہوئے چنے، جو اور گیہوں وغیرہ) جیٹھ میں پانی، ساون میں پھل اور دودھ اور بھادوں میں دہی وغیرہ۔[4]

ہندو تیوہاروں پر بہت سے غیر اخلاقی و غیر مہذب کام بھی انجام دیئے جاتے ہیں جیسے دیوالی پر اس نیت سے جوا کھلینا کہ آج کھیلنے پر وہ سال بھر جیتے گا۔ ہولی پر شراب پینا، اور شوتیرس پر بھانگ دھتورا کھانا اور دھن تیرس پر اس نیت سے چوری کرنا کہ جو آج کامیاب رہا وہ پورے سال کامیاب رہے گا اور پکڑا نہ جائے گا۔ بعض تیوہاروں پر جانوروں کی بلی بھی دی جاتی ہے جیسے دُرگا نومی (दुर्गा नौमी) اس دن محروم شئی (वांछितफल) کو پانے کے مقصد سے بھگت لوگ جانوروں کی بلی چڑھاتے ہیں۔[5]

ہندو تیوہاروں کے تعلق سے اس حقیقت کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہندو دھرم سیکڑوں چھوٹے چھوٹے دھرموں سے بنا ہے۔ اس میں ہمیشہ نئے نئے فرقے وجود میں آکر نئے نئے طریقے اختیار کرتے رہے لیکن کچھ عرصہ بعد اپنی شناخت قائم نہ رکھ سکے اور ہندوؤں میں شامل ہو گئے اور انہوں اپنے تیوہار و رسومات کو بھی باقی رکھا اور حتی المقدور ہر فرقے کے بزرگوں کی

قدر و منزلت میں کمی نہ ہونے دی یہی وجہ ہے کہ مختلف تیوہاروں اور اوتاروں یا دیوتاؤں کے بارے میں مذکور ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تیوہار یا دیوتا و اوتار نہیں۔ ہندو محققین کے مطابق ہندوستان کے مختلف حصوں کے آباد اور ویران ہونے کے سبب تیوہاروں کی تجدید بھی بار بار ہوئی ہے اور ان کی یاد دلانے والے بزرگ ہر دور میں ان کو بار بار جاری کراتے رہے ہیں۔ ہر ایک ہندو بزرگ و پیشوا کو تمام تیوہاروں کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کوئی تیوہار پہلے سے جاری تھا اور جو نہیں تھا اس کو کسی بزرگ (महापुरुष) نے جاری کرایا۔ آخری بار بہت سے تیوہاروں کی تجدید خود شری کرشن نے کی ہے اور ان کے حالات و رسومات راجہ یدھشٹر، دروپدی اور سبھدرا وغیرہ کو بتائے ہیں پھر ان کا اعادہ عوام کے مفاد کے لئے مہاتما سوت جی نے کیا ہے۔ انہیں وجوہات کے پیش نظر بہت سے تیوہاروں کے نام بار بار تبدیل ہوئے ہیں اور ایک ہی تیوہار ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف ناموں سے مشہور ہے۔ جیسے پتھر چوتھ کو بعض لوگ گنیش چوتھ، راجپوتانہ اور سنٹرل انڈیا میں دو پہریا گنیش اور تیلنگ دیش والے پلّے پر چوت کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہندوؤں کی متبرک کتب پران وغیرہ میں مختلف تیوہار مختلف بزرگوں سے منسوب ہیں اور بعض تیوہار کئی پیشواؤں کے ساتھ وابستہ ہیں۔[6]

خلاصہ یہ کہ ہندو دھرم کے تیوہاروں کی بہت بڑی فہرست ہے سب پر روشنی ڈالنا اور انکا تحقیقی جائزہ لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس لئے اپنے مقالہ میں ہم کچھ خاص و مشہور و معروف ہندو تیوہاروں (पर्व) کا ذکر ہندی مہینوں کی ترتیب کے حساب سے کریں گے۔

ماہ چیت کے تیوہار

ہندوؤں کا سال چیت مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ اس مہینے میں مختلف تیوہار منائے جاتے ہیں جیسے چیت پرتی پدا (चैत प्रतिपदा) یا سَمْوَتْسَر پوجن (समवत्सर पूजन)، گورا پاروتی تیج یا گھن گھور تیج، اروندھتی ورت (अरुन्धती व्रत) دُرگا اشٹمی یا اشوکا اشٹمی، رام نومی، ہنومان جینتی، پوحنو پونو، دوج، شیتلا پوجن یا شیتلا اشٹمی اور تسوا سوموار یعنی چیت کے چاروں سوموار وغیرہ۔[7]
چیت کے مذکورہ بالا تیوہاروں میں حسب ذیل تیوہار خصوصی اہمیت و شہرت کے حامل ہیں۔

چیت پرتی پدا(चैत प्रतिपदा)

ہندوستان کے ان علاقوں میں جہاں سال کی شروعات چیت سے ہوتی ہے چیت پرتی پدا(चैत प्रतिपदा) کی تاریخ کو لوگ مذہبی اعمال اور اچھے پروگرام کے ذریعہ مناتے ہیں۔ ہندو دھرم شاستروں پرانٹروں کے مطابق چیت ماہ کے شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) کی پرتی پدا(प्रतिपदा) یعنی پہلی تاریخ اور پہلے دن طلوع آفتاب (सूर्योदय) کے وقت سنسار کی رچنا کی گئی اور اسی دن سے وقت وزمانہ کا آغاز ہوا لہٰذا اس دن سارے پاپوں کا خاتمہ کرنے والے امن عظیم (महाशान्ति) کا نیک کام کرنا چاہیے۔سب سے پہلے برہما(ब्रह्मा) یعنی ایشور کی پوجا بھی مشہور طریقوں سے کرنی چاہیے اُس کے بعد اوم (ओम) اور نمہ (नमः) کے ساتھ دوسرے دیووں کی پوجا ہر ایک پل سے لے کر سبھی یگوں (युग) کی، دکچھ (दक्ष) یعنی تعلیم وتہذیب یافتہ لڑکیوں کی اور آخر میں وشنو (विष्णु) کی پوجا ہونی چاہیے۔اس کے بعد برہمنوں کا مان سمان طعام ونذرانے (दक्षिणा) سے کرنا چاہیے۔اعزہ واقرباء اور بھائیوں کو بھینٹ یا دان دینا چاہیے، یوشٹھ (वशिष्ठ) نامی آگ میں ہوم کرنا چاہیے، مخصوص طعام بنوانا چاہئیں اور بڑے بڑے جشن (उत्सव) کئے جانا چاہئیں۔۸

طریقہ(विधि)

چیت پرتی پدا کی شروعات صبح(प्रातः काल) سے ہوتی ہے۔ برہما جی نے اسی وقت سے کون ومکان بنانے کا آغاز کیا تھا اور دوسرے دیوتاؤں کو اپنے اپنے لوک(दुनिया) کا کام سرانجام دینے کا حکم دیا تھا اس لیے اس دن وتاریخ کو طلوع آفتاب سے ہی ہندو دھرم میں بڑا متبرک سمجھا جاتا ہے۔اس دن مکانوں ودکانوں وغیرہ کی صفائی کا خاص اہتمام ہوتا ہے اور جسم میں تیل مل کر نہانا صحت وتندرستی کے لیے بہتر سمجھا جاتا ہے اور نہانے کے بعد اپنے اشٹ دیو کی پوجا کر کے سموتسر کا پوجن کیا جاتا ہے۔اور برہمن کو سونے کی مورتی وغیرہ دان دی جاتی ہے اور عمدہ کھانا کھلایا جاتا ہے۔اس تیوہار کی تفصیل اتھروید (۳/۱۰/۳) اور شت پتھ برہمن (۱۱/۱/۶/۱۳) میں واضح طور پر پیش کی گئی ہے۔۹

تقویم سالِ نو کی شروعات اسی دن سے ہوتی ہے اس لئے اس کو پہلا نوراترہ (प्रथम नवरात्र) بھی کہتے ہیں۔ اسی دن سے ہندو لوگ نومی تک برت (व्रत) کرتے ہیں۔ دورِ حاضر میں لوگ اس خاص تیوہار کی غرض وغایت فراموش کر چکے ہیں صرف نیا سال سمجھ کر پترہ اور پنچانگ وغیرہ کر لیتے ہیں۔[۱۰]

رام نومی (राम नौमी)

رام نومی چیت ماہ کا بہت ہی مشہور ومعروف تیوہار ہے، جو شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) میں ہوتا ہے اور وشنو (विष्णु) کے ساتویں اوتار شری رام چندر جی کے جنم دن (जयन्ती) اور اوتار لینے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ شری رام چندر نے چیت مہینے کے شکل پکچھ کی نومی کو ٹھیک دوپہر (मध्याह्न) کے وقت ماتا کوشلیا جی کے حمل (गर्भ) سے جنم یا اوتار لیا تھا۔[۱۱]

رام نومی ہندوؤں کے لئے بہت ہی برکت وفضیلت کا تیوہار (पर्व) ہے، جس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے دھرم شاشتروں میں کہا گیا ہے کہ "یہ سب کے لیے ہے، یہ دنیاوی لذت اور نجات کے لیے ہے۔ اس شخص کے لئے بھی جو پاپی اور ناپاک ہے۔ یہ مہان ورت (महान व्रत) تیوہار کر کے آدمی سب سے عزت پاتا ہے اور ایسا ہو جاتا ہے جیسے سراپا رام ہو۔ جو انسان رام نومی کے دن بھوجن کرتا ہے وہ (कुम्भीपाक) میں سخت تکلیف پاتا ہے۔ جو شخص ایک رام نومی ورت (व्रत) بھی کر لیتا ہے اس کی سبھی تمنائیں پوری ہو جاتی ہیں اور اس کے پاپ ختم ہو جاتے ہیں۔[۱۲]

انہیں فضائل اور اس روز وشنو کے رام کے روپ میں اوتار لینے کی وجہ سے ہر سال ایودھیا اور چتر کوٹ میں بہت بڑے میلے ہوتے ہیں، جن میں زیادہ پھل پانے کی نیت سے بالمیک رامائن سنتے ہیں اور صبح سے رام نومی کا ورت (व्रत) کرتے ہیں۔[۱۳]

ہندو عقیدے (मान्यता) کے مطابق رام نومی دراصل خوش حالی، کامیابی اور نجات وحفاظت کا تیوہار ہے جو مختلف خوشخبری کے پیغام لے کر آتا ہے۔ ہندو دھرم کے مشہور محقق منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں:

"جب کھیت کٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور چند روز میں اناج گھروں میں پہنچ جاتا ہے۔

اس عین خوشی کے زمانہ میں رام چندر مہاراج کے اوتار کا دن آتا ہے تاکہ وہ ایام راحت میں رہنما بن کر دولت مندی کی آفات سے ہماری اس طرح حفاظت کریں جس طرح بھادوں میں عین مصیبت کے وقت رہنمائی کے واسطے شری کرشن کا جنم ہوا تھا۔''[۴۲]

گویا کہ یہ تیوہار راحت و آرام کا تصور پیش کرنے اور دولت مندی کی تکالیف سے نجات دلانے کے مقصد سے منایا جاتا ہے۔

طریقہ (विधि)

رام نومی کا تیوہار کس طرح منانا چاہیے اور اس میں کونسے اعمال ادا کرنا چاہئیں اس کے متعلق دھرم شاشتروں میں بیان کیا گیا ہے کہ ''اس دن ہمیشہ روزہ (व्रत-उपवास) رکھنا چاہیے، رام کی پوجا کرنی چاہیے، رات بھر زمین پر بیٹھ کر جاگرن (जागरण) کرنا چاہیے۔ چیت کے شکل پکچھ کی آٹھویں (अष्टमी) کے دن بھکت کو اسنان کرنا چاہیے، شام کی پوجا (सन्धया) کرنی چاہیے، ایک ایسے برہمن کو مدعو کر کے عزت و احترام کرنا چاہیے جو وید کا عالم ہو، شاشتروں کا دانشور ہو، رام کی پوجا میں بھکتی رکھتا ہو، رام بھکتوں کے اصول وضوابط جانتا ہو اور اس سے گذارش کرنی چاہیے کہ میں رام کی مورتی کا دان کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جسم میں لگانے کے لیے اس برہمن کو تیل دینا چاہئے، غسل کرانا چاہیے، سفید کپڑا پہنانا چاہیے، پھول دینا چاہیے، اچھا کھانا پیش کرنا چاہیے اور خود بھی وہی کھانا چاہیے اور ہمیشہ رام کا دھیان رکھنا چاہیے، دن بھر رام کتھائیں سنی چاہئیں اور دھرم آچاریہ (धर्माचार्य) اور خود کو زمین پر ہی رہنا چاہیے۔ دوسرے دن علی الصبح گھر کو سجائے، شام کی پوجا (सन्धयावन्दन) کرے اور گھر کے ایک حصے میں منڈپ بنا کر چار انگل اونچی ویدی بنائے اور منڈپ میں پاک گانوں اور ناچوں (नृत्यों) کا اہتمام کرے۔ اس ویدی پر دو پل وزن سونے کی رام کی مورتی بنا کر رکھے، یہ مورتی صرف دو ہاتھ والی ہو چتر بھج نہ ہو، اس کا پوجن کر کے رات بھر جاگ کر بھجن گائے اور اگلے دن دسویں (दशमी) کی صبح کو اپنے معمولات سے فارغ ہو کر بڑی عقیدت اور محبت سے اس مورتی کا پوجن کرے گھی اور کھیر کی ۱۰۸ آھوتیاں دے، پھر آچاریہ کا پوجن کر کے شری رام کی طلائی مورتی اس کو دان کر دے۔ اس کے ساتھ ایک یا حسب طاقت گائیں دے اور پھر

سونے کا نذرانہ (दक्षिणा) دے کر برہمنوں کو بھوجن کرا کے ان کو اپنی بساط کے مطابق نذرانہ دے۔ اس طرح عقیدت سے کرنے والا کئی جنموں کے پاپوں سے نجات پا سکتا ہے۔ ۱۵

ہنومان جینتی (हनुमान जयन्ती)

ہنومان جی کی پیدائش (जयन्ती) کا یادگاری تیوہار بھی ماہ چیت میں منایا جاتا ہے۔ کیوں کہ ہندو دھرم شاستروں کے مطابق ان کا جنم اسی ماہ کے شکل پکچھ کی چودش (पूर्णिमा) کو ہوا تھا۔ ہنومان جی کی ماں کا نام انجنی اور باپ کا نام کیسری تھا، انہیں بندر جیسا بتایا و دکھایا جاتا ہے اور وشنو (विष्णु) کے اوتار رام کا داس (غلام) کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ۱۶

طریقہ: اس دن طلوع آفتاب (सूर्योदय) سے قبل شاستر کے اصول کے مطابق ہنومان کی مورتی کی پوجا کرنی چاہیے۔ ہنومان جی کی ایک مورتی بال برہمچاری (مجرد، نفس کش) جیسی ہے جس کے پاؤں کے نیچے چنڈی کی مورتی ہے اس مورتی کا پوجن صرف مرد کرتے ہیں عورتیں نہیں کرتیں، بلکہ عورتیں صرف داس روپ (غلام شکل) والی مورتی کا پوجن کرتی ہیں اور اس کا پوجن مرد بھی کرتے ہیں۔ نیز اس دن رامائن کے اکھنڈ پاٹھ ہوتے ہیں اور ہنومان کی مورتی پر پھل، گھی، میوے وغیرہ چڑھائے جاتے ہیں۔ ۱۷

بیساکھ کے تیوہار (बैसाख के त्यौहार)

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق بیساکھ کے مہینے میں بھی بہت سے تیوہاروں (पर्व) کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً بیساکھ ماہ کے شکل پکچھ کی تیسری تاریخ کو پرشورام جینتی اور اکھشے تیج (अक्षय तीज) پانچویں تاریخ کو سور جینتی اور شنکر جینتی، چھٹی کو رامانج جینتی، ساتویں کو گنگا سپتمی، آٹھویں کو شوا جی جینتی، گیارہویں کو موہنی ایکادش ورت، چودھویں کو نرسنگھ چتر دشی، بیساکھ یا اساڑھ کے کسی اتوار کے دن آسمائی اور بیساکھ کی پورن ماشی کو ستیہ ونائک کے تیوہار منائے جاتے ہیں۔ ۱۸ جن میں سے بعض کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

پرشورام جینتی (परशुराम जयन्ती)

ماہ بیساکھ کے شکل پکچھ کی تیسری تاریخ (तृतीया) کو پرشورام جینتی منائی جاتی ہے۔ پرانڑوں کے مطابق اس تاریخ میں رینوکا (रेणुका) کے حمل سے وشنو (विष्णु) پیدا ہوئے۔ لہٰذا اس دن پرشو کو ایشور کا اوتار مان کر ان کی یاد منائی جاتی ہے۔ مہابھارت آدی پرو (2-3, 103-26)، سبھا پرو (2-14) ون پرو (9-116-14,117)، ادھیوگ پرو (62 -178)، دروڑ پرو (70) اور کرن پرو (1-3-42,3) میں پرشورام کی کہانی بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ پرشورام نے ۲۱ر بار ظالم چھتریوں (क्षत्री) کا خاتمہ کیا، کشیپ کو زمین دان میں دی، شری رام سے ملنے پر ان کی بہادری کافور ہوگئی، مہیندر پہاڑ پر سکونت اختیار کی اور مغربی سمندر (पश्चिमी सागर) پیچھے ہٹا دیا۔ ۱۹

پرشورام کا جنم صرف چھتری خاندان کو اس کے ظلم وستم کی وجہ سے تباہ کرنے کے لیے ہوا تھا لیکن بعض دیگر ظالم لوگوں کو بھی انہوں نے مارا ہے اور اکیس مرتبہ ان کو ہلاک کر کے زمین کا بوجھ کم کیا ہے۔ اس لئے آج بھی اس جینتی کے موقع پر ہتھیار چلانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے اور لوگوں کو برہمنوں کے غیض وغضب سے خوف زدہ کیا جاتا ہے اور شری رام کو برہمنوں کے سامنے سرنگوں دکھایا جاتا ہے۔ اور برہمنوں کا مقام شری رام سے بھی اعلیٰ پیش کیا جاتا ہے۔ ۲۰

پرشورام مہرشی یمدگنی کے فرزند اور مہرشی رچیک کے پوتے اور مہرشی بھرگو کی نسل سے تھے۔ ہندو مفکرین ومحققین کے مطابق ان کی زندگی دولت وقوت کے تاریک پہلو کو بحسن وخوبی ظاہر کرتی ہے۔ ہندو دھرم شاستروں کے مطابق چھتری چوں کہ امن وامان کے منتظم اور حکومت کے مالک تھے اور ان پر ملک کی خوش حالی کا دارومدار تھا، یہ ترقی وتہذیب کے اصل ضامن سمجھے جاتے تھے اور ہر قوم ان پر بھروسہ کرتی تھی۔ اس خیال نے چھتریوں میں غرور وتکبر پیدا کر دیا اور وہ سوچنے لگے کہ برہمن ہماری بدولت مفت میں مال مارتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے اس پر انہوں نے برہمنوں کو ستانا، لوٹنا اور مارنا شروع کر دیا۔ مجبور ہو کر برہمنوں کو اپنی طاقت دکھانی پڑی اور پرشورام نے خود ہتھیار اٹھا کر چھتریوں پر اکیس بار حملہ کر کے اور ہزاروں چھتریوں کو قتل

کر کے ثابت کر دیا کہ برہمن اصول بتانے کی ہی عقل نہیں رکھتے بلکہ ان پر عمل کرنے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔ اور امن و امان کے قیام کے ساتھ ظلم و ستم مٹانے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ پرشورام کی زندگی کا کامیاب و روشن پہلو ہے اور تاریک رُخ یہ ہے کہ مسلسل کامیابیوں سے ہم کنار ہونے کے باعث برہمنوں میں بھی غرور و غصہ پیدا ہو گیا اور وہ بھی مخلوق کو ستانے اور لوٹ مار پر آمادہ ہو گئے اور لوگ ان سے خوف زدہ رہنے لگے۔ اسی دور میں ایک دن پرشورام شیو جی کی کمان کے ٹوٹنے کی آواز سن کر راجہ جنک کے سوئمبر میں آئے اور مجلس کو درہم برہم کر دیا ان کا خیال تھا کہ ان کا دھنش کوئی نہیں چڑھا سکتا لیکن شری رام نے اس کو چڑھا کر پرشورام و برہمنوں کا غرور و غصہ خاک میں ملا دیا اور برہمنوں کو ذلیل ہونا پڑا۔ اس موقع پر پرشورام کو شری رام سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنی پڑی اور اس کے بعد انہوں نے ہتھیار اٹھانے کی کبھی ہمت نہیں کی اور مکمل گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ۲۱

طریقہ: اس تیوہار پر پہلے پہر رات کو ہی پرشورام کا پوجن کیا جاتا ہے، اپواس وورت (उपवास-व्रत) رکھا جاتا ہے۔ اور حسب ذیل منتر کے ساتھ "अर्घ्य" دیا جاتا ہے:

जमदग्निसुतो वीरः क्षत्रीवान्तकरःप्रभो।

गहणार्ध्य मया दत्तं कृपया परमेश्वर।।

بھارت کے بہت سے علاقوں میں یہ جینتی نہیں منائی جاتی لیکن دکھن میں اس کا اہتمام ہوتا ہے۔ اسی طرح پرشورام کے مندر بھی بہت کم ہیں جو خاص طور سے کونکڑ اور چپلون (चिप्लून) میں ہیں جہاں پرشورام جینتی بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ ۲۲

گنگا سپتمی (गंगा सप्तमी)

گنگا سپتمی بھی بیساکھ ماہ کا مشہور تیوہار ہے، جو اس مہینے کے شکل پکچھ کی ساتویں تاریخ کو بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق یہ وہ مبارک دن ہے کہ جس دن مہاراجہ بھاگیرتھ نے گنگا کو گنگوتری سے زمین پر بہا کر اس مہان بھارت کو اس کے امرت جل سے سیراب کیا تھا۔ گنگا ہمالیہ پہاڑ کی بیٹی کہلاتی ہے کہ اس سے پیدا ہوئی ہے۔ شروع میں اس

کا پانی پہاڑ ہی میں رہتا تھا میدان میں آنے کا راستہ نہ تھا اس لئے انسان اس کے فائدہ سے محروم تھا۔ ۲۳ؔ

گنگا کی پیدائش کا جو واقعہ رامائن وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے وہ بڑا ہی تعجب خیز اور دلچسپ ہے۔ جس کی مختصر کہانی یہ ہے کہ ایودھیا کے قدیم راجہ سگر کے ساٹھ ہزار لڑکے تھے جو اشومیدھ یگ کے گھوڑے کی تلاش میں مہرشی کپل جی کے یہاں پہونچے اور یہ سمجھ کر کہ انہوں نے گھوڑا چرایا ہے،، بہت گستاخی سے پیش آئے اس پر کپل مہرشی نے غصہ کی نگاہ ڈالی جس سے یہ سب جل کر خاک ہو گئے۔ راجہ سگر کے پوتے شہزادہ انسومان کو راجہ گرڑ کی زبانی معلوم ہوا کہ صرف گنگا کا پانی راجہ سگر کے بیٹوں کی روحوں کو نجات دلا سکتا ہے۔ چنانچہ انسومان سے اطلاع پا کر راجہ سگر، اس کے انتقال کے بعد انسومان پھر اس کا بیٹا دلیپ گنگا کو زمین پر لانے کی جدوجہد کرتے ہوئے دنیا سے چلے گئے لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آخر میں دلیپ کا بیٹا بھاگیرتھ تخت نشین ہوا اور اس نے تپسیا کی تو گنگا بہت مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد زمین پر آئی۔ جس روز گنگا زمین پر آئی وہ بیساکھ کے شکل پکچھ کی ساتویں تاریخ تھی۔ گنگا کے زمین پر آنے کی خوشی میں ہی آج ہندو لوگ گنگا سپتمی کا تیوہار مناتے ہیں۔ ۲۴ؔ

طریقہ: اس موقع پر گنگا کے کناروں والے مقامات پر بڑا میلہ ہوتا ہے، لوگ دور دراز سے گنگا اسنان کر کے اپنے پاپوں کو دور کرنے آتے ہیں۔ تیرتھوں پر اس دن دان بھی ہوتا ہے اور جنہ منی کی پوجا کی جاتی ہے۔ ۲۵ؔ

نرسنگھ چودس (नर्सिंह चतुर्दशी)

نرسنگھ ہندوؤں کے چوتھے اوتار ہیں جنہوں نے بشکل شیر ظاہر ہو کر راجہ ہرنیہ کشیپ (हिरण्य कश्यप) کو قتل کیا اور عوام کو ایشور کی پوجا کی ترغیب دی۔ بیساکھ ماہ کے شکل پکچھ کی ۱۴ ر تاریخ کو انہیں کی یاد منائی جاتی ہے۔

راجہ ہرنیہ کشیپ کا واقعہ بھی بڑا حیرت ناک اور دلچسپ ہے اور وہ یہ کہ یہ راجہ راکشش (شیطان) تھا جو وشنو اور سب دیوتاؤں کے خلاف تھا۔ یہ بہت بڑی تپسیا کر کے غیر معمولی طاقت

حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور شوجی کی مہان بھگتی کر کے ان سے یہ وعدہ لے لیا کہ میں انسان، حیوان، چرند، پرند سے نہ مارا جاؤں۔ نہ دن میں مروں نہ رات میں نہ آسمان میں مروں نہ زمین میں۔ یہ وعدہ لینے کے بعد یہ لوگوں پر بے انتہا ظلم کرنے لگا اور اپنی پوجا کرانے لگا۔ خدا کی قدرت کہ اس کے یہاں پرہلاد نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا جو بہت ہی نیک تھا۔ اس نے اپنے باپ کو ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن بجائے اس کی نصیحت قبول کرنے کے راجہ اپنے بیٹے کی ہی جان کا دشمن ہوگیا اور اس کو قتل کرنے کا مکمل ارادہ کرلیا اور کہا تو اپنے ایشور کو بلا کہ وہ تیری مدد کرے۔ پرہلاد نے جواب دیا کہ بلانے کی کیا ضرورت ہے وہ ہر جگہ موجود ہے۔ راجہ کشیپ نے محل کے ایک ستون کی طرف اشارہ کرکے کہا کیا اس میں بھی موجود ہے؟ پرہلاد نے کہا بے شک۔ یہ سنتے ہی راجہ کشیپ کو شیر کی طرح ایک شکل نظر آئی جس میں انسانی خصوصیات ونشانات بھی تھے۔ راجہ نے غصے میں آکر ستون پر جیسے ہی گرز مارا ستون درمیان سے پھٹ گیا اور اس شیر نما انسان نے اُسی ستون پر بیٹھ کر راجہ کو اپنی ران پر رکھ کر اپنے ناخونوں سے اس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ نرسنگھ چودس کے دن اس واقعہ کو یاد کر کے ہندو لوگ نرسنگھ اوتار کا تیوہار مناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ دولت وطاقت ان کی تباہی کا سبب نہ ہو۔ ۲۶

طریقہ: اس کے منانے کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ علی الصبح دانت مانجھ کر کلی کرے اور پھر اس کے ورت (उपवास) کے کرنے کا پختہ ارادہ کرے اور وشنو اوتار کا دھیان کرتے ہوئے کہے کہ اے نرسنگھ مہاراج مجھ پر رحم کیجئے کہ میں جو ورت رکھنا چاہتا ہوں وہ پورا ہو جائے۔ اس برت (व्रत) کا رکھنے والا جھوٹ نہ بولے، حرام کاری وشراب خوری نہ کرے، تمام پاپوں سے بچا رہے، دوپہر کے وقت صاف پانی میں ویدوں کے منتر پڑھ کر غسل کرے اور نرسنگھ اوتار کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مکان پر آئے اور گوبر سے زمین لیپ کر ایک کلش میں تانبا اور رتن (جواہر) ڈال کر اس پر اشٹ دل کمل بنا کر اس پر کلش رکھے۔ اس کلش کو چاول سے بھر دیا جائے اور نرسنگھ کی سونے کی مورتی کو دودھ وغیرہ سے نہلا کر اُس کا پوجن کیا جائے اور برہمن پنڈت کو کھانا کھلا کر نذرانہ دے اور چاول اور سونے کی مورتی، تانبا اور جواہرات کے ساتھ گائے، زمین، تل، کپڑے اور بستر مع پلنگ نذرانے کے ساتھ دے۔ ۲۷

ماہ جیٹھ کے تیوہار

دھرم شاشتروں کے مطابق ہندولوگ جیٹھ کے مہینے میں بھی بہت سے تیوہار مناتے ہیں جیسے بت ساوتری برت، شتیلا اشٹمی، گنگا دسہرہ اور نرجلا ایکادشی وغیرہ۔ ہم ان میں سے صرف تین کا مختصر خاکہ پیش کریں گے۔

شتیلا اشٹمی

جیٹھ شدی اشٹمی کو شتیلا اشٹمی کہتے ہیں۔ اس موقع پر عورتیں ساتویں تاریخ کی رات کو مختلف پکوان تیار کرتی ہیں اور اگلے دن آٹھویں (अष्टमी) کو شتیلا دیوی کی پوجا کر کے وہ باسی پکوان استعمال کرتی ہیں۔ اس روزہ تازہ پکوان نہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تیوہار یا ورت (व्रत) کو ساری عورتیں بھی نہیں کر سکتی ہیں بلکہ اس کی حقدار وہی عورتیں ہیں جو صاحب اولاد ہوں یا صاحب زوج ہوں۔ یہ ورت یا تیوہار یوپی میں عام طور سے منایا جاتا ہے۔ [۲۸]

نرجلا ایکادشی ورت

یہ جیٹھ ماہ کے شکل پکچھ کی ایکادشی یعنی گیارہ تاریخ کا مشہور ورت و تیوہار (व्रत-त्योहार) ہے اس روز زیادہ تر لوگ بنا پانی کا روزہ (निर्जल व्रत) رکھتے ہیں تمام دن اور رات کچھ نہیں کھاتے پیتے ہیں اور دوسرے دن ورت (व्रत) کھولتے ہیں۔ ویسے ہر مہینے کی دونوں ایکادشیوں یعنی شکل پکچھ اور کرشن پکچھ کی گیارہ گیارہ تاریخ کو یہ ورت رکھا جاتا ہے اور اس طرح ایکادشی کا ورت سال میں ۲۴ ربار رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ورت جس دن رکھا جاتا ہے اس دن کھانا پانی دونوں ہی ترک کر دیئے جاتے ہیں۔ اس ورت یا تیوہار کی حقیقت یہ ہے کہ ویدویاس (वेद व्यास) مہرشی نے ایک بار مہابھارت کے پانڈووں کو خالی پیٹ رہ کر ہر گیارہ تاریخ (एकादशी) کا ورت رکھنا بتایا۔ سارے پانڈو یہ ورت سال کے ۲۴ ردن رکھتے تھے لیکن بھیم سین (भीम सेन) نے کہا کہ ہم یہ ورت ۲۴ ردن رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے ایک ہی دن کا ایسا ورت

بتائیے جو ۲۴ روزوں کے برابرایک ہی دن میں اتنا پھل وانعام دیتا ہو۔ تب ویدویاس جی نے کہا کہ جیٹھ مہینے کی شکل پکچھ کی ایکادشی کو بناپانی کا ورت رکھو اور صبح اسنان کر کے پوجا پاٹھ کرو تو تمہیں سال بھر کی ایکادشیوں کا پھل ملے گا۔ بھیم سین بہت کھانے والا تھا، بھوک برداشت نہیں کرسکتا تھا لیکن ایک بار اس نے یہ ورت رکھا اور پانی تک نہ پیا اس لئے یہ ایکادشی نرجلا (निर्जला) کہلائی۔ ۲۹

طریقہ: گیارہویں تاریخ (एकादशी) کے طلوع آفتاب سے بارہویں کے طلوع آفتاب (सूर्योदय) تک یہ ورت (रोज़ा) رکھا جاتا ہے۔ اس دن کھانے کے ساتھ پانی بھی استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر سارا دن دھیان گیان میں گذارنا چاہیے اور اپنی حیثیت کے مطابق برہمنوں کو دان دے کر بھوجن کرنا چاہیے۔ ایکادشی کو پانی کے جھجر پنکھے، پھل، چھوارے اور دان دکھِنا (दान-दक्षिणा) دینے کا بھی برہمنوں کو رواج ہے۔ ۳۰

گنگا دسہرہ (गंगा दसहरा)

گنگا دسہرہ جیٹھ کے مہینے کا مشہور تیوہار ہے جو اس ماہ کے شکل پکچھ کی دسویں تاریخ (दशमी) کو اس یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے کہ اس تاریخ کو گنگا جی تمام ہندوستان کو عبور کر کے سمندر سے جاملی تھیں۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق آج کے دن گنگا میں اسنان کرنے سے دس پاپ دور ہو جاتے ہیں اسی لئے اس کو دسہرا کہا جاتا ہے کہ یہ دس پاپوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ پرانوں اور رامائن کے حوالہ سے گنگا کی عظمت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

गंगा गंगे तियो ब्रूयान्यो जनानां शतैरपि।

मुच्यते सर्व पापेभ्यो विष्णु लोक सः गच्छति।।

(گنگا سے کوسوں دور بیٹھ کر کوئی شخص انتہائی عقیدت سے اس کے نام کا چرچا کرے تو بھی وہ پاپوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور وشنولوک (विष्णुलोक) حاصل کرتا ہے) ۳۱

گنگا دسہرہ پر محبت کے ساتھ اسنان، دان اور تپسیا کرنے سے دس پاپوں کا خاتمہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ دس باتیں پائی جائیں (۱) جیٹھ کا مہینہ (۲) شکل پکچھ (۳) دسویں تاریخ

(۴) دن منگل یا بدھ (۵) ہست نکھشتر (हस्त नक्षत्र) (۶) ویاتی پات (व्यातिपात) (۷) کنیا کا چندر ماں یعنی جب چاند اور سورج لگا تار کنیا اور وِرشبھ راشی میں ہوں (۸) گر کرن (गरकरण) (۹) برکھ کا سورج اور (۱۰) صبح کا وقت ہو۔ جب یہ ساری باتیں پائی جائیں یا زیادہ تر پائی جائیں تو انسان کو گنگا اسنان کرنا چاہیے۔ شروع شروع میں یہ ورت و تیوہار دش اشومیگھ (दशाश्वमेघ) پر گنگا اسنان، پوجا اور دان سے متعلق تھا آگے چل کر یہ کسی بھی بڑی ندی میں اسنان کرنے، تل اور جل سے تپسیا (तपस्या) کرنے سے وابستہ ہو گیا۔ آج کل گنگا دسہرہ زیادہ تر کرشنا، گوداوری، نرمدا اور گنگا کے کناروں پر واقع مقامات پر منایا جاتا ہے۔ خاص طور سے بنارس، پریاگ، ہری دوار اور ناسک میں یہ تیوہار بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔ ۳۲

طریقہ: گنگا دسہرہ کے موقع پر دسہرہ نامی ورت (व्रत) روزہ رکھا جاتا ہے اور عقیدت سے گنگا کا اسنان کر کے پھول پیش کئے (पुष्पांजलि) جاتے ہیں، مرد و عورتیں گنگا کی مورتی کی پوجا کرتی ہیں اور بہت سے لوگ کسی خاص تیرتھ استھان پر اس روز شرادھ بھی کرتے ہیں اور پھل وغیرہ دان کرتے ہیں۔ ۳۳

ماہ اساڑھ کے تیوہار

ہندو دھرم شاشتروں کے مطابق ماہ اساڑھ میں رتھ یاترا، وشنو ایکادشی یا دیوا کادشی، چاتُر ماس وِرت اور ویاس پوجا (व्यास पूर्णिमा) وغیرہ تیوہار بڑی محبت سے منائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا تیوہاروں میں یوں تو سارے ہی تیوہار اپنی اپنی نوعیت و افادیت کے لحاظ سے اہم ہیں لیکن ان میں حسب ذیل تیوہاروں کو امتیازی فوقیت حاصل ہے۔ ۳۴

رتھ یاترا (रथ यात्र)

رتھ یاترا کا تیوہار اساڑھ مہینے کی دوسری تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اس کا تعلق اڑیسہ کے جگناتھ پوری (जगन्नाथपुरी) مندر سے ہے۔ جگناتھ پوری میں اس دن بڑی رونق ہوتی ہے۔ اس موقع پر سبھدرا (सुभद्रा) کے ساتھ جگناتھ جی کی سواری نکالی جاتی ہے۔ یہ سواری رتھ کے ساتھ

نکالی جاتی ہے لیکن رتھ بیل یا گھوڑے نہیں بلکہ انسان کھینچتے ہیں۔ جگناتھ کا رتھ ۳۵ رفٹ چوڑا اور ۴۵ فٹ اونچا ہوتا ہے۔ اس میں ۷ رفٹ وسیع ۱۶ ر پہیئے ہوتے ہیں۔ بلبھدر جی (बलभद्र) کا رتھ ۴۴ رفٹ اور سبھدراجی کا ۴۳ رفٹ اونچا ہوتا ہے۔ بلبھدر کے رتھ میں ۱۴ راور سبھدرا کے رتھ میں ۱۲ ر پہیئے ہوتے ہیں۔ یہ رتھ ہر سال بنائے جاتے ہیں اور پرانے رتھ براہمنوں کو دان کردیئے جاتے ہیں۔ یہ رتھ تقریباً ۴۲۰۰ رآدمی کھینچتے ہیں۔ رتھ کی مالیت تقریباً دو کروڑ تک ہوتی ہے۔ جگناتھ کا رتھ جنک پور (जनकपुर) کے لیے کھینچا جاتا ہے اور تین دن وہاں رہ کر لکچھمی (लक्ष्मी) جی کے ساتھ گھوم کر واپس آتا ہے۔ خیال رہے کہ جگناتھ پوری ہندوؤں کے چار دھاموں (धाम) میں سے ایک ہے جہاں شنکراچاریہ کا قائم کردہ گووردھن پیٹھ (गोवर्धन पीठ) بھی ہے اور شیو، شاکت اور ویشنو (शैव, शाक्त, वैष्णव) دھرموں کے مندر بھی موجود ہیں۔ ۳۵

جگناتھ پوری کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں اس موقع پر ٹھاکر جی کو ایک رتھ میں سوار کر کے دھوم دھام سے کچھ دور بازار میں گھما پھرا کر معزز لوگ واپس لاتے ہیں۔ اور بھگوت بھگت لوگ ٹھاکر جی کی مورتی اور رتھ والوں کا پوجن کرتے ہیں۔ ۳۶

وشنوشینی ایکادشی (विष्णु शयनी एकादशी)

وشنوشینی ایکادشی آساڑھ ماہ کا سب سے اہم تیوہار ہے۔ اس کو مہاایکادش، دیوا ایکادشی، ہری شینی ایکادشی (हरिशयनी) اور پدھ نابھا اکادشی (पद्मनाभाएकादशी) بھی کہتے ہیں۔ یہ تیوہار اساڑھ ماہ کے شکل پکچھ کی ایکادشی (گیارہ) کو منایا جاتا ہے۔ ۳۷

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ اس دن وِشنو دیوتا (विष्णु भगवान) راجہ بل کے یہاں پاتال لوک (क्षीर सागर) میں سونے جاتے ہیں اور اس دن سے پورے چار ماہ مکمل یعنی دیوا ٹھا ایکادشی تک آرام فرماتے ہیں اور کارتک شدی اکادشی کو بیدار ہوتے ہیں۔ وشنوشینی اکادشی سے لے کر کارتک شدی ایکادشی تک ھندوؤں میں اپنے دھرم گرنتھوں کے بموجب کوئی مبارک کام مثلاً شادی بیاہ وغیرہ نہیں ہوتے ہیں۔ سب لوگ اپنے گرو کے پاس جا کر جو چیزیں

ان چار مہینوں میں ان کے خیال کے مطابق قابل ترک ہوتی ہیں اُن کو استعمال کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مہاتما و بزرگ حضرات انہیں ایام میں اپنے چیلوں کو دکھشنا (दक्षिणा) دے کر باضابطہ چیلا بناتے ہیں۔ شام کے وقت ہوا کا امتحان (पवनपरीक्षा) ہوتا ہے۔ یعنی جوتش وڈیا (علم جیوتش) کے جاننے والے برہمن لوگ آبادی سے باہر کھلے میدان میں جا کر کپڑے کی ہری جھنڈیاں کھڑی کرتے ہیں اور ان کے لہرانے سے ہوا کا رُخ معلوم کر کے جوتش کے حساب سے پورے سال کا حساب معلوم کرتے ہیں۔ یعنی اس اکادشی سے لے کر آئندہ سال کی ایکادشی تک فصل، غلہ، بیماری، آگ، دنگا، فساد، بارش، قحط سالی اور خوش حالی وغیرہ کے حالات لیتے رہیں گے۔ لیکن اب اس علم کے جانکار عنقاء کی طرح ہیں۔ ۳۸؎

طریقہ: وشنو ایکادشی یا مہا ایکادشی کے موقع پر ہندوؤں کو کن چیزوں کو لازمی طور پر کرنا چاہیے اور کن چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے اور کس بات کے کرنے میں کیا ذاتی و مذہبی فائدہ ہے اور کس بات میں نقصان ہے اس کے تعلق سے پرانوں اور مہابھارت وغیرہ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ مہا ایکادشی کا مہاتم ورت (महातम व्रत) رکھنا چاہیے کہ مہاراجہ امبریش اور پانڈو وغیرہ بہت سے لوگوں نے اس ایکادشی کا ورت (روزہ) رکھ کر بڑی بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات پائی ہے۔ جو لوگ عقیدت سے اس کا ورت رکھتے ہیں، وشنو دیوتا کی بھگتی کرتے ہیں وہ منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ ۳۹؎

اس دن وشنو کے سونے کے لیے شیس ناگ کے پھنوں کی طرح پلنگ یا سونے کا مقام بنانا چاہیے اور پاک صاف ہو کر برہمنوں سے اجازت لے کر وشنو کو سلانا چاہیے۔ کمینوں، دغابازوں، کافروں سے بات چیت و جھوٹ ہرگز نہ بولنا چاہیے۔ اسی طرح گاؤں کے باہر رہنے والے لوگوں سے نہ بات کرنا چاہیے نہ انہیں دیکھنا چاہیے۔ اور حائضہ عورتوں، بدکار عورتوں اور حال ہی میں بچہ جننے والی عورتوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ بارہویں (द्वादशी) کے دن وشنو دیوتا کی پوجا کرنی چاہیے اور اس دن دوسرے کا کھانا، دوپہر کے بعد دوبارہ کھانا، مباشرت، شہد، کانسے کے برتن کا استعمال، گوشت اور تیل استعمال نہ کرنا چاہیے۔ ایکادشی کو ورت کی شروعات اور دوادشی (द्वादशी) یعنی بارہ تاریخ کو ورت کا اختتام ہونا چاہیے جس کو پارڑا (पारणा) کہتے ہیں۔ ۴۰؎

ایکادشی کے دن سے برسات کے موسم (ऋतु) یعنی چوماس کی شروعات ہوتی ہے۔ بارش نہ ہونے پر پدھ نابھا ورت (पद्मनाभव्रत) بھی رکھا جاتا ہے اور یہ ورت بادشاہ و رعایا (राजा व प्रजा) سب کو رکھنا چاہیے۔ اور برہمنوں کو کھانا و کپڑا دان دینا چاہیے۔ [۴۱]

ویاس پوجا یا ویاس پورنما (व्यास पूर्णिमा)

ویاس پوجا کے تیوہار کو ویاس پورنما (व्यास पूर्णिमा) یا گرو پورنما بھی کہا جاتا ہے یہ اساڑھ شدی کی پورنماشی یعنی وشنو ایکادشی کے چار دن بعد ہوتا ہے۔ آج کے دن ہندو دھرم کے مہان رشی اور دھرم گرو وید ویاس کی پوجا کی جاتی ہے۔ ہندو محققین کے مطابق وید ویاس کو گذرے تقریباً پانچ ہزار سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ان کا اصل نام کرشن دوے پاین (कृष्ण द्वैपायन) ہے۔ ان کی ماں کا نام ستیہ وتی (सत्यावती) باپ کا نام مہرشی پاراشر (पाराशर) دادا کا نام مہرشی شکتری اور پردادا کا نام مہرشی وششٹھ (वशिष्ठ) ہے۔ اپنے باپ مہرشی پاراشر کے یوگ (योग) کی طاقت سے یہ فوراً پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی جوان ہو گئے اور اس وقت ماں سے یہ عرض کر کے جنگل کو روانہ ہو گئے کہ میں تپسیا کرنے جا رہا ہوں۔ اگر کوئی پریشانی درپیش آئے تو میرا دھیان کرنا میں فوراً حاضر ہو کر وہ مصیبت دفع کر دوں گا۔ کرشن دوے پائن ہندو دھرم کے بہت بڑے رہبر و پیشوا ہیں۔ چاروں ویدوں کو سلسلے وار انہوں نے ہی تقسیم کیا اور اسی وجہ سے ان کا نام وید ویاس مشہور ہوا۔ انہوں نے طویل مدت تک تپسیا کی اور بعض ہندو مفکرین کے نزدیک آج بھی یہ زندہ ہیں اور تپسیا کی ہی حالت میں ہیں۔ چاروں ویدوں کی تقسیم کے علاوہ اٹھارہ پران (पुराण) ویدوں کی بہت سی شاکھائیں اور مہابھارت بھی انہیں کی شاہکار تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ کھٹ درشن فلسفہ اور ویاس اسمرتی وغیرہ بھی ان کی اعلیٰ ذہنیت و قابلیت کا نمونہ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہندو دھرم کے است اور سمنت جیسے بڑے بڑے رشی و منی کثیر تعداد میں آپ کے شاگرد تھے۔ [۴۲]

مختصر یہ کہ اساڑھ شدی کی پورنماشی کو انہیں مہان رشی و دھرم گرو وید ویاس کی یاد منائی جاتی ہے اور اس دن کو یوم استاد و مرشد (गुरु दिवस) کے نام سے بھی منایا جاتا ہے۔ مشہور

ہندو محقق منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں:

''اس روز استاد یعنی گرو کی گدی کی پوجا ہوتی ہے تعلیمی سال ختم ہوتا ہے، اسکول بند کیے جاتے ہیں اور لڑکوں کو ایام تعطیل میں برسات کی دل خوش کن ہوا اور سبزہ زار سے مسرت حاصل کرنے اور آنے والے مہلک امراض سے نجات پانے کا موقع دیا جاتا ہے۔''۴۳

ہندو تیوہاروں کے فلسفے کے ماہر لالہ بالکشن بترہ کہتے ہیں:

''زمانۂ گذشتہ میں آچاریہ (आचार्य) لوگ وِدھیا (विद्या) پڑھانے کا معاوضہ نقد تنخواہ کی صورت میں نہیں لیا کرتے تھے۔ بلکہ وِدھیارتھی (विद्यार्थी) بھیگ مانگ کر لاتے تھے اور اپنے آچاریہ (आचार्य) کو کھلاتے تھے اور خود بھی کھاتے تھے اور ویاس پوجا والے دن اپنے اپنے آچاریہ (استاد، مرشد) اور گرو کی اس قدر سیوا کر دیتے تھے کہ ان کو پھر کسی بات کی فکر ہی اپنے گذارہ کی بابت نہ رہتی تھی۔''۴۴

گویا کہ ویاس پوجا یا پورنما (पूर्णिमा) تعلیمی سال کے اختتام اور تعلیم کی تکمیل اور استاد و مرشد (आचार्य-गुरु) کی عزت واحترام اور خاطر و مدارات کا یادگاری دن ہے۔ آج کے دن مستحق لوگ سنیاس آشرم میں بھی داخل ہوتے ہیں۔۴۵

ہندوؤں کے اس اہم تیوہار کی آج انتہائی افسوس ناک حالت ہے اور وہ یہ کہ دور حاضر میں اس موقع پر نہ تعلیمی سال کے اختتام و تعلیم کی تکمیل کا ذکر ہوتا ہے اور نہ ہی استاد و مرشد کی خدمت گزاری ہوتی ہے۔ صرف چند عورتیں گرو کی چوکی کی تصویر بنا کر پوجا کر لیتی ہیں اور یہی کافی سمجھا جاتا ہے۔۴۶

طریقہ: (विधि)

اس تیوہار کے دن پہلے ویاس جی کا دھیان کر کے ان کی پوجا کی جاتی ہے، ویاس جی کے ذریعہ تصنیف کردہ دھرم گرنتھوں پرانڑوں اور اسمرتی وغیرہ کا پاٹھ پڑھا جاتا ہے، صبح اسنان کر کے شاگرد (शिष्य) گرو (ब्रहमन) کو اونچے مقام پر بٹھاتا ہے اور ان کے پیر دھوتا ہے، اس کے بعد کپڑے، پھل، میوے اور روپیہ وغیرہ برہمن گرو کے چرنوں میں رکھے جاتے ہیں اور

انہیں کو دان میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آتم ودھیا (روحانی تعلیم) کے طالب اپنے روحانی گرو (مرشد) کا احترام وخدمت کرتے ہیں۔ ۷ے

ماہ ساون کے تیوہار

ساون (श्रावण) کے مہینے میں ہندوؤں کے بہت سے اہم تیوہار منائے جاتے ہیں: شُکل پکچھ کی تیسری (तृतीय) تاریخ کو ہریالی تیج منائی جاتی ہے جس میں عورتیں جھولا جھولتی ہیں، ایشور کی تعریف کے گیت گاتی ہیں، ہری ہری گھاس گھر گھر لے کر جاتی ہیں اور گائے کی پوجا کرتی ہیں۔ پانچویں تاریخ کو ناگ پنچمی منائی جاتی ہے جس میں ناگوں کو دودھ وغیرہ پلایا جاتا ہے۔ اور ان کی پوجا ہوتی ہے۔ ساتویں (सप्तमी) کو مہا کوی تلسی داس کی تاریخ پیدائش کی خوشی منائی جاتی ہے۔ اور پورنماشی کے دن شراونی (श्रावणी) رکچھا بندھن اور کجری نومی کے تیوہار منائے جاتے ہیں۔ ۸ے مذہبی اعتبار سے سبھی تیوہار اپنی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن حسب ذیل تیوہاروں کو شہرتِ عام حاصل ہے۔

ناگ پنچمی (नाग पंचमी)

ناگ پنچمی ساون کے مہینے کے شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) کی پانچویں تاریخ کا مشہور تیوہار ہے جو تقریباً ہندوستان کے تمام علاقوں میں مختلف انداز میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ہندو لوگ ناگوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو دودھ پلاتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ جو لوگ اس دن واسکی (वासुकी) شیش (शेष) تکچھک (तक्षक) کالیہ (कालिय) منی بھدر (मनीभद्र) ایراوت (ऐरावत) دھرت راشٹر (घृत राष्ट्र) کرکوٹک (करकोटक) پدم (पदम) کمبل (कम्बल) اشوتر (अश्वतर) اور شنکھ پال (शंखपाल) نامی ناگوں کو دودھ سے نہلاتے ہیں تو یہ ناگ ان کے خاندانوں کو بے خوف رہنے کا تحفہ عطا کرتے ہیں۔ ۹ے اور یہ حقیقت ہے کہ اس تیوہار پر ناگ پوجن اور دودھ سے غسل اس لئے ہوتا ہے تاکہ وہ ان کے ضرر ونقصان سے محفوظ رہیں۔ منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں:

''ناگ پنچمی کے تیوہار میں سانپوں سے حفاظت کی دعا کی جاتی ہے۔اس ملک میں سانپ نہایت خوفناک دشمن ہیں۔درندے اورزہریلے جانور ہمارے مکانوں سے عموماً باہر رہتے ہیں اوراکثران کے کاٹنے پرفوراً تکلیف محسوس ہوتی ہے جس سے ہمیں اپنی حفاظت کا موقع مل جاتا ہے۔ بخلاف سانپ کے کہ وہ ہمارے گھروں میں آکرچھپ جاتا ہے اورخبرنہیں ہوتی پھر اس کے کاٹنے کے بعد بھی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی بلکہ ایک قسم کا نشہ وسرور پیدا ہوکر نیند آنے لگتی ہے۔اسی وجہ سے بعض اوقات سوتے ہوئے انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ مرے ہوئے ملتے ہیں۔مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ عموماً ہر جاندار اسی وقت ستاتا ہے جب وہ بھوکا ہو یا دب جائے اس لیے ناگ پنچمی پر بعض لوگ سانپوں کو دودھ پلاتے ہیں تاکہ وہ سیر ہوکر اپنا راستہ لیں اور کسی کو نہ ستائیں۔''۵۰؎

بعض ہندو محققین نے ناگ پنچمی کا تیوہار منانے کی دوسری وجوہات بھی بیان کی ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ اس روز شری کرشن نے کالے ناگ کو جمنا میں اپنے قبضے میں کیا تھا اور چوں کہ اس نے انہیں نہیں کاٹا اس لئے ہندو شکریہ کے طور پر دودھ پلاتے ہیں۔اور کسی نے کہا کہ سمندر متھن کے وقت سانپ کی رسّی بنائی گئی تھی جس کے باعث چودہ جواہرات سمندر سے نکلے اور مہادیو جی نے زہر پینے کے بعد اپنے جسم پر سانپ لپٹنے کے باعث زہر کی گرمی سے کسی قدر نجات حاصل کی تھی اس لئے یہ تیوہار بطور یادگار منایا جاتا ہے۔وغیرہ وغیرہ ۵۱؎

مختصر یہ کہ بھارت میں ناگ پوجا کا رواج کب سے ہوا اور کیوں ہوا یہ ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے۔اس لئے کہ اصل ہندو دھرم گرنتھ ویدوں میں کہیں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا بلکہ یہ ضرور ملتا ہے کہ اندر (इन्द्र) دیوتا سانپ کے دشمن ہیں اور سانپ کے قتل کی چرچا بھی ہوئی ہے۔ اسی طرح پارسکر گرہ سوتر (2.14) اور دوسرے گرہ سوتروں (गृहसूत्रों) میں ساون کی پورنماشی کو سانپ کی بلی چڑھانے کا فریضہ انجام دیئے جانے کا ذکر ہے۔ ۵۲؎

ویدوں اور دھرم سوتر جیسے دھرم گرنتھوں کے سانپوں کو دشمن قرار دیئے جانے اور ان کی بلی چڑھانے کا حکم دیئے جانے کے باوجود آج ہندو لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں اور دودھ پلاتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی معقول وجہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر پانڈورنگ وامن

کانٹرے (पाण्डुरंग वामन काणे) لکھتے ہیں:

''برسات کے موسم میں سانپ کے کاٹنے سے بہت سے لوگ مرجایا کرتے تھے اس لئے سانپ پوجا کی شروعات سانپ کے خوف سے ہی ہوئی۔ آج بھی ہر سال ہزاروں لوگ ہندوستان میں سانپ کے کاٹنے سے مرجاتے ہیں۔ ۵۳؎

طریقہ (विधि) ناگ پنچمی کے تیوہار پر گھر کے دروازہ پر دونوں طرف گوبر سے ناگ کی تصویر بنائی جاتی ہے۔ ایک دن پہلے چوتھی تاریخ کو ایک بار کھانا کھایا جاتا ہے اور پانچویں کو پورے دن اپواس (روزہ) رکھ کر رات کو کھانا کھایا جاتا ہے۔ سونا، چاندی، لکڑی یا مٹی کے قلم سے پانچ سانپوں کی شکل صاف زمین پر تنہائی کی جگہ بنائی جاتی ہے اور کھیر، کمل کے پھول، گندھ، دھوپ اور چراغ سے ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد برہمنوں کو کھیر اور لڈوؤں کا بھوجن کرایا جاتا ہے، گائے کا دان کیا جاتا ہے اور سانپوں کو دودھ پلایا جاتا ہے تاکہ سانپوں کے ڈسنے سے نجات مل جائے۔ ۵۴؎

رکچھابندھن (रक्षा बन्धन)

رکچھابندھن ہندوستان کے مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں مختلف ناموں سے مشہور ہے۔ کہیں اس کو سلونو کہا جاتا ہے تو کہیں راکھی اور راکھڑی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لفظ سلونو فارسی الفاظ سال نو سے بنا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ فصلی سنہ باعتبار زراعت وکاشت سلونو سے شروع ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ اکبر کے زمانے میں اس تیوہار کا نام سال نور کھا گیا۔ گویا کہ سلونو سال نو کی بدلی ہوئی شکل ہے اور چوں کہ اس میں بہن بھائی کو تحفظ کی غرض سے دھاگہ وغیرہ باندھتی ہے اس لیے اس کو راکھی یا رکچھابندھن کہا جاتا ہے۔ ۵۵؎

رکچھابندھن کا تیوہار ساون کی پورنماشی کو منایا جاتا ہے۔ ہندو مذہبی کتابوں میں اس کے منانے کے تعلق سے مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ جس کو فوقیت دی گئی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ ''عرصۂ دراز پہلے ایک بار دیوتاؤں اور راکچھسوں (राक्षस) کی نہایت خطرناک جنگ ہوئی۔ راکچھسوں پر اندر (इन्द्र) مہاراج نے حملہ کیا لیکن پہلی بار ان کو شکست فاش

ہوئی۔دوبارہ حملہ کے وقت اندر مہاراج کی بات اسی تعلق سے اپنے گرو برہسپتی جی سے ہو رہی تھی کہ راکھشوں پر کس طرح کامیابی حاصل کی جائے تو اندرانی جی (इन्द्राणी) نے کہا اس کا طریقہ میں بتاتی ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کے وقت اندرانی نے ایک پوٹلی رکچھا کی ویدوں کے منتر پڑھ کر تیار کی اور برہمنوں سے اندر مہاراج کے دائیں ہاتھ میں بندھوائی۔اس کے بعد جب اندر نے راکھشوں پر حملہ کیا شاندار کامیابی ملی اور راکھس مارے گئے یا فرار ہو گئے۔اسی واقعہ کی یاد میں یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔[۵۶]

مختصر یہ کہ رکچھا بندھن کے دن برہمن یگ پوجا وغیرہ کر کے لوگوں کی حفاظت کے لیے راکھی بناتے ہیں جو بطور حفظ ماتقدم دعا کے ساتھ کلائی پر باندھ دی جاتی ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق یہ تیوہار کمزور افراد بالخصوص عورتوں کی حفاظت کا خاص ذریعہ ہے۔ جو مشکلات کسی اور طریقے سے حل نہیں ہو سکتیں وہ رکچھا بندھن سے بآسانی حل ہو سکتی ہیں۔[۵۷]

ہندو دھرم شاشتروں کے مطابق رکچھا بندھن کے موقع پر حفاظت کی غرض سے رائی، ہلدی، سپاری، دوب، روئی، چاول اور گڑ یعنی ان سات اشیاء کی پوٹلی باندھنا چاہیے کہ جس اندرانی اور اندر کی یاد میں یہ تیوہار منایا جاتا ہے انہوں نے کپڑے کی پوٹلی میں یہی سات چیزیں باندھی تھیں۔[۵۸]

لیکن افسوس کہ آج کل ریشم، زری، پلاسٹک، فوم اور کپڑے و دھاگے وغیرہ کی وہ راکھیاں باندھی جاتی ہیں جو دوکانوں پر ریڈی میڈ ملتی ہیں۔اس کے علاوہ اس تیوہار کا مقصد تھا برسات کے خوشنما نظاروں کا مشاہدہ کرنا، پرندوں کی تصویر کشی کرنا اور برہمنوں کا اپنی روحانی طاقت سے حفاظت کا تعویز تیار کر کے لوگوں کو فائدہ پہنچانا لیکن آج نہ ہی نظاروں کا مشاہدہ ہے اور نہ تصویر کشی، اگر ہے بھی تو بالکل بے معنی۔ رہا حفاظت کا تعویز تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ برہمن بازار سے رنگین ڈورے خرید کر جا بجا بھیک کے طلب گار نظر آتے ہیں۔[۵۹]

طریقہ (विधि) رکچھا بندھن یا سلونوں کے تیوہار منانے کا جو مذہبی طریقہ ہندو مذہبی کتب میں بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ ساون کی پورنماشی کے دن طلوع آفتاب (सूर्योदय) سے قبل بیدار ہو کر غسل کرے، پھر دیوتاؤں، رشیوں اور آباؤ اجداد (पितर) کا شرادھ

وترپن (तर्पण) یعنی ان کی ارواح کو سکون وراحت پہنچانے کا عمل کرے، اس کے بعد غیر شکستہ (अक्षत) تل اور دھاگوں پر مشتمل رکچھا بنا کر پہنا جائے۔ اس موقع پر پجاری و پنڈت لوگ داہنی کلائی میں رکچھا باندھتے ہیں اور دان حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ عام طور سے عورتیں اپنے بھائیوں کی کلائیوں میں راکھی باندھتی ہیں اور بھینٹ (تحفہ) لیتی دیتی ہیں۔ ٦٠

اس تیوہار کے منانے کا یہ بالکل آسان طریقہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شرادھ (श्राद्ध) سے فارغ ہوکر دوپہر کے وقت گھر کے ایک پاک وصاف اور گوبر سے لیپے ہوئے حصے میں چاولوں سے چوک لگواکر گھڑے کو قائم کرے اس گھڑے میں گیہوں ہوی (हवि) اور پیلے رنگ کے کپڑے میں چاولوں وغیرہ کی پوٹلیاں رکھ دے۔ پھر یجمان (برہمن کو دان دینے والا) لکڑی کی چوکی پر بیٹھے اور گھڑے کا پوجن کر کے پجاری (पुरोहित) سے پوٹلی کو ہاتھ میں بندھوائے۔ پروہت (پجاری، پنڈت) اپنے یجمان (यजमान) کے ہاتھ میں اور اس کے سب رشتے داروں کے ہاتھ میں وہ رکچھا پوٹلی باندھے اس کے بعد سب لوگ بھوجن کریں۔ دھرم شاشتروں کے مطابق یہ بھی حکم ہے کہ پوٹلی میں رائی، ہلدی، سپاری، دوب، روئی، چاول اور گڑ سات اشیاء ہونی چاہئیں اور برہمنوں کو یہ سات اشیاء والی رکچھا پوٹلی باندھنا چاہیے پھر حسب ذیل منتر دعا کے طور پر پڑھنا چاہیے۔

येन बद्धो बली राजा दानवेन्द्रो महाबलः

तेन त्वामभिबध्नामि रक्षे मा चल माचल ।। ٦١

رکچھا بندھن کے موقع پر مذہبی سماجی اعتبار سے اور بھی رسومات ادا کی جاتی ہیں مثلاً: اسی روز برہمن اپنا نیا جنیو (जनेऊ) بدلتے ہیں، لڑکیاں اپنے سسرال جاتی ہیں اور یہ تیوہار وہیں مناتی ہیں، اپنے بھائیوں، عزیزوں اور بزرگوں کی پیشانی پر قشقہ یعنی ٹیکا لگا کر سب کی جان ومال کی حفاظت وصحت کی دعا کرتی ہیں۔ بعض مقامات پر عورتوں کے ذریعہ جَو کے برابر اناج کی چھوٹی چھوٹی سوئیاں بھی بنائی جاتی ہیں اور پرندوں وکیڑوں کو بھی ڈالی جاتی ہیں۔ ہندو تیوہاروں کے فلسفے کے محقق منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں:

''اس روز ہندو پوجن کر کے دعا کرتے ہیں کہ اے پرماتما ہماری جانوں کی حفاظت

یا رکچھا کیجئے۔ اس زمانہ کی تصویر کشی میں عورتیں پرندوں کی چونچ پر سوئیاں ضرور لگا دیتی ہیں۔ یہ پرندوں کی ہمارے مکان پر آ کر سیوئیں کھانے کی پرانی یادگار ہے۔ قدیم زمانے میں سوئیاں کافی زمانہ تک پرندوں کو کھلائی جاتی تھیں۔ ۶۲

اس تیوہار پر مسلمانوں اور مسلمان بادشاہوں نے بھی انسانی ہمدردی، ایکتا و بھائی چارگی اور محبت و رواداری کا شاہکار نمونہ پیش کیا ہے۔ اگر کسی ہندو عورت نے کسی مسلمان حاکم یا عام انسان کو اپنا بھائی سمجھ کر راکھی باندھی ہے تو اس نے انصاف اور دیانت کے ساتھ اس بہن کی حتی الامکان مدد کی ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار ریاست اودے پور پر بہادر شاہ والئ گجرات نے حملہ کیا تو رانی نے ہمایوں بادشاہ کے پاس راکھی بھیج کر مدد چاہی۔ ہمایوں حالانکہ مسلمان تھا اور اس وقت بنگالہ کی مہم میں مصروف تھا۔ راکھی پاتے ہی مہم چھوڑ کر اودے پر روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے اس کے پہنچنے سے پہلے بہادر شاہ نے اودے پور فتح کر لیا اور رانی ستی (सती) ہوگئی۔ ہمایوں نے انتقام کی غرض سے فوراً گجرات پر حملہ کیا اور بہادر شاہ کو سخت سزا دی جو کہ مسلمان تھا۔ بہادر شاہ اسی سزا کی تکلیف کے باعث دنیا سے چلا گیا لیکن ہمایوں نے ہندو رانی کی راکھی کی لاج رکھ کر انسانی ہمدردی و رواداری کی بہترین مثال قائم کر دی۔ ۶۳

شراونی (श्रावणी) ہندو مذہبی کتب کے مطابق رکچھا بندھن اور شراونی خالص برہمنوں کے تیوہار ہیں۔ رکچھا بندھن کی طرح یہ تیوہار بھی پورنماشی کے دن منایا جاتا ہے لیکن اس کی تاریخ و دن کے تعلق سے ہندو علماء کے مابین کافی اختلاف ہے۔ رِگویدی، یجرویدی اور سام ویدی برہمنوں نے علاحدہ علاحدہ وقت بیان کیا ہے۔ رگویدی علماء نے شرون نکھشتر، ہست نکھشتر اور پنچمی کو بہتر بتایا ہے لیکن خصوصیت شرون نکھشتر میں بیان کی ہے۔ یجرویدی پنڈتوں نے ساون کی پورنماشی کو ہی تسلیم کیا ہے اور سام ویدی لوگ شراونی کا وقت بھادوں شدی میں ہست نکھشتر مانتے ہیں۔ پھر ان تینوں جماعتوں کے درمیان بھی کافی فرق ہے۔ ۶۴

حقیقت کچھ بھی ہو لیکن عام طور سے یہ تیوہار ساون مہینے کے شکل پکچھ کی پورنماشی کو ہی منایا جاتا ہے۔ رکچھا بندھن کی طرح یہ تیوہار بھی دراصل اندر دیوتا کے راکچھسوں (राक्षस) پر فتح پانے کی یادگار ہے جو اس کو اندرانی (इन्द्राणी) کے ذریعہ باندھی گئی رکچھا کی پوٹلی کے سبب حاصل ہوئی تھی۔ ۶۵

طریقہ (विधि): دھرم شاشتروں (धर्म शास्त्र) میں اس کا طریقہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آج کے دن قریب کے تالاب یا دریا پر جا کر برہمن (पुरोहित) کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق شراونی (श्रावणी) عمل کرے۔ جسمانی پاکی کے لیے دودھ، دھی، گھی وغیرہ کو پیئے اور شاشتر کے مطابق بنائی ہوئی ویدی (پوجا کا چبوترا) پر ہوشیہ (हविष्य) یعنی چڑھائے جانے والے اناج، اُبالے ہوئے چاول وغیرہ سے آھوتیاں دے۔ اس کے بعد رواں پانی کے سامنے پانی میں کھڑے ہو کر سورج کی تعریف (स्तुति) کرے پھر آرندھتی اور سات رشیوں (ऋषि) کی پوجا کر کے دھی اور ستو کی آھوتیاں دے اس کو اتسرجن (उत्सर्जन) کہتے ہیں۔ ٦٦

اس موقع پر لوگ سمندری کناروں پر بھی جاتے ہیں اور سمندر کو پھول اور ناریل چڑھاتے ہیں۔ ساون کی پورنماشی کو سمندر میں طوفان کم اُٹھتے ہیں اور ناریل وغیرہ بھی اسی لیے چڑھائے جاتے ہیں کہ وہ تجارت والے جہازوں کو فائدہ دے سکیں۔ ٦٧

ساون پورنماشی کو کجری نومی (कजरी नवमी) کا بھی تیوہار منایا جاتا ہے۔ اس دن کجری کا جلوس نکالا جاتا ہے۔ کجری بوئی جانے والی تاریخ کو کجری کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اولاد نرینہ والی عورتیں کجری بوتی ہیں اور بھگوتی کی پوجا کی جاتی ہے۔ ایک پالنا، نیولے کا بچہ اور ایک عورت کی تصویر ہلدی سے بنائی جاتی ہے اور ورت (व्रत) رکھا جاتا ہے۔ ٦٨

ماہ بھادوں کے تیوہار

ہندو دھرم شاشتروں اور دھرم آچاریوں کے مطابق بھادوں کے مہینے میں تقریباً ایک درجن سے زیادہ تیوہار منائے جاتے ہیں۔ جن میں سے بعض خصوصی اہمیت و شہرت کے حامل ہیں اور باقی دیگر مذہبی لحاظ سے تو اہم ہیں لیکن عوام الناس میں زیادہ مقبول و مشہور نہیں، جن کا مختصر خاکہ اس طرح ہے۔

ہربلی: بھادوں کو تیسری تاریخ کو ''ہربلی'' تیوہار منایا جاتا ہے۔ یہ عورتوں کا تیوہار ہے جس میں وہ پھولوں اور خوشبوؤں کو ایک دوسرے پر اُچھالتی ہیں اور ساری رات کھیلتی رہتی ہیں اور دوسرے دن صبح تالاب میں نہا کر دان وخیرات کرتی ہیں۔ ٦٩

گنیش چوتھ: ہندی مہینوں کے ہر شکل پکچھ کی چوتھی تاریخ کو گنیش چوتھ (गणेश चौथ)
کہا جاتا ہے اور اس دن گنیش (ہاتھی) کی پوجا کی جاتی ہے لیکن بھادوں شکل پکچھ کی چوتھی تاریخ
گنیش جینتی (गणेशजयन्ती) تیوہار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ یہ تیوہار سارے ہندوستان میں
منایا جاتا ہے مگر دکھن میں اس کا زیادہ رواج ہے۔ بنگال میں اس موقع پر شوجی کے آٹھ گنوں کی
پوجا ہوتی ہے۔ اس جینتی کا نام ڈنڈا چوتھ بھی ہے کیوں کہ اس دن گنیش جی کی مورتی کے سامنے لکڑی
کے عمدہ و بہترین ڈنڈے رکھے جاتے ہیں اور سونے، تانبے یا مٹی کی رنگی ہوئی گنیش کی مورتی بنا کر
یا بازار وغیرہ سے خرید کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ آج کے دن پورب اور راجپوتانہ کی عورتیں پانی
میں سفید تل پھینک کر اس سے غسل کرتی ہیں اور لون بھر برت (व्रत) رکھ کر اور گنیش کی پوجا کر کے
رات کو چاند نکلنے سے پہلے کھانا کھاتی ہیں۔ اس دن رات کے وقت چاند دیکھنا کچھ مہرشیوں نے منع
کیا ہے کہ جو ایسا کرتا ہے اس پر چوری کا جھوٹا الزام لگتا ہے اور جو غلطی سے ایسا کرتا ہے وہ دوسرے
کے گھروں میں پتھر پھینکتا ہے اس لئے اس کو پتھر چوتھ بھی کہتے ہیں۔ ۷۰

ہرتالکا تیج

یہ سہاگن عورتوں کا ورت (व्रत) ہے جو بھادوں کے شکل پکچھ کی تیسری تاریخ کو ہوتا
ہے۔ اس کو گوری کا ورت بھی کہتے ہیں۔ یہ دراصل گور یعنی پاروتی جی کی یاد میں کیا جاتا ہے۔
ہندو مذہبی کتب میں مذکور ہے کہ ہماچل جی کی لڑکی پاروتی جی نے مہادیو سے شادی کرنے کا عہد
کیا تھا۔ انہوں نے اس کے لیے بڑی تپسیا کی اور آخر بھادوں شدی کی تیسری تاریخ (तीज) کو مع
اپنی سہیلیوں کے پاروتی نے بھگوان کا پوجن کر کے بڑی عقیدت سے یہی وردان مانگا تھا، جو
منظور ہوا اور مہادیو سے پاروتی کی شادی ہوگئی اور آج انہیں کی یاد میں یہ تیوہار اس نیت سے
منایا جاتا ہے کہ جس طرح پاروتی جی نے بھگوان کی پوجا کر کے اور ورت رکھ کے اپنے شوہر کا سکھ
پایا ویسے ہی ہم بھی پاتی رہیں گی۔ اسی لیے اس دن عورتیں روزہ رکھ کر اپنے شوہر اور بچوں کی جان
کی حفاظت کی دعا کرتی ہیں اور کھانے کی عمدہ چیزیں بنا کر بزرگ عورتوں کو نذر کرتی ہیں۔ اس
موقع پر بعض قوموں میں ہاتھی کی بھی پوجا کی جاتی ہے اور دولت کی دیوی لکشمی (लक्ष्मी) سے

کامیابی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ اس دن عورتیں رات جاگ کر ایشور کی تعریف کے گیت وراگ گاتی ہیں۔ مہاراشٹر وغیرہ میں یہ تیوہار بہت مشہور ہے اور بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اور سہاگ کی دیوی پاروتی جی کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس ورت یا تیوہار کے منانے کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ اس دن علی الصبح اُٹھ کر تل اور آملہ یا تیل اور ترفلہ کا ابٹن یا لیپ کر کے اسنان کرنا چاہیے پھر ریشمی لباس پہن کر ورت کا ارادہ (संकल्प) کرنا چاہیے کہ میں بھادوں شدی تیج کو پاروتی اور مہادیو کو خوش کرنے والی اس ہرتالیکا تیج کا ورت کرتی ہوں۔ اس کے بعد گنیش پھر پاروتی اور مہادیو کا پوجن کرے، نذرانہ پیش کرے، بھجن کرے، رات کو بھی بھجن کے ساتھ جاگرن کرے اور چاند کے نکلنے پر ورت کھول کر پھل، پوری، کچوری اور مٹھائی وغیرہ کھائیں۔ موجودہ زمانے میں عورتیں پاروتی شولنگ اور پاروتی کی کسی سہیلی (सखी) کی مٹی کی مورتیاں خرید کر بھی پوجتی ہیں۔ [۱]

ہل ششٹھی: ہندوؤں میں اس تیوہار کو پرچھٹ، ہل چھٹھ اور جیون ششٹھی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ بھادوں کے کرشن پکچھ کی چھٹی تاریخ کو ہل ششٹھی اور شری کرشن کے بڑے بھائی بلرام (बलराम) کے جنم کی خوشی میں بلا پوچھٹھ کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ ان دونوں تیوہاروں پر ہل اور موسل کی پوجا ہوتی ہے۔ اولاد نرینہ کی منت وخواہش کے لیے ورت رکھا جاتا ہے۔ زیادہ تر عورتیں اس تیوہار کا ورت رکھتی ہیں روزہ رکھا جاتا ہے۔ بھینس کا گھی، دودھ، دھی کام میں لیا جاتا ہے، بھینس کے مکھن کا ھوم کیا جاتا ہے۔ اس دن سات قسم کے اناج جیسے گیہوں، چنا، جوار، ارھر، دھان، مونگ اور مکہ براہمنوں کو دان میں دیئے جاتے ہیں۔ یہ تیوہار ویش (वैश्य) لوگوں میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس موقع پر اکثر تو میں اناج سے پرہیز کرتی ہیں اور ہل جوتنے پر جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں ان کو نہیں کھاتی ہیں بلکہ صرف پھل ہی کھاتی ہیں۔ اور جان ومال کی حفاظت کی دعا کرتی ہیں۔ [۲]

رشی پنچمی: بھادوں کے شکل پکچھ کی پانچویں تاریخ کا نام رشی پنچمی (ऋषि पन्चमी) ہے۔ پرانوں میں اس تیوہار کے ورت (व्रत) کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے ابتداء میں یہ ورت سبھی طبقات (वर्ण) کے لوگوں کے لیے جاری تھا لیکن اب یہ زیادہ تر عورتوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ

ہے کہ عورت جب حائضہ (मासिक धर्म वाली) ہوتو اس سے مباشرت کرنا پاپ میں داخل ہے اب اگر کوئی بھول سے یہ غلطی کر بیٹھے تو اس پاپ سے نجات پانے کے لیے ہندو دھرم گرنتھوں کا حکم ہے کہ وہ یہ ورت رکھے۔اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس دن اروندھتی (अरुन्धती) کے ساتھ سات رشیوں کی پوجا کرنی چاہیے، ہل سے پیدا کیا ہوا اناج نہیں کھانا چاہیے۔یہ ورت سات سالوں کا ہوتا ہے، سات گھڑے ہوتے ہیں اور سات برہمن مدعو رہتے ہیں جنہیں آخر میں سات رشیوں کی مورتیاں دان میں دی جاتی ہیں۔یہ ورت حائضہ عورت اور حیض سے آزاد بوڑھی عورت نہیں رکھ سکتی بلکہ جوان عورت بھی اسی صورت میں رکھ سکتی ہے جب وہ حائضہ ہونے سے پہلے لڑکپن ہی میں پہلی بار رکھ چکی ہو۔اس ورت کے ذریعہ ہندو محققین کے نزدیک جسم کی اندرونی کثافت بھی دور کی جاتی ہے۔ ۳۱ے

اننت چودش: یہ تیوہار بھادوں کے مہینے کے شکل پکچھ کی ۱۴ رویں تاریخ کو منایا جاتا ہے۔اس میں اننت کی صورت میں ہری (हरि) کی پوجا ہوتی ہے۔مرد داہنے اور عورتیں بائیں ہاتھ میں اننت (अनन्त) یعنی زرد رنگ کا دھاگا باندھتی ہیں اور اس میں چودہ گرہ بھی لگائی جاتی ہیں۔اس کو چودش یا چتر دشی (चतुर दशी) اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ چاند کے چودھویں دن منایا جاتا ہے۔اور دھاگے کو عام لوگوں میں اننت کہا جاتا ہے۔یہ ذاتی وانفرادی پوجا کا دن ہے اس کا کوئی اجتماعی یا سماجی مذہبی جشن نہیں ہوتا۔بلکہ عورتیں اپنی اور اپنے شوہروں اور بچوں کی نئی زندگی کے واسطے اننت بھگوان سے دعا مانگتی ہیں اور اننت تعویز بنا کر خود استعمال کرتی ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خود کو تلسی کے پتوں سے پانی چھڑک کر پاک کرتے ہیں اور پھر منتر پڑھ کر نہاتے ہیں اور تعویز پہنتے ہیں۔اس دن مکمل ورت نہیں رکھا جاتا ہے صرف نمک کھانے کی ممانعت ہوتی ہے۔کھیر اس روز کا خاص کھانا ہوتا ہے۔اس تیوہار میں ہری کی مورتی کی جو کلش کے پانی میں رکھی ہوتی ہے پوجا ہوتی ہے۔دھرم گرنتھوں کے مطابق اس ورت رکھنے والے کو دھان کے آٹے کی روٹیاں بنانا چاہئیں جن میں سے آدھی برہمن کو دے اور آدھی خود کھائے۔یہ ورت خاص طور سے ندی کے کنارے پر کرنا چاہیے جہاں ہری (हरि) کی کتھائیں سننی چاہئیں۔پوجا کے بعد اپنے ہاتھ کے اوپر، یا گلے میں اننت باندھنا یا لٹکانا چاہیے۔یہ تیوہار درحقیقت وشنو مہاراج کی پوجا کرنے اور یادگار منانے کا دن ہے۔اس تیوہار کے منانے کے پیچھے بہت سی

کہانیاں وواقعات مذکور ہیں جن کے ذکر کی یہاں قطعاً گنجائش نہیں۔ ۴ے

وامن دوادشی: یہ تیوہار بھی بھادوں مہینہ کا اہم تیوہار ہے۔ جو اس ماہ کے شکل پکچھ کی ۱۲ رویں (द्वादशी) کو منایا جاتا ہے۔ اس کو وامن دواشی (वामन द्वादशी) اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن وِشنو (विष्णु) نے وامن اوتار کے روپ میں جنم لیا تھا تا کہ راجہ بلی کی تمام سلطنت دان میں لے کر راجہ بلی کو پاتال کی دنیا میں بھیج دیا جائے۔ راجہ بلی سلطنت بابل کا مہاراجہ تھا جو شہر مصر سے آگے آباد تھا۔ یہ بادشاہ انتہائی نیک اور سخی تھا۔ اس کی سخاوت فضول خرچی کی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور اس کا اسے بڑا غرور تھا اور اس کی نیکی وسخاوت خاص طور سے برہمنوں اور اپنی ہم قوم دیت رعایا تک محدود تھی۔ دوسری قوم جس کا نام دیوتا مذکور ہے وہ اس سے بہت ناراض تھی اور اسی وجہ سے وامن جی کا اوتار ہوا۔ دامن نے راجہ بل کے پاس جا کر تین قدم زمین مانگی۔ وامن جی چوں کہ بونے انسان کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اس لئے راجہ بل نے یہ سوچ کر کہ بونے انسان کے تین قدم برابر زمین ہی کتنی سی ہوگی منظوری دے دی۔ منظوری ملنے کے بعد وامن جی نے اپنا جسم اتنا بڑھا دیا کہ وہ تین قدم تمام دنیا میں پھیل گئے اور راجہ بل کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ راجہ بل ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا تھا جو عوام کے لیے تباہی کی علامت تھا ہندو محققین کے مطابق اس تیوہار سے سبق ملتا ہے کہ دولت کے نشہ میں چور ہو کر غرور، تعصب اور کمزوروں پر ظلم کرنے سے سوائے تباہی وبربادی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ۵ے

طریقہ: اس کے منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دن پہلے گیارہ کو ورت رکھا جائے رات کو وامن کی پوجا کی جائے۔ سونے چاندی یا بانس کے برتن میں وامن اوتار کی طلائی مورتی کو رکھا جائے۔ برہمن پجاری (पुरोहित) سے پوجن کرا کے پھلوں سے بانس کے برتن کو بھر کر ایک صاف کپڑے سے ڈھک دیا جائے اور ایک ہرن کی کھال میں تلوؤں کو رکھے پھر باقاعدہ پوجن کرے اور برہمنوں کو کھانا کھلائے اور دان دے۔ وامن دوادشی کو اندر (इन्द्र) دوادشی بھی کہتے ہیں اس روز استاد لڑکوں کا جلوس نکال کر ان کے والدین کے مکان پر جاتے ہیں اور اپنی سال بھر کی تعلیمی محنت کی جانچ پڑتال کراتے ہیں۔ لڑکے چٹے بجا کر اپنے یاد کئے ہوا شلوک ومنتر وغیرہ سناتے ہیں والدین خوش ہو کر اساتذہ کی حوصلہ افزائی ونذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ۶ے

رادھا اشٹمی

رادھا اشٹمی ہندوؤں کا مشہور تیوہار ہے جو بھادوں کے شکل پکچھ کی آٹھویں تاریخ کو رادھا جی کے جنم کی یاد میں منایا جاتا ہے۔آج ہی کے دن شری برکھ بھان جی کے گھر میں ان کا جنم ہوا تھا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق یہ شری کرشن کی طاقت سے پیدا ہوئی تھیں اسی لیے وہ شری کرشن پر دل وجان سے فداء تھیں اور اپنے شوہر کو چھوڑ کر شری کرشن کی محبت میں گم تھیں۔ اس تیوہار کو پورب میں دوبڑی بھی کہا جاتا ہے اور خاص طور سے یہ برج (ब्रज) میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر عورتیں مٹی کی گائے اور بچھڑا بنا کر پٹرے پر رکھ کر پوجتی ہیں اور بھیگے ہوئے چنے، موٹھ چاول، اور لڈو وغیرہ کھاتی ہیں۔ یہ پوجن اور ورت صرف عورتیں کیا کرتی ہیں لیکن بھگوت بھگت اس دن جنگل میں مورتی کی پوجا اور بھگتی کرتے ہیں۔ ۷۷

موجودہ زمانے میں عورتیں مٹی کے علاوہ پیتل، سونا یا چاندی کی مورتی بنا کر اپنے گھروں میں پوجا کرتی ہیں، گھروں اور گلیوں میں رادھا اور کرشن کے مندروں میں رادھا اور کرشن کی جھانکیاں سجائی جاتی ہیں۔ پوجا کر کے عورتیں برہمن پجاری کا تلک کرتی ہیں، بھوجن کراتی ہیں اور دان دیتی ہیں۔ بعض دولت مند عورتیں سونے اور چاندی کی رادھا کرشن کی مورتیاں بھی دان کرتی ہیں۔ اس موقع پر بہت سے مقامات پر رقص اور بھجن کی محفلیں بھی منعقد ہوتی ہیں۔ ۷۸

کرشن جنم اشٹمی

کرشن جنم اشٹمی (कृष्णाजन्माष्टमी) یا کرشن جینتی (कृष्ण जयन्ती) ہندوؤں کا بہت ہی مبارک ومقدس تیوہار ہے جو پورے بھارت میں بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے اور تمام تیوہاروں اور ورتوں (व्रतों) میں سب سے افضل واعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے چوبیس اوتار ہوئے ہیں ۱۴ انش اوتار (अंश) یعنی جزوی اوتار اور دس کامل اوتار (पूर्ण अवतार) ان تمام میں شری رام اور شری کرشن کو سب سے کامل اور عظیم مانا جاتا ہے۔ بھادوں ماہ کے کرشن پکچھ کی بعض کے نزدیک ساون

ماہ کے کرشن پکچھ کی آٹھویں (अष्टमी) کو ہزاروں سال قبل یہی مہان کرشن اوتار وراجمان ہوئے جن کے جنم و پیدائش کی خوشی میں آج جنم اشٹمی یا کرشن جینتی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔۷۹

شری کرشن کی پیدائش کے تعلق سے ہندوؤں میں بہت سی باتیں و کہانیاں مشہور ہیں انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی پیدائش پر تمام فرشتے ان کی زیارت کے واسطے اپنے اپنے ہوائی جہاز (विमान) پر سوار ہو کر آئے تھے۔ اسی کی یادگار میں ددھ کاندوں کا میلہ ہوتا ہے اور بعض لوگ ان کی یاد میں نو دن تک تیوہار مناتے ہیں۔ ۸۰

کرشن جنم اشٹمی کا تیوہار یوں تو سارے ہندوستان میں بڑی عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے لیکن متھرا اور برنداون (वृन्दावन) میں اس کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ کرشن اور رادھا کی مورتیاں و مندر خاص طور سے سجائے جاتے ہیں اور جگہ جگہ لیلاؤں و ناچ گانوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ شری کرشن نے شریمد بھاگوت (श्रीमद भागवत) میں خود فرمایا ہے:

''تیرتھ یاترا پرو (पर्व) اور دھرم کے جشنوں و تیوہاروں کے موقعوں پر لوگ میری مورتی کے سامنے خوب گا کر اور ناچ کر مجھ کو خوش کریں۔ ۸۱

ہندو مذہبی کتابوں اور دھرم گروؤں نے شری کرشن کی بہت عظمت بیان کی ہے۔ ان کے مطابق شری کرشن وہ مہان اوتار ہیں کہ دنیا بھر کے عظیم ترین اور مکمل انسانوں سے لے کر دیوتاؤں اور باقی دوسرے تمام اوتاروں نے آپ کو قابل تعظیم قرار دیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اس زمانے تک بہت سے بڑے بڑے اوتار آئے لیکن کسی نے پیدا ہونے کے بعد سے ہی وہ حیرت انگیز کام نہ کیے جو آپ نے کئے تھے اور نہ ہی کسی نے خود کو آپ کی طرح سرو شکتی مان برہم (सर्वशक्तिमान ब्रहम) کہا۔ آپ کی جیسی طاقت ور شخصیت پانچ ہزار سال پہلے نہ کبھی آئی اور نہ اب شاید لاکھوں سال تک آئیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کرپا ساگر (कृपा सागर) بھگتوں کے محافظ (भगतों के रक्षक) اور تمام دنیا کے مالک ہیں تمام دیوتاؤں اور دیگر سب اوتار آپ کے ہی سروپ (स्वरुप) یعنی پرتو ہیں۔ ۸۲

شری کرشن کی پیدائش کی بڑی درد بھری کہانی ہے کہ آپ کا ماما کنس متھرا کا راجہ تھا جو انتہائی ظالم و سفاک تھا۔ کنس ایک بار اپنی بہن دیوکی (देवकी) اور بہنوئی وسودیو (वसुदेव) کو بیش

قیمت رتھ پر بٹھا کر اور خود رتھ بان بن کر مع قیمتی ساز وسامان کے ساتھ چھوڑنے کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں آسمان سے آواز آئی کہ جس بہن کو تو اتنے پیار اور شان وشوکت سے چھوڑنے جا رہا ہے اسی کا آٹھواں لڑکا تیری ہلاکت کا باعث ہوگا اور تو کسی طرح نہ بچ پائے گا۔ یہ سن کر کنس (कंस) طیش میں آگیا اور اپنی بہن کو مارنے کا ارادہ کر لیا لیکن وسودیو کے سمجھانے سے باز آگیا۔ آخر کار کنس نے دونوں کو جیل میں بند کروا دیا اور یکے بعد دیگرے ۶ / بچے پیدا ہوتے ہی قتل کر ڈالے۔ ساتواں بچہ بلرام تھا جو شیش ناگ کا اوتار تھا اس کے پیدا ہوتے ہی وسودیو کی دوسری بیوی کے جو لڑکی روہنی پیدا ہوئی اس سے تبدیل کر دیا گیا اس لئے وہ بچ گیا۔ آٹھویں حمل میں خود شری کرشن نے اپنی ماں دیوکی اور باپ وسودیو کو درشن دے کر فرمایا ہمیں یہاں سے گوکل میں نند جی کے گھر چھوڑ آؤ اور کوئی خوف نہ کرو ہمیں کوئی نہیں مار سکتا۔ چنانچہ وہ آپ کے ساتھ جیسے ہی جیل کے دروازے کے پاس پہنچے دروازہ خود بخود کھل گیا اور سارے سپاہی گہری نیند سو گئے۔ گوکل میں نند جی کی عورت کے پیٹ سے اُسی رات ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی وسودیو اس کو اٹھا لائے اور کرشن کو وہاں سلا آئے۔ اگلے دن جب دیوکی کے بچہ پیدا ہونے کی خبر کنس نے سنی تو اس کو اٹھا کر پتھر پر پٹکا لیکن وہ سیدھی آسمان پر چڑھ گئی اور بآواز بلند بولی ظالم تیرا مارنے والا پیدا ہو گیا ہے۔ مختصر یہ کہ کنس نے کرشن کو ہنڈولہ جھولنے اور بچپن کے زمانے میں کئی کئی ظالموں (राक्षसों) کو ختم کرنے کے لیے بھیجا لیکن آپ نے سب کو ہلاک کر دیا۔ کنس کا چانڈور نامی زبردست پہلوان آیا تو اس کو بھی ختم کر دیا اور ایک ہاتھی بھی مار ڈالا اور پھر ایام طفولیت میں ہی کنس کے دربار میں پہنچے اور اس کو گردن سے پکڑ کر نیچے پٹک دیا اور وشرام (विश्राम) گھاٹ تک اس کو گھسیٹ کر لے گئے اور طمانچے مار مار کر مار ڈالا۔ اسی جگہ کنس کی لاش کے ساتھ اس کی عورت کی ستی (सती) ہوئی۔ کنس کو مار کر آپ نے اوگرسین اور اپنے والدین کو جیل سے آزاد کرایا اور کچھ عرصہ بعد آپ متھرا سے دوارکا جی میں تشریف لے گئے۔ ۸۳

طریقہ (विधि): جنم اشٹمی کے تعلق سے ہندو دھرم گرنتھوں نے بہت سے مذہبی احکام واعمال بیان کئے ہیں جن میں سے چند خاص اس طرح ہیں کہ اس دن ورت (व्रत) رکھنا چاہیے اور ورت کے دن علی الصبح ورت رکھنے والے کو سورج، سوم (چاند) یم کال، صبح وشام، پانچ

بھوتوں، دن، رات، ہوا، دِکپالوں (दिकपाल)، زمین، آسمان، کھیچروں (ہوا، سمتوں کے باشندوں) اور دیووں کا آہوان (आहवान) کرنا چاہیے جس سے وہ موجود ہوں۔ آدھی رات کو چاند کے نکلنے پر یہ ورت کھولا جاتا ہے۔ اس تیوہار پر تمام دن شری مدبھاگوت (श्रीमद-भागवत) پڑھنا اور سننا چاہیے اور کرشن جی کی بھکتی کرنی چاہیے اور ان کی کتھا کہی جانی چاہیے۔ رات کو جاگرن کرنا چاہیے اور رقص وسرور کی محافل کا انعقاد کرنا چاہیے کہ شری کرشن نے شری مدبھاگوت گیتا میں خود فرمایا ہے:

تیرتھ یاترا، پرو اور دھرم کے جشنوں (उत्सव) کے موقعوں پر لوگ میری مورتی کے سامنے خوب گا کر اور ناچ کر مجھے خوش کریں۔ اسی کا نام ہری کیرتن (हरि कीर्तन) ہے۔

نیز برہمنوں کو کھانا کھلانا چاہیے اور ان کی شایانِ شان دان دے کر ان کو خوش کرنا چاہیے۔

دورِ حاضر میں اس دن کرشن ورادھا کی جھانکیاں سجائی جاتی ہیں اور رات میں کرشن مندروں میں راس لیلا ہوتی ہے اور جوان مرد و لڑکیاں، مرد و عورتیں مست ہو کر رقص کرتے ہیں۔

ماہ کنوار (अश्विनी) کے تیوہار

ہندو مذہبی کتب میں کنوار کے مہینے کا آشون یا اَشونی (आश्विन-अश्विनी) کے نام سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ دھرم شاستروں کے مطابق اس مہینے میں مختلف تیوہار منائے جاتے ہیں جیسے پتر پکھش (पितृ पक्ष) وجے دشمی (विजय दशमी) شرد پورنما (शरद पूर्णिमा) جیوت پتر کا ورت (ज्योति पितृ का व्रत) نودرگا (नौ दुर्गा) اِندرا ایکادشی (इंदिरा एकादशी) دیو پکھ (देवपक्ष) نوراترا، دُرگا کھشٹی اور پاپا کشی ایکادشی وغیرہ [۸۵]

مذکورہ بالا تیوہاروں میں یوں تو سبھی تیوہار مذہبی حیثیت سے اپنا ایک مقام رکھتے ہیں لیکن نوراتر یا دُرگا اتسو (नौरात्र-दुर्गा उत्सव) اور وِجے دشمی یا دسہرہ (विजय दशमी-दसहरा) کو اعلیٰ درجے کی اہمیت حاصل ہے۔ ذیل میں ہم انہیں خصوصی دو تیوہاروں کا جائزہ لیں گے۔

نوراترہ یا دُرگا اتسو (नवरात्र या दुर्गोत्सव)

نوراترہ یا نودُرگا کا تیوہار پورے بھارت میں کنوار یعنی آشون کے شکل پکھ (शुक्ल

(पक्ष) کی پہلی تاریخ سے لے کر نویں تاریخ تک کسی نہ کسی صورت میں منایا جاتا ہے۔ ہندو مذہبی کتب کے مطابق یہ ایک عظیم (महान) اور انتہائی پاک ورت (व्रत) تیوہار ہے جو بڑی بڑی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔ مثلاً سبھی دشمنوں کا خاتمہ کرتا ہے، سبھی لوگوں کا بھلا کرتا ہے خاص طور سے پریشانی کے حالات میں۔ یہ ورت و تیوہار پاک یگوں کے لیے برہمنوں، کاشت کاری کے لیے چھتریوں (क्षत्री)، گودھن (गौधन) کے لیے ویشوں (वैश्यों)، لڑکوں اور راحتوں کے لئے شودروں (शूद्रों)، خوش نصیبی (सौभाग्य) کے لیے عورتوں اور زیادہ مال و دولت کے لیے مال داروں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ یہ تیوہار سب سے پہلے شنکر وغیرہ کے ذریعہ منایا گیا تھا۔ [86]

ہندوستانی تقویم کے حساب سے سال میں بارہ ماہ ۳۶۰ دن ۲۴ پکچھ (पक्ष) اور ۴۰ نوراتری (नौरात्रि) ہوتے ہیں جس میں کنوار (आश्विन) کے نوراتر کے ورت و تیوہار ثواب وعذاب کی نوعیت سے سب سے بلند و بالا مقام رکھتے ہیں۔ ہندو دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے کہ جو شخص غفلت فریب یا بے وقوفی میں پڑ کر دُرگا اُتسو تیوہار نہیں کرتا اس کی سبھی تمنائیں پر جلال دیوی کے ذریعے ختم کردی جاتی ہیں اور جو اس کو کرتا ہے اس کو بے مثال کمال اور دھرم، دولت، خواہش اور نجات دہندہ کامیابیوں کا حصول ہوتا ہے۔ [87]

ہندو محققین کا ماننا ہے کہ یہ تیوہار جان و مال کے محفوظ ہونے کی خوشی اور شکریہ کے اظہار کے طور پر منایا جاتا ہے کیوں کہ نوراتر یا نودرگا کے موقع پر انسان بہت سی آفات وبلیات سے نجات پالیتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہندو مفکر منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں کہ:

''نودرگا یا نوراتر کے زمانے میں چوں کہ آندھی، طوفان اور وبا کا تھوڑا بہت اثر قائم رہتا ہے اس لئے اس کو بالکل ختم کرنے کے واسطے شروع کنوار میں نو دن تک نو دُرگا کا ورت کیا جاتا ہے اور ہندو اپنی جان بچنے کی خوشی میں فتح کے شادیانے ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں اور مرد وعورتیں راگ گاتے ہیں اور دُرگا یعنی فتح اور فنا کی دیوی کا ہر روز دھیان کر کے ایشور سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اسی طرح ہمیشہ ان کی جان بخشی کریں اور وباؤں پر فتح نصیب کریں۔ اسی زمانے میں فصل خریف تیار ہو جاتی ہے اور اس کا اناج گھروں میں آنے لگتا ہے اور لوگ دولت مند بن کر بے فکر ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی خوشی اور اظہار شکریہ کا دوسرا اصلی باعث ہے چوں کہ نودرگا کے

زمانے میں زندگی کی کشمکش کا خاتمہ ہونے لگتا ہے اس لئے نو دن تک برت رکھنے کے علاوہ مکان کی صفائی شروع کی جاتی ہے اور چراغ خیرات کئے جاتے ہیں کیوں کہ وبائی امراض کا اثر دور کرنے کے واسطے چراغ جلانا نہایت مفید ہے۔۸۸

طریقہ (विधी): نوراتری یا دُرگا اتسو کے موقع پر دُرگا بھگوتی، سرسوتی دیوی اور دیگر دیویوں کا پوجن کیا جاتا ہے۔ مرد وعورتیں کہیں کہیں تو رات دن برابر نو دنوں تک ورت (व्रत) رکھتے ہیں آٹھویں کو کنوارے لڑکوں اور لڑکیوں کو بھوجن کھلایا جاتا ہے اور دیوی کا پوجن ہوتا ہے۔۸۹

ایک سال کی عمر سے ۱۰ رسال کی عمر تک کی لڑکیوں اور لڑکوں کا بھی پوجن ہوتا ہے اور ان کی ضیافت کر کے برہمنوں کو ناریل، پھول، مٹھائی، آٹا، روپیہ وغیرہ دان میں دیا جاتا ہے۔

ہندو دھرم گرنتھوں نے اس تیوہار پر بہت سے مذہبی احکام ورسومات بجالانے کا حکم دیا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ ما قبل گزر چکا اور بعض اس طرح ہیں کہ کنوار (अश्विनी) شکل پکچھ کی پہلی تاریخ سے ۹ ردن دسویں تک پوجا اور ورت کیا جانا چاہیے۔ شکل پکچھ کی پہلی تاریخ کو گھڑا (घट) رکھنا چاہیے، علی الصبح اٹھ کر اسنان کرنا چاہیے۔ اور زمین (पृथ्वी) چھو کر پوجا کر کے اور دوب گھاس، پانچ رتن (पंचरत्न) اور پانچ نئے پتے گھڑے میں ڈال کر اس پر کپڑا لپیٹنا چاہیے۔ اور گیہوں اور جو سے بھرا برتن گھڑے پر رکھ کر ورون (वरुण) دیوتا کا پوجن کرنا چاہیے اور بھگوتی کا آھوان (आहवान) کرنا چاہیے۔۹۰

دسویں تاریخ کو اسنان، آچمن (आचमन) کے بعد ۱۶ ر اُپچاروں (उपचारों) کے ساتھ پوجا کرنی چاہیے اور بہت سے مذہبی اعمال کی ادائیگی کے بعد اور مورتی سے ملحق بہت سی اشیاء کو ہٹا کر کسی ندی یا تالاب کے پاس جا کر گیت اور سنگیت اور رقص کے ساتھ منتر پڑھ کر مورتی کو بہا دینا چاہیے۔۹۱

مذکورہ بالا احکام واعمال کے علاوہ نوراتری کی ایک خاص عبادت بلی (बली) چڑھانا بھی ہے۔ دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے کہ آٹھویں تاریخ کو پوجا، نویں کو بلی اور دسویں کو دیوی کی مورتی بہانے کا عمل کرنا چاہیے۔۹۲

نوراتری یا دُرگا پوجا کے تیوہار پر دُرگا اور بھیرو (भैरव) کی تعظیم کے لیے مختلف جانوروں کی بلی چڑھانے کا حکم ہے مثلاً پرندہ، کچھوا، مچھلی، نو طرح کے جانور جیسے ہرن، بھینسا، بیل، بکری اور نیولہ وغیرہ۔ یہ تمام جانور نر ہونے چاہئیں مادہ جانوروں کی بلی ممنوع ہے نیز بلی کے جانوروں کے کان وغیرہ کٹے ہوئے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ صحیح وسالم ہونے چاہئیں۔ اس موقع پر عام طور سے بھینسے اور بکرے کاٹے جاتے ہیں۔ ۹۳

دسہرا یا وجے دشمی (दसहरा-विजय दशमी)

آشون ماہ (अश्विन) یعنی کنوار کے شکل پکچھ کی دسویں تاریخ (दशमी) کو یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ اس کو وجے دشمی اور دسہرہ دونوں ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ دسہرہ سنسکرت کا لفظ ہے جو اصل میں دش ہرہ سے بنا ہے جس کا مطلب ہے دس پاپوں کا خاتمہ کرنے والا۔ یا یہ دس پاپ ہرے سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تمام تکالیف رفع کرنے والا۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق دسہرہ جن دس پاپوں کا خاتمہ کرتا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) چوری (۲) قتل (۳) زنا (۴) جھوٹ (۵) گالی دینا (۶) چغلی کرنا (۷) بیہودہ باتیں کرنا (۸) حسد (۹) نفرت اور (۱۰) جہالت۔ دسہرہ کے دن جو شخص سچے دل سے پوجا کرتا ہے اور اس پر مداومت کرتا ہے ایشور اس کو ان دس پاپوں سے نجات عطا کرتا ہے۔ ۹۴

ہندو دھرم گروؤں کے نزدیک جو تین تاریخیں بہت ہی اہم و مبارک سمجھی جاتی ہیں ان میں سے ایک وجے دشمی بھی ہے اور باقی دو ہیں چیت ماہ اور کارتک ماہ کے شکل پکچھ کی پہلی تاریخ (प्रति पदा) دسہرہ کی تاریخ کو ہندو لوگ اپنے لئے بہت ہی مبارک مانتے ہیں اس لئے اس دن بچے حرفوں ولفظوں کے بولنے کی شروعات (अक्षरारम्भ) کرتے ہیں۔ اسی دن لوگ نیا کام شروع کرتے ہیں، راجا دشمن پر حملہ کرتے ہیں اور کامیابی وامن وامان کے لیے اس کو باعث برکت سمجھتے ہیں۔ چھتری (क्षत्रि) اپنی تلوار، کسان ہل اور کایستھ قلم دوات کو درست کر کے پوجتے ہیں اور کامیابی کی دعا کرتے ہیں۔ اسی روز ہندو لوگ اپنے سال بھر کا بجٹ تیار کر کے عرضی کی صورت میں شری رام چندر مہاراج کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ یہ عرضی پرانے

طریقے پر ہلدی اور روئی سے خوبصورت افشاں کر کے تیار کی جاتی ہے اور اس میں بیل، پانی، گھوڑے اور کپڑے کی درخواست ہوتی ہے اور اپنی ضرورت کے مطابق رقم کی تعداد لکھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس دن لڑکیاں بھائیوں اور عزیزوں کے ٹیکہ (قشقہ) لگا کر دو غیر خاندانوں میں محبت کا احیاء کرتی ہیں اور مصیبت و تکالیف سے نجات پانے پر خوش ہو کر مبارک باد دے کر ایشور سے دعا (प्रार्थना) کرتی ہیں کہ دونوں خاندان آفات و بلیات سے محفوظ رہیں اور سکون و آرام سے زندگی بسر کریں۔ ۹۵

وجے دشمی یا دسہرہ دراصل چھتریوں (क्षत्री) کا تیوہار ہے لیکن آج سبھی ہندو جاتیاں اس کو بڑی عقیدت کے ساتھ مناتی ہیں۔ یہ تیوہار شری رام چندر کی یاد میں منایا جاتا ہے کیوں کہ آج ہی کے دن انہوں نے راون (रावण) جیسے راکشش پر فتح پائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ مبارک تیوہار ہے جس کو وجود میں لانے کے واسطے شری رام نے خاص طور سے اوتار لیا تھا۔ راون اور اس کے علاوہ کئی راکششوں (शैताना) نے عام انسانوں بالخصوص شریفوں کا جینا حرام کر رکھا تھا اور اپنے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان کی فریاد سن کر ایشور نے شری رام کو مہان اوتار بنا کر بھیجا جنہوں نے لوگوں کو ان ظالموں کے ظلم سے نجات دلائی اور دنیا کا امن و امان بحال کیا۔ راون کے بارے میں ہندو دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے کہ اس نے زبردست عبادت و ریاضت (भक्ति) کر کے اس قدر طاقت حاصل کی تھی کہ وہ کسی ہتھیار سے اور کسی دیوتا کی طاقت سے مر نہیں سکتا تھا۔ اسی بناء پر اس میں غرور و تکبر پیدا ہو گیا تھا اور لوگوں کو تنگ و پریشان کرتا تھا اور عورتوں کی عزت و ناموس سے کھلواڑ کرتا تھا۔

روان کا اصل نام دش گریو اور راون لقب تھا جو لنکا کا مہاراجہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اپنے وقت کا سب سے بڑا پنڈت بھی تھا ویدوں کی سب سے پہلے تشریح و تفسیر اسی نے کی تھی جس کا کچھ حصہ دکھن میں ابھی تک ملتا ہے۔

راون کے زیادہ تر تعلقات راکھششوں کے ساتھ تھے گویا کہ ایک طرح سے یہ راکھششوں کا ہی راجہ تھا اس لئے راکھششوں کی صفات اس کے اندر بخوبی پیدا ہو گئی تھیں اس لئے اس کو دنیا آج راکھشش کے نام سے یاد کرتی ہے۔

راون نے اپنی زندگی میں بہت سے عظیم گناہ وظلم وستم کئے جن میں سب سے بڑا گھناؤنا جرم یہ کیا کہ شری رام کی زوجہ ستیا جی کو جنگل سے اغوا کر کے لے گیا اور یہی پاپ اس کی اور اس کے خاندان کی تباہی کا باعث بنا۔ جس روز شری رام کو لنکا پر کامیابی حاصل ہوئی اور سیتا جی کو راون کی قید سے آزادی ملی کنوار کے شکل پکچھ کی دسویں تاریخ تھی ۔ اس لئے آج تقریباً پورے شمالی بھارت میں اس موقع پر وجے دشمی یا دسہرہ کا تیوہار منایا جاتا ہے، دس دن تک رام لیلا کے پروگرام ہوتے ہیں جس میں رام وستیا کی تعریف کے گیت گائے جاتے ہیں اور راون اور اس کے خاندان کو لعن طعن کیا جاتا ہے اور دسویں تاریخ کو اس کے مجسموں کو جلا کر خاکستر کردیا جاتا ہے۔ ۹۶

طریقہ (विधि) : دسہرہ کے تیوہار پر کون سے مذہبی اعمال ورسومات ادا کرنے چاہئیں اس کے متعلق دھرم گرنتھوں میں کہا گیا ہے کہ اس روز صبح کے وقت اسنان کر کے کامیابی کے لیے پوجا اور شمی نامی پیڑ (शमी-वृक्ष) کی پوجا کرنی چاہیے اور اپنے گاؤں یا شہر کی حد کو پار کر کے گھر کو واپس آنا چاہیے اور گھر کی عورتوں کے ذریعہ اپنے سامنے چراغ گھموانا چاہیے، نئے کپڑوں اور زیوروں کو استعمال کرنا چاہیے۔ نیز دھرم گرنتھوں میں لکھا ہے کہ دوپہر میں گاؤں کے جنوب اور مشرق میں جانا چاہیے اور ایک صاف جگہ پر گوبر سے لیپ دینا چاہیے اور چندن سے ۸ رکونوں والا ایک چتر (चित्र) بنا دینا چاہیے۔ کچھ لوگوں کے مطابق اس موقع پر رام اور سیتا کی پوجا کرنی چاہیے کیوں کہ اسی دن رام نے لنکا پر فتح پائی تھی۔ دسہرہ کے موقع پر کہیں کہیں بھینسے یا بکرے کی بلی بھی دی جاتی ہے۔ ۹۷

اس تیوہار پر سارے ہندو لوگ ایک ہی طرح کے مذہبی اعمال واحکام نہیں بجالاتے بلکہ اپنی اپنی ذات کے لحاظ سے مختلف انداز میں اس کو مناتے ہیں۔ برہمن لوگ اس دن علم کی پوجا کرتے ہیں تو چھتری ہتھیاروں کی پوجا کرتے ہیں۔ ویش (वैश्य) لوگ روپیہ رکھ کر لکشمی کی پوجا کرتے ہیں تو شودر اور اچھوت بھگتی کے بھجن گا کر مستی سے ناچتے اور کودتے ہیں اور اسی کا دھرم گرنتھوں میں حکم بھی دیا گیا ہے۔ ۹۸

یہ تیوہار دراصل چھتریوں کا ہے اس لئے وہ آج کے دن دشمن کا پتلہ بنا کر اس میں

تیر مارتے ہیں اور برہمنوں کو ہاتھی گھوڑا اور سونا، چاندی دان کرتے ہیں اور ان کی تواضع وعزت وتوقیر کرتے ہیں۔[99]

کارتک ماہ کے تیوہار (कार्तिक महीने के त्योहार)

ہندو مذہبی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ کارتک میں بہت سے تیوہار منائے جاتے ہیں جیسے: کرواچوتھ، اہوئی اشٹمی، دیوالی، گوودھن پوجا، چھاردواشی، بھیادوج، تلسی شالگرام کا دواہ، بھیشم پنچک، دیوا ٹھان ایکادشی، کارتکی پورن ماشی، دھن تیرس، نرک چتر دشی، وتس دوادشی، بچھ بانچھ ورت اور کالا اشٹمی وغیرہ۔[100]

مذکورہ بالا تیوہاروں میں تقریباً ۸ رتیوہار دیوالی سے متعلق ہیں جو کارتک کا سب سے مشہور تیوہار ہے۔ دیوالی سے متصل وملحق جو تیوہار منائے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں

(۱) کرواچوتھ: اس کو کرواچترتھی بھی کہتے ہیں اور کروا گور بھی۔ یہ ورت (व्रत) یا تیوہار کارتک ماہ کے کرشن پکچھ کی چوتھی تاریخ کو ہوتا ہے اس روز سہاگن عورتیں دن بھر روزہ (व्रत) رکھ کر چاند نکلنے پر کھانا کھاتی ہیں اور ایک مٹی کے ٹوٹی دار لوٹے پر پھولوں کے ہار پہنا کر اس میں پانی بھر کر چاند کے سامنے اس کی پوجا کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی زندگی اور خیریت کے واسطے پوجن اور دعا کرتی ہیں۔[101]

(۲) اہوئی اشٹمی: یہ تیوہار کارتک بدی اشٹمی کو منایا جاتا ہے۔ اس دن مہالکشمی کا ورت (व्रत) رکھا جاتا ہے۔ یہ ورت عورتیں خاص طور سے اپنے بچوں کی حفاظت وتندرستی کے واسطے رکھتی ہیں اور پوجا کر کے دعا کرتی ہیں۔ دن بھر ورت رکھنے کے بعد شام کو چومکھیا (چار منہ والے) چراغ آٹے کا جلا کر اسنان کرتی ہیں اور برہمن وپنڈت سے مہالکشمی کی کتھا سنتی ہیں اور سوت کا ایک دھاگہ اپنے سیدھے ہاتھ پر مہالکشمی کے نام کا باندھتی ہیں۔ دیوار پر گیرو (गेरू) سے چند نقش بنا کر اس میں بچوں کی صورتیں بناتی ہیں اس پر ایک جوڑی نالے کی حلوے سے چپکاتی ہیں اسی کا نام اہوئی ہے جس کے سامنے دو لوٹے مٹی کے پانی سے بھر کر مع مٹھائی کے رکھتی ہیں اور چاند نکلنے پر پوجا کر کے دوسرے دن غریبوں کو کھانا کھلاتی ہیں۔[102]

(۳) چھاردوادشی: کارتک کی بارہ تاریخ کو نئے اناج کے استعمال کے لئے اور گائے کی زندگی اور خیریت کے واسطے یہ تیوہار منایا جاتا ہے کیوں کہ اس کی صحت وتندرستی پر کھیتی اور انسان کی زندگی کے بہت سے امور وابستہ ہیں۔ ۱۰۳

(۴) دھن تیرس: ماہ کارتک کے کرشن پکچھ کی تیرہ (त्रयोदशी) کو دھن تیرس کہتے ہیں۔ اس موقع پر دھات کے نئے برتن کثرت سے خریدے جاتے ہیں اور استعمال کئے جاتے ہیں اور اناج کی حفاظت کا انتظام تیوہار کی صورت میں کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا بہت ہی بابرکت مانا جاتا ہے۔ دھن تیرس کے تیوہار پر ہندولوگ ہل کی جتی ہوئی مٹی لاکر دودھ میں بھگوتے ہیں اور سیمر کے درخت کی ٹہنی میں لگاتے ہیں اور پھر تین بار اپنے جسم پر پھیر کر کم کا ٹیکہ لگاتے ہیں۔ مٹھ، مندر، کنواں، گھاٹ، باغ، راستہ، گوشالہ وغیرہ پر لگاتار تین دن چراغ جلاتے ہیں اور برہمنوں کو کھانا کھلا کر نئے برتنوں میں دان دیتے ہیں۔ ۱۰۴

(۵) نرک چودس یاروپ چودس: یہ تیوہار کارتک ماہ کے کرشن پکچھ کی چودہ تاریخ (चतुर्दशी) کو منایا جاتا ہے اس کو نرک چتر دشی (नरक चतुर्दशी) بھی کہتے ہیں۔ اس دن نرک (नरक) اور یمراج (यमराज) کی پوجا کی جاتی ہے۔ نرک سے چھٹکارا پانے کے لیے ہندو اس دن یمراج کو راضی اور چراغ دان کرتے ہیں۔ اس تیوہار پر دھرم گروؤں کے مطابق سورج نکلنے سے پہلے ہی اسنان کر لینا چاہیے اور اسنان کے بعد کپڑے پہن کر تلک (तिलक) لگا کر یمراج کی خوشی میں تین انجلی (अंजलि) پانی دیا جانا چاہیے اور شام کو چراغ خیرات کرنا چاہیے۔ چراغ کی خیرات تیرہ تاریخ سے اَماوس (अमावस) یعنی کرشن پکچھ کی پندرہ تاریخ تک کرنا چاہیے۔ نرک چودس کی تاریخ کو مبارک مان کر اس دن ہندو لوگ اپنے مکان، دوکان وغیرہ کی پاکی وصفائی کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ ۱۰۵

(۶) گوورد ھن (गोवर्धन) گوورد ھن کو اَن کوٹ (अन्नकूट) یعنی بھوجن کا ٹیلہ یا چوٹی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تیوہار ہندوؤں کے لیے نئے اناج کے بعد مویشیوں کے نئے دودھ اور گوبر وغیرہ کے استعمال کے لیے بہت مبارک ہے۔ ماہ کارتک کے شکل پکچھ کی پہلی تاریخ (प्रतिपदा) کو گوورد ھن یا ان کوٹ کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ اس دن تجارتی لوگ اپنا نیا سال مانتے ہیں اور

پرانے کھاتے نئے کرتے ہیں اور ردھ سدھ (ऋद्ध सिद्ध) کے ساتھ گنپتی کی پوجا کرتے ہیں۔
گووردھن تیوہار کے موقع پر وہ لوگ جو گووردھن پہاڑ کے پاس رہتے ہیں وہیں جاتے ہیں اور علی الصبح اس کی پوجا کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں وہ گائے کا گوبر جمع کر کے اس کا یا کھائے جانے والے اناج کا پتلا یا ٹیلہ گووردھن نام سے بنا لیتے ہیں اور اس کی پوجا کرتے ہیں اور منتروں کا پاٹھ کرتے ہیں۔ اس دن خاص طور سے گایوں، بچھڑوں اور بیلوں کو سجایا جاتا ہے ان کی پوجا منتروں سے کی جاتی ہے۔ گائیوں کو دوہا نہیں جاتا ہے اور بیلوں پر سامان نہیں ڈھویا جاتا ہے اور ان سے فریاد کی جاتی ہے کہ:
''تم لکشمی روپ سے ہمارے گھر میں رہو، تمہارے دودھ اور دہی سے ہمارا گزارا ہوتا ہے، تمہارے گوبر سے ہم بہت کام لیتے ہیں اور تم کھیتی باڑی اور سواری کا کام دیتے ہو۔ گووردھن کے دن ہی ان کٹ (अन्नकूट) کا تیوہار ہوتا ہے یعنی جو عورتیں چار ماہ میں بعض چیزیں کھانا چھوڑ دیتی ہیں وہ اس روز سے دوبارہ شروع کر دیتی ہیں۔ مٹھائی، دودھ اور پھل وغیرہ اپنے گورو کو پیش کرتی ہیں۔ گرو پرساد دیتے ہیں اور دان دکھشنا (दक्षिणा) وصول کرتے ہیں۔ یہ تیوہار یوں تو پورے بھارت میں منایا جاتا ہے لیکن برج (ब्रज) میں اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ۱۰۶

(۷) بھائی دوج (भाई दौज) بھائی دوج کو بھیادوج، یم دوج، بھرات دوتیا (भ्रातद्वितीया) اور یم دوتیا (यमद्वितीया) بھی کہا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں یہ تیوہار انفیکشن کے خاتمہ اور تمام انتظامات کی کامیابی کے آخری دن کے طور پر مبارک مانا جاتا ہے۔ اس روز ہندو لوگ زندگی اور تندرستی اور عزیز و اقارب کی خیریت کے واسطے دعا کرتے ہیں خاص طور سے بہن اپنے بھائی کو بلا کر اس کی پیشانی پر قشقہ (ٹیکہ) لگاتی ہے اور مٹھائی کھلاتی ہے۔ ۱۰۷

یہ تیوہار کارتک ماہ کے شکل پکچھ کی دوسری تاریخ (दौज) کو منایا جاتا ہے۔ اس دن بہنیں بھائیوں کی پوجا کرتی ہیں اور انہیں مٹھائیاں کھلاتی ہیں۔ اس دن یمنا ندی میں اسنان کیا جاتا ہے۔ اس تیوہار کی مختصر کہانی یہ ہے کہ ایک بار یمنا (ندی) اپنے بھائی یم (यम) کے پاس گئی تھی۔ یمنا سورج کی بیٹی اور یم راج سورج کا بیٹا ہے۔ یمنا نے یمراج کی خوب تواضع کی اور پوجا کی یمراج نے خوش ہو کر اس کو یہ وعدہ دیا کہ جو بہن اپنے بُرے بھائی کا بھی احترام کر کے

خاطر و مدارات کرے گی میں اس کو نجات عطا کروں گا اور جو اس دن یمنا میں اسنان کرے گا وہ یملوک (यमलोक) یعنی نرک نہیں جائے گا۔ اس وجہ سے آج ہندو یمنا کا اسنان کرتے ہیں اور برہمنوں کو دان دیتے ہیں۔ بھیا دوج کے موقع پر یا تو بہن خود بھائی کے گھر جاتی ہے یا اس کو بلاتی ہے اور عمدہ کھانا کھلاتی ہے۔ جس کے عوض بھائی بہن کو بھینٹ دیتا ہے۔ اس دن عورتیں گوبر کا آدمی بھی بناتی ہیں اور اس کی چھاتی پر اینٹ رکھ کر موسل سے اس کو کوٹتی ہیں۔ ۱۰۸

ہندو دھرم شاستروں میں کہا گیا ہے کہ سمجھدار لوگوں کو اس دن اپنے گھر دوپہر کا کھانا نہیں کھانا چاہیے بلکہ بہن کے گھر پیار سے بھوجن کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے کامیابی وخوشحالی حاصل ہوتی ہے۔ اس موقع پر بہنوں کو سونے کے زیورات، کپڑے اور مال دے کر خوش کرنا چاہیے کہ اس سے بھائی مال و دولت اور بہترین غذاء کا حقدار ہوتا ہے اور آفات وخوف دہراس سے محفوظ رہتا ہے۔ ۱۰۹

دیوالی

دیوالی ہندوؤں کا بہت مشہور و مبارک تیوہار ہے۔ اس کو دیپاولی، دیپالکا (दीपालिका) اور دیپ مالا کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے۔ کارتک اماوسیا (अमावस्या) کو یہ تیوہار ہر سال منایا جاتا ہے۔ اس تیوہار پر خاص طور سے لکشمی (लक्ष्मी) کی پوجا اس لئے کی جاتی ہے تاکہ دھن دولت خوب خوب گھر میں آئے اور اسی لئے برہمنوں کو دان بھی دیا جاتا ہے اور مٹھائی وغیرہ کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تیوہار کسی دیوتا یا دیوی کے عزت و احترام میں کیا گیا صرف ایک تیوہار یا جشن نہیں ہے بلکہ یہ چار پانچ دنوں تک چلتا ہے اور اس میں کئی جدا جدا مذہبی اعمال ورسومات ادا کئے جاتے ہیں۔ اس دن عام طور سے جوا بھی کھیلا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج کے دن جوا کھیلنا مذہبی نقطۂ نظر سے اچھا ہے۔ شنکر اور پاروتی جی نے بھی آج کے دن جوا کھیلا تھا۔ ۱۱۰

دیوالی کے تیوہار کے تعلق سے ہندو دھرم شاستروں (धर्म शास्त्रों) میں مختلف کہانیاں مذکور ہیں۔ جن میں سے ایک کہانی راجہ بلی (राजा बलि) سے متعلق بہت مشہور ہے۔ راجہ بلی بہت ہی بہادر، طاقت ور اور سخی انسان تھا جو سلطنت بابل کا بہت زبردست حاکم تھا۔ برہما، وشنو، اندر،

رودر، ورون دیوتا تک راجہ بلی کے ماتحت تھے۔ راجہ بلی دراصل راکچھس (राक्षस) خاندان سے تھا اس نے بہت بڑی تپسیا کی اور اندرلوک (इन्द्रलोक) پر بھی قبضہ کرنے کی غرض سے اس نے ایک سو یگیہ (यज्ञ) شروع کرر کھے تھے۔ یہ ۹۹ یگ کر چکا تھا ایک باقی تھا کہ اس وقت دیوتاؤں نے وشنو مہاراج سے فریاد کی کیوں کہ ان سلطنتیں بھی جاتی رہی تھیں۔ وشنو دیوتا نے ان کی فریاد سن کر وامن اوتار (انتہائی چھوٹے قد) کے روپ میں زمین پر اوتار لیا۔ راجہ بلی کی یہ عادت تھی کہ جو شخص اس سے کوئی شی مانگنے آتا وہ اس کو ضرور پورا کرتا تھا چاہے وہ کتنی قیمتی ہی کیوں نہ ہو۔ وشنو مہاراج نے وامن اوتار یعنی بونا انسان بن کر راجہ بلی سے صرف تین قدم زمین دان میں مانگی راجہ نے بونا قد دیکھ کر ہنس کے اقرار کرلیا۔ اسی وقت وامن اوتار نے اپنے جسم کو پھیلانا شروع کر دیا اور ساری زمین کو دو ہی قدم میں گھیر لیا پھر راجہ سے دریافت کیا کہ وہ تیسرا قدم کہاں رکھے اور اس کے لیے زمین طلب کی یہ دیکھ کر راجہ بلی حیران رہ گیا اور وشنو کے اوتار وامن کی ٹانگ کو اپنے سر پر رکھ لیا جس پر وامن نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور پھر وشنو نے اس کی سخاوت سے خوش ہو کر اس کو پاتال کا مہاراجہ بنا دیا۔ راجہ بلی کی سلطنت وحکومت ختم ہونے اور اس کے ظلم سے نجات پانے کی خوشی میں آج دیوالی کا تیوہار وجشن منایا جاتا ہے اور چراغاں کیا جاتا ہے۔[۱۱]

بعض ہندو کتب میں مذکور ہے کہ راون اور اس کی حکومت کا خاتمہ کرنے کے بعد جب رام وسیتا جی ایودھیا لوٹ کر آئے تو اس خوشی میں دیپ جلائے گئے تھے لہٰذا آج اس تاریخی واقعہ کی یاد میں دیوالی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ چند اور کہانیاں بھی مشہور ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ ظالم حکمراں کے ظلم سے نجات پانے کے بعد لوگوں نے خوشیوں کا اظہار کیا تھا اور دیپ جلائے تھے اس لئے آج انہیں واقعات کی یاد میں دیوالی کا جشن منایا جاتا ہے۔[۱۲]

طریقہ (विधि): دیوالی کے تیوہار پر کیا کیا مذہبی اعمال ورسومات ادا کرنے چاہئیں دھرم شاستروں میں اس کی کافی تفصیل بیان کی گئی ہے اور مختلف دھرم شاستروں میں اس کو جدا جدا طریقے پر بیان کیا گیا ہے جو احکام واصول مشہور ہیں اور تقریباً ہر جگہ موجود ہیں وہ اس طرح ہیں کہ علی الصبح اٹھ کر تیل سے اسنان کر کے بدنصیبی اور غریبی کو دور کرنے کے واسطے محبت وعقیدت سے لکشمی (लक्ष्मी) کی پوجا کرنی چاہیے اور ساتھ ہی دیوتاؤں اور آباؤ اجداد (पितरों) کی پوجا دھی،

دودھ، گھی سے ترپن شرادھ (तर्पण श्राद्ध) کرکے مذہبی اصول کے مطابق کرنی چاہیے اور برہمنوں کو مختلف قسم کے عمدہ پکوان کھلانے چاہئیں اور شام کو پھر لکشمی جی کی پوجا کرنی چاہیے یعنی ایک منڈپ بنا کر پتے، پھول اور جھنڈیوں وغیرہ سے اس کو سجائیں اور تمام دیوتاؤں کے ساتھ لکشمی جی کی پوجا کریں۔اس موقع پر لکشمی کی مورتی یا تصویر بنا کر پوجا نہیں کی جاتی ہے بلکہ سونے کی مہروں اور چاندی کے روپیوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ایک کٹورے میں دودھ لایا جاتا ہے اس سے روپیوں اور مہروں کو دھوتے ہیں پھر تھالی میں سجا کر پھول ڈالتے ہیں اس کے بعد سب روپیوں اور مہروں پر چندن لگاتے ہیں۔اسی طرح کھانے بھی وہاں لاکر رکھتے ہیں اور ان پر بھی پوتر جل (पवित्र जल) ڈالتے ہیں۔منتر پڑھے جاتے ہیں پھر لکشمی کی پوجا چراغوں کی تیز روشنی میں کی جاتی ہے۔ [۱۱۳]

لکشمی کی پوجا کے بعد لکشمی منڈپ کا طواف (परिक्रमा) کرنا چاہیے۔اس کے بعد رات کو صاف ستھرے مقام پر ریشم کے بنے ہوئے سندر پلنگ پر عمدہ گدا بچھا کر سفید چادر بچھائیں اور نیا تکیہ اور رضائی لگا کر کمل کے پھولوں کا جھالدار منڈپ بنائیں اور رات بھر لکشمی جی کا استقبال کریں تاکہ وہ کہیں اور نہ چلی جائیں۔رات میں گائے کے دودھ کا کھویا بنا کر اس میں مسری، کپور، الائچی اور لونگ وغیرہ ملا کر اس کے لڈو بنائیں اور ان سے لکشمی کا بھوگ (भोग) لگائیں اور برہمنوں کو کھلائیں۔ چاروں اقسام کی اشیاء غذاء اور پھول وغیرہ لکشمی کو پیش کر کے چراغ خیرات (दीपदान) کریں۔کچھ چراغ اپنے سر پر گھما کر چوراہے اور شمشان پر رکھ دیں اور ندی، پہاڑ، محل، پیڑ، گھر، چبوترا، چھت، راستہ، مندر، مٹھ اور کنویں وغیرہ پر دیپ جلا کر رکھیں اور برہمنوں کی عمدہ ضیافت کریں۔اس موقع پر لوگوں کو اپنے اپنے گھروں میں رقص اور گیت وسنگیت کا بھی اہتمام کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کو تامبول (ताम्बूल) پان کا بیڑا دینا چاہیے، کم کم (कुंकुम) لگانا چاہیے، ریشمی لباس پہننا چاہیے، سونے اور جواہرات کے زیورات استعمال کرنے چاہئیں، عورتوں کو سنگار کر کے گول دائرہ بنا کر چلنا چاہیے اور خوبصورت لڑکیوں کو ادھر ادھر چاول بکھیرنے چاہئیں اور کامیابی کے لیے چراغ گھمانے چاہئیں۔ جب آدھی رات گذر جائے اور مردوں کی آنکھیں نیند سے متوالی ہو جائیں تو عورتوں کو چاہیے کہ وہ سوپوں اور ڈھولکوں کو پیٹ کر شور غل کریں اور اس طرح اپنے گھر آنگن سے غریبی و بدنصیبی کو دور بھگائیں۔وغیرہ وغیرہ [۱۱۴]

ماہ اگہن کے تیوہار (अगहन के त्योहार)

ماہ اگہن کے مختلف نام ہیں جیسے مارگ شیرش (मार्गशीर्ष) منگسر اور مگھر لیکن ہندو مذہبی کتب میں اس کا تذکرہ زیادہ تر مارگ شیرش کے نام سے کیا جاتا ہے۔ دیگر ہندوستانی مہینوں کی طرح اس ماہ میں بھی مختلف دیوی، دیوتاؤں اور رشیوں ومنیوں کی یاد میں ہندو لوگ مختلف تیوہار مناتے ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

کال بھیرواشٹمی

اگہن مہینے کے کرشن پکچھ کی آٹھویں (अष्टमी) کو کال بھیرو جی کا جنم شنکر جی کے عضو سے ہوا تھا۔ لہٰذا ان کی یاد میں آج کے دن ہندو لوگ کال بھیرواشٹمی (काल भैरवाष्ठमी) کا تیوہار مناتے ہیں۔ کال بھیرو موت کی نشانی ہیں لہٰذا موت کو ٹالنے کے لیے اس موقع پر لوگ ورت (व्रत) رکھ کر کال بھیرو کی پوجا کرتے ہیں رات میں جاگرن کرتے ہیں اور گھنٹے وشنکھ بجا کر کال بھیرو کی آرتی اُتارتے ہیں اور مرد وعورتیں اور لڑکے ولڑکیاں جمع ہو کر شو (शिव) اور بھیرو (भैरव) کی کتھا سنتے ہیں۔ بھیرو جی کی سواری کتا ہے اس لئے اس کی بھی پوجا کی جاتی ہے اور چوکی پر بیٹھا کر دودھ، دھی اور مٹھائی وغیرہ کھلائی جاتی ہے اس کے علاوہ برہمنوں کی ضیافت کی جاتی ہے اور انہیں دان دیا جاتا ہے۔ بھیرو جی کا ہتھیار ڈنڈ (दण्ड) ہے اس لئے انہیں ڈنڈ پانڑی (दण्डपाणि) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔[115]

دتاتریہ جینتی (दत्तात्रेय जयन्ती)

ماہ اگہن کی پورنماسی کو مہامنی (महामुनि) دتاتریہ (दत्तात्र्य) جی کی پیدائش ہوئی تھی۔ ان کے باپ کا نام مہرشی اتری (अत्रि) جی اور ماں کا نام انوسویا جی (अनुसूयाजी) تھا۔ یہ وشنو (विष्णु) کے اوتار تھے جو انوسویا کی فریاد پر ظاہر ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ برہما، وشنو اور شو کی اجتماعی طور پر سراپا مورتی تھے اس لئے ان کے چھے بازو (भुजाएं) اور تین سر تھے۔ مختصر یہ کہ اس تاریخ کو ان کی یاد میں یہ تیوہار منایا جاتا ہے خاص طور سے مہاراشٹر میں یہ تیوہار سات روز تک بڑی دھوم

دھام سے چلتا ہے۔اس دن دتا تریہ جی کے چھ باز و اور تین سر والی مورتی کی پوجا کی جاتی ہے برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے اور عورتیں اپنے شوہروں کی پوجا کرتی ہیں۔ ۱۱۶

چمپا ششٹھی (चम्पाषष्ठी)

اگہن ماہ (मार्ग शीर्ष) کے شکل پکچھ کی چھٹی (षष्ठी) کو یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔اس کے منانے کا پس منظر یہ ہے کہ اس دن وشنو (विष्णु) نے دولت کے لالچ میں پھنسے نارد رشی کو نجات دلائی تھی۔ اس لئے اس دن ورت (व्रत) رکھا جاتا ہے اور نارد کی کتھا سنائی جاتی ہے اور وشنو اور برہمنوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ وشنو کے مندروں میں بھجن کیرتن کئے جاتے ہیں اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ ۱۱۷

گیتا جینتی (गीता जयन्ती)

اگہن کے شکل پکچھ کی گیارہ تاریخ (एकादशी) گیتا کا جنم دن ہے اس لئے آج کے دن گیتا کی پیدائش کی یاد منائی جاتی ہے۔ اس موقع پر دھوپ، چراغ اور غیر شکستہ (अक्षत) چاول وغیرہ سے برہمنوں کے ذریعہ پوجا کرائی جاتی ہے، گیتا کا پاٹھ کیا جاتا ہے، برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے اور شام کو نسل وذات کے مطابق (वर्णानुसार) عمل کرنے کے لیے مذہبی ہدایت ونصیحت کی جاتی ہے۔ ۱۱۸

مذکورہ بالا تیوہاروں کے علاوہ اگہن کے شکل پکچھ کی پانچویں (पंचमी) کو ناگ کی پوجا کی جاتی ہے اور زمین بھی پوجی جاتی ہے اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ اگہن کے کرشن پکچھ کی دسویں تاریخ کو بھگوتی دُرگا کی شکل میں کنواری لڑکیوں کی پوجا کی جاتی ہے جس کو دیوی ورت بھی کہتے ہیں۔اور اس کی گیارہ تاریخ (एकादशी) کو اُتپنّا ایکادشی (उत्पन्ना एकादशी) منائی جاتی ہے جس میں وشنو کی لڑکی کی پوجا کی جاتی ہے۔اس دن عورتیں ورت رکھتی ہیں اور مندروں میں کیرتن ہوتا ہے اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ ۱۱۹

اگہن میں جب سورج برشچک راشی میں ہوتا ہے تو اس کو جیوتش کے حساب سے مبارک

مان کر برشچک سکرانتی منائی جاتی ہے اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے اور ان کی خاطر و مدارات کی جاتی ہے۔ اگھن کے شکل پکچھ کی چھٹی تاریخ کو مہرشی اِسکند کمار کا جنم ہوا تھا لہٰذا ان کی یاد میں اس دن اسکند چٹھ منائی جاتی ہے۔ ۱۲۰

ماہ پوس کے تیوہار (पूस के त्योहार)

ہندو تیوہاروں کے محققین و مفکرین کے نزدیک اگھن و پوس ایسے دو ہندوستانی مہینے ہیں کہ جن میں کوئی مشہور و عظیم تیوہار نہیں منائے جاتے۔ جس کا سبب بیان کرتے ہوئے ہندو تیوہاروں کے مشہور محقق و مفکر منشی رام پرساد ماتھر لکھتے ہیں کہ:

''چوں کہ اگھن اور پوس میں کاشتکاری وغیرہ سے فرصت نہیں ملتی اور لوگ اپنی فصلیں چھوڑ کر تیوہار منائیں تو جانور چھوٹے پودوں کو کھا جائیں اور فصل تباہ کر دیں۔ یہی حالت ہر مہم کی ہے اس لئے اس زمانہ میں نہ کسی بڑے تیوہار کی فرصت ہے نہ ضرورت۔ ۱۲۱

محققین کی تحقیق کے مطابق اگرچہ بڑے تیوہار نہیں منائے جاتے لیکن غیر مشہور اور چھوٹے تیوہاروں سے یہ مہینے بھی خالی نہیں۔ اگھن میں غیر معروف اور چھوٹے چھوٹے جن تیوہاروں کے منانے کا ہندو مذہبی کتابوں میں ثبوت ملتا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور پوس میں اِس قسم کے جو تیوہار منائے جاتے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

سفلا ایکادشی (सफला एकादशी)

یہ تیوہار پوس مہینے کے کرشن پکچھ (कृष्ण पक्ष) کی گیارہویں تاریخ (एकादशी) کو منایا جاتا ہے۔ اس دن ورت (व्रत) رکھا جاتا ہے۔ پرانوں (पुराण) میں اس کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ چمپاوت نگری کے راجہ مہی پتی کے ایک فرزند کا کردار اچھا نہیں تھا۔ وہ شرابی، جواری، چور اور جھوٹا تھا۔ راجہ نے اس کی اصلاح کے واسطے سفلا ایکادشی کا ورت رکھا جس سے اس کا بیٹا نیک ہو گیا۔ اس دن سے یہ تیوہار منایا جاتا ہے اور اس موقع پر ناریل، آنولہ، پان، سپاری، لونگ اور اگربتی وغیرہ سے ناریل کی پوجا ہوتی ہے۔ چراغ خیرات کئے جاتے ہیں اور رات کو جاگرن ہوتا ہے۔ مرد و عورتیں ورت (व्रत) رکھتی ہیں اور پوجا کا تمام سامان برہمنوں کو دان کر دیا جاتا ہے۔ ۱۲۳

بھوگوتی اماوسیا (भौगवती अमावस्या)

ماہ پوس کی اماوسیا یعنی کرشن پکچھ کی پندرہویں تاریخ کو یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔اس تیوہار پر پیپل کے پیڑ اور وشنو دیوتا (विष्णु) کی پوجا کی جاتی ہے۔ایک سو آٹھ بار اس کا ورد کیا جاتا ہے۔تنہائی میں بیٹھ کر خلا ئیں گونجنے والی آواز کو خاموشی کے ساتھ سنا جاتا ہے اور برہمنوں کی پوجا کی جاتی ہے اور دان دیا جاتا ہے۔ ۱۲۴

پتر دا ایکادشی (पुत्रदा एकादशी)

اولادِ نرینہ حاصل کرنے کے واسطے یہ ورت و تیوہار پوس ماہ کے شکل پکچھ کی ایکادشی (گیارہ) کو کیا جاتا ہے۔اس تیوہار کی کتھا اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سکیت (सुकेत) نامی ایک شخص تھا جس کی عورت کا نام شیویا (शैव्या) تھا اور اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔سکیت بے اولاد ہونے کے رنج و غم میں جنگل چلا گیا۔جنگل میں رشی لوگ وید منتروں سے یگ کر رہے تھے۔ سکیت نے وید سننا شروع کر دیا اور روزانہ برہمنوں کے پیر چھونا، آداب بجالانا اور وید سننا اپنا معمول بنالیا۔اس سے خوش ہو کر برہمنوں نے اس کو ایکادشی کا ورت (व्रत) کرنا بتایا جس کے کرنے سے یہ صاحب اولاد ہو گیا۔اسی وقت سے اس دن ایکادشی کا ورت رکھا جاتا ہے اور وید پاٹھ کیا جاتا ہے۔اس دن خاص طور سے برہمنوں کی پوجا کی جاتی ہے ان سے یگ کرایا جاتا ہے اور ان کی ضیافت کی جاتی ہے۔ ۱۲۵

لوہڑی (लोहड़ी)

ہندو تیوہاروں کے محققین کے نزدیک پوس میں کوئی مشہور و عظیم تیوہار دھرم شاستروں کے مطابق نہیں پایا جاتا ہے لیکن اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ لوہڑی (लोहड़ी) ہندوؤں کا بہت ہی مشہور و عظیم موسمی تیوہار ہے جو اسی پوس میں منایا جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ لوہڑی کا تعلق صرف پوس سے نہیں بلکہ یہ پوس اور ماگھ دونوں ماہ سے تعلق رکھتا ہے۔یہ تیوہار ہر سال ماہ

پوس اور ماگھ کی درمیانی رات کو منایا جاتا ہے یعنی پوس کے اختتام اور ماگھ کی ابتدائی رات کو جب سردی عروج پر ہوتی ہے تب اس کا اہتمام ہوتا ہے۔

لوہڑی تیوہار کا اصل نام لوہاڑی تھا۔لو بمعنی روشنی اور ہاڑی بمعنی فصل ربیع ہے گویا کہ یہ تیوہار فصل ربیع کو روشنی اور زندگی بخشنے کے واسطے منایا جاتا ہے۔جن علاقوں میں سردی سخت پڑتی ہے بالخصوص پنجاب میں اس کو بڑی دھوم دھام سے لوگ مناتے ہیں اس موقع پر سخت سردی کے باعث لوگ آگ جلاتے ہیں اور اس میں مکی، باجرہ یا جوار کے پھول ڈالتے ہیں اور لڑکیاں لکڑی جمع کر کے راگ گاتی ہیں۔اس تیوہار کے منانے کے پیچھے پنڈتوں کا فلسفہ یہ تھا کہ سردی سخت ہونے کی وجہ سے فصل ہاڑی زمین سے سر نہیں نکالتی اور زمین کے اندر دبی رہتی ہے لہٰذا سب مقامات پر لوگ جمع ہو کر لکڑیاں جلائیں، یگ کریں اس سے نہ صرف ہوا خالص وصاف ہوگی بلکہ فصل آہستہ آہستہ اپنا سر باہر نکالے گی اور فصلوں کے اچھا ہونے کے لیے بارش بھی مہیا ہو جائے گی۔اس زمانے کے ہندو یگ اور ہون (यज्ञ-हवन) کو بارش کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے لہٰذا رفتہ رفتہ اس عقیدے نے ہندوؤں پر گہرا اثر ڈالا اور یہ یگ و ہون کا موسمی و مذہبی تیوہار بن گیا۔۱۲۶

ہندو دھرم گروؤں و پنڈتوں نے لوہڑی کا تیوہار منانے کے تعلق سے بہت سے سماجی، دنیاوی اور مذہبی واقعات واحکامات بیان کئے ہیں۔جن میں بھوشے مہا پران اُتر پرو ادھیائے ۱۷۳/(भविष्य महा पुराण उत्तर पर्व अध्याय 173) کا بیان زیادہ قوی و مضبوط معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ لوہڑی کے تعلق سے اس میں مذکور ہے کہ مہاراجہ یُدھشٹر نے شری کرشن سے اس کے بارے میں سوال کیا کہ لوہڑی کس طرح سے منایا جائے۔جواب دیا کہ پوس کے خاتمہ پر اور ماگھ کی پہلی تاریخ کو لوہڑی کا استھان بنایا جائے یعنی اچھے مقام پر اگنی کنڈ (आग का गढ़ा) کھدوایا جائے پھر اس کو اچھی طرح سجا کر اس میں سوکھی ہوئی لکڑیاں ڈالی جائیں اور دھرم اصول کے مطابق اس میں آھوتیاں (आहूतियाँ) بھی ڈالی جائیں اور پوجن کے بعد غریب لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور لوہڑی کی کتھا کہی جائے۔جو انسان اس طرح یہ تیوہار منائے گا وہ ہمیشہ سکھی رہے گا۔۱۲۷

لوہڑی کے تعلق سے ہندو علماء کا ماننا ہے کہ یہ تیوہار آپس میں محبت و پیار اور اتحاد

واتفاق کا درس دیتا ہے جس کی ہندوؤں کو سخت ضرورت ہے نیز یہ یگ دھون کی عظمت کو واضح کرتا ہے جس کو ہندو لوگ بھلا بیٹھے ہیں۔ ۱۲۸

ماگھ مہینے کے تیوہار (माघ के त्योहार)

ہندو مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ ماگھ میں ہندوؤں کے بہت سے تیوہار ہیں جن کے منانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے کرشن پکچھ کی پہلی تاریخ کو مکر سکرانتی کا تیوہار منایا جاتا ہے جس میں خاص طور سے گنگا کے کناروں پر اسنان کیا جاتا ہے۔ کرشن پکچھ کی چوتھی تاریخ گنیش چوتھ (चौथ) یا سکٹ چوتھ کا تیوہار منایا جاتا ہے جس میں بالخصوص گنیش (गणेश) کی پوجا کی جاتی ہے۔ عورتیں اس کا ورت رکھ کر تل، شکر قندی وغیرہ پھلوں کو کھاتی ہیں کرشن پکچھ کی گیارہ تاریخ (एकादशी) کو ششٹ تلا ایکادشی (षष्टतिला एकादशी) کا ورت ہوتا ہے جس میں فوت شدہ آباؤ اجداد اور یم راج کے لیے شرادھ اور نذر میں کالے تل پیش کئے جاتے ہیں، تل کے پانی سے اسنان کیا جاتا ہے اور تل کے بنے پکوان کھائے جاتے ہیں۔ اس دن تلوں کو چھ طرح سے کام میں لاتے ہیں اس لئے اس کا نام ششٹ تلا ایکادشی ہے۔ کرشن پکچھ کی اماوسیا یعنی پندرہویں کو مونی اماوسیا (मौनी अमावस्या) منائی جاتی ہے جس میں سب کو خوش رکھنے کے لیے خاموش رہا جاتا ہے، برہمن لڑکیوں کو طعام کی دعوت دی جاتی ہے اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ اس ماہ ماگھ کے شکل پکچھ کی چوتھی تاریخ کو بنام کی چترتھی (बनाम की चतुर्थी) کا ورت رکھا جاتا ہے جس میں گنیش (ہاتھی) کی پوجا ہوتی ہے سفید تلوں کا ابٹن کر کے اسنان کیا جاتا ہے اور لڈو و تل برہمنوں کو دان دیئے جاتے ہیں۔ اسی شکل پکچھ کی پانچویں (पंचमी) کو بسنت پنچمی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ چھٹی تاریخ (षष्ठी) کو شیتلا ششٹھی (शीतला षष्ठी) کا ورت رکھا جاتا ہے جس میں اولاد کے لیے شیتلا دیوی کی پوجا کی جاتی ہے، برہمنوں کو دہی کا بھوجن کرایا جاتا ہے اور خود باسی کھانا کھاتا ہے۔ ساتویں تاریخ (सप्तमी) کو اچلا سپتمی (अचला सप्तमी) کا ورت کیا جاتا ہے۔ جو صاحب اولاد ہونے اور نجات (मुक्ति) پانے کے نیت سے رکھا جاتا ہے جس میں چھٹی تاریخ کو ایک بار بھوجن کر کے سورج کے درشن کیے جاتے ہیں اور ساتویں کو صبح

گہرے پانی میں جا کر سورج کی ۸ رشعاعوں والی تصویر بنائی جاتی ہے اور شنکر پاروتی کی مورتی قائم کر کے تانبے کے برتن میں برہمن کو چاول دان کئے جاتے ہیں۔ اور برہمنوں کی ضیافت کے بعد خود کھانا کھایا جاتا ہے۔ آٹھویں تاریخ (अष्टमी) کو بھیشم اشٹمی (भीष्माष्टमी) کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ جس میں بھیشم کی کتھا سنی جاتی ہے اور صبح کو اسنان کے بعد بھیشم کا شرادھ وترپن (پوجا) کی جاتی ہے۔ گیارہویں تاریخ کو جیا ایکادشی (जया एकादशी) کا ورت رکھا جاتا ہے۔ اس موقع پر وشنو کی کتھا کرائی جاتی ہے اور برہمن وشنو دونوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ گھی، ناریل، ریشمی لباس، اناج اور نقدی کی چڑھوتی چڑھائی جاتی ہے اور برہمنوں کو پیش کی جاتی ہے اور وشنو مندروں میں گندھرو (गन्धर्व) ناچ ہوتا ہے جس میں مرد و عورت ناچتے ہیں۔ ۱۲۹

ماہ ماگھ کے مذکورہ بالا تیوہاروں میں مکر سنکرانتی اور بسنت پنچمی کو خاص شہرت و اہمیت حاصل ہے۔ مناسب ہے کہ ان دونوں تیوہاروں کا ایک مختصر خاکہ پیش کر دیا جائے۔

مکر سنکرانتی (मकर संक्रान्ति)

مکر سنکرانتی ہندوؤں کا انتہائی مذہبی تیوہار ہے جو عام طور سے ۱۳ یا ۱۴ رجنوری کو ہوتا ہے اور بڑے دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ سنکرانتی کا معنی ہے سورج (सूर्य) کا ایک راشی (राशि) سے دوسری راشی میں جانا۔ اس لئے وہ راشی جس میں سورج داخل ہوتا ہے سنکرانتی کے نام سے مشہور ہے۔ جب سورج دھنو (धनु) راشی سے نکل کر مکر راشی میں داخل ہوتا ہے تو مکر سنکرانتی ہوتی ہے۔ ہندو دھرم شاستروں میں بارہ راشیاں بیان کی گئی ہیں جو اس طرح ہیں۔ (۱) मेष (۲) वृषभ (۳) मिथुन (۴) कर्कट (۵) सिंह (۶) कन्या (۷) तुला (۸) वृश्चिक (۹) धनु (۱۰) मकर (۱۱) कुम्भ (۱۲) मीन ۱۳۰

مختصر یہ کہ ماگھ ماہ کے کرشن پکچھ کی پہلی تاریخ (प्रतिपदा) کو یہ تیوہار اس وقت منایا جاتا ہے جب سورج مکر راشی میں آتا ہے یعنی اس دن سے ماگھ ماہ شروع ہوتا ہے۔ اس تیوہار پر گنگا کے کناروں پر لوگ کثرت سے اسنان کرنے جاتے ہیں خاص طور سے الہ آباد میں تروینی (त्रिवेणी) کے گھاٹ پر بہت بڑا میلہ ہوتا ہے۔ جہاں ہندو بھکت لوگ گنگا کی ریت پر ایک

ماہ جھونپڑی ڈال کر رہتے ہیں اور یمراج کی بہن یمنا (यमुना) اور بھیشم (भीष्म) کی ماں گنگا کی جے بولتے ہیں۔[131]

مکر سنکرانتی صرف ایک تیوہار ہے لیکن موجودہ ہندو دھرم میں اس کو بھی دیوی کا روپ دے کر ایک دیوی تسلیم کرلیا گیا ہے۔ سنکرانتی دیوی کسی سواری پر چڑھتی ہے اس کی خاص سواری ہاتھی جیسے جانور ہیں۔ اس کے کپڑے کالے، سفید یا لال رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں دھنش یا ترشول رہتا ہے۔ وہ مشرقی جانب سے آتی ہے اور مغرب میں چلی جاتی ہے اور تیسری سمت جھانکتی ہے۔ اس کے ہونٹ جھکے ہوئے ہیں، ناک لمبی ہے اور نو ہاتھ ہیں وہ جس کو دیکھتی ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے جس طرف سے وہ آتی ہے وہاں کے لوگ خوش حال ہوجاتے ہیں اور جس طرف وہ جاتی ہے وہاں کے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔[132]

طریقہ (विधि) مکر سنکرانتی کے تیوہار کے تعلق سے دھرم شاستروں میں بہت سے مذہبی احکامات واعمال بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند خاص اس طرح ہیں کہ ''اس تیوہار کے موقع پر ایک دن قبل صرف ایک بار دوپہر میں کھانا تناول کرنا چاہیے اور سنکرانتی کے دن دانتوں کو اچھی طرح صاف کر کے تل ملائے ہوئے پانی سے اسنان کرنا چاہیے۔ اور کسی نیک اہل وعیال والے برہمن کو غذائی اشیاء بھر کر تین برتن اور ایک گائے یم، رودر اور دھرم کے نام پر دے اور اگر ہو سکے تو برہمن کو زیورات، پلنگ اور سونے کے برتنوں کا دان کرے اور اگر غریب ہو تو برہمن کو صرف پھل پیش کرے۔ اس کے بعد بنا تیل کا بنا کھانا تناول کرنا چاہیے اور حسب طاقت دوسرے لوگوں کو بھوجن دینا چاہیے۔ اس دن گنگا اسنان ضرور کرنا چاہیے کہ اس سے برہم لوک (ब्रहमलोक) حاصل ہوتا ہے۔ اور جو اسنان نہیں کرتا وہ سات جنم تک بیمار اور غریب رہتا ہے۔ مکر سنکرانتی کے احترام میں تین دن یا ایک دن روزہ (उपवास) بھی رکھنا چاہیے اور پھر سورج کی پوجا کرنی چاہیے کہ اس سے محروم اشیاء کا مکمل طور پر حصول ہوتا ہے۔[133]

بسنت پنچمی (वसंत पंचमी)

بسنت رِتو (वसंत ऋतु) کو فارسی واردو میں موسم بہار کہا جاتا ہے۔ اور اس کو تمام

موسموں کا سردار مانا جاتا ہے بلکہ اس کو سراپا دیوتا مان کر ہی ہندوؤں میں بسنت پنچمی کا تیوہار جاری ہوا ہے۔

بسنت پنچمی کا تیوہار ماگھ ماہ کے شکل پکچھ کی پانچویں تاریخ (पंचमी) کو منایا جاتا ہے۔ آج ہی کے دن سے بسنت رِتو یعنی بہار کے موسم کا آغاز ہوتا ہے اور بہار کے جلوے ہر طرف نظر آنے لگتے ہیں، باغوں اور چمنستانوں میں پھولوں کی مہک اور پرندوں کی چہچہاہٹ اپنی طرف مائل کرنے لگتی ہے اور ہر طرف قدرت الٰہی کی عجیب وغریب دلکش رنگینیاں دعوت نظارہ دینے لگتی ہیں۔ منشی رام پرساد ماتھر اس حسین تیوہار کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ماگھ کے آخری ہفتے میں انسان بسنت پنچمی کے روز زرد پھولوں کو خوش خوش گھر لا کر بیوی بچوں کو دکھاتا ہے اور پھر سب مل کر بسنت کا تیوہار مناتے ہیں اور زرد پھول اپنے اپنے کانوں میں بطور زیور لگا کر خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اے پرماتما ہماری محنت کا پھل عطا کر اور پھولے ہوئے درختوں میں پھل پیدا کر۔ حقیقت یہ ہے کہ بسنت پنچمی سے کلیاں کھل کر تمام کھیت کی سبزی زردی میں تبدیل ہونے لگتی ہے اور کاشتکار کے دل میں قدرتی اُمنگ اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔ [۱۳۴]

بسنت پنچمی کا تیوہار ہندوستانی مذہبی تاریخ کے لحاظ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے وہ اس طرح کہ اس روز راون نے اپنے بھائی کمبھ کرن (कुम्भकरण) کو شری رام سے جنگ کرنے کے لیے بیدار کیا تھا اور اس نے چار دن تک خوب گوشت اور شراب کا لطف اٹھایا اور چار دن تک معرکہ آرائی کے بعد چتردشی (चतुर्दशी) یعنی چودھویں تاریخ کو مارا گیا اور اسی دن مہادیو نے بھی نفس امارہ کے دیوتا کامدیو (कामदेव) کو ہلاک کیا تھا۔ [۱۳۵]

طریقہ विधि: ہندو دھرم گرنتھوں وشاستروں کے محققین کے نزدیک بسنت پنچمی سے برہما (ब्रहमा) نے دنیا کی تخلیق کا عمل شروع کر دیا تھا اس لئے اس تیوہار پر برہما اور وشنو دیوتا کی پوجا کی جاتی ہے۔ جسم پر تیل کی مالش کر کے اسنان کیا جاتا ہے اور پھر کپڑے پہن کر وشنو یا شری کرشن یا شری رام کی مورتیوں کی پوجا کر کے گلال چڑھایا جاتا ہے اور حسب معمول پھول، خوشبو، مٹھائی اور دکھشنا (दक्षिणा) سے پوجن کیا جاتا ہے۔ سرسوں اور آم کے شگوفے و بور بھی

مورتیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو گیہوں سے بھی پوجا کی جاتی ہے۔ برہما کے علاوہ لکشمی اور برہما کی بیٹی سرسوتی جی کی بھی اس دن پوجا کی جاتی ہے کیوں کہ سرسوتی نے دنیا والوں کے لئے کھانے، پینے، کپڑا پہنے، کاٹ کر سینے، لکھنے، پڑھنے، گانے بجانے اور دوسری تمام چیزوں کی معلومات فراہم کی تھیں۔ ۱۳۶

بعض ہندو علماء (विद्वान) کہتے ہیں کہ بسنت پنچمی رادھا اور کرشن کے پیار کی یاد میں منایا جاتا ہے اس لئے بہت سے ہندو آج کے دن پیلے کپڑے پہنتے ہیں، رادھا اور کرشن کے پیار کے گیت گاتے ہیں۔ رات کو راس لیلا اور کیرتن کرتے ہیں اور برہمنوں کو عمدہ بھوجن کراتے ہیں۔ ۱۳۷

ماہ پھاگن کے تیوہار (फाल्गुन के त्योहार)

ہندو مذہبی کتب کی روشنی میں ہندو تیوہاروں کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر ہندوستانی مہینوں کے مثل ماہ پھاگن (फाल्गुन) میں بھی ہندوؤں کے معروف وغیر معروف اور چھوٹے بڑے کئی تیوہار پائے جاتے ہیں۔ پھاگن مہینے کے شکل پکچھ کی چوتھی (चतुर्थी) تاریخ کو اَوِدھنکر ورت (अविघ्नकर व्रत) رکھا جاتا ہے۔ اس دن گنیش (गणेश) کی مورتی بنا کر تل سے بنے لڈوؤں سے بھوگ لگایا جاتا ہے، ہون (हवन) کیا جاتا ہے، گنیش جی کی پوجا کی جاتی ہے اور تانبے کے برتن کے ساتھ دان دیا جاتا ہے۔ واراہ پران (वाराह पुराण) کے مطابق مہاراجہ سگر نے اپنے اشومیگھ (अश्वमेघ) یگ کی تکمیل کے لیے یہ ورت رکھا تھا۔ اسی ماہ کے شکل پکچھ کی آٹھویں (अष्टमी) تاریخ کو سیتا اشٹمی (सीता अष्टमी) کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ جس میں ایک چوکی پر لال رنگ کا کپڑا بچھا کر چاولوں کا آٹھ پتیوں کا کمل (कमल) بنایا جاتا ہے۔ اس پر سیتا جی کی مورتی رکھ کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ چراغ جلائے جاتے ہیں اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ اسی شکل پکچھ کی گیارہویں (एकादशी) کو آمل کی ایکادشی کا ورت (व्रत) رکھا جاتا ہے۔ اس دن آنولے کے پیڑ کے پاس بیٹھ کر وشنو (विष्णु) کی پوجا کی جاتی ہے، رات بھر جاگرن ہوتا ہے اور برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ آنولے کے درخت کے نیچے ہری (हरि) اور لکشمی کا قیام ہوتا ہے اس

لئے ان کی پوجا اور ساتھ ہی دامودر (दामोदर) اور رادھا کی پوجا کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ ۱۳۸؎

پھاگن کی پورنماسی (पूर्णिमा) کو ہولی کا تیوہار منایا جاتا ہے اور ہولی جلنے کے دوسرے دن دولہنڈی (धुलण्डी) کا جشن کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پھاگن ماہ کے کرشن پکچھ کی گیارہویں (एकादशी) تاریخ کو وجے ایکادشی کا تیوہار منایا جاتا ہے۔ یہ دراصل ایک ورت ہے جو برہمنوں نے شری رام کو دکھن میں سمندر کے قریب پہنچنے پر بتایا تھا۔ اس دن صبح مٹی کے کلش سے نہا دھو کر پیپل، بٹ، گولر اور آم کے پتے رکھے پھر ان کے اوپر مٹی کا گھڑا یا کوئی دوسرا برتن رکھے جو سات قسم کے اناجوں سے بھرا ہو اور اس کے اوپر نارائن کی مورتی بنا کر رکھے پھر اس کی پوجا کرے، رات بھر جاگرن کرے اور گھڑے کا اناج برہمنوں کو دان کر دے۔ ۱۳۹؎

پھاگن کرشن پکچھ کی ہی ۱۳ر تاریخ (त्रियोदशी) کو ایک عظیم مذہبی تیوہار منایا جاتا ہے جو مہاشوراتری (महाशिवरात्रि) کے نام سے مشہور ہے۔

مختصر یہ کہ ماہ پھاگن میں مختلف تیوہار منائے جاتے ہیں سب کی مذہبی اہمیت اپنی جگہ مسلم۔ لیکن مہاشوراتری اور ہولی ایسے مشہور و عظیم تیوہار ہیں کہ جو ہندوستانی تیوہاروں میں اپنی ایک امتیازی شان و پہچان رکھتے ہیں۔ ان دو تیوہاروں کا ہم قدرے تفصیل سے جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

مہاشوراتری (महाशिवरात्रि)

کسی بھی ہندوستانی مہینے کے کرشن پکچھ کی چتر دشی (चतुर्दशी) کو شوراتری (शिवरात्रि) کہا جاتا ہے لیکن ماہ پھاگن کی چتر دشی (چودھویں تاریخ) سب سے زیادہ اہم و بابرکت سمجھی جاتی ہے اور مہاشوراتری (महाशिवरात्रि) کہلاتی ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں میں ہے کہ جو شخص اس دن اُپواس (روزہ) رکھ کر بیل کے درخت کے پتوں سے شو کی پوجا کرتا ہے اور رات بھر جاگرن (जागरण) کرتا ہے شو (शिव) اُسے نرک (नरक) سے بچاتے ہیں اور خوشحالی و نجات (मोक्ष) عطا کرتے ہیں اور وہ شخص خود شو ہو جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ دان، یگ، تپسیا، تیرتھ یاترا اور ورت

شو پوجا کے کروڑویں حصے (कोटि-अंश) کے برابر بھی نہیں۔ ۱۴۰

مہا شوراتری کا تیوہار کیوں منایا جاتا ہے؟ اس کا کیا پس منظر ہے؟ یہ جاننے کے لئے جب ہندو مذہبی کتب کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو بہت سے مختلف اسباب و واقعات سامنے آتے ہیں لیکن سب کا ماحصل ایک ہوتا ہے اور وہ ہے شو پوجا (शिव-पूजा) اس سلسلے میں جو واقعات مذکور ہیں ان میں سے ایک خاص واقعہ اس طرح ہے کہ:

''آبو پہاڑ پر نشادوں (निषादों) کا راجہ سندر سینک (सुन्दर सेनक) تھا جو ایک دن اپنے کتے کے ساتھ شکار کھیلنے گیا۔ وہ کوئی جانور شکار نہ کرسکا اور بھوک پیاس سے پریشان ہوکر گھنے جنگل میں رات بھر تالاب کے کنارے جاگتا رہا۔ ایک بیل کے درخت کے نیچے شولنگ (शिवलिंग) تھا، اپنے جسم کو آرام دینے کے لیے اس نے انجانے میں شولنگ پر گرے پتے نیچے اُتار لیے اور اپنے پیروں کی دھول صاف کرنے کے لیے اس نے تالاب سے پانی لے کر چھڑکا اور ایسا کرنے سے پانی کی بوندیں شولنگ پر گریں۔ اس کا ایک تیر بھی اس کے ہاتھ سے شولنگ پر گر پڑا اور اس کو اُٹھانے میں اُسے شولنگ کے سامنے جھکنا پڑا۔ اس طرح اس نے انجانے میں ہی شولنگ کو نہلایا، چھوا اور اس کی پوجا کی اور رات بھر جاگتا رہا۔ دوسرے دن وہ اپنے گھر لوٹ آیا اور بیوی کا تیار کردہ کھانا کھایا۔ آگے چل کر جب وہ مرا اور یمدوتوں (यमदूत) نے اس کو پکڑا تو شو کے سپاہیوں نے ان سے جنگ کی اور اُسے اُن سے چھین لیا۔ وہ پاپ سے آزاد ہوگیا اور کتے کے ساتھ شو کا خادم بنا۔ اس طرح اس نے انجانے میں عظیم انعام حاصل کیا اگر کوئی نیت و ارادہ کر کے ایسا کرے تو وہ بہت زیادہ انعام کا حقدار ہوگا۔'' ۱۴۱

قدیم ہندوستانی تاریخ کے حوالہ سے جب ہم مہا شوراتری کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس کا ذکر مہابھارت شانتی پرو (शान्ति-पर्व) میں پاتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ کورووں (कौरवों) کی فوج کا جرنیل بھیشم پتامہ (भीषम पितामह) نے میدان کارزار میں زخمی ہوکر بستر مرگ پر اپنے احباب و متعلقین کو فلسفۂ موت اور دیگر موضوعات پر ہدایت و نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ مہا شوراتری کا ورت سب سے پہلے راجہ چتر بھانو (चतुर भानु) نے منایا تھا۔ اس کی سلطنت میں یہ ورت امیر و غریب سب رکھتے تھے اور رات شولنگ کی پوجا میں

گزارتے تھے۔[۱۴۲]

طریقہ (विधि): مہاشِوراتری کے تیوہار پر ادا کرنے کے لیے دھرم شاستروں میں بہت سے مذہبی اعمال وفرائض بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند خاص اس طرح ہیں کہ ''علی الصبح اسنان کرکے مہاشوراتری کا ورت رکھنا چاہیے جو ایسا نہیں کرتا وہ پاپی ہوتا ہے اور عقیدت کے ساتھ شوکی پوجا کرنی چاہیے۔ خاص طور سے شولنگ کا اسنان رات کے پچھلے پہر میں دودھ سے، دوسرے میں دھی سے، تیسرے میں گھی سے اور چوتھے میں شہد سے کرنا چاہیے اور یہ بھی مذکور ہے کہ پچھلے پہر میں ناچ گانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ اور مٹی کے برتن میں پانی بھر کر اوپر سے بیل کے پتے، ڈھاک اور دھتورے کے پھول ڈال کر شولنگ یا شوکی مورتی پر چڑھانا چاہیے۔ رات بھر جاگرن کرکے کتھا کرنی چاہیے، لیٹ کر پرنام (प्रणाम) کرنا چاہیے اور صبح کو معافی (क्षमा) مانگنی چاہیے۔[۱۴۳]

ہولی (होली)

ہولی یا ہولکا (होलिका) ہندوؤں کی مسرت وشادمانی کا ایسا عظیم مذہبی تیوہار ہے جو پورے بھارت میں پھاگن مہینے کی پورنماسی (पूर्णिमा) کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس سے پندرہ دن (एक पक्ष) پہلے ہولی کے نام سے لکڑی، کنڈے، گھاس، پھوس اور گنے وغیرہ ایک جگہ بڑے ڈھیر کی شکل میں اِکھٹا کیے جاتے ہیں اور پھاگن پورنماسی کے گذر جانے پر صبح سورج نکلنے سے پہلے کسی برہمن سے اس میں آگ لگوائی جاتی ہے۔ اس دن یگ (यज्ञ) بھی کیا جاتا ہے اور عمدہ وقیمتی پکوان تیار کیے جاتے ہیں۔

ہندوؤں کے دیگر تیوہاروں کی طرح ہولی کا تیوہار بھی ایک خاص مذہبی وتاریخی واقعہ کی یادگار ہے۔ اس کے پس منظر کے طور پر بہت سے واقعات بیان کیے گئے ہیں لیکن ان میں سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ ''جب ملتان کا راجہ ہرنئے کشیپ (हिरण्य कश्यप) اپنے فرزند بھگت پرہلاد (भगत प्रहलाद) کو طرح طرح سے ختم کرنے کی ناکام کوشش کر چکا اور وہ ایشور کی مہربانی سے سلامت رہا تو ہرنئے کشیپ کی بہن اور پرہلاد کی پھوپی جس کا نام ہولکا (हालिका) تھا اس نے

بھائی سے کہا کہ میں ایسا جسم رکھتی ہوں جس کو آگ جلا نہ سکے گی۔ تم پرہلاد سے کہو کہ اگر تیرا کوئی ایشور ہے اور تجھ کو بچا سکتا ہے تو آمیرے ساتھ آگ میں بیٹھ جا وہ تجھ کو بچالے گا۔ چنانچہ پرہلاد ایشور کا دھیان کرتے ہوئے ہولکا کے ساتھ آگ میں بیٹھ گیا۔ ایشور کی مہربانی سے پرہلاد بچ گیا اور ہولکا جل کر خاک ہوگئی۔ اس وقت لوگوں نے خوشیاں منائیں اور ہر جگہ مشہور ہوگیا کہ پرہلاد بچ گیا اور ہولکا جل گئی۔ تبھی سے اس ہولکا نامی راچھسنی (राक्षसनी) کے نام سے یہ تیوہار جاری و مشہور ہوگیا جو آج تک جاری وساری ہے۔[۱۴۴]

مذہبی و تاریخی اہمیت کے علاوہ یہ تیوہار سماجی اور موسم کے لحاظ سے بھی منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تیوہار پھاگن کی پورنماسی کو ایسے موسم میں ہوتا ہے کہ جب پت جھڑ کے بعد بہار کا موسم دستک دیتا ہے اور سردی کے کپڑے اُتار کر گرمی کا لباس زیب تن کیا جاتا ہے۔ اور انسانوں وحیوانوں کے جسموں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگتا ہے اور ہر طرف مسرت وشادمانی کا سماں ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تیوہار موسم خزاں کے خاتمے کی علامت ہے اور بہار کے موسم کے دلکش نظاروں کی نشانی ہے۔ اس موقع پر مستی بھرے گانے، ناچ اور سنگیت موسم بہار کی آمد آمد کا اعلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہولی کے تیوہار پر ہندو لوگ بہار (बसन्त) کی خوشیوں کا اظہار رنگین پانی اور عبیر و گلال کے مختلف رنگ ایک دوسرے پر ڈال کر کرتے ہیں۔ کچھ مقامات پر رنگ ڈالنے کا یہ ماحول خاص ہولی کے دن ہوتا ہے اور کہیں کہیں رنگوں کے یہ کھیل بہت پہلے سے شروع کردیئے جاتے ہیں جیسے متھرا، نندگاؤں، ورنداون اور برسانا وغیرہ۔ اور مسلسل کئی دنوں تک جاری رہتے ہیں۔ کہیں کہیں ہولی کے دن یا اس کے ایک دن بعد لوگ ایک دوسرے پر کیچڑ بھی پھینکتے ہیں۔ کہیں کہیں دو تین دنوں تک مٹی، کیچڑ (पंक) رنگ اور ناچ گانے سے مست ہوکر لوگ دل (گروہ) بنا کر ہولی کا ھڑدنگ (हुड़दंग) مچاتے ہیں جس سے سڑکیں تک لال ہوجاتی ہیں۔ کہیں کہیں لوگ بھدے مذاق اور فحش گانوں سے اپنی جسمانی خواہشات کا اظہار کرتے ہیں جس سے شریفوں کی بہن بیٹیاں ان دنوں باہر نہیں نکل پاتیں ہیں کیوں کہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ کوئی گندی و نازیبا حرکت نہ کر بیٹھیں۔ اس موقع پر کثرت سے شراب اور بھانگ وغیرہ کا نشہ بھی کیا جاتا ہے اور کہیں کہیں مرد و عورتیں ساتھ ساتھ ہولی کی مستی کا لطف

اٹھاتے ہیں۔ ۱۴۵

طریقہ (विधि) ہولی کے تیوہار پر ہندوؤں کو کون سے مذہبی کام کرنے چاہئیں اس کو بیان کرتے ہوئے ہندو مذہبی کتب میں کہا گیا ہے کہ اس دن صبح سے ورت (व्रत) رکھا جائے دن میں وِشنو یا کرشن یا رام کی پوجا کی جائے اور ان کی مورتیوں پر عبیر گلال اور رنگ ڈالا جائے اور خوشیاں مناتے ہوئے، ان کی بھگتی کرتے ہوئے ان سے حفاظت و کامیابی کی دعا کی جائے۔ جہاں ہولی بنائی جائے وہاں شام کو ہولکا راکچھسنی کے بجائے وشنو کی پوجا کی جائے اور چاند نکلنے پر بھوجن کیا جائے۔ اس موقع پر لڑکیاں رات میں تھالی میں بھوجن اور دان لے کر بھی جاتی ہیں اور ہولی کا پوجن کر کے برہمن کو دان دیتی ہیں۔ ۱۴۶

دولہنڈی (दुल्हण्डी)

یہ تیوہار بھی ہولی سے تعلق رکھتا ہے اور ہولی کے دوسرے دن ماہ چیت کی پہلی تاریخ (प्रतिपदा) کو منایا جاتا ہے۔ یہ دن رنگ اور گلال ڈالنے کے واسطے مخصوص ہے لیکن کہیں کہیں اس روز مٹی و کیچڑ بھی استعمال کی جاتی ہے۔ دھرم شاستروں کے مطابق اس دن صبح کو اسنان کر کے شری کرشن یا شری رام کی عقیدت سے پوجا کرنی چاہیے اور ان کی مورتیوں کو سفید کپڑے پہنا کر ان پر رنگ وعبیر اور گلال ڈالنا چاہیے اور ہولی کا طواف (परिकमा) کر کے برہمنوں کو دان دیا جانا چاہیے۔ ۱۴۷

اس تیوہار کے تعلق سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن راکھ شدہ ہولی کو پرنام (प्रणाम) کرنا چاہیے، منتر پڑھنا چاہیے اور سندر ناری (عورت) کے ذریعہ کام دیوتا کی مورتی پر چندن کا لیپ لگانا چاہیے اور پوجا کرنے والے کو چندن لیپ سے آلودہ آم کا بور کھانا چاہیے۔ اس کے بعد حسب حیثیت برہمنوں کو دان دینا چاہیے اور کام دیوتا (محبت کا دیوتا) مجھ پر خوش ہو ایسا کہنا چاہیے۔ ۱۴۸

دوج (दौज): دولہندی کے دوسرے دن ہولی کی دوج ہوتی ہے، جس میں بھائی کو بلا کر یا بھائی کے یہاں جا کر اس کی خوب خاطر و تواضع کی جاتی ہے، مٹھائی کھلائی جاتی ہے اور بھائی کی

پوجا کی جاتی ہے جس کے بعد بھائی بہن کو مال وقیمتی تحائف پیش کرتا ہے۔ دسہرہ اور دیوالی کی طرح اس موقع پر لوگ اپنے بل، قلم دوات وغیرہ رکھ کر ایشور سے کامیابی وخوش حالی کی دعا بھی کرتے ہیں۔ ۱۴۹

اسلام اور ہندو دھرم کے تیوہاروں میں مماثلت

اسلام اور ہندو دھرم کے تیوہاروں کا جو تحقیقی جائزہ ہم نے گزشتہ صفحات میں لیا ہے اس کی روشنی میں بعض چیزیں بظاہر مسلم اور ہندو تیوہاروں میں کافی حد تک یکساں نظر آتی ہیں اور بعض قدرے مماثلت رکھتی ہیں۔ مثلاً:

☆ مسلمانوں کے جملہ تیوہار ورسومات وتقاریب مختلف مہینوں میں قمری تاریخ کے حساب سے منائے جاتے ہیں اور اسی اعتبار سے روزے بھی رکھے جاتے ہیں اور ہندوؤں کے بھی تمام تیوہار اور ورت واُپواس (व्रत व उपवास) بلحاظ چاند ہوتے ہیں۔

☆ مسلمان سال میں رمضان، ذی الحجہ، محرم الحرام، شب برأت اور شب معراج کے کل ملا کر تقریباً ۴۰ روزے رکھتے ہیں اور ہندو نوراتر، چوبیس ایکادشی اور باقی تیوہاروں پر جو ورت (व्रत) واُپواس (روزہ) رکھتے ہیں وہ بھی قریب قریب چالیس ہوتے ہیں۔

☆ مسلمان ہر ایک تیوہار پر سنت ادا کرتے ہوئے غسل کا اہتمام ضرور کرتے ہیں اور ہندو بھی اپنے تیوہار اور ورت کی شروعات اسنان سے کرتے ہیں۔

☆ مسلمان اپنے تیوہاروں پر کثرت سے روزے رکھتے ہیں تو ہندو اپنے تیوہاروں پر ورت واُپواس (व्रत व उपवास) رکھتے ہیں۔

☆ مسلمان اپنے تمام تیوہاروں بالخصوص عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر کثرت سے مال اور ضرورت کا سامان صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ہندو بھی اپنے جملہ تیوہاروں اور ورتوں پر سونا، چاندی، روپیہ، کپڑا، برتن، اناج، مٹھائی اور طعام وغیرہ میں سے کسی ایک یا چند چیزوں کا دان کرتے ہیں اور اس کو اپنے لئے لازم وضروری سمجھتے ہیں۔

☆ مسلمان عید الفطر، عید الضحیٰ اور عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپس میں

مصافحہ ومعانقہ کر کے خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں تو ہندو دیوالی، ہولی اور دسہرے وغیرہ پر ایک دوسرے سے گلے مل کر خوش ہوتے ہیں اور مبارکبادیاں پیش کرتے ہیں۔

☆اسلامی تیوہار و رسومات پر مسلمانوں کے لیے نیکی وثواب کے حصول کے اصول اللہ کا نام، دُعا، روزہ اور خیرات ہیں تو ہندوؤں کے لیے بھلائی ونجات کے اصول ''ایشور کا نام، دعا یا پرارتھنا (प्रार्थना) اُپواس یا ورت اور دان ہیں۔ ۱۵۰

☆مسلمان عید الضحیٰ یا دیگر مواقع پر بوقت حج وعمرہ طواف کرتے ہیں، دو چادریں یعنی بنا سلا لباس پہنتے ہیں اور ایسے چپل پہنتے ہیں کہ جس کے اوپر کا حصہ کھلا ہو ڈھکا نہ ہو۔ اور اپنے سر کے بال منڈاتے ہیں یا کٹاتے ہیں۔ اور ہندو بھی اپنے تیوہاروں پر تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) کے وقت دھوتی وساڑی یعنی بغیر سلے کپڑے پہنتے ہیں، چپل کی جگہ ایسی کھڑاؤں پہنتے ہیں کہ جس کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی۔ اور تیرتھوں پر عام طور سے اپنا اور بچوں کا منڈن کراتے ہیں۔ مسلمان اللہ کے گھر خانۂ کعبہ میں طواف کرتے ہیں تو ہندو مختلف اوتاروں و دیوتاؤں کی مورتیوں کی پریکرما (परिक्रमा) یعنی چکر لگاتے ہیں۔

☆مسلم تیوہار و رسومات کسی عظیم واقعہ یا کسی نبی یا ولی کی یاد یا پیدائش کی خوشی میں منائے جاتے ہیں تو ہندو تیوہار بھی کسی واقعہ یا حادثہ کی یاد یا کسی اوتار و دیوتا کی پیدائش کی یادگار کے طور پر منائے جاتے ہیں۔

☆مسلمان بحکم خداوندی عید الضحیٰ کے موقع پر گائے، بیل، بھینس اور بکرے وغیرہ کی قربانی کرتے ہیں تو ہندو نوراتری یا دُرگا پوجا کے تیوہار پر مختلف جانوروں بالخصوص بھینس، بیل اور بکرے کی بلی چڑھاتے ہیں۔ کہیں کہیں دسہرہ پر بھی بھینسے اور بکرے کی بلی دی جاتی ہے۔ ۱۵۱

☆مسلمان اپنے تیوہاروں پر تلاوتِ قرآن، تسبیح ووظائف اور صدقۂ وخیرات کے ذریعے اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد اور اعزا واقرباء کو ثواب کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں تو ہندو بہت سے تیوہاروں پر آباؤ اجداد (पितर) کی ارواح کے چین وسکون (आत्मा की तृप्ति व शान्ति) کے لیے پوجن وشرادھ (श्राद्ध) کرتے ہیں۔ جس میں گائے، بھینس، گینڈا،

بکری اور خرگوش وغیرہ کا گواپنے دھرم گروؤں واوتاروں کی یاد میں دسہرہ سال میں دوبار ایک جیٹھ میں اور دوسرے کنوار میں، دوج سال میں دوبار ایک دیوالی پر دوسرے ہولی پر، نو درگا یا نوراتر دوبار ایک چیت میں دوسرے کنوار میں اور گنیش ورت ساون، بھادوں، اگھن اور ماگھ کی چوتھ (चाथी) کو بالخصوص مناتے ہیں۔ ۱۵۵

☆ عیدالضحیٰ کے موقع پر مسلمان حج ہر سال ادا کرتے ہیں لیکن جمعۃ المبارک کے دن جو حج ہوتا ہے وہ حج اکبر کہلاتا ہے جو کئی سال بعد واقع ہوتا ہے اور ہندوؤں کے بھی کئی ایسے تیوہار ہیں جو کافی سال بعد منعقد ہوتے ہیں جیسے: گو بند دوادشی (गोविन्द द्वादशी) یہ پچاس ساٹھ سال بعد بمقام ایودھیا منائی جاتی ہے جس میں لاکھوں ہندو سریو (सरयू) ندی میں اسنان کے واسطے حاضر ہوتے ہیں۔ کپلا کھشٹی (कपिला खष्टी) یہ تیوہار بھی تقریباً ساٹھ سال بعد اس وقت ہوتا ہے جب دکھن میں بھادوں بدی چھٹہ اور منگل کا دن ہو۔ یہ تیوہار نارد جی کے اس واقعہ کی یاد میں منایا جاتا ہے جس دِن نارد جی (नारद) عورت بن کر چالیس لڑکے پیدا کرنے کے بعد دوبارا مرد بنے تھے۔ کوکلا برت (कोकल व्रत) یہ ورت انیس سال بعد لوند کے اساڑھ کی پورنماشی کو ہوتا ہے۔ لوند (लांद) یہ تیسرے سال ہوتا ہے اور اس میں ایک ماہ تک شوجی کی پوجا کی جاتی ہے اور بعض لوگ ورت بھی رکھتے ہیں۔ کمبھ (कुम्भ) یہ بارہ سال بعد آتا ہے اور کئی لاکھ آدمی گنگا اِشنان کے لیے آتے ہیں۔ یہ بارہ سال کے فاصلہ سے ہری دوار، الٰہ آباد، اُجین اور ناسک میں سلسلہ وار ہوتا ہے۔ اور یہ زیادہ تر بیساکھ کے ماہ میں ہوتا ہے اور کبھی چیت میں بھی ہندوستانی جیوتش کے حساب سے پڑ جاتا ہے۔ کُمبھی یا چھوٹا کمبھ (कुम्भी) یہ تیسرے سال یا چھٹے سال ہوتا ہے اور ہری دوار، الٰہ آباد اور بنارس وغیرہ میں گنگا اسنان ہوتا ہے۔ ۱۵۶

اس کے علاوہ بہت سے مذہبی تاریخی واقعات میں بھی بظاہر یکسانیت نظر آتی ہے جیسے:

☆ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینے کو ہجرت اور ہندوؤں کے شری کرشن کی دوارکا (द्वारका) کو روانگی۔

☆ اسلامی پیغمبروں کا بکریاں وجانور چرانا اور شری کرشن کا گائیں چرانا۔

☆ حضرت موسیٰ کو فرعون کے لشکر کے سامنے دریائے نیل کا راستہ دینا اور شری کرشن

کی پیدائش پر یمناندی (यमुना) کا بسودیو (वसुदेव) کو راستہ دینا۔

☆حضرت ابراہیم پر آگ کا گلزار ہونا اور ہندودھرم میں پر ہلاد کا آگ میں ڈالا جانا اور پھر اس پر آگ کا بے اثر ہونا۔

☆اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر ہیرڈ (Herod) بادشاہ کا بیت اللحم کے بچوں کو قتل کرانا، حضرت موسیٰ کی پیدائش پر فرعون کا بنی اسرائیل کے بچوں کو ختم کرانا اور ہندودھرم میں کرشن جی کی پیدائش پر کنس (कंस) کا اپنی بہن کے بچوں کو قتل کرانا۔ ۱۵۷

مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ اور بھی ایسے کئی واقعات وحادثات ہوں گے جن پر اہل علم کی نظر ضرور ہوگی۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ان سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔

اسلام اور ہندودھرم کے تیوہاروں میں مغائرت

مسلم وہندو تیوہاروں کا مماثلث ویکسانیت کے اعتبار سے ماقبل جو ہم نے تحقیقی جائزہ لیا ہے اور اس سے مسلم وہندو تیوہاروں کے درمیان بعض چیزوں میں جو مماثلت نظر آتی ہے وہ صرف اور صرف ظاہراً وصورۃً ہے حقیقتاً نہیں۔ اس لیے کہ حقیقت وافادیت اور مطلوب ومقصود کے لحاظ سے دونوں میں انتہادرجہ کی مغائرت ہے۔ جنہیں درج ذیل مثالوں کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

☆جملہ اسلامی تیوہاروں پر فقط خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت وبندگی کی جاتی ہے۔ انبیاء ومرسلین وبزرگان دین کہ جن کی یاد میں بعض تیوہار ورسومات منائی جاتی ہیں ان کو صرف تلاوتِ قرآن، تسبیح ووظائف اور صدقہ وخیرات کا ثواب تحفۃً پیش کیا جاتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جب کہ ہندودھرم کے تمام تیوہاروں پر ایک نہیں بلکہ ہر ایک تیوہار پر مختلف دیوی، دیوتاؤں، اوتاروں اور دھرم گروؤں کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مکرسنکرانتی پر سنکراتی جو کہ دیوی نہیں بلکہ سورج کے دھنو (धनु) راشی سے نکل کر مکر (मकर) راشی میں جانے کا نام ہے لیکن موجودہ ہندودھرم میں اس کو بھی دیوی مان کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ ۱۵۸

اسی طرح مہاشوراتری پر شولنگ کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض تیوہاروں میں زمین، پانی، سانپ، جانور اور پیڑ پودوں وغیرہ کا بھی پوجن ہوتا ہے۔

☆مسلم تیوہار باعتبار ذات وطبقات نہیں منائے جاتے ہیں ہر ایک تیوہار ورسم ہر مسلمان کے لیے ہے چاہے وہ کسی قوم یا خاندان سے تعلق رکھتا ہو لیکن ہندوؤں کے بہت سے تیوہار اعلیٰ واشرف، ادنیٰ وارذل ذات وطبقات کے لحاظ سے منائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہولی، شودروں (अछूत) ودلتوں کا تیوہار ہے، دیوالی ویش کا، دسہرہ چھتریوں کا اور شراونی برہمن طبقے کا وغیرہ وغیرہ۔

☆مسلم تیوہاروں کی تعداد کافی کم ہے کہ جن کو بآسانی انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ ہندو دھرم کے تمام تیوہاروں کی گنتی کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ سال میں ۳۶۰ر دن ہوتے ہیں اور ان میں شاید ہی کوئی ایسا دن ہو کہ جس میں ایک یا دو یا اس سے زیادہ ورت (व्रत) وتیوہار نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے سال میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تیوہار اور ورت ہیں۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ ہر تیوہار و ورت کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا، اوتار یا دھرم گرو کی یاد ہے تو جس دھرم میں ۳۳ر کروڑ دیوی، دیوتا اور ۲۴ر اوتار ہوں اس میں کتنے تیوہار و ورت ہونے چاہئیں آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

☆مسلم تیوہار و رسومات میں ہر ایک تیوہار یا ہر ایک رسم کسی ایک نبی یا ایک ولی یا کسی ایک مذہبی واقعہ کی یادگار ہے اور ایک ہی کے نام سے منسوب ہے لیکن ہندو ورت وتیوہار میں ایک ایک ورت وتیوہار کئی کئی دیوی، دیوتاؤں واوتاروں اور واقعوں کی یاد ہے اور کئی ایک کے نام سے مربوط ہے۔ [159]

☆مسلم تیوہاروں پر غریبوں، محتاجوں، بیواؤں ویتیموں کو صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے لیکن ہندو تیوہاروں میں خاص طور سے برہمن کو دان دینے پر زور دیا جاتا ہے۔

☆مسلم تیوہاروں میں عیدالضحیٰ کی قربانی کے گوشت کے علاوہ کوئی خاص چیز صدقہ کے طور پر نہیں دیتے بلکہ کسی بھی تیوہار پر کوئی بھی چیز صدقہ وخیرات کر سکتے ہیں لیکن ہندو اپنے بعض تیوہاروں اور بعض مہینوں میں خاص اشیاء دان کرتے ہیں۔ جیسے کاتک میں چراغ، اگھن میں کھچڑی، ماگھ میں تیل، چیت میں موسمی پھل، لکڑی، خربوزہ وغیرہ۔ بیساکھ میں ستو، جیٹھ میں پانی، ساون میں پھل اور دودھ اور بھادوں میں دھی۔ [160]

☆ ہندو تیوہاروں میں مرد وعورتوں کا ناچنا، گانا، اور گیت سنگیت کا اہتمام کرنا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ دھرم گرنتھوں کی رو سے باعث ثواب ہے جب کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لیے یہ تمام چیزیں انتہائی معیوب، مخرّب اخلاق، اشدِ حرام اور باعث عذاب ہیں۔

☆ ہندو اپنے تیوہاروں پر بہت سے غیر اخلاقی کام و نازیبا حرکات بھی انجام دیتے ہیں مثلاً دیوالی پر جوا کھیلنا، چوری کرنا اور شراب پینا۔ ہولی پر شراب پینا، بھانگ وغیرہ استعمال کرنا، بھدّے و بیہودہ مذاق کرنا، فحش و گندے گانے بجانا، ایک دوسرے پر مٹی و کیچڑ ڈالنا اور مردوں وعورتوں کا مخلوط ہو کر رقص کرنا اور پتھر چوتھ پر اینٹ پتھر پھینک کر پڑوسیوں کو زخمی کرنا وغیرہ [161] جب کہ مسلمان اپنے تیوہاروں پر اس طرح کے افعالِ قبیح اور بیہودہ حرکات کے ارتکاب سے دور رہتے ہیں کیوں کہ اسلامی شریعت کی رو سے ایسا کرنا سخت حرام ہے۔

مذکورہ بالا امثال وحوالہ جات کی روشنی میں بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام اور ہندو مذہب کے اغراض ومقاصد اور احکام واعمال کے مابین بنیادی طور پر زمین وآسمان کا فرق ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

1. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۳۵
2. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۳۶/۳۷
3. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۴۲
4. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۱۸۶
5. हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 5,6
6. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۲۹۲ تا ۲۹۳
7. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۴۲ تا ۲۴۵

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 33 ता 36

// ہندوؤں کے تیوہار ص ۵ تا ۱۱

8. धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 20 ता 21
9. ہندوؤں کے تیوہار ص ۵،۶
10. ہندوؤں کے تیوہار ص ۶
11. धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 34
12. धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 34
13. ہندوؤں کے تیوہار ص ۹
14. ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص۔ ۱۴۶، ۱۴۷، ۲۰۸
15. धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 34,36

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۸ تا ۱۰

۱۶ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۱

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 14

۱۷ے ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۱۱

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 14

۱۸ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۲: تا ۱۷

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 15-21

۱۹ے धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 37

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۳

۲۰ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۳

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 17

۲۱ے ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۱۴۹/ ۱۵۰

۲۲ے धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 37

۲۳ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۴

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۵۲

۲۴ے ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۵۳ تا ۱۵۵

۲۵ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۴

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 18-19

۲۶ے ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۱۴

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۱۵۹ تا ۱۶۰

۲۷ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۱۶/ ۱۷

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 22

۲۸ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۱

۲۹ے ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۲/ ۲۳

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۶۸

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 25

۳۰ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۲۴

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت:ص۔ ۱۶۸

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 25

۳۱ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 23

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 37

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۱

۳۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 38

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۱/۲۲

۳۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 37

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۲

۳۴ // ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۷تا۳۲

۳۵ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 26-27

۳۶ // ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۷

۳۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 40

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۸

۳۸ ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۷/۲۸

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۵۲

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 28

۳۹ ہندوؤں کے تیوہار ص:۲۸

۴۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 46-48

۴۱ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 4

۴۲ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 29

// ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۰تا۳۲
۴۳ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۵۲
۴۴ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۰
۴۵ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۰
۴۶ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۲۳۸
۴۷ ہندوؤں کے تیوہارص:۳۰
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 29
۴۸ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۲۴۷/۲۴۸
// ہندوؤں کے تیوہارص:۳۲تا۳۸
۴۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 53
۵۰ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۵۵
۵۱ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۵۶
۵۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 52
۵۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 52
۵۴ ہندوؤں کے تیوہارص:۳۳
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 30
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 51
۵۵ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۵۵
// ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۵
۵۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 53
// ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۵
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 32
۵۷ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۵۹
۵۸ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۳۶

۵۹ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ۔ص:۲۳۹
۶۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 53
// ہندوں کے تیوہار ۔ص:۳۶
۶۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 53
// भविष्योत्तर ;137. 19-20
// ہندوؤں کے تیوہار ۔ص:۳۶
۶۲ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۵۹ تا ۶۲
۶۳ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۵۹/۶۰
۶۴ ہندوؤں کے تیوہار ۔ص:۳۴
۶۵ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 32
۶۶ ہندوؤں کے تیوہار ۔ص:۳۴
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 32
۶۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 53
۶۸ हिन्दुओं के वृत पर्व व त्योहार पृ0 32
۶۹ البیرونی کا ہندوستان ۔ص ۲۷۲
۷۰ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۲۲۵
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 59
// ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۷/۴۸
۷۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 58-59
// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ۔ص:۶۶
// ہندوؤں کے تیوہار ۔ص:۴۶
۷۲ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۶۴۔۷۲
// ہندوؤں کے تیوہار ص:۳۹
۷۳ ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۸

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۷۲
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 60-61
۷۴ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۵۰/۵۱
// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۷۶
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 62
۷۵ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص۷۶،۱۸۸،۲۰۹
// ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۹،۵۰
۷۶ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص۷۶
// ہندوؤں کے تیوہار ص:۵۰
۷۷ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ۔ ۷۴
// ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۴۸/۴۹
۷۸ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 52
۷۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 53
// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۶۴
// ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۴۰
۸۰ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۶۵
۸۱ ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۵
۸۲ ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۰
۸۳ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۴۱/۴۳
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 36
۸۴ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 56
// ہندوؤں کے تیوہار ص:۴۴/۴۵
۸۵ ہندوؤں کے تیوہار ص:۵۸ تا ۶۱
// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۲۵۴

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 59-69

۸۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 63-64

۸۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 63

۸۸ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۸۵/۸۶

۸۹ ہندوؤں کے تیوہار ص:۵۹

۹۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 68

۹۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 67

۹۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 67

۹۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 66

۹۴ ہندوؤں کے تیوہار ص:۶۱

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۸۶

۹۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 70

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۸۸

۹۶ ہندوؤں کے تیوہار ص:۶۰/۶۱

۹۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 71

۹۸ ہندوؤں کے تیوہار ص:۶۱

۹۹ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 67

۱۰۰ ہندوؤں کے تیوہار ص:۶۲تا۷۶

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۲۵۵تا۲۵۹

۱۰۱ ہندوؤں کے تیوہار ص:۶۲

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۹۲

۱۰۲ ہندوؤں کے تیوہار۔ص:۶۴

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۹۲

۱۰۳ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۹۲

۱۰۴؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت۔ص:۹۲
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 74
۱۰۵؎ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 76
// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت،ص ۹۲
۱۰۶؎ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 80
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 77
// ہندوؤں کے تیوہار،ص ۷۲
۱۰۷؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت،ص ۹۳
// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 78
۱۰۸؎ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 82
۱۰۹؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 78
۱۱۰؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 73
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 77
۱۱۱؎ ہندوؤں کے تیوہار،ص ۶۵/۶۶
۱۱۲؎ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 77
// ہندوؤں کے تیوہار،ص ۶۵
۱۱۳؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 73-78
// ہندوؤں کے تیوہار،ص ۷۰
۱۱۴؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 75-78
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 78
☆ کُم کُم: لاکھ کا بنا ہوا پولا گولہ
۱۱۵؎ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۷۷
// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 88
۱۱۶؎ ہندوؤں کے تیوہار،ص ۷۸

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 89

۱۱۷ ہندوؤں کے تیوہار ص:۷۷

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 92

۱۱۸ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 93

۱۱۹ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 91-92

۱۲۰ ہندوؤں کے تیوہار ص ۷۷/۷۸

۱۲۲ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۱۹

۱۲۳ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 95

۱۲۴ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 95

۱۲۵ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 96

۱۲۶ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۲۳/ ۱۲۴

// ہندوؤں کے تیوہار ص:۷۶

۱۲۷ ہندوؤں کے تیوہار ص:۸۳/ ۸۴

۱۲۸ // // // //

۱۲۹ ہندوؤں کے تیوہار ص:۸۴/ ۹۳

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۲۱تا ۱۲۷

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 98-103

۱۳۰ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص:۱۲۲

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 79

۱۳۱ ہندوؤں کے تیوہار ص:۸۵/۸۶

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 96

۱۳۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 84

۱۳۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 79-82

۱۳۴ ہندوؤں کے تیوہار ص:۸۹/ ۹۰

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت،ص:۱۲۶

۱۳۵ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت،ص:۱۲۷

۱۳۶ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۹۰/۹۱

// ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت،ص:۱۲۶

۱۳۷ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 100

۱۳۸ हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 106-07

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 102-228-107

۱۳۹ धर्म ाास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 199

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 104

۱۴۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 84

// ہندوؤں کے تیوہار،ص:۹۴

۱۴۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 84-85

۱۴۲ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۹۵

۱۴۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 86-87

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 105

۱۴۴ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۸۵

۱۴۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 90-91

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 108

// ہندوؤں کے تیوہار،ص:۱۰۰

۱۴۶ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۱۰۰

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 108

۱۴۷ ہندوؤں کے تیوہار،ص:۱۰۱

// हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृ0 109

۱۴۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 90

۱۴۹؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۱۴۴

〃 ہندوؤں کے تیوہار ص: ۲۷

۱۵۰؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۶

۱۵۱؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 66-67-71

〃 ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۳۰

۱۵۲؎ گائے کا دشمن کون؟ ص: ۱۶

〃 ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۰

۱۵۳؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۱/ ۲۱۲

۱۵۴؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۱

۱۵۵؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۲/ ۲۱۳

۱۵۶؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۳/ ۲۱۴/ ۲۱۵

۱۵۷؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۱۷/ ۲۱۸

۱۵۸؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 84

۱۵۹؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۹۲/ ۲۹۳

۱۶۰؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۱۸۶

۱۶۱؎ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص: ۲۳۹ تا ۲۴۱

〃 धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 90-91

☆☆☆☆
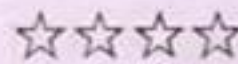
اتھرووید میں نراشنس یعنی محمد ﷺ کا تذکرہ

इदं जना उप श्रुत नराशंस स्तविष्यते ।
षष्टिं सहस्रा नवतिं च कौरम आ रुशमेषु दद्महे ॥ १ ॥
उष्ट्रा यस्य प्रवाहिणो वधूमन्तो द्विर्दश ।
वर्ष्मा रथस्य नि जिहीडते दिव ईषमाणा उपस्पृशः ॥ २ ॥
एष ऋषये मामहे शतं निष्कान् दश स्रजः ।
त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम् ॥ ३ ॥
वच्यस्व रेभ वच्यस्व वृक्षे न पक्वे शकुनः ।
ओष्ठे जिह्वा चर्चरीति क्षुरो न भुरिजोरिव ॥ ४ ॥
प्र रेभासो मनीषा वृषा गाव इवेरते ।
अमोत पुत्रका एषाममोत गा इवासते ॥ ५ ॥
प्र रेभ धियं भरस्व गोविदं वसुविदम् ।
देवत्रेमां वाचं कृणीषु न वीरो अस्ता ॥ ६ ॥
राज्ञो विश्वजनीनस्य यो देवोमर्त्यां अति ।
वैश्वानरस्य सुष्टुतिमा शृणोता परिक्षितः ॥ ७ ॥
परिच्छिन्नः क्षेममकरुत्तम आसनमाचरन् ।
कुलायं कृण्वन् कौरव्यः पतिर्वदति जायया ॥ ८ ॥

رہن سہن
غذا و خوراک

اسلامی رہن سہن، غذا و خوراک

اسلام امن و سلامتی اور مساوات کا دین ہے، جس کے صرف لغوی و اصطلاحی مفہوم میں ہی نہیں بلکہ حیاتِ انسانی سے متعلق جملہ تعلیمات و احکامات میں سلامتی و مساوات موجود ہے۔ اسلامی رہن سہن، غذا و خوراک بھی انسانی زندگی کا ایک اہم ترین باب ہیں۔ اسی سے انسانی سماج کا قیام اور حیاتِ انسانی کی بقاء ہے، اور کائناتِ انسانی کے وجود میں اس کا بڑا عمل دخل ہے، اس لئے اسلام نے ایسے جز ولاینفک موضوعات کا نظام و دستور بھی حفاظت و سلامتی اور مساوات کے اصول و ضابطے کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔ یعنی رہن سہن کے تعلق سے اسلام نے اسی طرح کے قوانین نافذ فرمائے ہیں جو انسانی معاشرہ اور انسانی زندگی کے لئے یکساں مفید ہیں اور دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کو محبت و ہمدردی اور حفاظت و سلامتی کا درس دیتے ہیں۔ اسی طرح غذا و خوراک کے طور پر بھی انہیں اشیاء کے کھانے پینے کا حکم دیا ہے کہ جن میں انسانی زندگی کی بقاء اور صحت و تندرستی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔

رہن سہن اور غذا و خوراک میں جو چیزیں اور جو اعمال و آداب شامل ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ رہائش و سکونت، پوشاک و زیورات، زینت و آرائش، وضع قطع، طریقۂ زندگی، ذریعۂ رزق، صنعت و حرفت، آبادی و مکانات، آپسی تعلقات و روابط، دوستی و مہمان نوازی، مذاق و تفریح، لہو و لعب، ادب و اخلاق، جانور و مویشی اور ذریعۂ سواری وغیرہ یہ سب رہن سہن کا عنوان ہیں اور مختلف اقسام کے اناج، پھل، سبزی، گوشت، شہد، گھی، دہی، مکھن، دودھ اور دیگر مشروبات اور ان کے کھانے پینے کے طور طریقے و آداب غذا و خوراک میں داخل ہیں۔ مذکورہ بالا جملہ موضوعات کا تحقیقی جائزہ لینا بذاتِ خود ایک عظیم تحقیقی کام ہے اس لئے ہم چند ضروری پہلوؤں کا اس طرح مختصر و تحقیقی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ موضوع کی مناسبت سے مقصد بخوبی واضح ہو جائے۔

رہائش و مکانات

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے قدیم باشندے خیموں و جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ شہروں میں اور اکثر صحراء میں آباد تھے۔ چنانچہ مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان رقم طراز ہے کہ:

''موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اخیر قرن قبل مسیح تک بلکہ اس کے بعد پہلی صدی عیسوی میں بھی رومانی حکام کے ظلم وستم سے تنگ آ کر یہودی لوگ عرب کے صحراؤں میں بھاگ آئے اور مکہ و مدینہ اور طائف میں سکونت اختیار کی۔ اس اختلاط سے عربوں کی دو قسمیں بن گئیں۔ ایک اہل بادیہ جو اپنی قدرتی سادہ زندگی پر قناعت پذیر رہے جنہیں خانہ بدوش کہا گیا اور دوسرا شہری طبقہ جو مکہ، مدینہ اور طائف میں آباد ہوا، جنہیں حضری یعنی شہری کہا گیا۔[1]

اسی طرح اسلامی تاریخ اور اسلامی تہذیب وتمدن کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے زیادہ تر لوگ بدو یعنی صحراء نشین یا خانہ بدوش تھے۔ خاص طور سے شمالی عرب کے باشندے خیموں وجھونپڑوں میں رہتے تھے اور چوپائے و مویشی پالنا ان کا پیشہ تھا۔ یہ لوگ ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے بلکہ جہاں ہریالی وخوشحالی اور پانی ملتا وہاں چلے جاتے، کیونکہ ان کی گزر اوقات کا ذریعہ اونٹ اور بھیڑ بکریاں وغیرہ تھیں۔ اعلانِ نبوت و رسالت سے قبل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی تھیں اور بہت سے صحابہ بھی پہلے اونٹ و بکریاں اور بھیڑ وغیرہ پالتے و چراتے تھے اور بعد میں بھی اس کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے۔ اس طرح اکثر قدیم عرب نہ تو مکان بناتے اور نہ ہی تہذیب وتمدن کے ارتقاء کو پسند کرتے تھے۔ وہ اپنے قدیم عربی کلچر اور معاشرت کے اس قدر پابند تھے کہ ان کے نزدیک اسے چھوڑنا مذہبی اور قومی تمدن کی واضح خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے سامنے اللہ کا گھر بھی موجود تھا، جس کے قرب وجوار میں مکان بنانا وہ اس کی توہین سمجھتے تھے۔ اس لئے لوگ پہاڑی ندی، نالوں کے کنارے رہتے تھے۔ دن حرم شریف میں بسر کرتے تھے اور رات حرم کی حدود سے باہر اپنے خیموں اور جھونپڑوں میں گزارتے تھے۔ اس کے بعد دھیرے دھیرے حالات بدلتے رہے اور

تہذیب وتمدن کے لحاظ سے لوگ ترقی کرتے رہے، یہاں تک کہ جب قریش کا زمانہ آیا تو تہذیب وتمدن کا کافی ارتقاء ہوا اور اس عہد میں مٹی، گارے کے کچے اور پتھر کے سادہ مکانات تعمیر ہونا شروع ہوئے لیکن اب بھی لوگ کعبہ شریف کی تعظیم وتکریم کے پیش نظر مربع شکل اور چھت والا مکان بنانا خانۂ خدا کی توہین سمجھتے تھے۔ اس دور کے مکان بھی برائے نام مکان تھے ان میں نہ تو دروازہ ہوتا تھا اور نہ ہی ان کی وضع قطع مکان جیسی ہوتی تھی۔ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے سعد بن عمر السہمی نے مکان بنایا جو چوکور نہیں تھا اور نہ ہی اس کی چھت ہموار تھی۔ اس کے عرصۂ دراز کے بعد حاطب بن ابی بلتعہ نے سب سے پہلے اپنے مکان کا دروازہ بنایا۔ اور قریش نے جب مکانات بنانا شروع کئے تو سب سے پہلے قومی فلاح وبہبود کے لئے ''دارالندوہ'' تعمیر کیا اس کی تعمیر سے قبل انہوں نے اپنے بادشاہ کا مکان بھی نہیں تعمیر کیا۔[۲]

مختصر یہ کہ قریش کے عہد عروج میں جب پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوئی تو آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد جہاں لوگوں کو توحید ورسالت کی دعوت دی، دین اسلام کی دولت سے سرفراز کیا وہاں ان کو عائلی، سماجی، قومی وملکی اخلاق وآداب سے بھی مزین کیا، رہنے سہنے، کھانے پینے کا بہترین طور طریقہ بھی سکھایا اور حسب حیثیت اچھی سے اچھی بود و باش اختیار کرنے اور ہر اچھی چیز کو قبول کرنے اور استعمال کرنے کی ہدایت ونصیحت کی۔ یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دورِ رسالت وصحابہ میں مٹی، کچی اینٹ، پتھر اور لکڑی کے مکانات بنائے جاتے تھے اور اکثر مکانوں کے سامنے کھلے وکشادہ صحن بنائے جاتے تھے تاکہ حجاج اور زائرین آسانی سے قیام کرسکیں۔ کیونکہ خانۂ خدا کے خادم ہونے کے ناطے وہ ان کی میزبانی کرنا اپنا اوّلین فریضہ سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ کے مکانات کی حویلی کے دروازے نہ بنائے جائیں۔ جب ایک مرتبہ ہند بنت سہیل نے اپنی حویلی کا دروازہ بنانا چاہا تو امیر المومنین سے اس کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے اس درخواست کو مسترد کر دیا کہ کیا تم لوگ حج وعمرہ کرنے والوں پر اپنے دروازے بند کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس کے علاوہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اسی قسم کی وجوہات کے پیش نظر کشادہ مکانوں کے تعلق سے حدیث شریف میں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔[۳]

دورِ رسالت و دورِ صحابہ میں مٹی، کچی اینٹ اور پتھر کی عمارتیں تیار کی جاتی تھیں اس کا ثبوت اس عہد کی خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کی تعمیر کی تاریخ سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ و سیر کی کتب میں مذکور ہے کہ:

"قریش کی تعمیر میں دیواروں کی چنائی پتھر اور لکڑی کے مشترکہ ردوں سے ہوئی ایک ردہ پتھر کا اور ایک لکڑی کا بنایا گیا۔ رڈوں کی مجموعی تعداد ۳۱ تھی جس میں ۱۶ پتھر کے اور ۱۵ لکڑی کے تھے۔ تعمیر ابراہیمی میں چھت نہیں تھی، قریش نے مضبوط اور عمدہ چھت بنوائی، چھت پر چڑھنے کے لئے کعبہ شریف کے اندر رکن عراقی کی جانب لکڑی کا زینہ اور پانی کا پرنالہ بنوایا۔ نیز مضبوط دروازہ بنوایا، چابی تالے کا انتظام کیا اور چھت کے سہارے کے لئے کعبے شریف کے اندر تین تین ستونوں کی دو قطاروں میں چھے ستون بنائے۔ یہ وہی تعمیر تھی کہ جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق حجر اسود چادر میں رکھ کر مختلف قبیلوں کے لوگ لائے تھے اور پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کیا تھا۔[4]

مسجد نبوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"کان المسجد علیٰ عهدِ رسول الله صلی الله علیه وسلم مبنیا باللبن و سقفه الجریده و عمده خشب النحل"۔[5]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ مسجد مقدس کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے کے تھے۔)

مسجد نبوی کی تعمیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں مکمل کرائی اور آپ بنفس نفیس اس میں کام فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ اینٹیں مجھے دیجئے میں لے جاتا ہوں۔ فرمایا اینٹیں اور بہت پڑی ہیں، اٹھالاؤ، یہ میں لے جارہا ہوں۔[6]

آپ کے عہد مبارک میں مٹی، کچی اینٹ اور پتھر کے علاوہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے مکانوں اور جھونپڑوں کا بھی رواج تھا جو کھجور کی شاخوں اور بعض درختوں کی لمبی ٹہنیوں سے گنبد کی طرح

بنائے جاتے تھے۔ جن کی وسعت چار میٹر تک ہوتی تھی۔ بعض حویلیوں میں مردوں، عورتوں، غلاموں کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کے لئے علیحدہ علیحدہ جھونپڑی نما کمرے ہوتے تھے۔ اگرچہ زیادہ تر ان کی چھت شاخوں اور چٹائیوں کی ہوتی تھی مگر بارش کا پانی اندر نہیں جا سکتا تھا۔[۷]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت و عہد صحابہ میں مٹی، کچی اینٹ، پتھر اور لکڑی وغیرہ کے مکانات تعمیر کئے جاتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اس کو ناپسند و ناجائز قرار نہیں دیا بلکہ خود بھی اس پر عمل کیا اور امت کو بھی اس کا درس دیا اور جدید تعمیری اشیاء سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے بزبان قرآن حکیم یہ پیغام دیا کہ:

"فاعتبروا یا اولی الابصار"۔[۸] (اے بصیرت والو غور و فکر کرو۔)

غور و فکر کے بعد جو شئ عمدہ و بہتر نظر آئے اس کو قبول کرو اور اپنے استعمال میں لاؤ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"الکلمة الحکمة ضالَّة المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها"۔

(حکمت و عقلمندی کی بات مومن کا گم شدہ خزانہ ہے جہاں ملے حاصل کرلے۔)

رہا یہ سوال کہ دورِ رسالت و عہد صحابہ میں لوگوں کی رہائش و سکونت کا انداز کیا تھا؟ علیحدہ علیحدہ گھر بنا کر رہتے تھے یا مل جل کر کسی بستی و آبادی کی شکل میں بود و باش اختیار کرتے تھے۔ اور اس سلسلے میں کیا اسلامی تعلیمات ہیں؟ اس نقطۂ نظر سے جب اسلام کے ابتدائی عہد اور اس کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ اور آپ کے صحابہ بستی و آبادی کی صورت میں مل جل کر رہتے تھے اور اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ مل جل کر رہا جائے تا کہ ایک دوسرے کے حالات و کوائف کا علم رہے۔ اجتماعی قوت کا مظاہرہ ہو اور مصائب و آلام میں مدد کی جا سکے۔ چنانچہ حدیث اور تاریخ و سیر کی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدینہ شریف میں کئی بستیاں و محلے آباد تھے۔ مثلاً بستی قباء شریف، اس میں باغات و پیڑ پودوں کی کثرت تھی اور آج بھی ہے۔ بستی جفاف یا قربان، بستی العوالی اور بستی الحرّہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ چند وادیاں بھی مشہور تھیں جیسے وادی عقیق، وادی رانونا، وادی بطحان، وادی مذینب، وادی مہروز اور وادی قناۃ۔ ان بستیوں میں بہت سی مساجد بھی واقع تھیں جن میں حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ (۱) مسجد قباء، (۲) مسجد بنی ظفر، (۳) مسجد الاجابہ، (۴) مسجد الفتح، (۵) مسجد بنی عمرو، (۶) مسجد قبلتین، (۷) مسجد السقیاء، (۸) مسجد الذباب، (۹) مسجد جبل احد، (۱۰) مسجد الوادی، (۱۱) مسجد ابوذر غفاری، (۱۲) مسجد البقیع، (۱۳) مسجد بنی جہینہ، (۱۴) مسجد بیوت المطر، (۱۵) مسجد بنی زریق، (۱۶) مسجد بنی ساعدہ، (۱۷) مسجد رائج، (۱۸) مسجد بنی عبدالاشہل، (۱۹) مسجد القرصہ، (۲۰) مسجد الشیخین، (۲۱) مسجد بنی دینار، (۲۲) مسجد بنی عدی، (۲۳) مسجد بنی خطمہ، (۲۴) مسجد بنی مازن، (۲۵) مسجد الفضیخ، (۲۶) مسجد بنی قریضہ، (۲۷) مسجد التوبہ، (۲۸) مسجد بنی حارثہ وغیرہ۔

یہ تمام مساجد شہر کے اندر واقع تھیں ان کے علاوہ مدینہ شریف کی بستی کے باہر اطراف واکناف میں بھی کثیر تعداد میں مساجد موجود تھیں، جیسے مسجد الشجرہ، مسجد شرف الروحاء، مسجد المتصرف، مسجد العروس، مسجد عرق الطبیہ، مسجد الروثیہ، مسجد الاثابہ، مسجد العرج، مسجد القلعہ، مسجد بطن الظہر ان مسجد ذی طویٰ، مسجد الصہباء، مسجد جعرانہ، مسجد الحدیبیہ، مساجد غزوۂ تبوک اور مساجد الطائف وغیرہ۔

مدینہ شہر کے مختلف علاقوں ومحلوں کی ان مساجد میں ان علاقوں کے صحابہ ومسلمان ہی نماز باجماعت نہیں پڑھتے تھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان میں نمازیں ادا فرمائی ہیں اور بعض کی نشاندہی فرمائی ہے۔

مساجد کے علاوہ شہر مدینۃ المنورہ میں بہت سے کنویں بھی موجود تھے۔ مثلاً بیرٔ اریس جو مسجد قباء شریف کے قریب واقع تھا۔ بیرٔ انا جو بنوقریظہ کے محلہ میں تھا۔ بیرٔ انس، بیرٔ اعواف، بیرٔ ارہاب، جو سعد بن عثمان کی ملکیت میں تھا۔ بیرٔ بصہ، بیرٔ بضاعہ، بیرٔ جاسوم، بیرٔ جمل، بیرٔ حاء، بیرٔ زرع، بیرٔ رومہ، بیرٔ السقیاء، بیرٔ ابی عنبہ، بیرٔ العہن، بیرٔ القراضہ، بیرٔ ذروان، بیرٔ الیسیرہ، بیرٔ غرس وغیرہ۔ ان کنوؤں سے مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں کے لوگ اپنی پانی کی ضرورت پوری فرمایا کرتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گاہ بگاہ ان کا پانی نوش فرمایا تھا۔[9]

اس طرح دورِ رسالت وصحابہ کی مساجد اور کنوؤں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے زمانے میں مسلمان بستی وآبادی کی صورت میں مکان بنا کر رہتے تھے۔ کیونکہ اکثر وبیشتر مساجد اور کنویں وہیں پائے جاتے ہیں جہاں لوگ اجتماعی طور پر

رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک مساجد کے قریب آباد ہونا لوگ پسند کرتے ہیں۔ یہ اسی ایمانی رغبت وشوق کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام نے مسجد نبوی کے صحن کی طرف اپنے دروازے کھول رکھے تھے جنہیں بعد میں بند کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ رہنے دیا۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ نے ہمارے دروازے بند کردیئے ہیں اور حضرت علی کا چھوڑ دیا۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا:

"واللہ ماسددت شیئاً ولا فتحتہ ولکن امرت بشی فاتبعتہ"۔ [10]

(اللہ کی قسم میں اپنی طرف سے نہ کچھ کرتا ہوں نہ کھولتا ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

"امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابواب المساجد سدت الاباب علی"۔ [11]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا علاوہ حضرت علی کے۔)

مختصر یہ کہ اسلام قولاً وعملاً دونوں طریقے سے اجتماعی طور پر کسی بستی وآبادی میں مکان بنانے اور سکونت اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور علیحدہ علیحدہ انفرادی طور پر بود وباش کرنے کی سخت مخالفت کرتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"فَعَلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ"۔ [12]

(تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہو اس لئے کہ ریوڑ سے الگ رہنے والی بھیڑ کو بھیڑیا ہضم کرجاتا ہے۔)

اس حدیث میں جماعت کے ساتھ رہنے کو ہی ضروری نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر جماعت سے علیحدہ رہو گے تو تمہارا وہی حشر ہوسکتا ہے جو اپنے ریوڑ سے جدا ہونے والی بھیڑ کا ہوتا ہے کہ بھیڑیا اس کو ہلاک کردیتا ہے۔

یہ اسی اسلامی تعلیم کا نتیجہ واثر تھا کہ صحابہ، تابعین اور سلف صالحین اس ہدایت ونصیحت پر بخوبی عمل کرتے تھے۔ چنانچہ محمد بن اسمٰعیل بخاری کی مایہ ناز تصنیف الادب المفرد میں مذکور ہے کہ:

"عن محمد بن زياد قال ادركت السلف انهم ليكونون فی المنزل الواحد باهاليهم فربما نزل علیٰ بعضهم الضيف و قدر احدهم على النار فيا خذها صاحب الضيف لِضيفه فيفقد القدر صاحبها فيقول من اخذالقدر فيقول صاحب الضيف نحن اخذناها لضيفنا فيقول صاحب القدر بارك الله لكم فيها قال محمدوالخبز مثل ذالک اذاخبزوا"۔ [۱۳]

(محمد بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلف صالحین کو دیکھا ہے کہ ان کے کئی کنبے ایک ہی مکان میں آباد ہوتے تھے۔ بارہا ایسا ہوتا جب ان میں سے کسی کے یہاں مہمان آتا اور کسی دوسرے رفیق کے یہاں ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوتی، تو مہمان والا ساتھی اپنے مہمان کے لئے ہانڈی اتار کرلے جاتا، بعد میں ہانڈی والا ڈھونڈتا پھرتا اور لوگوں سے کہتا کہ ہانڈی کون لے گیا؟ میزبان جواب دیتا کہ اپنے مہمان کے لئے ہم لے گئے تھے۔ اس وقت ہانڈی والا کہتا خدا تمہارے لئے اس میں برکت دے۔ اور محمد کہتے ہیں کہ جب روٹی پکاتے تب بھی ایسی ہی صورتِ حال پیش آتی۔)

آج بھی بہت سے نیک طبیعت واہل علم ودانش بالخصوص کسی فساد وظلم وستم سے متاثر افراد، متحد واجتماعی طور پر رہنے کی اسلامی مصلحت وحکمت سے اچھی طرح واقف ہیں اور اسی پر عمل کرنے میں فلاح وبہبود وعافیت تصور کرتے ہیں۔

اخوت وتعلقات، نشست وبرخاست اور گفت وشنید

انسانی معاشرہ میں ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے، ملنے جلنے اور اٹھنے بیٹھنے کا کیا انداز ہونا چاہئے اور کس طرح بات چیت کرنی چاہئے، اس

تعلق سے جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ان تمام صورتوں میں اخوت و بھائی چارہ اور دوستانہ وہمدردانہ تعلقات استوار کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی جذبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے باہمی ملاقات، اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کا انداز اپنانے کا سبق دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [۱۴]

(مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ [۱۵]

(اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔)

کلامِ الٰہی کی ان آیات سے بخوبی ظاہر ہے کہ ایک مسلمان خواہ وہ کسی رنگ ونسل کا ہو اور کسی بھی ملک کا باشندہ ہو، دوسرے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اپنے بھائی اور دوست جیسے حسن سلوک سے پیش آئے کیونکہ وہ جملہ مسلمانوں کا دینی وایمانی بھائی اور دوست ہے۔

قرآن مقدس کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں اخوت و ہمدردی سے مل جل کر رہنا چاہئے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے رنج وتکلیف کا احساس ہونا چاہئے اور مشکل وقت میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ثم شبّک بین اصابعہ“۔ [۱۶]

(مسلمان مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کے لئے سہارا بنتا ہے۔ پھر آپ نے مثال دیتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں۔ یعنی مسلمانوں کو اس طرح مل جل کر رہنا چاہئے کہ وہ مصیبت وپریشانی کے حالات میں ایک دوسرے کے معاون بن سکیں۔)

”المؤمنون کرجل واحدان اشتکی عینہ اشتکی کلّہ، ان اشتکی رأسہ اشتکی کلّہ“۔ [۱۷]

(تمام مسلمان ایک آدمی کی طرح ہیں، اگر آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا

ہے، اگر سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم بے چینی اور پریشانی کا احساس کرتا ہے۔)

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی معاشرہ میں اخوت وہمدردی کا ماحول قائم کرنا کتنا اہم وضروری ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اس کو ایمان کی تکمیل اور مسلمان کی بھلائی کا سبب قرار دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا تدخلون الجنة حتی تؤمنوا و لا تؤمنوا حتی تحابوا"۔ [۱۸]

(تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔)

"المؤمن مالف و لا خیر فیمن یالف و لا یؤلف"۔ [۱۹]

(مومن سراپا محبت والفت ہے اس میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود کسی سے الفت رکھتا ہے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھتا ہے۔)

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ"۔ [۲۰]

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔)

"لا یؤمن احدکم حتٰی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ"۔ [۲۱]

(تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔)

معلوم ہوا کہ اسلام آپسی بھائی چارے اور امداد باہمی کے جذبے کے تحت معاشرے میں رہنے سہنے، لوگوں کے جذبات وخوشی کا خیال رکھنے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانے کی تعلیم دیتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایک انسان کے دوسرے انسان پر جو سماجی حقوق اور اخلاقی احکام وآداب متعین کئے ہیں، مثلاً ملاقات، سلام، مصافحہ، معانقہ، مزاج پرسی، قبولِ دعوت اور جنازے میں شرکت وغیرہ، ان میں بھی اس کو پیش پیش رکھا ہے اور ان کا یہی مقصد بیان کیا ہے کہ ان سے بھائی چارگی، انسان دوستی اور باہمی ہمدردی کو فروغ ملتا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"حق المسلم علی المسلم ست۔ قیل ماھن؟ یا رسول اللہ! قال!

اذا لقیتہٗ فسلِّم علیہ، و اذا دعاک فاجبہ و اذا ستنصحک فانصح لہٗ و اذا عطس فحمداللہ فسمتہٗ و اذا مرض فعدہٗ۔ و اذا مات فاتبعہٗ"۔ [۲۲]

(ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھے حق ہیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا جب مسلمان سے ملے تو اس کو سلام کرے اور جب وہ تیری دعوت کرے تو قبول کرے، جب تجھ سے وہ مشورہ چاہے تو اچھا مشورہ دے اور جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے تو تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہہ اور جب بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کو جا اور جب وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ شامل ہو۔)

اس حدیث پاک میں اجمالی طور پر ایک مسلمان کے چھ انسانی وسماجی حقوق ذکر کئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے اور بولنے چالنے کے تعلق سے قرآن وحدیث میں جو انسانی واخلاقی احکام واصول بیان کئے گئے ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے اور سب کا مقصد اخوت ومحبت ذکر کیا گیا ہے اور اس ماحول میں باہم ملاقات کرنے، گفت وشنید کرنے اور صحبت ومجلس اختیار کرنے کا درس دیا گیا ہے، جن میں سے چند مشہور اس طرح ہیں:

سلام: سلام سے چونکہ آپس میں محبت وخلوص، خیر خواہی اور وفاداری کے جذبات بیدار ہوتے ہیں اور انسانی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے اس لئے اسلام نے اس کو ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق قرار دیا ہے اور زیادہ سے زیادہ سلام کو فروغ دینے اور اس کو اپنی عادت میں شامل کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ [۲۳]

(اے رسول) جب آپ کے پاس وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو اُن سے فرماؤ تم پر سلام ہو۔)

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً [۲۴]

(اور جب کسی گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے مبارک و پاکیزہ تحفہ ہے۔)

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا ۲۵

(اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہو۔)

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات میں واضح طور پر انسانی سماج میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے اور حدیث پاک میں اس کی تشریح و تفسیر انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا و لاتؤمنوا حتی تحابوا اَوَ لا ادلکم علی شیٔ اذا فعلتموہ تحاببتم؟ افشوا السلام بینکم"۔ ۲۶

(تم جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس پر تم عمل کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ فرمایا اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔)

اس حدیث میں سلام کو عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم معاشرہ میں کس طرح اس کو پھیلائیں اور کون کس کو سلام کرے؟ اس کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"یسلّم الراکب علی الماشی، والماشی علی القاعد، والقلیل علی الکثیر"۔ ۲۷

(سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔)

سلام کے تعلق سے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے صرف عزیز و اقارب، دوست و احباب اور جان پہچان والے لوگوں کو سلام کرنے کی نصیحت نہیں کی ہے بلکہ ناواقف اور

غیر آشنا لوگوں کے لئے بھی اس کا حکم دیا ہے اور بازار یا راستے وغیرہ میں چلتے پھرتے لوگوں کو سلام کرنا سنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:

"انَّ رجلاً سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ای الاسلام خیر؟ قال تطعهم الطعام، و تقرأ السلام عَلیٰ من عَرَفت و من لم تعرف"۔ [28]

(بے شک ایک آدمی نے سوال کیا: یا رسول اللہ بہتر اسلام کیا ہے؟ فرمایا بہتر اسلام یہ ہے کہ تم دوسروں کو کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کو سلام کرو چاہے تم اس کو جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو۔)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلیٰ جلس فیه اخلاط من المسلمین والمشرکین عبدة الاوثان والیهود فسلم علیهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ [29]

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہودی سبھی تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہا۔)

معلوم ہوا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے چلتے پھرتے، محلے یا بازار یا سفر وحضر میں ملے تو سلام کرنا چاہئے اور اس میں واقف اور ناواقف کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے کہ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

مصافحہ

اسلامی نقطۂ نظر سے مصافحہ بھی سلام کا ایک حصہ ہے جس سے نہ صرف سلام کی تکمیل ہوتی ہے بلکہ خلوص ومحبت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مصافحہ کا مطلب ہی محبت اور خلوص دل سے ہاتھ ملانا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابۂ کرام سے مصافحہ فرماتے تھے اور صحابۂ کرام بھی جب آپس میں ملتے تھے تو مصافحہ کرتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں پر ضروری ہے

کہ وہ آپس میں جب ملاقات کریں تو مصافحہ کریں کہ یہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام کی بھی عظیم سنت ہے۔ سلام کی طرح اس کی بھی حدیث شریف میں خصوصی تاکید کی گئی ہے بلکہ بعض احادیث میں مغفرت کی بشارت دے کر اس کی طرف راغب ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"و تمام تحیاتکم بینکم المصافحة"۔ [30]

(تمہارا آپس میں سلام کرنا مصافحے سے مکمل ہوتا ہے۔)

"ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لهما قبل ان یتفرقا"۔ [31]

(جو بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔)

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"قلت لِانس اَکانتِ المصافحة فی اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم؟ قال نعم"۔ [32]

(میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا حضور کے صحابہ میں مصافحہ رائج تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام لوگوں کو ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف سلام مکمل ہوتا ہے وہاں دوسری طرف محبت وخلوص کا اظہار بھی ہوتا ہے نیز اخوت ودوستی میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

معانقہ

اسلامی نقطۂ نظر سے سلام و مصافحے کی طرح معانقہ بھی سنت ہے۔ اس سے بھی قلبی محبت واخوت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ اہل علم کا ماننا ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ اور سینے سے سینہ مل جانے سے دِل مل جاتا ہے اور الفت وانسیت اور اخوت پیدا ہوتی ہے۔

معانقے کا مطلب ہے سینے سے سینہ ملا کر یا گلے لگ کر ملنا یا بغلگیر ہونا اور یہ ایک قدیم

اخلاقی روایت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی بعض اوقات کسی صحابی سے قلبی محبت واخوت کے اظہار کے لئے گلے ملا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ صرف تہبند باندھے ہوئے برہنہ جسم چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے اور "فاعتنقهٗ و قبلهٗ" پھر آپ نے جوش محبت سے زید کو گلے لگالیا اور بوسہ دیا۔ ۳۳

اسی طرح سنن ابوداؤد میں ہے کہ:

"ان النبی صلی اللہ علیه وسلم تلقّی جعفر بن ابی طالب فالتزمهٗ و قبّل مَابین عینیه"۔ ۳۴

(بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے تو انہیں آپ نے گلے لگالیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔)

معلوم ہوا کہ حدیث رسول کے مطابق معانقہ بھی اظہارِ محبت کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا بعض خاص مواقع جیسے سفر سے آمد، حج سے واپسی اور عید وغیرہ پر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے گلے ملنا چاہئے اور اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اپنے گلے اور چہرے کو دوسرے کے گلے کے داہنی طرف لگائیں اور اپنے سینے کو اس کے سینے سے ملائیں اور ہاتھ آپس میں ایک دوسرے کی پشت پر رکھیں اور ہلکا سا دبائیں، پھر بائیں طرف بھی اسی کے مثل کریں اور یہ عمل تین بار کریں حالانکہ ایک بار سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت درود شریف یا کوئی دعائیہ جملہ بھی زبان سے ادا کریں۔

مکان میں جانے کی اجازت لینا

ایک انسان کا دوسرے انسان کے گھر جانا بھی انسانی سماج کے رہن سہن کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں بڑا پاکیزہ موقف بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ کوئی انسان

دوسرے انسان کے گھر میں بنا اجازت ہرگز داخل نہ ہو۔ اگر صاحب مکان اجازت دے تو اندر داخل ہو اور اگر منع کر دے تو پھر واپس آ جائے کوئی حیلہ و حجت نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا[۳۵]

(اے ایمان والو اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام نہ کر لو۔)

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰی لَكُمْ[۳۶]

(پھر اگر ان (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بنا مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہے۔)

بچوں اور گھر کے نوکروں و خادموں کو اسلامی نقطۂ نظر سے بنا اجازت گھر میں آمد و رفت کی اجازت ہے لیکن بعض اوقات ایسے ہیں کہ جن میں ان کو بھی اجازت کے ساتھ اندر جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ ہیں (۱) نماز فجر سے پہلے کا وقت، (۲) دوپہر کا وقت اور (۳) نماز عشاء کے بعد کا وقت۔ چونکہ ان اوقات میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، جسم چھپانے کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا ہے، ممکن ہے کہ جسم کا کوئی ایسا حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے۔ لہٰذا اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ ان اوقات میں خادم و بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ[۳۷]

(اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور

وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے ہوں، تین وقت، نمازِ صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دو پہر کو اور نمازِ عشاء کے بعد۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے ایک دوسرے کے گھروں میں جانے کے لئے ان کی اجازت کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ ان کے گھروں کی بے پردگی نہ ہو اور ان کو کسی شرمندگی کا احساس نہ ہو۔

صحبت

انسانی معاشرہ میں ہم کس طرح اٹھیں، بیٹھیں اور کس کی صحبت اختیار کریں اور کس سے پرہیز کریں اس بارے میں بھی اسلام نے مساوات پر مبنی بڑے روشن احکام صادر فرمائے ہیں۔ اسلام نے بنا کسی ذاتی وطبقاتی نظام کے ہر قوم وہر طبقے کے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی تعلیم دی ہے۔ ہاں بروں کے ساتھ رہنے سے منع کیا ہے تاکہ ان کی بری عادات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ۳۸

(اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔)

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۳۹

(اے مسلمانو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔)

وَ لَا تَرْكَنُوا اِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۴۰

(اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں جہنم چھوئے گی۔)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ معاشرہ میں اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کی ہدایت ونصیحت فرما رہا ہے اور برے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ قرآنِ پاک کے علاوہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ سماج میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے، خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا چاہئے، کسی سے کوئی بغض یا قطع تعلق نہیں رکھنا چاہئے لیکن بری صحبت، برے ہم نشین

سے بچنا چاہئے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ومثل الجليس الصالح كمثل صاحب المسك ان لم يصبك منه شيئ اصابك من ريحه ومثل جليس السوء كمثل صاحب الكير ان لم يصبك من سواره اصابك من دخانه۔

(اور نیک آدمی کے ہم نشین کی مثال مشک والے کی طرح ہے کہ اگر تجھے اس مشک میں سے کچھ نہ ملے تو اس کی خوشبو تجھے پہونچے گی اور برے آدمی کے ہم نشین کی مثال دھونکنے والے کی سی ہے کہ اگر اس کی کالک تجھے نہ بھی لگے لیکن اس کا دھواں تجھے ضرور پہونچے گا)

"لايحل للمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث يتقيان فيصدّ هذا و يصدّ هذا و خيرهما الذى يبدأ بالسلام"۔ [۴۱]

(کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے کہ جب دونوں کا آمنا سامنا ہو تو ایک ادھر منہ پھیر لے اور دوسرا کسی اور طرف رخ پھیر لے۔ دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔)

"لا تقاطعوا ولا تدابرو اولا تباغضوا ولا تحاسدو او كونوا عباداللهِ اخواناً ولا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث"۔ [۴۲]

(قطع تعلق نہ کرو اور کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی نہ کرو کسی سے بغض نہ رکھو اور کسی سے حسد نہ کرو اور خالص اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن جاؤ۔)

"تبسمک فی وجه اخیک لک صدقة"۔ [۴۳]

(تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لئے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔)

"انمايحرم على النار كل هين لين قريب سهل"۔ [۴۴]

(بے شک اس شخص پر آگ حرام کر دی گئی جو نرم خو، خوش اخلاق اور (مجلسوں میں) لوگوں کے قریب ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو سماج کے دوسرے

لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے اور تعلقات استوار کرنے کا سبق دیتا ہے اور قطع تعلق کو صرف منع ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی سخت مذمت بھی کرتا ہے۔

مجلس کے آداب

اسلام نے جہاں مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ محبت واخوت کے ماحول میں اٹھنے بیٹھنے کی تعلیم دی ہے وہاں اس کے کچھ آداب و اخلاق بھی بیان فرمائے ہیں۔ محفل و مجلس میں کس طرح رہنا چاہئے، کن کن باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور کن سے اجتناب کرنا چاہئے، اس بارے میں بہت سے اصول وقوانین نافذ فرمائے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یقول خیر المجالس اَوْسَعھا"۔ [۴۵]

(بہتر مجلسیں وہ ہیں کہ جو کشادہ ہوں۔)

☆ "دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وھم حلق فقال مالی اراکم عزین"۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو صحابۂ کرام علیحدہ علیحدہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کیا ہوا کہ میں تمہیں جدا جدا دیکھتا ہوں۔)

"عن الاعمش بھذا قال کانہٗ یحبُ الجماعۃ"۔ [۴۶]

(حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ گویا آپ کو جماعت کی صورت میں بیٹھنا پسند تھا۔)

☆ صحابیٔ رسول حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"کنا اذا اتینا النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جلس احدنا حیث ینتھی"۔ [۴۷]

(جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ہم میں سے ہر ایک کو جہاں جگہ ملتی لوگوں کے آخر میں وہیں بیٹھ جاتا تھا۔)

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"آن رسول اللہ صلی اللہ علیہو سلم لعن من جلس و سط الحلقة"۔ [48]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقے کے درمیان بیٹھنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔)

☆حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یجلس بین رجلین الّا باذنِهما"۔ [49]

(دو افراد کے درمیان تیسرا فرد بنا ان دونوں کی اجازت کے نہ بیٹھے۔)

"لا ینتجی اثنان دون الثالث فان ذالک یحزنہ"۔ [50]

(دو آدمی اپنے تیسرے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ کیونکہ یہ بات اس کو رنجیدہ کردے گی۔)

"قال ابو صالح فقلت لابن عمر فاربعة قال لایضرک"۔ [51]

(حضرت ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر چار افراد ہوں تو کیا سرگوشی جائز ہوگی؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں دو دو ہو جائیں گے۔)

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اذا تنخعَ بین یدی القوم فلیوار بکفّیه حتٰی تقع نخاعتہٗ الی الارضِ"۔ [52]

(جب مجلس میں کسی کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کی آڑ لے کر، یہاں تک کہ فضلہ زمین پر گر جائے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے لوگوں کو ایک ساتھ بڑی مجلس کی صورت میں بیٹھنا چاہئے اور علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی مجلسیں بنانے سے پرہیز کرنا چاہئے اور مجلس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جانا چاہئے، گردنیں پھلانگ کر بیچ محفل میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ اور اگر کہیں دو افراد باتوں میں مشغول ہوں تو بغیر ان کی اجازت تیسرے شخص کو وہاں نہیں پہنچنا چاہئے کہ

یہ مجلسی آداب کے خلاف ہے۔ ہاں اگر چار ہوں تو دو دو ہو کر باتیں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ناک یا بلغم وغیرہ خارج کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس طرح اس کو خارج کیا جائے کہ مجلس میں بیٹھے دوسرے افراد کو کراہت و نفرت نہ ہو۔

مجلس کے آداب ملحوظ رکھتے ہوئے، خوش مزاجی اور بے تکلفی کے طور پر لوگ مہذب و شائستہ انداز میں ہنسی مذاق، مزاح، لطیفہ گوئی یا شعر گوئی بھی کرلیں تو شریعت اسلامی کی رو سے یہ ناجائز نہیں۔ کیونکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح فرمایا ہے۔ ☆اور صحابۂ کرام کے بارے میں مذکور ہے کہ:

"کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبادحون بالبطّیخ فاذا کانت الحقائق کانوا اھم الرجال"۔ [۵۳]

(صحابۂ کرام (ہنسی مذاق کے طور پر) ایک دوسرے کی طرف تربوز پھینکا کرتے تھے، لیکن جب جہاد کا وقت آتا تھا تو اس میدان کے بہادر بھی صحابہ ہی ہوتے تھے۔)

"لم یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متحزّقین ولا متماوتین وکانوا یتناشدون الشعر فی مجالسھم ویذکرون امر جاھلیتھم فاذا ارید احد منھم علیٰ شئی من امر اللہ دارت حمالیق عینیہ کانہ مجنون"۔ [۵۴]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہ خشک مزاج تھے، اور نہ مردوں کی سی چال چلتے تھے۔ وہ اپنی مجلسوں میں شعر پڑھ لیا کرتے تھے اور دورِ جاہلیت کی باتوں کا ذکر بھی چھڑ جایا کرتا تھا۔ لیکن جب اللہ کے حکم کے خلاف کوئی چیز ان میں سے کسی سے طلب کی جاتی تو ان کی آنکھوں کی پتلیاں گھوم جاتیں، گویا وہ مجنون ہیں۔)

معلوم ہوا کہ کبھی کبھی مہذب انداز میں ہنسی مذاق کی محفل اگر لوگوں کے درمیان منعقد ہو تو اسلام اس کو منع نہیں کرتا بلکہ باہمی بے تکلفی، خوش طبعی اور شائستہ شوخ مزاجی کی اجازت دیتا ہے۔

گفت وشنید

بولنا چالنا انسان کی اہم ضرورت ہے۔ گھر ہو یا انسانی معاشرہ، اپنے خیالات کے اظہار کے لئے ہر لمحہ اس سے سابقہ پڑتا ہے اور اکثر بات چیت میں بہت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں بھی لوگوں کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا ہے بلکہ ہمیشہ خوش کلامی، اچھی گفتگو کرنے کی ہدایت ونصیحت کی ہے اور غلط بات اور زبان کے غلط استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لیس المؤمن بالطّعانِ و لا اللّعانِ و لا الفاحش و لا البذیئ"۔ [55]

(مومن طعنہ زنی کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور زبان درازی کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔)

"سَباب المسلم فسوقٌ"۔

(مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔)

"اِنَّ اللہ لایحب الفاحِش المتوحِّش"۔ [56]

(بے شک اللہ تعالیٰ فحش گو اور گندی بات کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا ہے۔)

"من یضمن لی مابین لحییہ و مابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ"۔ [57]

(جو مجھے اپنے دو جبڑوں اور ٹانگوں کے مابین یعنی زبان اور شرم گاہ کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔)

"لاینبغی للمؤمن ان یکون لعّاناً"۔ [58]

(مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ بہت لعنت کرنے والا ہو۔)

معلوم ہوا کہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایک اچھے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے کسی پر طعنہ زنی نہ کرے، لعنت نہ بھیجے، بیہودہ و گندی بات زبان سے نہ نکالے اور زبان درازی نہ کرے اور یہ بھی واضح ہوا کہ ان اوصاف کے حامل مسلمان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی ضمانت ہے۔

زبان کا صحیح استعمال کرنے پر جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی ضمانت دی ہے وہاں اس کا غلط استعمال کرنے پر عذاب جہنم کی وعید بھی بیان کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"وسئل ن اکثر مایدخل الناس النار؟ قال الفم و الفرج"۔ [۵۹]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو زیادہ لوگوں کو جہنم میں لے جانے کا باعث ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: منہ (زبان) اور شرمگاہ۔)

زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے انسان اکثر گناہوں کا مرتکب اور جہنم کا سزاوار ہوتا ہے، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اجتناب اور نجات کے لئے ارشاد فرماتے ہیں:

"من صمت نجا"۔ [۶۰]

(جو بری باتوں سے خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔)

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ، ما النجاۃ؟ قال: امسک علیک لسانک"۔ [۶۱]

(یارسول اللہ نجات کیا ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو بری باتوں سے روکے رکھو۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ سفر ہو یا حضر، سماج ہو یا بازار، اسلام ہر جگہ بہت سوچ سمجھ کر اور اچھے انداز میں زبان کے استعمال کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے خیالات کا اظہار بھی ہو جائے اور کسی کی ہجو اور دل آزاری بھی نہ ہو۔

بات چیت کے تعلق سے اسلام نے یہ بھی تاکید فرمائی ہے کہ گفتگو بہت شائستہ اور صاف انداز میں کرنا چاہئے کہ ایک ایک بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ آدھی بات سمجھ میں آئے یا کہا کچھ جائے اور مطلب کچھ نکالا جائے۔ اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک بات کو تین تین مرتبہ ذکر فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا:

"کان فی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترتیل اَوْ ترسیل"۔ [۶۲]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں ٹھہر ٹھہر کر بات چیت فرماتے تھے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلاماً فصلاً یفھمه کل من سمعه''۔ ۶۳

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات جدا جدا ہوتی تھی کہ ہر سننے والا آپ کی بات کو سمجھ لیتا۔ تیز نہیں بولتے تھے جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ پتہ نہیں چلتا کیا کہہ رہا ہے۔)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

''أنه کانَ إذا تکلّمَ بکلمة اعادھا ثلاثاً حتّٰی تفھمَ عنهُ''۔ ۶۴

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ لوگ آپ کی بات اچھی طرح سمجھ لیں۔)

اسلامی نقطۂ نظر سے گفتگو کا ایک انتہائی اہم ادب واصول یہ بھی ہے کہ بات چیت کے درمیان نرم انداز اپنایا جائے کیونکہ نرم لہجے میں محبت وہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں جس سے بات باا ثر ہو جاتی ہے۔ بات سننے والا، نرم گفتار انسان کو پسند کرتا ہے اور اس کی بات بغور سنتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًاo ۶۵

(اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔)

اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جب فرعون کو حق کی دعوت دینے کے لئے چلے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا حکم دیا جس کو قرآن پاک اس طرح بیان فرماتا ہے:

اِذْھَبَا اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی ۶۶

(جب آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں کہ بے شک اس نے سرکشی کی ہے تو اس سے نرم انداز میں بات کرنا تاکہ وہ نصیحت پکڑے اور اللہ سے ڈرے۔)

مختصر یہ کہ صلاحیت گفتار اسلامی لحاظ سے اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ ایسی نعمت کہ جو انسانی شخصیت کا آئینہ بھی ہے اور مافی الضمیر اور اظہارِ خیال کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ بھی۔ جس کی گفتگو جتنی اچھی و سنجیدہ ہوتی ہے وہ اتنا ہی بڑا باوقار اور دانشمند سمجھا جاتا ہے اور مذہبی اعتبار سے نیک اور مغفرت و نجات کا حقدار۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ احتیاط کے ساتھ کلام کرے، اچھی و عمدہ گفتگو کرے، نرم لب و لہجے میں کرے اور منہ بگاڑ کر بات نہ کرے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ [٦٧]

(اور کسی سے بات کرنے میں منہ بگاڑ کر بات نہ کرو۔)

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [٦٨]

(اور اپنی آواز کچھ نرم اور پست رکھو۔ بے شک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز ہے۔)

اسلامی وضع و قطع

خالق کائنات نے انسانی جسم پر بعض اشیاء، مثلاً بال، ناخن وغیرہ ایسی پیدا فرمائی ہیں کہ اگر تراش، خراش یا بالکل صاف کر کے ان کو درست نہ کیا جائے تو انسان حیوان کے مثل نظر آئے گا۔ انسان چونکہ تمام مخلوقات میں اشرف المخلوقات ہونے کا مقام رکھتا ہے اس لئے اس کا جسمانی وضع قطع اور شکل و صورت کے لحاظ سے بھی دیگر حیوانات سے اعلیٰ و ممتاز ہونا اشد ضروری ہے۔ اس لئے اسلام نے انسان کی جسمانی وضع قطع کے تعلق سے بھی ایک بہترین فطری دستور پیش کیا ہے جس کے تحت ناخنوں اور جسم کے بعض مقامات کے بالوں کا بالکل صاف کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ جیسے بغل اور زیر ناف کے بال۔ بعض کا صاف کرنا اور بڑھانا دونوں جائز بیان کیا ہے جیسے سر کے بال۔ بعض کے بڑھانے اور رکھنے کا حکم دیا ہے جیسے داڑھی۔ اور بعض کے چھوٹا کرنے پر زور دیا ہے، جیسے مونچھ۔ یہ وہ احکام ہیں کہ اگر ان پر عمل نہ کیا جائے یا زیادہ دنوں تک بے توجہی برتی جائے تو انسان کی طبیعت بھی مضمحل ہوتی ہے اور شکل و صورت بھی عجیب و غریب نظر آتی ہے۔ لہٰذا

ماننا پڑے گا کہ اسلام نے اس بارے میں جو احکام و اصول پیش کئے ہیں ان کا انسانی فطرت و طبیعت سے انتہائی قدیم و گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"الفطرة خمس: الختان والاستحداد و قصّ الشارب و تقليم الاظفارِ و نتف الاباط"۔ [۶۹]

(پانچ چیزیں فطری ہیں: ختنہ کرانا، ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کرنا، مونچھیں کٹوانا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال صاف کرنا۔)

"عشرة من الفطرة قصّ الشارِبِ و قصّ الاظفارِ و غسل البراجم و اعفاء اللحية والسواک والاستنشاق و نتف الابط و حلق الاعانة و انتقاص الماء قال مصعب و نسيت العاشرة"۔ [۷۰]

(دس باتیں پیدائشی ہیں (۱) مونچھوں کا کترنا، (۲) ناخن کاٹنا، (۳) پوروں اور جوڑوں کا دھونا، (۴) داڑھی چھوڑنا، (۵) مسواک کرنا، (۶) ناک میں پانی ڈالنا، (۷) بغل کے بال کاٹنا، (۸) ناف کے نیچے کے بال مونڈنا، (۹) پیشاب کے بعد استنجاء کرنا۔ حضرت مصعب راوی کہتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا۔)

دوسری روایات میں دسویں چیز "المضمضة" یعنی کلی کرنا بیان کیا گیا ہے۔ [۷۱]

مندرجہ بالا دونوں احادیث میں جو فطری اشیاء بیان کی گئی ہیں ان میں داڑھی، مونچھ کے بال اور ناخن وغیرہ کا انسان کی ظاہری وضع قطع سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ دنیا کے پہلے انسان اور پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے نبیوں نے داڑھیاں رکھی ہیں، مونچھیں پست کرائی ہیں اور ناخن تراشے ہیں گویا کہ داڑھی بڑھانا، مونچھیں چھوٹی کرانا اور ناخن تراشنا شعائر شرفاء و سنت انبیاء ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس قدیم سنت اور انسانی علامت کو باقی رکھا اور حکم دیا:

"انهكوا الشوارب واعفوا اللّحیٰ"۔ [۷۲]

(مونچھیں پست کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔)

"اعفوا اللحي واحفوا الشوارب"۔ ۷۳

(داڑھیوں کو چھوڑ دو اور مونچھوں کو منڈ واؤ یا کتر واؤ۔)

ابتداء اسلام میں مشرکین مونچھیں بڑھی رکھتے تھے اور داڑھیاں صاف کر دیا کرتے تھے جس سے ان کی شکل وصورت بہت عجیب وغریب لگتی تھی۔ اسلام نے اس کی مخالفت کی اور ایک بہتر اور مہذب وضع قطع بنانے کی ہدایت ونصیحت کی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب"۔ ۷۴

(مشرکین کی مخالفت کرو یعنی داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔)

مونچھیں اگر زیادہ بڑی ہو جائیں یا ہونٹوں تک پہنچ جائیں تو طبیعت کو بھی کراہت ہوتی ہے اور چہرے کی حالت بھی دگرگوں نظر آتی ہے۔ اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ تاکید فرمائی کہ:

"من لم یاخذ شاربہ فلیس مِنا"۔ ۷۵

(جو کوئی مونچھ سے نہ لے یعنی نہ کتروائے بلکہ ہونٹوں سے بڑھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی ایسا انسان مسلمانوں کے راستے پر نہیں ہے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقص اور یاخذ من شاربہ و کان ابراھیم خلیل الرحمٰن یفعله"۔ ۷۶

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹا کرتے تھے اور فرماتے کہ اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔)

معلوم ہوا کہ مونچھیں اگر بڑھ جائیں یا بے ڈھنگی نظر آئیں تو اسلامی نقطۂ نظر سے ان کو درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح داڑھی بڑھانا ورکھنا سنت ہے لیکن اگر وہ ایک مشت سے بڑھ جائے یا بے رونق نظر آئے تو اس کو بھی صحیح کرنا لازمی ہے تاکہ ادھر ادھر یا چھوٹے بڑے بال ہونے کی وجہ سے چہرے کی خوبصورتی خراب نہ ہو جائے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس

بات کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ من لحیتہ من عرضھا و طولھا"۔ ۶۷

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک لمبائی اور چوڑائی دونوں جانب سے تراشا کرتے تھے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا سنت ہے لیکن اگر بال زیادہ بڑے یا چھوٹے بڑے یا منتشر ہونے کی وجہ سے داڑھی کی خوبصورتی میں کچھ بے رونقی آئے تو اس کو درست کرنا ضروری ہے کہ اسلام شکل وصورت کو بھی صاف و بہتر رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

ناخن، مونچھ اور داڑھی کے علاوہ سر کے بالوں کا بھی انسان کی ظاہری وضع قطع میں بڑا عمل دخل ہے۔ مسلمان کو سر کے بال رکھنا چاہئیں یا نہیں رکھنا چاہئیں اور اگر رکھنا چاہئیں تو کس طرح رکھنا چاہئیں؟ اس تعلق سے جب قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس بارے میں رکھنے اور منڈوانے دونوں کا حکم دیا ہے اور دونوں ہی سنت ہیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

محلقین رؤسکم و مقصرین ۔

(اپنے سروں کے بال منڈوائیں یا ترشوائیں۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور سے واپسی پر جب اپنی قوم کو بت پرستی میں ملوث دیکھا تو اپنے بھائی حضرت ہارون پر غصہ فرماتے ہوئے کہا کہ تم نے ان کو اس سے کیوں نہیں روکا اور ان کے سر اور داڑھی کے بالوں کو پکڑا، جس کو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

یَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۶۸

(اے مری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی پکڑو نہ میرے سر کے بال۔)

معلوم ہوا کہ بال منڈانا، ترشوانا اور رکھنا یہ سب اسلامی تہذیب میں داخل ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے اتنے بڑے بال تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔

مختصر یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بال منڈانا، چھوٹے کرانا یا رکھنا سنت ہے۔ رکھنے کا

سنت طریقہ یہ ہے کہ بالوں کو کانوں کی لو کے نیچے والے حصے یا کاندھے سے اوپر تک بڑھائیں اور اس سے زائد بالوں کو کٹوادیں، کیونکہ اس سے زائد بال رکھنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا ہے بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے بال رکھے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یضرب شعرہ منکبیہ"۔ [۴۹]

(بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک آپ کے کندھوں تک ہوا کرتے تھے۔)

اسی طرح صحابیٔ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت قتادہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

"کان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا لیس بالسبط ولا الجعد بین اذنیہ و عاتقہ"۔ [۵۰]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے اطہر نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ پوری طرح گھنگریالے بلکہ ان کے درمیان میں تھے جو کبھی تا بہ گوش ہوتے اور کبھی تا بہ دوش۔

"کان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٰی انصافِ اذنیہ"۔ [۵۱]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک تھے۔)

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں صاف طور پر واضح ہے کہ کاندھے یا کان سے اوپر کسی بھی حد تک بال رکھے جاسکتے ہیں۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نعم الرجل خزیم الاسدی لولا طول جُمَّتِہ و اسبال اِزارِہ فبلغ ذالک حزیماً فاخذ شفرۃ فقطع بھا جمتہ الٰی اذنیہ و رفع اذارہ الٰی انصاف ساقیہ"۔ [۵۲]

(خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے جب کہ اس کے بال کانوں سے زیادہ نہ ہوں اور ازار نیچی نہ رکھے۔ یہ بات حضرت خریم تک پہنچی تو انہوں نے سر کے بالوں کو چھری

سے کاٹ کر کانوں تک کرلیا اور اپنی ازار کو نصف پنڈلیوں تک اونچا کرلیا۔)

ان احادیث سے بال رکھنا سنت ثابت ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص بال نہ رکھنا چاہے، یعنی منڈوانا یا حجامت بنوانا چاہے تو اسلام اس کی بھی اجازت دیتا ہے۔ ہاں سر کے کچھ حصے پر بال رکھے جائیں اور کچھ حصہ مونڈ دیا جائے اس کی ممانعت کرتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بال رکھنے یا مونڈنے کا ایک مقصد انسانی وضع قطع کی تزئین بھی ہے، جو اس سے بالکل فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن القزع"۔ [۸۳]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ سر کے کچھ بال مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیے جائیں۔)

"ان النبی ﷺ رأی صبیًا قد حلق بعض رأسه و ترک بعضه فنها هم عن ذالک و قال احلقوا کُلّه او اترکوا کُلّه"۔ [۸۴]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈا گیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا۔ آپ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا سارا مونڈ دو یا سارا چھوڑ دو۔)

اسی طرح صحابیٔ رسول وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولی شعر فقال ذباب فظننت انّه یعنینی فاخذت من شعری ثم اتیته فقال لی لم أعنک و هٰذا أحسن"۔ [۸۵]

(میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا پاگل پن ہے۔ میں نے خیال کیا کہ حضور مجھ سے فرما رہے ہیں۔ میں نے بال بنوائے اور آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے تم سے نہیں کہا تھا اور بالوں کی حجامت کرانا اچھا ہے۔)

اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ جسمانی وضع قطع اور شکل و صورت بہتر وخوبصورت بنانے کے لئے اسلام داڑھی رکھنے، مونچھیں پست کرنے، ناخن کاٹنے، سر کے بال رکھنے اور مونڈنے کی تعلیم دیتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے کہ چالیس دن کے اندر ان کو ہر حال میں صحیح ودرست کرلیا جائے ورنہ گنہ گار ہوگا۔ اور یہ مدت اس لئے متعین کی گئی ہے کہ عام طور سے مشاہدہ وتجربہ کیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ دنوں میں ناخن اور بالوں کی وجہ سے طبیعت کو سخت کراہت ہونے لگتی ہے اور شکل وصورت بھی بے رونق دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"وقت لنا فی قص الشارب و تقلیم الاظفار و نتف الابط و حلق العانۃان لا نترک اکثر من اربعین لیلۃً"۔ [۵۶]

(ہمارے لئے وقت مقرر کردیا گیا ہے کہ مونچھیں پست کرنے، ناخن کاٹنے، بغلوں کے بال اکھاڑنے اور ناف کے نیچے کے بال مونڈنے کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑ رکھیں۔)

"وقت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلق العانۃ و تقلیم الاظفار وقص الشارب ونتف الابط اربعین یوماً مَرَّۃً"۔ [۵۷]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے زیر ناف بالوں کے کاٹنے، ناخنوں کے کاٹنے، مونچھیں کاٹنے، اور بغل کے بال اکھیڑنے کے لئے وقت مقرر فرما دیا ہے چالیس دن میں ایک مرتبہ۔)

گویا کہ اس طرح اسلام نے ہر چالیس دن پر بالوں کو درست کر کے ان کی عزت و قدر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من کان لہٗ شعر فلیکرمہٗ"۔ [۵۸]

(جس کے بال ہوں اس کو چاہئے کہ ان کا اکرام کرے۔)

اسلام نے وضع قطع کے تعلق سے ایک خاص ہدایت یہ بھی کی ہے کہ مرد وعورت میں سے کوئی ایک دوسرے کی شکل وصورت ہرگز اختیار نہ کرے کہ یہ سخت ناجائز وحرام ہے۔ چنانچہ

صحیح بخاری میں ہے:

"لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال اخرجوھم من بیوتکم"۔[۸۹]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنانی وضع قطع اختیار کرنے والے مردوں اور مردانہ وضع قطع اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ ایسے افراد کو اپنے گھروں سے نکال دیا کرو۔)

زینت وآرائش

زیب وزینت بھی انسانی رہن سہن کا ایک اہم حصہ ہے جس کے لئے عموماً عمدہ لباس، تیل، خوشبو، رنگ وروغن اور دیگر آرائش کی چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مرد وعورت دونوں زیور، لباس، تیل، کنگھی، خوشبو اور دیگر جائز چیزوں کے ذریعے بناؤ سنگار کر سکتے ہیں بلکہ رنگ وروغن اور فرنیچر س وغیرہ سے اپنے مکان ودوکان وغیرہ کو بھی آراستہ کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث نے اس کو ہمارے لئے مباح وحلال فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ[۹۰]

(تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی۔)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ[۹۱]

(اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لے لو جب مسجد میں جاؤ۔)

ان آیاتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ رب العٰلمین نے اپنے بندوں کے لئے زیب وزینت کو حلال قرار دیا ہے، حرام نہیں فرمایا ہے بلکہ مسجد میں جاتے وقت تو اس کے لئے خاص طور سے حکم دیا ہے۔

قرآن کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے زیب وزینت فرمائی ہے اور اس کے لئے تیل، کنگھا، خوشبو اور عمدہ لباس وغیرہ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"کنت اذا اردت ان افرق رأس رسول الله صلی الله علیه وسلم صدعت الفرق من یافوخه وارسل ناصیته بین عینیه"۔ [92]

(جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں مانگ نکالنا چاہتی ہوں تو میں مانگ کو حضور کے سر مبارک کے درمیان سے نکالا کرتی تھی اور آپ کی پیشانی کے بالوں کو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان لٹکا دیا کرتی تھی۔)

"انه کان یعجبه التیمن ما استطاع فی ترجُله و وضونه"۔ [93]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے اور وضو میں داہنی جانب سے حتی الامکان ابتداء کرنا پسند فرماتے تھے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"فسدل النبی صلی الله علیه وسلم ناصیته ثم فرق بعد"۔ [94]

(پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گیسو مبارک کو لٹکایا کرتے تھے لیکن پھر مانگ نکالنے لگے۔)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

"کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکثر دهن رأسه و تسریح لحیته و یکثر القناع کانه ثوبه ثوب زیّاتٍ"۔ [95]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک میں اکثر تیل لگاتے اور داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے اور اکثر سر مبارک پر کپڑا رکھتے جو تیلی کے کپڑوں کی طرح معلوم ہوتا۔)

معلوم ہوا کہ احادیث رسول کے مطابق سر میں تیل لگانا، سر اور داڑھی میں کنگھی کرنا اور سر کے بالوں میں مانگ نکالنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس سنت کا ظاہری فائدہ تو یہ ہے کہ انسان کی شکل وصورت کے حسن وزینت میں اضافہ ہوتا ہے، بال نرم ومضبوط ہوتے ہیں اور بالوں پر جلد سفیدی نہیں آتی اور باطنی فائدہ یہ ہے کہ قوت حافظہ ودماغ قوی ہوتا ہے اور سنت رسول کی پیروی کا ثواب ملتا ہے۔ واضح ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنے سر

اور داڑھی کے بالوں کی زینت وحفاظت کا خیال نہیں رکھا ہے بلکہ اپنی امت کو بھی اس کی خاص تاکید فرمائی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، پس آپ نے ارشاد فرمایا:

"اما یجد ھذا ما یسکِنُ بہ شعرۃ"۔ [۹۶]

(کیا یہ اتنا بھی نہیں کرسکتا ہے کہ اپنے بالوں کو برابر کرلے۔)

اسی طرح حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میرے سر پر بہت زیادہ بال تھے۔ میں نے ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا:

"فامرہ ان یحسن الیھا و ان یترجّل فی کل یوم"۔ [۹۷]

(پس آپ نے حکم دیا کہ ان بالوں کو اچھی طرح سجا کر رکھو اور روزانہ کنگھی کرو۔)

تیل اور کنگھی کے علاوہ جسمانی زینت وآرائش کے لئے خوشبو اور سرمے کا استعمال کرنا بھی حدیث رسول سے ثابت اور سنت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی اس لئے کثرت سے آپ اس کا استعمال فرماتے تھے اور لوگوں کو اس کا استعمال کرنے اور تحفہ پیش کرنے کی تعلیم فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ:

"کنت اطیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باطیب مایجد حتیٰ اجد وبیص الطیب فی راسِہ ولحیتہ"۔ [۹۸]

(میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی جو مل سکتی۔ یہاں تک کہ خوشبو کی چمک آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں پاتی۔)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکۃ یتطیب منھا"۔ [۹۹]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کپی تھی جس سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔)

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بطیب لم یردّہ"۔ [۱۰۰]

(جب کوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوشبو پیش کرتا تو آپ اس کو

واپس نہ لوٹاتے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشک وعنبر کی خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ سے دریافت کیا گیا:

"اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتطیب قَال نعم بذکارۃ الطیب المسک والعنبر"۔ [۱۰۱]

(کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں آپ مردانہ مشک اور عنبر کا عطر لگاتے تھے۔)

مختصر یہ کہ خوشبو کا استعمال کرنا بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کو آپ نے خود ہی استعمال نہیں کیا ہے بلکہ اپنی امت کے لئے بھی اس کو سنت قرار دیا ہے۔ حدیث رسول کے مطابق عورتیں بھی خوشبو لگا سکتی ہیں لیکن خوشبو لگا کر ان کے لئے گھر سے باہر نکلنا منع کیا ہے۔ اس کے علاوہ مرد و عورت کی خوشبو میں ایک امتیاز بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"طیب الرجال ما اظھر ریحہٗ و خفی لونہٗ و طیب النسآء ماظھر لونہٗ و خفی ریحہٗ"۔ [۱۰۲]

(مردوں کی خوشبو وہ ہے جس سے خوشبو معلوم ہو لیکن رنگدار نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ معلوم ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔)

"اذا خرجت المرأۃ الی المسجد فلتغتسل من الطِیبِ کما تغتسل من الجنابۃ"۔ [۱۰۳]

(جب عورت مسجد کی طرف جانے لگے اور اس کو خوشبو لگی ہوئی ہو تو وہ خوشبو دھو ڈالے جیسے غسل جنابت کرتی ہے۔)

خوشبو کی طرح سرمہ لگانا بھی سنت ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف سنت ادا ہوتی ہے وہاں دوسری طرف آنکھ کی خوبصورتی میں اضافہ اور بینائی کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اکتحلوا بالاثمد فانه یجلوا البصر و ینبت الشعر و زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت له مکحلة یکتحل بھا کلّ لیلة فی ھذہ و ثلثةً فی ھذہ"۔ [104]

(اثمد کا سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرمے دانی ہوتی جس سے رات میں روزانہ تین سلائی اس آنکھ میں اور تین دوسری آنکھ میں لگایا کرتے۔)

لباس و پوشاک

اللہ رب العٰلمین کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں سے لباس بھی ایک انمول نعمت ہے، یہ نعمت انسان کی ایک اہم ضرورت بھی ہے اور باعث زینت بھی۔ وہ اس طرح کہ اسی لباس کے ذریعے انسان اپنی ستر پوشی کرتا ہے، بدن چھپاتا ہے، مختلف موسمی اثرات وتغیرات سے اپنے جسم کی حفاظت کرتا ہے، سردی، گرمی اور بارش کا مقابلہ کرتا ہے اور اسی سے اپنی زینت و آرائش کا اظہار کرتا ہے اور مہذب وبہترین جسمانی وضع قطع میں نظر آتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جب کہ یہ تمام چیزیں انسان کی فطرت وطبیعت میں داخل ہیں۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں سکونت پذیر تھے تو ان دونوں کے جسم پر لباس تھا۔ اجتہادی خطا ہونے کی بنا پر ان کا وہ لباس بحکم خدا اتر گیا تو انہیں فوراً اپنی برہنگی کا احساس ہوا اور جنت کے پتوں سے اپنے اجسام کی ستر پوشی کرنے لگے۔ [105] اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اپنے جسم کو چھپانے کے لئے اور اس کی زیب وزینت کے لئے لباس انتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ستر پوشی اور لباس کو فرض وواجب قرار دیا ہے اور بارہا قرآن وحدیث میں اس کی تاکید وتعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ [106]

(تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے جاری کی۔)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ۱۰۷

(اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت خود کو آراستہ کرو جب مسجد میں جاؤ۔)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۱۰۸

(اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا جسم ڈھانکے اور تمہارے بدن کو زینت دے۔ اور جو پرہیز گاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔)

مندرجہ بالا قرآنی آیات سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العلمین نے ستر پوشی اور جسمانی زینت کے لئے لباس اتارا ہے اور اس کا مقصد جسم ڈھانکنا اور انسانی وضع قطع کے حسن و زینت میں اضافہ کرنا ہے، وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر وہ لباس اور پوشاک اسلامی لباس میں داخل ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے کوئی خاص لباس متعین نہیں فرمایا ہے بلکہ ہر وہ لباس کہ جس سے ستر پوشی ہو سکے، نماز وغیرہ کی ادائیگی میں کوئی پریشانی و تکلیف نہ ہو اور جس سے جسم کے خاص اعضاء کے نشیب و فراز کی نمائش نہ ہو، وہ سب اسلامی لباس میں داخل ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں لباس کے تعلق سے ایک عام حکم دیا ہے کہ ہم نے لباس اس لئے اتارا ہے تاکہ تمہارے جسم کی ستر پوشی ہو اور زیب و زینت حاصل ہو۔ لہٰذا جس جس لباس سے یہ مقصد حاصل ہو گا وہ اسلامی لباس کہلائے گا۔

قرآن مقدس کے اس موقف کی وضاحت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"سمعت رسول الله ﷺ يقول من لبس ثوباً جديداً فقال الحمد لله الذى كسانى ما اوارى به عورتى واتجمل به فى حياتى"۔ ۱۰۹

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو نیا کپڑا پہنے تو کہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے لباس پہنایا، جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔)

کتب حدیث اور سیرت کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مختلف قسم کے لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس طرح کا لباس استعمال فرمایا ہے اور کس کس لباس کے استعمال کی صحابہ کرام کو اجازت مرحمت فرمائی ہے، اس کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے چند کا تذکرہ حدیث پاک کی روشنی میں اس طرح ہے:

قمیص

"کان احبُ الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص"۔ [1]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص سب کپڑوں میں زیادہ پسند تھی۔)

"کان کُمُ قمیص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِلی الرسغ"۔ [1]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین پہنچوں تک ہوتی تھی۔)

تہبند و کمبل

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اخرجت الینا عائشة کسآء متلبَداً و ازاراً غلیظاً فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھٰذین"۔ [2]

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پیوندوں والا کمبل اور ایک موٹا تہبند ہمارے سامنے نکالا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں کپڑوں میں وصال ہوا تھا۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع الازار اِلی انصاف السَاقین والعضلة فان ابیت: اسفل فان ابیت فمن ورآء الساق ولاحق للکعبین فی الازار"۔ [3]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند پنڈلیوں تک پہنچنا چاہئے جہاں پر بہت زیادہ گوشت ہوتا ہے وہاں تک۔ اگر اس سے زیادہ چاہو تو اور نیچا سہی اور اگر اس سے بھی زیادہ نیچا کرنا چاہو تو اور نیچے پنڈلیوں کے آخر تک، لیکن ٹخنوں کو ازار کے نیچے نہیں ہونا چاہئے۔)

جُبّہ

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جُبَّة رومیَّة ضیقة الکُمَّین"۔ [114]

(بے شک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ زیب تن فرمایا۔)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ نکالا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے اور فرماتی ہیں کہ:

"ھذہ جبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت عند عائشة فلما قبضت قبضتھا و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا و نحن نغسلھا للمرضی نستشفی بھا"۔ [115]

(یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے اور یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہوگئیں تو میں نے اس کو لے لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے اور ہم شفاء حاصل کرنے کے لئے اسے دھوکر مریض کو پلاتے ہیں۔)

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے قبا اور ریشمی فروج بھی زیب تن فرمائی جس کو بعد میں آپ نے اتار دیا۔ [116]

شلوار یا پائجامہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من لم يجد ازاراً فليلبس سراويل و من لم يجد نعلين فليلبس خفين"۔ [۱۷]

(جس کو ازار (تہبند) میسر نہ ہو وہ شلوار یا پائجامہ پہن لے اور جس کو جوتے میسر نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قام رجل فقال یا رسول اللہ ما تأمرنا ان نلبس اذا احرمنا فقال لا تلبسوا القمیص والسراویل والعمائم والبرانس والخفاف"۔ [۱۸]

(ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم احرام کی حالت میں ہوں تو آپ ہمیں کیا لباس پہننے کا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ قمیص، شلوار، عمامہ، ٹوپی اور موزے نہ پہنا کرو۔)

یعنی احرام کے علاوہ ان کو استعمال کیا جائے کہ مباح وسنت ہیں۔

چادر

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قسم کی چادریں زیب تن فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قدرایته فی خلَّة حَمراءَ، ما رایت شیأاً أحسَنَ مِنهُ"۔ [۱۹]

(میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حُلّے یعنی سرخ لباس یا سرخ چادروں میں دیکھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی چیز کو نہیں دیکھا۔)

حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

"رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بِمنی یخطب علی بغلة و علیه بردٌ احمر"۔ [۲۰]

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ کے مقام پر ایک خچر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی۔)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ بردان اخضران"۔ [۱۲۱]

(میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں زیب تن فرماتے ہوئے دیکھا۔)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"استسقٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمیصۃ لہ سوداء"۔ [۱۲۲]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھائی درآنحالیکہ آپ کے اوپر سیاہ چادرِ مبارک تھی۔)

عمامہ وٹوپی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قسم کی عمامے اور ٹوپیاں بھی استعمال فرمائی ہیں۔ آپ نے کبھی ٹوپی کے ساتھ عمامہ استعمال کیا ہے، کبھی بنا ٹوپی کے اور کبھی بغیر عمامے کے صرف ٹوپی کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس القلانس تحت العمائم و بغیر العمائم و یلبس العمائم بغیر القلانس و کان یلبس القلانس الیمانیۃ و یلبس ذوات الاذان فی الحرب و کان ربما نزع قلنسوتہ فجعلھا سترۃ بین یدیہ و ھو یصلی"۔ [۱۲۳]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمامے کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامے کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے اور یمنی ٹوپی پہنتے تھے۔ اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے اور بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار کر اس کو سترہ بنا کر نماز ادا فرماتے تھے۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ ﷺ اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ"۔ [۱۲۴]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں کندھوں کے

درمیان رکھتے تھے۔)

حضرت عمرو بن حریث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس و علیہ عمامۃ سوداء"۔[۱۲۵]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبہ دیا تو اس وقت آپ نے سر پر کالا عمامہ پہنا ہوا تھا۔)

حضرت رکانہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَ فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس"۔[۱۲۶]

(ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپیوں پر عمامے باندھنے کا فرق ہے۔)

اسی طرح ٹوپی کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"کان لِرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنسوۃ شامیۃ بیضاء"۔[۱۲۷]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سفید شامی ٹوپی مبارک تھی۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء"۔[۱۲۸]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی مبارک پہنا کرتے تھے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص یا کرتا، تہبند، کمبل، جُبّہ، قبا، شلوار، پائجامہ، چادر، عمامہ اور ٹوپی وغیرہ کی صورت میں مختلف قسم کا لباس زیب تن فرمایا ہے یا اس کا حکم دیا ہے، لہٰذا مسلمان آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے معاشرہ میں مختلف قسم کا لباس استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی لباس کے تقاضے کو پورا کرتا ہو۔

مختلف اقسام کے لباس کے علاوہ مختلف رنگ کی پوشاک استعمال کرنے کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے۔ ہاں سرخ اور شوخ رنگ کے کپڑے پہننے کی ممانعت فرماتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ نے مختلف رنگوں کے کپڑے زیب تن فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبید بن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: اے ابو عبدالرحمن میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ

کپڑوں کو زرد رنگ سے رنگتے ہیں؟ فرمایا: زرد رنگ سے رنگنے کی وجہ یہ ہے کہ:

"فانی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بھا، فانا احب ان اصبغ بھا"۔ [129]

(بے شک میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے دیکھا ہے، سو میں بھی زرد رنگ میں رنگنا پسند کرتا ہوں۔)

اسی طرح گزشتہ صفحات پر بیان کیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز، سیاہ، سرخ اور سفید رنگ کی چادر، عمامہ اور ٹوپی زیب تن فرمائی ہے۔ بعض محدثین کا قول ہے کہ سرخ چادر سے دھاری دار سرخ چادر سبز چادر سے سبز دھاری دار چادر اور زعفرانی رنگ سے دھاری دار زعفرانی لباس مراد ہے۔ [130]

مختصر یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگ کے لباس پہنے ہیں اور ان میں سفید لباس کو سب سے زیادہ پسند فرمایا ہے اور اپنی امت کو بھی اس کی خاص تعلیم فرمائی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"البسو من ثیابکم البیاض فانھا من خیر ثیابکم، و کفنوا فیھا موتاکم"۔ [131]

(سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور انہیں کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔)

"البسوا البیاض، فانھا اطھر و اطیب"۔ [132]

(سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہیں۔)

"ان احسن ما زرتم اللہ فی قبورکم و مساجدکم البیاض"۔ [133]

(بہترین لباس جس سے تم اپنی قبروں اور مسجدوں میں اللہ سے ملو، سفید ہے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حدیث پاک کے مطابق دیگر رنگ کے لباس استعمال کرنا بھی جائز ہیں لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ سفید لباس کو ترجیح دی ہے اور پسند فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ بعض رنگ ایسے بھی ہیں کہ ان رنگوں کے لباس استعمال کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمائے ہیں اور ان کی ممانعت فرمائی ہے جیسے سرخ رنگ یا بہت

زیادہ شوخ رنگ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَرَّ رجل و علیه ثوبانِ احمران فسلَّم علی النبی صلی الله علیه وسلم فلم یرُدَّ علیه"۔ [۱۳۴]

(ایک شخص گزرا اور اس کے کپڑے سرخ تھے۔ اس نے سلام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہ دیا۔)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ان النبی صلی الله علیه وسلم نهیٰ عن المیثرة الحمرآئِ"۔ [۱۳۵]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کے ریشمی زین پوش سے منع فرمایا ہے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ:

"رأنی رسول الله صلی الله علیه وسلم و عَلیَّ ثوب مصبوغ بعصفر مورَّداً فقال ماهٰذا افعرفت ما کره فانطلقت فاحرقتهٗ فقال النبی صلی الله علیه وسلم ما صنعت بثوبک قلت احرقته قال افلا کسوته بعض اهلک فانه لا باس به للنسآء"۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میرے اوپر کسم کا رنگا ہوا گلابی کپڑا ہے۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ میں جان گیا کہ ناپسند ہے۔ میں گیا اور اسے جلا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا بنایا؟ میں نے عرض کیا کہ اس کو جلا دیا ہے۔ فرمایا کہ گھر میں کسی عورت کو کیوں نہ پہنایا کیونکہ عورتوں کے لئے اسے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔)

معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت کے مطابق مختلف رنگ کے لباس استعمال کر سکتے ہیں لیکن سرخ اور شوخ رنگ کے کپڑوں سے کلی طور پر احتراز کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ شریف اور مہذب انسانی معاشرہ بھی اس کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔

لباس کے تعلق سے یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام جس طرح مختلف اقسام اور مختلف رنگوں کے لباس کے استعمال کی مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے اسی طرح حسب حیثیت ادنیٰ،

اوسط اور اعلیٰ درجے کے قیمتی لباس پہننے کا بھی حکم دیتا ہے۔ حدیث شریف کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیوند لگے اور پرانے کپڑے زیب تن فرمائے ہیں اور کبھی عمدہ سے عمدہ لباس استعمال کیا ہے اور اپنی امت کو یہ درس دیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت سے نوازے تو اچھا سے اچھا پہنو۔ رب کی نعمت کا اظہار کرو اور اگر تنگدستی و غربت کا عالم ہو تو پرانے اور پیوند لگا کر پہنو کہ یہ بھی میری سنت ہے اور وہ بھی میری سنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"ان سعداً کان من اعظم الناس و اطو لھم و انّہ بعث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جُبَّۃ من دیباجٍ منسوج فیھا الذھب فلبسھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصعد المنبر فقام او قعد فجعل الناس یلمسونھا فقالوا مارأینا کالیوم ثوباً قطُ"۔ [۱۳۷]

(اور سعد بہت بڑے لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ریشمی جُبّہ بھیجا جس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ جب آپ نے اس کو پہنا اور منبر پر تشریف لائے تو لوگ اس کو چھونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے آج تک ایسا کپڑا نہیں دیکھا۔)

صحیح مسلم میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قیمتی جبہ تھا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے۔ [۱۳۸]

اسی طرح صحیح بخاری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ قسم کی قبا اور ریشمی فروج زیب تن فرمانے کا ذکر ہے۔ [۱۳۹]

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ سے عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا ہے اور اس کی تعلیم آپ نے اپنی امت کو بھی دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوالاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے فرمایا:

"دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأنی سیئی الھیأۃِ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل لک مَن شیئٍ قال نعم من کلّ

المال قد اتانی اللہ فقال اذا کان لک مال فلیر علیک۔ [۱۴۰]

(میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ نے مجھے میلے اور پرانے کپڑوں میں دیکھا تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ مال و متاع ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! ہر طرح کا مال و دولت اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا جب تمہارے پاس مال و دولت ہے تو اس کا اثر تم پر ہونا چاہئے۔)

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"ان اللہ یحبُ ان یُری اثر نعمتہ علٰی عبدہٖ"۔ [۱۴۱]

(اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے سے اس کی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔)

مال و دولت اور خوشحالی نہ ہو، تنگدستی و غربت کی حالت ہو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے اور پیوند لگا کپڑے پہننے کی ہدایت فرمائی ہے بلکہ آپ نے خود بھی زیب تن فرمائے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں:

"قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشہ ان اردت اللحوق بِی فلیلفک من الدنیا کزادالراکب و اِیّاکِ و مجالسۃ الاغنیاء ولا تستخلقی، ثوبًا حتّٰی ترقعیہ"۔ [۱۴۲]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے عائشہ: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے مسافر سوار کے برابر ہی زادِ راہ لینا اور امیروں کے پاس بیٹھنے سے بچنا اور کپڑے کو پرانا نہ سمجھنا جب تک پیوند نہ لگا لو۔)

خیال رہے کہ اسلام پیوند لگے اور پرانے لباس پہننے کی اجازت ضرور دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ ان کی صفائی اور پاکی کا بھی خاص اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"اتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأی رجلا شعثًا قد تفرق

شعرہ فقال اَمَا کان یجد ھذا مایسکِّنُ بہ شعرہ و رأی رجلاً آخر و علیہ ثیاب و سخۃ فقال اَمَا کان ھٰذا یجد مائً یغسل بہ ثوبہٗ"۔ [۱۴۳]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص کو دیکھا کہ پراگندہ حال اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا یہ کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے بالوں کو سکون پہنچائے اور صاف رکھے اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔ فرمایا کہ اسے کوئی چیز ایسی میسر نہیں جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھو سکے۔) معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت کے مطابق کپڑوں کا صاف ستھرا ہونا اشد ضروری ہے۔

اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلام مختلف قسم کے مختلف رنگ کے نئے، پرانے، ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ درجے کے قیمتی لباس استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لہٰذا اسلامی معاشرہ کا ہر فرد مذکورہ اقسام کی پوشاک استعمال کرکے اپنی زندگی گزر بسر کرسکتا ہے۔

اسلامی لباس کا دامن بہت وسیع وعریض ہے لیکن اس کے باوجود چند لباس ایسے بھی ہیں کہ اسلامی شریعت نے بعض کا استعمال مرد وعورت دونوں اور بعض کا مرد کے لئے سخت ناجائز و حرام قرار دیا ہے اور وہ ہیں خالص ریشم اور جانداروں کی تصاویر کے لباس۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"حَرِمَ لباسُ الحریرِ والذھب عَلٰی ذکورِ اُمتِی واحِلّ لاناثِھِمْ"۔ [۱۴۴]

(ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے۔)

"لاتلبسوا الحریر ولا الدیباج"۔ [۱۴۵]

(ریشم اور دیباج کے کپڑے نہ پہنو۔)

اسی طرح جانداروں کی تصاویر کے لباس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

"خرج رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرجۃً ثم دخل و قد علقت

قِرامافیہ الخیل اولات الاجنحۃ قال فلمارأہ قال انزعیہ"۔ [146]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور پھر اندر تشریف لائے۔ میں نے ایک پردہ لٹکایا تھا جس پر پروں والی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد حکم فرمایا اسے نکال دیں۔)

خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص ریشم سے بنے لباس کا استعمال مردوں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ اگر کچھ حصہ ریشم کا ہے یا نصف سے زیادہ ملاوٹ ہے تو پھر اس کا استعمال جائز ہے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا زیب تن کرنا ثابت ہے۔ [147]

زیورات

انسان کی ظاہری و جسمانی زینت و آرائش میں زیورات کا بھی اہم مقام ہے جو زمانہ قدیم سے آج تک تقریباً دنیا کے ہر مذہب، ہر قوم اور ہر ملک میں مختلف انداز اور مختلف صورتوں میں سونے، چاندی، ہیرے، موتی یا کسی دیگر چیز کے استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔ اسلام بھی اس قدیم اور عالمگیر جسمانی زیب و زینت کے دستور و رواج کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ چند حکمت آمیز اصول و ضوابط کے دائرے میں رہ کر اس کے استعمال کی اجازت فراہم کرتا ہے۔

مسلمان مرد و عورت کو کس چیز اور کس طرح کے زیورات استعمال کرنے چاہئیں؟ اور کس چیز اور کس طرح کے نہیں کرنے چاہئیں؟ اسلام نے اس سلسلے میں ایک مکمل دستور پیش کیا ہے جس کے تحت عورتوں کو سونے، چاندی اور جواہرات کے ہر طرح کے زیورات سے آراستہ ہونے کی مکمل اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العٰلمین اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ [148]

(کیا وہ عورت جو زیوروں میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف صاف بات نہ کرے۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زیورات میں پرورش پانے والی مخلوق فرمایا

ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتیں زیوروں کی زیب و زینت میں ناز و نزاکت سے پلنے والی ہیں اور ان کے لئے زیورات اور گہنے پہننا جائز ہیں۔

وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ [149]

(اور عورتیں زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔)

معلوم ہوا کہ عورتیں پاؤں میں بھی زیور پہن سکتی ہیں لیکن اس طرح کہ چلتے پھرتے وقت اس زیور کی آواز نہ سنائی دے۔)

وَ مَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا [150]

(اور دونوں سمندر ایک جیسے نہیں، یہ میٹھا ہے، خوب میٹھا اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ کھاری ہے تلخ۔ اور ہر ایک میں سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت (مچھلیاں) اور نکالتے ہو پہننے کا ایک گہنا۔)

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ [151]

(اس نے دو سمندر جاری کئے جو دیکھنے میں ملے معلوم ہوتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان میں روک ہے کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا اور ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ تو تم اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔)

ان آیاتِ قرآنی کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ عورتوں کے لئے ہیرے، موتی، مونگا، جرجان اور بعض دیگر اشیاء کے زیورات کا استعمال کرنا مباح و حلال ہے۔ قرآن میں زیورات کے بارے میں اجمالی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی تفصیل و توضیح کے ساتھ اس کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"احلّ الذھب والحریر لاناث اُمّتی و حرّم علی ذکورھا"۔ [152]

(میری امت کی خواتین کے لئے سونا اور ریشمی کپڑا حلال ہے اور یہ مردوں کے

واسطے حرام ہے۔)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ان النبی اخذ حریرا فجعله فی یمینه و اخذ ذهباً فجعله فی شماله، ثم قال: اِنَّ هٰذین حرام علٰی ذکورِ اُمّتِیْ" ۔ ۱۵۳

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا لیا اور داہنے ہاتھ میں پکڑا اور سونا لے کر اس کو بائیں مبارک ہاتھ میں پکڑا پھر فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تختُّمِ الذَّهَبِ" ۔ ۱۵۴

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

"کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یلبس خاتما من ذَهَبٍ فنبذہ فقال لا البسه ابدا فنبذ الناس خواتیمَهُمْ" ۔ ۱۵۵

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی لیکن پھر پھینک دی اور فرمایا کہ اسے میں اب کبھی نہیں پہنوں گا۔ تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔)

معلوم ہوا کہ احادیث رسول کے مطابق عورتوں کے لئے سونے کے زیورات استعمال کرنا جائز و حلال ہیں لیکن مردوں کے لئے زیورات کی صورت میں سونے کا استعمال قطعاً جائز نہیں یہاں تک کہ سونے کی ایک انگوٹھی بھی ان کے لئے حلال نہیں۔

سونے کے علاوہ چاندی کے زیورات پہننے کی بھی عورتوں کو اجازت دی گئی ہے بلکہ حدیث پاک میں چاندی کے زیورات کو پسند فرمایا گیا ہے اور عورتون کو اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا معشر النسآء اما

لکن فی الفضۃ"۔ ۱۵۶

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو فرمایا اے عورتو! کیا تم چاندی کا زیور نہیں بنا سکتیں۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مایمنع احداکن ان تصنع قرطین من فضۃ ثم تصفرہ بزعفران او بعبیر"۔ ۱۵۷

(کیا تمہارے میں سے کوئی خاتون یہ نہیں کر سکتی کہ وہ چاندی کی دو بالیاں بنائے اور پھر اس کو زعفران یا عبیر سے زرد کر دے۔)

اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عورتوں کو سونا، چاندی اور جواہرات کے ہر قسم کے زیورات سے زیب وزینت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ قرآن کریم کے مطابق زیورات کی تخلیق اسی صنف نازک مخلوق کے لئے رب العلمین نے فرمائی ہے۔ مرد چونکہ محنت ومشقت کا کام کاج کرتے ہیں، گھر، خاندان اور سماج کی بہت سی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں اس لئے عورتوں کی طرح زیور پہننا ان کے واسطے حرام وناجائز قرار دیا گیا ہے۔ ہاں مردوں کو ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم چاندی کی صرف ایک انگوٹھی ایک نگ یا بنا نگ والی پہننے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس سے روزانہ کے کام کاج میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین سنت بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتماً من ورقٍ و فصہ حبشی ونقشہ محمد رسول اللہ"۔ ۱۵۸

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس کا نگینہ عقیق تھا کالے رنگ کا اور اس پر یہ نقش تھا "محمد رسول اللہ")

"کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فضۃ کلہ فصہ منہ"۔ ۱۵۹

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔)

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیق پتھر کے نگینے اور بغیر نگینے کی چاندی کی

انگوٹھی مبارک پہنی ہے۔ آپ کی مبارک انگوٹھی کتنے وزن کی تھی اورآپ نے کتنے وزن چاندی کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی ہے؟اس کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ:

''اَنَ رَجلاً جاءَ اِلی النبیِ صلی اللہ علیہ وسلم (اِلی) فقالَ یارسول اللہ من ایِ شَیئٍ اَتَخِذُہ قال اَتَخِذہ من ورق ولا تُتِمّہٗ مِثقالاً''۔ [۱۶۰]

(ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا کہ چاندی کی بنواؤ اور ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ وزن پورا مت کرنا۔)

مختصر یہ کہ اسلام عورتوں کو مطلقاً سونے، چاندی اور جواہرات کے زیور پہننے کی اجازت دیتا ہے اور مردوں کو صرف چاندی کی ایک مثقال سے کم انگوٹھی استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض ایسے بھی زیورات ہیں کہ جن کی اسلام سخت ممانعت ومذمت کرتا ہے جیسے لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کے زیورات۔ اسلامی شریعت کی رو سے ان کا مردوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عورتوں کے لئے بھی استعمال کرنا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت بنانہ جو عبدالرحمن بن حسان الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی تھیں وہ فرماتی ہیں کہ:

''کانت عند عائشة اذا دخلت علیھا بجاریة و علیھا جلا جل یصوّتن فقالت لا تدخلنھا عَلیَ الا ان تقطعنَ حلاجلھا وقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تدخل الملئکة بیتًا فیہ جَرَسٌ''۔ [۱۶۱]

(میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی کہ ایک لڑکی ان کے پاس داخل ہوئی اور اس کے اوپر گھنگرو تھے جو آواز پیدا کر رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تم ہرگز ہمارے پاس داخل نہ ہو مگر یہ کہ اپنے گھنگرو کو کاٹ دو اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"انَ رجلا جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم و علیه خاتم من شبة فقال له مالی اجد منک ریح الاصنام فطرحه ثم جآء و علیه خاتم من حدید فقال مالی ازی علیک حلیة اهل النار فطرحه"۔ [۱۶۲]

(ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیتل کی انگوٹھی پہنے آیا تو آپ نے فرمایا، مجھے کیا ہوا کہ میں تیرے اندر سے بتوں کی بو محسوس کرتا ہوں تو اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ پھر ایک بار وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے آیا تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تجھ پر اہل دوزخ کا زیور دیکھ رہا ہوں اس نے اس کو بھی پھینک دیا۔)

معلوم ہوا کہ اسلام سونے چاندی اور جواہرات کے زیورات پہننے کی عورتوں کو اجازت دیتا ہے لیکن گھنگرو جیسے آواز دینے والے اور لوہا و پیتل وغیرہ کے زیورات کی ممانعت کرتا ہے۔

برتن

برتن بھی انسانی رہن سہن کا ایک اہم حصہ ہیں۔ انہیں کے ذریعے انسان اشیاء خورد و نوش تیار کرتا ہے اور انہیں میں کھاتا پیتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اغراض و مقاصد کے لئے بھی برتنوں کا استعمال ہوتا ہے مثلاً: وضو، غسل، طہارت، خوشبو، سرمہ، تیل اور دوا وغیرہ کے لئے۔ یوں تو دنیا کے ہر مذہب و ہر قوم میں مختلف قسم اور مختلف چیزوں کے برتنوں کا وجود و رواج پایا جاتا ہے لیکن اسلام نے اس بارے میں بڑی وسعت و حکمت سے کام لیا ہے اور سونے اور چاندی کے برتنوں کے علاوہ ہر قسم اور ہر چیز کے برتنوں کا استعمال مباح قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا تلبسوا الحرير ولا الديباج، ولا تشربوا فی انية الذهب والفضَةِ، وَلَا تاكُلُوا فی صِحَافِها، فانها لهم فی الدنيا ولنا فی الآخرةِ"۔ [۱۶۳]

(ریشم اور دیباج کے کپڑے نہ پہنو، سونے چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ

ہی سونے چاندی کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ دنیا میں یہ ان (کفار) کے لئے ہیں
اور ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔)

"اِنَّ الذی یشرب فی اناءِ الفِضَۃِ اِنَّمایجر جر فی بطنہ نار جھنم"۔ [۱۶۴]

(جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھر رہا ہے۔)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے ظروف میں کھانا پینا ناجائز و حرام قرار دیا ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کدو کے تونبے، لاکھی کے برتن، روغنی برتن اور چوبی یعنی لکڑی کے برتن کو بھی ناجائز و ممنوع قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الدُّبَآءِ والحنتِم والنقیر والمزفَتِ"۔ [۱۶۵]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تونبے اور لاکھی اور چوبی اور روغنی برتن سے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"اَنَّہٗ نھی عن الدُّبَاءِ والحنتمِ والمزفَت والنقیر ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذِہِ الأیۃ وَمَا اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا"۔ [۱۶۶]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی، تونبے، لاکھی، روغنی اور چوبی برتن سے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ تم کو جو رسول عطا کریں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔)

واضح ہو کہ ان احادیث میں جن برتنوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ ابتداء اسلام کی بات ہے۔ بعد میں اس کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ فرما کر سونے چاندی کے علاوہ تمام قسم کے ظروف میں کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

"کنت نھیتکم عن الاوعیۃ فانتبذوا فیما بدالکم و ایاکم و کل

مسکر"۔ [۱۶۷]

(میں نے تم لوگوں کو برتنوں سے منع کیا تھا لیکن اب تم لوگ جس برتن میں چاہو نبیذ تیار کرو اور ہر ایک نشہ آور چیز سے بچو۔)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نهی عن الظروف شکت الانصار فقالت یا رسول اللہ لیس لنا وِعاء فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا اذاً"۔ [۱۶۸]

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت برتنوں سے ممانعت فرمائی تو قبیلہ انصار کے لوگوں نے شکایت کی اور فرمایا ہم لوگوں کے پاس دوسرے قسم کے برتن نہیں ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ٹھیک ہے میں ممانعت بھی نہیں کرتا۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نهیتکم عن الاشربة فِی الاوعیة فاشربوا فی اَیِّ وِعَاء شئتم ولا تشربوا مسکراً"۔ [۱۶۹]

(میں نے تم کو منع کیا تھا برتنوں میں پینے سے اب جس برتن میں چاہو پیو لیکن جو نشہ پیدا کرے اس کو نہ پیو۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور چاندی کے برتنوں کے علاوہ مٹی، پتھر، لکڑی، شیشہ، چمڑا اور دیگر اشیاء کے برتنوں میں کھانا پینا مباح قرار دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ان چیزوں کے برتنوں کا استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ینبذ لهٗ فی تورٍ من حجارة"۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نبیذ بھگویا جاتا تھا پتھر کے کونڈے میں۔)

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبذ له فی سقاءٍ فاذا لم یکن

له سقاًء ننبذ له فی تور برام"۔ [۱۷۱]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشک میں نبیذ تیار کی جاتی پھر اگر مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں تیار کرتے۔)

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رخص فی الجرّ غیر مزفتٍ"۔ [۱۷۲]

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی مٹی کے برتن میں نبیذ تیار کرنے کی کہ جس پر لاکھ نہ لگی ہو۔)

"کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدح من قواریر یشرب فیہ"۔ [۱۷۳]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شیشے کا پیالہ تھا، آپ اس میں پیتے تھے۔)

مذکورہ بالا برتنوں میں سے اگر کسی قسم کا کوئی برتن موجود نہ ہو تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے اپنے ہاتھوں کو ہی سب سے بہترین برتن قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مررنا علٰی برکۃٍ فجعلنا نکرع فیھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتکرعوا ولکن اغسلوا ایدیکم ثم اشربوا فیھا فانہ لیس اناًء اطیب من الید"۔ [۱۷۴]

(ہم ایک حوض کے قریب سے گزرے تو ہم اس میں منہ لگا کر پینے لگے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہ لگا کر مت پیو۔ البتہ ہاتھ دھو کر ہاتھوں سے پیو کیونکہ ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ برتن کوئی نہیں۔)

مختصر یہ کہ اسلام مٹی، پتھر، لکڑی، شیشہ اور چمڑے وغیرہ کے برتنوں کے استعمال کی اجازت فراہم کرتا ہے اور برتن نہ ہونے کی صورت میں ہاتھوں سے برتن کا کام انجام دینے کا سبق دیتا ہے۔

روزگار و پیشہ

روزگار، پیشہ یا ذریعہ معاش کی انسانی زندگی و معاشرے میں بڑی امتیازی حیثیت

ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ انسانی زندگی و انسانی معاشرے اور روزگار و ذریعہ معاش کا باہم چولی دامن کا رشتہ ہے۔ اسی روزگار و کاروبار کے ذریعے انسان اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی کفالت و تربیت کرتا ہے اور اسی کے توسط سے اپنے خانگی و سماجی اخراجات کا بندوبست کرتا ہے اور خوش حال زندگی گزارنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر روزگار و پیشہ نہ ہو تو انسان کا زندگی گزارنا انتہائی تکلیف دہ و دشوار ہو جائے کیونکہ بے روزگاری و بے کاری سے ناداری و غربت آتی ہے اور غربت و ناداری سے انسان قرضدار ہوتا ہے اور قرض نہ ادا کرنے کی صورت میں ذلیل و خوار ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مفلسی و غربت سیکڑوں برائیوں کی جڑ ہے۔ چوری، کاسہ گدائی، بدمعاشی، فریب کاری، ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری وغیرہ اسی کے نتائج ہیں۔

غرضیکہ مفلسی و تنگدستی وہ ناسور ہے کہ جو کبھی انسان کو چین و سکون سے نہیں رہنے دیتی۔ حد تو یہ ہے کہ مفلس و نادار کی نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں بھی راحت و اطمینان نہیں ہوتا۔ اسی موقع کی مناسبت سے شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

غم اہل و عیال و جامہ و قوت بازت آرد ز سیر در ملکوت

شب چو عقد نماز بر بندم چہ خورد بامداد فرزندم

(اہل و عیال اور روٹی کپڑے کا غم عبادت گزار انسان کو ملکوت کی سیر سے نیچے لے آتا ہے۔ نماز کی نیت باندھتے ہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ صبح بیوی بچے کیا کھائیں گے؟)

انہیں تمام وجوہات کے پیش نظر اسلام نے مسلمانوں کو کوئی نہ کوئی روزگار، پیشہ یا کام کاج کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ حلال روزی کمائیں اور اس محنت کی حلال آمدنی سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت و تربیت کریں اور دوسروں کے آگے کاسۂ گدائی ہرگز نہ پھیلائیں۔

اسلام عدل و مساوات کا دین ہے اس لئے اس نے روزگار و ذریعہ معاش میں بھی اس چیز کا لحاظ رکھا ہے اور کسی ذات و طبقے یا اعلیٰ و ادنیٰ کی بنیاد پر اس کا دستور مرتب نہیں کیا ہے بلکہ ہر قوم و ہر طبقے کا فرد کوئی بھی روزگار و پیشہ اور کام کاج اپنے لئے اختیار کر سکتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے روزگار و پیشوں کی مختلف اقسام ہیں مثلاً جہاد، درس و تدریس،

تجارت، کھیتی باڑی اور صنعت وحرفت وغیرہ۔ ان میں سب سے افضل جہاد، درس وتدریس پھر تجارت پھر کاشت کاری اور پھر صنعت وحرفت کو اسلامی شریعت نے ضرور بیان کیا ہے لیکن ایسا حکم کہیں نہیں دیا ہے کہ فلاں پیشہ، فلاں قوم یا فلاں قبیلے کا شخص اختیار نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی حکم نافذ کیا ہے تو وہ صرف یہ کہ کوئی بھی جائز ذریعہ معاش یا پیشہ اپناؤ لیکن بہرصورت حلال روزی کماؤ اور حلال ہی رزق سے اپنی اور اپنے بچوں کی گزر بسر کرو اور حرام روزی اور حرام رزق سے کلی طور پر اجتناب کرو۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [۱۷۵]

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ کوئی لین دین تمہاری آپسی رضامندی کا ہو۔ یعنی تجارت کے ذریعے کمایا ہوا مال کھاؤ۔)

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ [۱۷۶]

(آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نا کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا مال حرام طریقے پر کھالو۔)

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ [۱۷۷]

(اور کھاؤ جو کچھ اللہ نے تمہیں روزی دی حلال، پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہارا ایمان ہے۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ [۱۷۸]

(اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ان میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ۔)

کلامِ الٰہی کے اس موقف کی تشریح وتوضیح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں:

"طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة"۔ [۱۷۹]

(روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔)

"لا يدخل الجنة جسد غذى بالحرام"۔ [۱۸۰]

(وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام روزی سے پلا ہے۔)

"ما اکل احد طعامًا قط خیرًا من ان یاکل من عملِ یدہٖ و ان نبیَ اللہِ داوٗدَ علیہ السلام کان یاکل من عملِ یدیہِ"۔ [۱۸۱]

(کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھائے اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔)

"ان اطیب ما اکلتم من کسبکم و ان اولادکم من کسبکم"۔ [۱۸۲]

(سب سے پاک تمہارا وہ کھانا ہے جو تمہاری کمائی سے ہو اور بے شک تمہاری اولاد کی کمائی بھی تمہاری کمائی سے ہے۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام فقط حلال کمانے اور حلال رزق کھانے کی تعلیم دیتا ہے۔ عام ازیں کہ محنت کی حلال کمائی اور رزقِ حلال کے حصول کے لئے کوئی بھی جائز ذریعہ معاش، پیشہ یا کام کاج کیا جائے۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قیل یا رسول اللہ ایُّ الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہٖ و کلُّ بیعٍ مبرورٍ"۔ [۱۸۳]

(عرض کیا گیا یارسول اللہ کون سا ذریعہ معاش پاکیزہ ہے؟ فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت کرنا۔)

معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت کے مطابق کسی بھی قبیلے یا قوم کا فرد محنت کی حلال روزی کے لئے جنگ و جہاد، درس و تدریس، تجارت، کاشت کاری، مویشی پالن اور صنعت و حرفت میں سے کوئی بھی پیشہ و کام اختیار کر سکتا ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے یہ سب جائز و حلال بلکہ انبیاء کرام و رسولانِ عظام کی سنت ہیں، کیونکہ انہوں نے بھی ان میں سے کسی نہ کسی کام و ہنر کے ذریعے ہی اپنی اور اہل و عیال کی کفالت و تربیت فرمائی ہے۔ چنانچہ کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہے کہ: "حضرت آدم علیہ السلام اوّلاً کپڑا سازی پھر کاشت کاری کرتے تھے۔ نوح علیہ السلام نجاری یعنی لکڑی کا کام کرتے تھے، ادریس علیہ السلام درزی گری، صالح و ہود علیہما السلام تجارت

فرماتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام کھیتی باڑی فرماتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام مویشی پالتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہ بناتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام پنکھے اور زنبیلیں بنا کر گزارہ فرماتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاحی فرماتے تھے اور پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بکریاں چرائیں، مزدوری کی، پھر تجارت کی، پھر جہاد فرمایا اور کھیتی باڑی کرائی۔

اسی طرح آپ کے جلیل القدر صحابہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلے کا کاروبار فرماتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گیہوں، کھجور اور تیل کی تجارت فرماتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عطر کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے صحابہ کرام مویشی پالن، کاشت کاری، مزدوری، تجارت اور مختلف صنعت وحرفت کا کام فرمایا کرتے تھے۔ [۱۸۴]

مختصر یہ کہ حلال کمائی ورزقِ حلال کے لئے مذکورہ بالا ذریعہ معاش وپیشے اختیار کرنا انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن وسنت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کا مختصر تحقیقی جائزہ علیحدہ علیحدہ عناوین کے تحت ہم آئندہ سطور میں بیان کررہے ہیں تاکہ موضوع کی مناسبت سے مقصد بخوبی واضح ہوجائے۔

جنگ وجہاد

دینِ حق کی سربلندی، قوم وملت اور ملک کی سلامتی اور فتنہ وفساد کی بیخ کنی کے لئے جنگ وجہاد کرنا قرآن وحدیث کے مطابق مسلمانوں پر فرض وضروری ہے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ۲۷ یا ۲۹ غزوات میں بنفس نفیس شرکت فرمائی ہے اور سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے ہیں اور ۳۸ یا ۴۷ وہ جنگیں ہیں کہ جن میں آپ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ صحابۂ کرام کو سپہ سالار مقرر فرما کر جہاد کے لئے بھیجا جو تاریخ اسلام میں سرایا کے نام سے مشہور ہیں۔ [۱۸۵]

قرآن وحدیث میں بہت سے مقامات پر جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ رب تبارک و

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ [۱۸۶]

(اے ایمان والو! کیا میں تمہیں بتا دوں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گی ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا [۱۸۷]

(بے شک اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔)

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ [۱۸۸]

(اور ان (کافروں) سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔ اور ایک اللہ کی عبادت ہو۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔)

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا؟

"یا رسول اللہ ای الناس افضل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ و مالہ"۔ [۱۸۹]

(یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کرے۔)

مختصر یہ کہ دین حق کی سربلندی، قوم و ملت اور ملک کی حفاظت و سلامتی اور فتنہ و فساد کے خاتمے کے لئے مسلمانوں پر جہاد واجب و ضروری ہے۔ اس جہاد میں فتح و کامیابی کے بعد شکست سے دو چار دشمن یا حریف کی فوج کا جو مال حاصل ہوتا ہے اس کو مالِ غنیمت کہا جاتا ہے، جس کو قرآن و حدیث نے مسلمانوں کے لئے نہ صرف حلال و جائز قرار دیا ہے بلکہ سب سے افضل و بہترین روزی بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ و کف ایدی الناس عنکم [190]

(اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے، بہت سی غنیمتوں کا کہ تم اسے لو گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرما دیں اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لیے۔ (یعنی اہل خیبر کے مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں تقسیم فرمائے۔)

وَ اعلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمتُم مِّن شَیءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِی القُربٰی وَ الیَتٰمٰی وَ المَسٰکِینِ وَ ابنِ السَّبِیلِ [191]

(اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ ورسول وقرابت والوں ویتیموں ومحتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (یعنی پچانوے فیصد مالِ غنیمت مسلم مجاہدین کا ہے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اُحِلَّت لِی الغنائم"۔ [192]

(میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال فرما دیا گیا ہے۔)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"لو لا آخر المسلمین ما فتحت قریۃً الا ان قسمتہا بین اھلہا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر"۔ [193]

(اگر دوسرے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو بستی میں فتح کرتا اس کو فتح کرنے والوں میں تقسیم کر دیا کرتا، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم فرما دیا تھا۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے جہاد اہم دینی فریضے اور عبادت کے ساتھ ساتھ حلال وپاکیزہ کمائی اور رزق کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

تجارت

قرآن وحدیث میں تجارت کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور بہت سے مقامات پر

مسلمانوں کواس کی طرف راغب فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اَحَلَّ اللہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا [194]

(اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ [195]

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت تمہاری آپسی رضامندی سے ہو۔)

اللہ رب العٰلمین کے نزدیک تجارت کتنا مبارک ذریعہ معاش ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے قرآنِ پاک میں بہت سے مقامات پر اس کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ مثلاً:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہِ وَ اذْکُرُوا اللہَ [196]

(جب نماز ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔)

وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللہِ [197]

(اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے کہ اللہ کا فضل (تجارت) طلب کرنے کو۔)

رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ [198]

(تمہارا رب وہی ہے کہ تمہارے لئے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے تاکہ تم اس کا فضل (تجارت) تلاش کرو۔)

وَ مِنْ رَّحْمَتِہٖ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ [199]

(اور اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل (تجارت یا روزگار) تلاش کرو۔)

معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تجارت نہایت پاکیزہ و بابرکت ذریعہ معاش ہے اس لئے اس نے اپنے بندوں کو بار ہا اس کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ قرآن پاک کے

علاوہ احادیث رسول میں بھی اس کی کافی اہمیت بیان کی گئی ہے اور مختلف اشیاء وسامان کی تجارت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"التاجر الصدرق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھدآء"۔ [200]

(سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔)

"اطیب عمل الرجل بیدہ و کلّ بیع مبرور"۔ [201]

(زیادہ اچھا ذریعہ معاش ہے آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت کرنا۔)

"لا تبیعوا الذھب بالذھب الا سوآئً بسوآئٍ و الفضۃ بالفضۃ الا سوآء بسوآء و بیعوا الذھب بالفضۃ و الفضۃ بالذھب کیف شئتم"۔ [202]

(سونے کے بدلے سونا نہ بیچو مگر یہ کہ برابر ہو اور چاندی کے عوض چاندی نہ بیچو مگر یہ کہ برابر ہو۔ سونے کے بدلے چاندی اور چاندی کے بدلے سونا جس طرح چاہو بیچو۔)

کاشت کاری

کھیتی باڑی بھی ایک اچھا ذریعہ معاش ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ [203]

(اور کھیتی کا حق ادا کرو جس دن وہ کٹے۔)

ظاہر ہے کہ کھیتی کا حق یعنی عشر اسی وقت ادا کیا جاسکتا ہے جب کہ کھیتی باڑی کی جائے۔

اسی طرح باغ لگانے اور اس سے روزی حاصل کرنے کی بھی اسلام اجازت دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ [204]

(اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو یہ کہتا کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔)

قرآنِ پاک کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کھیتی باڑی کرنے کا سبق

ملتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من کانت له ارض فلیزرعها او لیمنحها اخاه فان ابی فلیمسک ارضه"۔ [۲۰۵]

(جس کے پاس زمین ہو تو وہ اس میں خود کھیتی کرے یا کاشت کاری کے لئے اپنے بھائی کو دے رکھے۔ اگر وہ انکار کرے تو اپنی زمین کو روکے رہے۔)

حضرت ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"مابالمدینة اهل بیت هجرة الا یزرعون علی الثلث والربع و زارع علیؓ و سعد بن مالک و عبدالله بن مسعود و عمر بن عبدالعزیز والقاسم و عروة و آل ابی بکر و آل عمر و آل علی و ابن سیرین"۔ [۲۰۶]

(مدینہ منورہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی حصے پر کاشت کاری نہ کرواتا ہو۔ حضرت علی، حضرت سعد بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروہ، آلِ ابوبکر، آلِ عمر، آلِ علی اور ابن سیرین نے کاشت کاری کروائی۔)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

"کنا اکثر اهل المدینة حقلا"۔ [۲۰۷]

(ہم مدینہ منورہ والے اکثر کاشت کاری کرتے تھے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اعطی خیبر الیهود ان یعملوها و یزرعوها ولهم شطر مایخرج منها"۔ [۲۰۸]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خیبر اس شرط پر دیا کہ وہ اس میں کام کاج اور کھیتی باڑی کریں اور جو اس سے حاصل ہو ان کے لئے اس میں سے نصف ہوگا۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ذریعہ معاش کے طور پر مسلمانوں کو کھیتی باڑی کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے۔

مزدوری

محنت کی حلال کمائی اور حلال رزق کے حصول کے لئے مزدوری کرنا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ انتہائی سعادت و دینداری کی علامت ہے۔ بعض انبیاء کرام نے بھی مزدوری فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں نہ صرف اس کی تعریف کی گئی ہے بلکہ لوگوں کو اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ [۲۰۹]

(بہتر مزدور جو تم لگاؤ وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔)

اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا [۲۱۰]

(حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:
میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں کہ وہ آپ کو مزدوری دیں، اس کام کی جو آپ
نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔)

ان آیاتِ قرآنی سے بخوبی واضح ہے کہ مزدوری مبارک و مستحسن کام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول نے بھی مزدوری فرمائی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر مزدوری کی اہمیت و فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوری پر کام کیا ہے اور اپنی امت کو اس کی خاص ہدایت و نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مابعث الله نبیًا الا رعَی الغنم فقال اصحابهٔ فانت فقال نعم کنتُ ارعاها علٰی قراریط لِاهلِ مکّةَ"۔ [۲۱۱]

(اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں مبعوث فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔
صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں مکے والوں کی بکریاں چند
قیراط کی مزدوری پر چرایا کرتا تھا۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں سے بھی مزدوری پر کام لیا ہے اور مزدور کو پوری اُجرت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحتجم و لم یکن یظلم احداً اجرہ"۔ ۲۱۲

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگوایا کرتے اور کسی کی مزدوری میں کمی نہ فرماتے تھے۔)

"و استاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر رجلاً من بنی الدیل ھادیاً خِرِیتاً"۔ ۲۱۳

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر نے ہجرت کے موقع پر بنی وائل کے ایک راہبر شخص کو راستہ بتانے کی مزدوری پر رکھا۔)

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یاخذ احدکم احبلہ خیر لہ من ان یسئال الناس"۔ ۲۱۴

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا مزدوری کے لئے رسی لے کر جانا سوال کرنے سے بہتر ہے۔)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی مزدوری فرمائی ہے اور دوسروں کو بھی مزدوری پر رکھا ہے لہٰذا مزدوری کرنا اور کرانا دونوں سنت ہیں۔ اس کے علاوہ مزدور کو اچھی نگاہ سے دیکھنا اور اس کی مزدوری میں کسی طرح کی کمی بیشی نہ کرنا یہ بھی آپ کی عظیم سنت ہے جس کے تعلق سے آپ نے اپنی امت کو بطور خاص تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"ثلثۃ انا خصمھم یوم القیمۃ۔ رجل استاجَر اجیراً فاستوفی منہ و لم یعطہ اجرہ"۔ ۲۱۵

(تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز میں جھگڑوں گا۔ ایک وہ جو کسی کو مزدوری پر رکھے۔ کام اس سے پورا لے اور اسے اس کی مزدوری نہ دے۔)

"اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجِفَّ عرقہ"۔ ۲۱۶

(مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دیا کرو۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے مزدوری کرنا اور اس کی آمدنی سے اپنی اور اہل وعیال کی کفالت کرنا سعادت کی بات ہے۔

صنعت وحرفت

ذریعہ معاش یا روزگار کے طور پر کسی حلال و جائز صنعت وحرفت، ہنر یا فن کا استعمال کرنا بھی قرآن وسنت کے مطابق مباح و مستحسن ہے۔ بعض انبیاء کرام نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور قرآن کریم سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العلمین اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ [۲۱۷]

(اور ہم نے ان (داؤد علیہ السلام) کے لئے لوہا نرم کیا کہ چوڑی چوڑی زرہیں بنائیے اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھئے۔)

معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ لوہے کی زرہیں بنانے کا تھا اور اس سے وہ اپنی اور اہل وعیال کی کفالت فرمایا کرتے تھے۔

قرآنِ مقدس کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حلال کمائی اور حلال رزق کے لئے صنعت وحرفت یا کسی ہنر کا اختیار کرنا جائز ہے۔ دورِ رسالت و دورِ صحابہ میں بہت سے لوگ مختلف پیشوں سے وابستہ تھے۔ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صنعت وحرفت کے ماہرین سے کام لیا ہے اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما انّه سئل عن اجرة كتابة المصحفِ فقال لا باس انما هم مصوّرون و انهم انما يا كلون من عملِ ايديهم"۔ [۲۱۸]

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کتابت قرآن مجید کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ الفاظ کی صورتیں بناتے ہیں اور بے شک وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے ہیں۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"اِنَّ خیاطاً دَعَا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لطعام صنعہ"۔ [۲۱۹]

(بے شک ایک درزی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا جو خاص طور پر اس نے آپ کے لئے تیار کرایا۔)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"جآء ت امرأة ببردة قال اتدرون مالبردة فقیل له نعم هی الشملة منسوج فی حاشیتها قالت یا رسول الله انی نسجت هذه بیدی اکسوها فاخذها النبی صلی اللہ علیہ و سلم محتاجاً الیها"۔ [۲۲۰]

(ایک عورت بردہ لے کر آئی حضرت سہل نے کہا تم جانتے ہو بردہ کیا ہوتا ہے۔ جواب دیا وہ ایک چادر ہے جس پر حاشیے بنے ہوتے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تا کہ آپ کو پہنا سکوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے لیا اس وقت آپ کو اس کی ضرورت تھی۔)

حضرت ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"اتی رجل الی سهل بن سعد یسألونه عن المنبر فقال بعث رسول الله صلی اللہ علیہ و سلم الٰی فلانة امرأة قد سمّاها سهل ان مری غلامک النجار یعمل لی اعواداً اجلس علیهن اذا کلمت الناس فامرته یعملها من طرفاء الغابة ثم جآء بها فارسلت الی رسول الله صلی الله علیه و سلم بها فامر بها فوضعت فجلس علیه"۔ [۲۲۱]

(کچھ لوگ سہل بن سعد کے پاس منبر کے متعلق دریافت کرنے گئے تو انہوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کہا کہ اپنے بڑھئی بیٹے کو کہو کہ چند لکڑیوں کا منبر بنا دے جس پر بیٹھ کر میں لوگوں سے گفتگو کر سکوں۔ اس عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غابہ کے جھاؤ کا منبر بنا دو۔ وہ تیار کر کے لایا، تو اس عورت نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا دیا۔ آپ کے حکم کے مطابق وہ رکھا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔)

اس طرح قرآن واحادیث کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ صنعت وحرفت یا کسی ہنر و فن کا ذریعہ معاش کے طور پر اپنانا جائز ہے اور اس کے سہارے اپنی اور اہل وعیال کی کفالت کرنا سنت وقدیم روایت ہے۔

اسلامی غذاوخوراک

غذاوخوراک اللہ رب العلمین کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس سے نہ صرف انسان کی دنیاوی وجسمانی ضروریات کی سیرابی ہوتی ہے بلکہ دینی وروحانی مقاصد کی بھی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر ایک طرف اس سے جسمانی قوت وتوانائی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کی ادائیگی میں مدد وحوصلہ ملتا ہے۔ یعنی غذاوخوراک کو بھوک مٹانے اور جسمانی طاقت کے حصول کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو وہ انسان کی ضرورت ہے اور اگر اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ جسمانی توانائی ہوگی تبھی انسان بحسن وخوبی دینی فرائض وواجبات ادا کر سکتا ہے تو غذاوخوراک کا استعمال کرنا عبادت ہے۔ اس لئے کہ دین کو جس کی ضرورت ہو وہ بھی دراصل دین کا ایک حصہ ہے اور ظاہر ہے کہ دین کھانے، پینے کی احتیاج سے خالی نہیں۔ وہ اس طرح کہ دین کے راستے پر چلنے والوں کا اصل مقصد نجات ورضائے الٰہی کا حصول ہے اور اس کا ذریعہ معرفت وعلم اور عبادت وبندگی ہے اور عبادت وبندگی کی ادائیگی جسم کی صحت وسلامتی کے بنا ممکن نہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ کھانا پینا جسم کی ہی نہیں بلکہ دین کی بھی ضرورت میں داخل ہے۔ گویا کہ غذاوخوراک انسانی صحت وزندگی کی بقا کے لئے بھی جزولاینفک ہے اور دینی و روحانی فرائض کی تکمیل کے لئے بھی نسخہ کیمیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تعلق سے اسلام نے ایک مکمل ضابطہ ودستور بیان فرمایا ہے اور نہایت تفصیل ووضاحت کے ساتھ کھانے، پینے کے احکام وآداب کا ذکر فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے غذاوخوراک کو جسمانی ودینی لحاظ سے بڑی قدرومنزلت حاصل ہے۔ چونکہ یہ صحت وزندگی کی سلامتی کا سبب اور علم وعمل کی ادائیگی وحصول میں معاون و مددگار ہے، اس لئے اسلام نے پاک وصاف اور عمدہ ونفیس اشیاء کے کھانے پینے کا حکم دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ [۲۲۲]

(اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں۔)

يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا [۲۲۳]

(اے رسولوں پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔)

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا [۲۲۴]

(اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ۔)

صحت وتندرستی ہزار نعمت ہے اس لئے اسلام نے اس پر خاص توجہ دی ہے اور حلال و پاکیزہ اشیاء کے استعمال کا حکم دیا ہے اور ناپاک وگندی اشیاء اور خراب غذا وخوراک جو صحت کے لئے مضر ہے اس کے استعمال سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [۲۲۵]

(اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔)

ہاں اگر کھانے پینے کی کوئی پاک وعمدہ شئی میسر نہ ہو اور جان پر بن رہی ہو تو سخت مجبوری میں بقدر ضرورت ناپاک وحرام شئی کھانے کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی صرف اس لئے کہ صحت وزندگی کی حفاظت فرض ہے۔ جان ہے تو جہان ہے اور عبادت و بندگی کی بقا وشان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ [۲۲۶]

(تو جو مجبور ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے
بڑھے تو اس پر گناہ نہیں)

اس طرح اسلام نے غذا وخوراک کے سلسلے میں انتہائی حکمت ومصلحت سے کام لیا ہے اور دینی وروحانی بالیدگی، جسمانی صحت وتندرستی اور پاکیزگی کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا دستور مرتب کیا ہے۔ انسان اچھی یا بری، پاکیزہ یا پراگندہ جو بھی غذا وخوراک کھاتا پیتا ہے اس کا اپنا ایک مثبت یا منفی اثر ہوتا ہے۔ پاکیزہ وعمدہ غذا سے اگر ایک طرف اچھا خون و

اچھا گوشت پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کی ذات وسیرت بھی پاکیزہ ہوتی ہے اور دل، دماغ اور حواس خمسہ کو جلا ملتی ہے۔ اور خراب وآلودہ غذا سے فاسد خون وناپاک گوشت ہی پروان نہیں چڑھتا بلکہ اس کی سیرت وفکر بھی پراگندہ ہو جاتی ہے، حواس خمسہ کے علاوہ دل دماغ کی طاقت بھی انتہائی کمزور پڑ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ غذا وخوراک کی خرابی اور آلودگی سے انسان کی عمر بھی کم ہو جاتی ہے اور جلد ہی موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے بار بار عمدہ وپاکیزہ غذا وخوراک استعمال کرنے کی ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔

غذا وخوراک کی اقسام اور اشیاء

انسان دنیا میں جو بھی غذا وخوراک کی اشیاء کھاتا پیتا ہے عموماً وہ مختلف قسم کی ہوتی ہیں جن میں سے بعض کا حصول زمین یا پیڑ پودوں سے ہوتا ہے جیسے مختلف اناج، پھل، سبزی اور پانی وغیرہ۔ اور بعض جانوروں وچوپایوں سے حاصل ہوتی ہیں جیسے دودھ، گھی، دہی، گوشت اور انڈا وغیرہ۔ مذکورہ بالا جملہ اشیاء میں بعض چیزیں سبزی خوری کے دائرے میں آتی ہیں، مثلاً اناج، پھل، سبزی، پانی، دودھ، گھی، دہی اور مکھن وغیرہ اور بعض اشیاء گوشت خوری کی فہرست میں شمار کی جاتی ہیں مثلاً گوشت، مچھلی اور انڈا وغیرہ۔ مختصر یہ کہ مذکورہ بالا جملہ اقسامِ غذا وخوراک سے متعلق جو بھی چیزیں ہیں، اسلام ان کو حلال وجائز قرار دیتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ اشیاء سبزی خوری سے متعلق ہوں یا گوشت خوری کے دائرے میں آتی ہوں۔ خیال رہے کہ اسلام نے اس سلسلے میں بھی مساوات کا مکمل خیال رکھا ہے اور کسی ذاتی وطبقاتی نظام یا اعلیٰ وادنیٰ کا امتیاز نہیں رکھا ہے بلکہ بنا کسی تفریق کے ہر قوم اور ہر طبقے کے لئے یکساں دستور نافذ کیا ہے۔ کسی بھی قبیلے یا قوم یا کسی بھی درجے کا انسان کسی بھی طرح کی حلال شئی بخوبی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو کھلا سکتا ہے۔

غذا وخوراک کی جملہ اقسام واشیاء کا اطلاق چونکہ عوام وخواص کی اصطلاح وعرف میں دو عناوین کے تحت ہوتا ہے (۱) سبزی خوری، اور (۲) گوشت خوری۔ لہٰذا انہیں دو عناوین کے تحت ہم اسلامی غذا وخوراک کے دستور وضابطے کا مختصر تحقیقی جائزہ لیں گے تاکہ موضوع کی مناسبت سے اسلامی موقف اچھی طرح واضح ہو جائے۔

سبزی خوری

مختلف قسم کے اناج جیسے گیہوں، جو، چاول، اڑد، مسور، ارہر اور مونگ وغیرہ، مختلف قسم کے پھل جیسے سیب، انار، انگور، آم، تربوز، خربوزہ، ککڑی، کیلا اور کھجور وغیرہ، مختلف قسم کی سبزیاں جیسے لوکی، چقندر، میتھی، پالک، مولی، پیاز، لہسن، شلجم، گاجر، بیگن، گوبھی اور مرچ مصالحہ وغیرہ اور پانی، دودھ، دہی، گھی، تیل اور شہد وغیرہ اشیاء سبزی خوری کے دائرے میں آتی ہیں۔ اسلام ان تمام اقسام کے اناج، پھل، سبزی، مصالحہ جات اور ان کے لوازمات کو استعمال کرنے کی مکمل اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا [۲۲۷]

(اللہ) وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے۔)

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ [۲۲۸]

(اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں۔)

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا [۲۲۹]

(اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال و پاکیزہ روزی دی۔)

قرآنِ مقدس کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کی ساری اشیاء ہمارے لئے تخلیق فرمائی ہیں اور اپنی عطا کردہ حلال و پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے اور کسی بھی چیز کے حلال وحرام، جائز و ناجائز ہونے سے متعلق اسلام کا بڑا واضح وصاف موقف ہے کہ جس کو قرآن وحدیث میں حلال وجائز کہا گیا ہے وہ حلال وجائز ہے اور جس کو حرام و ناجائز بتایا گیا ہے وہ حرام و ناجائز ہے اور جس چیز کے حرام یا ناجائز ہونے سے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی تذکرہ یا حکم نہیں ہے وہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [۲۳۰]

(اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تم تمہیں بری لگیں۔)

معلوم ہوا کہ جن باتوں کا حکم نازل نہیں ہوا ان کے بارے میں سوال یا بال میں سے

کھال نہیں نکالنا چاہئے ،از روئے قرآن وہ جائز ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ"۔ [۲۳۱]

(حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے قرآن خاموش رہا وہ جائز ہے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے مطابق وہ تمام اشیاء غذا و خوراک حلال و جائز ہیں جن کو واضح طور پر حلال و جائز بیان کیا گیا ہے یا جن کا کوئی حکم ذکر نہیں کیا گیا ہے اور اسلامی شریعت وفقہ کا یہ مسلمہ اصول و ضابطہ بھی ہے کہ:

"الاصل فی الاشیاء الاباحۃ"۔ [۲۳۲]

(تمام اشیاء کی اصل جائز ہونا ہے۔)

یعنی ہر چیز کی اصل در حقیقت جائز و مباح ہونا ہے جب تک کہ اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو۔ مثال کے طور پر ابتدائے اسلام میں شراب اور گدھے کا گوشت جائز تھا لیکن حکم و دلیل آتے ہی حرام قرار دے دیا گیا۔ [۲۳۳]

قرآن مقدس میں اجمالی طور پر مختلف قسم کی اشیاء خورد و نوش کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی تفصیل کے ساتھ اس کا دستور پیش کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دورِ رسالت و دورِ صحابہ میں مختلف قسم کے اناج، پھل، سبزی اور مسالہ جات وغیرہ کا استعمال ہوتا تھا بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اناج، پھل، سبزی، دودھ، گھی اور ان سے تیار طعام و مشروبات کو تناول و نوش فرمایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جس طرح کی غذا مل جاتی تھی آپ تناول فرما لیتے تھے یعنی وہ تمام غذا و خوراک جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں ان سے آپ کو پرہیز نہ تھا البتہ سادہ قسم کا کھانا زیادہ پسند فرماتے تھے اور کسی خاص قسم کے کھانے کے لئے اہتمام نہ فرماتے تھے۔

حدیث پاک کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جو غذا و

خوراک استعمال فرمائی ہے اس میں اناج میں جو اور گیہوں کی روٹی اور چاول، پھلوں میں کھجور، انار، تربوز، خربوزہ، انجیر، انگور اور بہی، سبزیوں میں لوکی، چقندر، کھمبی اور میتھی، میٹھی اشیاء میں شہد، لسّی اور ٹھنڈے میٹھے شربت، روغنیات میں گھی، روغن زیتون، مکھن، پنیر اور دودھ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حلال اشیاء بطور خورد ونوش استعمال فرمائی ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سے تمام اقسام کی بعض مشہور ومعروف اشیاء کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

گیہوں اور جو کی روٹی

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غذا وخوراک میں روٹی کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔ روٹی میں آپ نے سب سے زیادہ جو کی روٹی تناول فرمائی ہے اور کبھی کبھی گیہوں کی روٹی کا بھی شوق فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعة طاویًا هو و اهله لایجدون عشاءً و کان اکثر خبزهم خبزَ الشعیر"۔ [۲۳۴]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر بھوکے گزارتے تھے اور شام کا کھانا نہ پاتے اور عام طور پر آپ کے یہاں جو کی روٹی ہوتی تھی۔ یعنی کبھی کبھار گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی۔)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"ما شبعَ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم منذ قدم المدینة من طعام البُرِّ ثلاث لیالٍ تباعًا حتّٰی قُبِضَ"۔ [۲۳۵]

(محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے آپ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد متواتر تین دن بھی گیہوں کی روٹیاں سیراب ہوکر نہیں کھائیں یہاں تک کہ دنیا کو خیر آباد فرمادیا۔)

چاول

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غذا میں چاولوں کا بھی استعمال فرمایا ہے۔ خاص طور سے آپ کو چاول کی تہ دیگی یا کھرچن بہت پسند تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ الثفلُ"۔ [۲۳۶]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کھرچن کو پسند فرماتے تھے۔)

لوکی

سبزیوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی یا کدو بہت پسند تھا۔ اس کو آپ سالن میں تلاش کر کے تناول فرماتے تھے۔ آپ نے اس کے بہت سے فوائد بتائے ہیں اور خاص طور سے اپنی امت کو اس کی طرف راغب فرمایا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ الدُّبَّاء فَاُتِی بطعام او دعی لہ فجعلت اتتبعہ فاضعہ بین یدیہ لما اعلم انہ یحبُّہٗ"۔ [۲۳۷]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے۔ پس جب آپ کے لئے کھانا لایا گیا یا آپ کھانے کے لئے بلائے گئے تو میں تلاش کر کے کدو آپ کے سامنے رکھتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ آپ اس کو پسند فرماتے ہیں۔)

"فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتتبع الدّباء حوالی القصعۃ فلم ازل احب الدباء من یومئذٍ"۔ [۲۳۸]

(میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے ہیں۔ میں اس دن سے برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔)

چقندر

چقندر بھی ایک سبزی ہے جو شلجم کی طرح ہوتی ہے اور عام طور سے ملتی ہے اور سلاد وغیرہ

میں کثرت سے استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اشیاء کے ساتھ ملا کر بھی اس کو پکایا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود بھی تناول فرمایا ہے اور صحابۂ کرام کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"فجعلتُ لهم سِلقًا و شعيرًا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لِعَلِيّ يا علي من هذا فاصِب فانَّهُ اوفقُ لک"۔ ۲۳۹

(پھر میں نے ان کے لئے چقندر اور جو کو ملایا تو آپ نے فرمایا اے علی! اس سے کھائیں کیونکہ تمہارے لئے بہت مناسب ہے۔)

اسی طرح حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"كنا لنفرح بيوم الجمعة كانت لنا عجوزٌ تاخذ اصول السلق فتجعله في قِدْرٍ لها فتجعل فيه حَبّات من شعيرٍ اذا صلينا زرنا فقربته الينا"۔ ۲۴۰

(ہمیں جمعہ کے روز کی بڑی خوشی ہوتی کیونکہ اس دن ایک بڑھیا ہمارے لئے چقندر کی جڑیں ہانڈی میں پکایا کرتی اور اس میں چند دانے جو کے بھی ڈال دیا کرتی تھی۔ جب ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اس بڑھیا کے پاس چلے جاتے، پس وہ اس کو ہمارے سامنے رکھ دیا کرتی۔)

کھنبی

یہ بھی ایک سبزی ہے جو برسات کے موسم میں باغوں، تالابوں اور نہروں وغیرہ کے کناروں پر خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ سفید، سرخ اور سیاہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے سفید کھنبی تناول فرمائی ہے کیونکہ باقی دو کے اثرات زہریلے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الكماة من المنّ و مَاءها شفآء للعين هذا من المنّ الذى انزل الله تعالىٰ على موسى عليه السلام"۔ ۲۴۱

(کھنبی من سے ہے اور اس کے پانی میں آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ اس من سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔)

لہسن و پیاز

لہسن و پیاز بھی سبزی میں داخل ہیں۔ اس میں ایک قسم کی بو ہوتی ہے کہ اگر اس کو کھانے کے بعد اچھی طرح دانت صاف نہ کئے جائیں تو پاس بیٹھنے والے لوگوں کو کراہت ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چونکہ فرشتوں کی آمد و رفت رہتی تھی اس لئے اس کو آپ نے ناپسند فرمایا ہے لیکن اپنی امت کے لئے اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ البتہ کچا لہسن پیاز کھانے کی صورت میں اس وقت تک مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ منہ کی بو زائل نہ ہو جائے کیونکہ اس سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بطعام اکل منہ و بعث بفضلہ الیَّ و انہ بعث الیَّ یومًا بفضلۃ لم یاکل منھا لانَّ فیھا ثومًا فسالتُہ أحرامٌ ھو قال لا ولکنی اکرھہ من اجل ریحہ قال فانی اکرہ ما کرھتَ''۔ [۲۴۲]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی کھانا لایا جاتا تھا آپ اس میں سے کھاتے اور اس میں سے جو کھانا بچ جاتا وہ مجھے بھیج دیتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھانا بھیجا اور آپ نے اس میں سے نہیں کھایا کیونکہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے دریافت کیا کیا لہسن حرام ہے؟ آپ نے فرمایا حرام نہیں ہے لیکن اس کی بو کی وجہ سے میں اس کو ناپسند سمجھتا ہوں۔ حضرت ابو ایوب نے عرض کیا، مجھے بھی وہ چیز ناپسند ہے جو آپ کو ناپسند ہے۔)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صحابہ لاتکلوا البصل ثم قال کلمۃ خفیۃ النیئ''۔ [۲۴۳]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے ارشاد فرمایا پیاز مت کھاؤ، پھر آہستہ سے فرمایا کچی۔)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نہی عن اکل الثوم الا مطبوخا"۔ ۲۴۴

(کچا لہسن کھانے سے منع کیا گیا ہے مگر یہ کہ پکا ہوا ہو۔)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا"۔ ۲۴۵

(جو لہسن یا پیاز کچی کھائے تو اس کو چاہئے کہ ہم سے دور رہے یا اسے چاہئے کہ ہماری مساجد سے دور رہے۔ یعنی جب تک اس کی بو منہ سے زائل نہ ہو جائے۔)

سرکہ

سرکہ عام طور سے مل جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی استعمال فرمایا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی اس سے سالن کا کام لیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کافی تعریف فرمائی ہے اور اپنی امت کو اس کی طرف اس طرح رغبت کی تعلیم دی ہے:

"نعم الادام الخل"۔ ۲۴۶

(سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔)

"نعم الادام الخل اللھم بارک فی الخل فانہ کان ادام الانبیاء قبلی ولم یفتقر بیت فیہ خل"۔ ۲۴۷

(بہترین سالن سرکہ ہے۔ اے اللہ! سرکے میں برکت پیدا فرما کہ یہ مجھ سے پہلے انبیاء کرام کا سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں۔)

نمک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غذا و خوراک میں نمک بھی تناول فرمایا ہے۔ چنانچہ اس

کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"سیدادامکم الملح"۔ ۲۴۸ے

(تمہارے سالنوں کا سردار نمک ہے۔)

مرچ، مسالہ و تیل

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کھانا تیار کیا جاتا تھا اس میں مرچ، مسالہ و تیل وغیرہ کا بھی استعمال کیا گیا ہے جس کو آپ نے برضا و رغبت تناول فرمایا ہے۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ امام حسن اور عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"اصنعی لنا طعاماً مِمَا كان يعجب رسول الله صلى الله عليه وسلم و يحسن اكله فقالت يا بنيَ لا تشتهيه اليوم قال بلٰى اصنعيه لنا فقامت فاخذت من شعير فطحنته ثم جعلتهٔ فی قدرٍ و صبّت عليه شيئاً من زيتٍ و دقّت الفلفل و التوابل فقربته اليهم فقالت هذا مِمَا كان يعجب رسول الله صلى الله عليه وسلم و يحسن اكلهٗ"۔ ۲۴۹ے

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ حضرت سلمیٰ نے کہا پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ضرور پسند آئے گا۔ وہ اٹھیں اور تھوڑے سے جو لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ پیس کر ڈالا اور پکا کر رکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند تھا۔)

زیتون کا تیل

اسلامی نقطۂ نظر سے زیتون بڑا مبارک درخت ہے۔ اس کی عظمت و فضیلت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی تعریف فرمائی ہے بلکہ قسم

کھائی ہے۔ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک میں بھی اس کی کافی اہمیت بیان کی گئی ہے۔
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ائتدموا بالزیت و ادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ"۔ ۲۵۰

(زیتون کے تیل سے روٹی کھاؤ اور اس سے مالش کرو کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔)

دودھ، گھی، پنیر، مکھن

حدیث رسول کے مطابق دودھ بڑی بابرکت غذا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اور اس سے تیار کئے جانے والے گھی، پنیر اور مکھن کو بھی پسند فرمایا ہے بلکہ بعض اوقات دوسروں کے لئے بھی اس کی دعوت کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"قام النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یبنی بصَفِیَۃ فدعوت المسلمین الٰی ولیمتہ امر بالانطاع فبسطت فالقی علیھا القمر و الاقط و السَمنَ"۔ ۲۵۱

(جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے ساتھ زفاف فرمایا تو مسلمانوں کو ان کا ولیمہ کھانے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ کے حکم سے دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر کھجوریں، پنیر اور گھی رکھا گیا۔)

بسر کے دونوں سلمی صاحبزادے فرماتے ہیں:

"دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدَمنا زُبدًا و تمرًا و کان یحبُ الزبد و التمر"۔ ۲۵۲

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں کیونکہ آپ مکھن اور کھجوریں پسند فرماتے تھے۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"اُتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجبنۃ فی تبوک فدعا بسِکّین فسمّی

وقطع"۔ ۲۵۳ے

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تبوک میں پنیر لایا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو کاٹا۔)

اسی طرح دودھ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بلبن قال برکۃأو برکتان"۔ ۲۵۴ے

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب دودھ پیش کیا جاتا تو ارشاد فرماتے برکت ہے یا فرماتے دو برکتیں ہیں۔)

شہد

دینی وطبی اعتبار سے شہد غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے، جس کے مذہبی اور طبی لحاظ سے بہت سے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ حدیث شریف کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بھی بہت شوق سے استعمال فرمایا ہے اور اپنی امت کو بھی اس کے بے مثال فوائد واثرات سے آگاہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الحلوآء والعسل"۔ ۲۵۵ے

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیزوں اور شہد کو پسند فرمایا کرتے تھے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من العسل ثلاث غدوات فی کل شھر لم یصبہ عظیم من البلاء"۔ ۲۵۶ے

(جو ہر مہینے میں صبح کے وقت تین دن شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بڑی بیماری نہیں پہنچے گی۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علیکم بالشفائین العسل والقرآن"۔ ۲۵۷ے

(اپنے اوپر دو شفاؤں کو لازم کرلو (۱) شہد اور (۲) قرآن)

مختلف موسمی پھل

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قسم کے موسمی پھل بھی شوق سے تناول فرمائے ہیں، جیسے کھجور، انگور، تربوز، خربوزہ، انجیر، پیلو اور ککڑی وغیرہ۔ تناول فرمانے کے ساتھ آپ نے ان کے بہت سے فوائد بھی بیان فرمائے ہیں اور اس طرح اپنی امت کو ان کے استعمال کی طرف راغب فرمایا ہے۔ گویا کہ موسمی پھلوں کا کھانا مسلمانوں کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تصبح بسبع تمراتٍ عجوۃ لم یضرہ ذالک الیوم سمٌ ولا سحر"۔ ۲۵۸

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائے تو اس روز اس کو کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاکل الرطب بالقثاءِ"۔ ۲۵۹

(میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی کے ساتھ تر کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھا۔)

ککڑی کے علاوہ آپ نے کھجور کو تربوز اور خربوزے کے ساتھ ملا کر بھی تناول فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاکل البطیخ بالرّطب"۔ ۲۶۰

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل الرطب بالبطیخ"۔ ۲۶۱

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ خربوزہ تناول فرماتے تھے۔)

اسی طرح انگور اور سیب کی طرح ایک پھل بہی کو آپ نے خود بھی تناول کیا ہے اور صحابہ کرام کو بھی تحفۃً عطا کیا ہے اور ان کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اھدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عِنَب من الطائف فدعانی فقال خذ ھذا العنقود فابلغہ اُمّک"۔ ۲۶۲ع

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے انگور تحفۃً بھیجے گئے۔ آپ نے مجھے بلا کر فرمایا یہ خوشہ لے لو اور اپنی والدہ کو پہنچا دو۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور کے خوشے اس طرح کھاتے دیکھا کہ ایک خوشہ لے کر منہ سے دانے توڑتے اور تنکے باہر نکالتے تھے"۔ ۲۶۳ع

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بیدہٖ سفر جلۃ فقال دونکھا یا طلحۃ فانھا تجِمُ الفؤاد"۔ ۲۶۴ع

(میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے ہاتھ میں بہی تھی۔ آپ نے فرمایا طلحہ! یہ لے لو کیونکہ یہ دل کو راحت پہنچاتی ہے۔)

مذکورہ بالا پھلوں کے علاوہ دیگر موسمی پھل بھی آپ بخوشی تناول کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں جب بھی کوئی موسم کا پہلا پھل آتا تو بچوں سے اس کی شروعات فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اِذا اُتی باوّل الثمرۃ قال اللّٰھم بارک لنا فی مدینتنا و فی ثِمار نا و فی مدِّنا و فی صاعنا برکۃ مع برکۃ ثم یناولہ اصغر من بحضرتہ من الولدان"۔ ۲۶۵ع

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب موسم کا پہلا پھل آتا تو آپ فرماتے، اے اللہ ہمارے شہر، ہمارے پھلوں، ہمارے مد اور پیمانوں میں برکت در برکت دے۔ پھر جو بچے حاضر ہوتے ان میں سب سے کم سن کو وہ پھل عطا فرماتے۔)

اس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ مختلف قسم کے اناج، پھل،

سبزی، مسالہ جات اور مرغن غذائیں کھانا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں اور اسلام نہایت واضح انداز میں ان تمام اشیاء غذا و خوراک یا سبزی خوری کو مکمل طور پر مسلمانوں کے لئے حلال و جائز قرار دیتا ہے۔

گوشت خوری

قدیم انسانی مذاہب میں شاذ و نادر ہی کوئی مذہب ہوگا کہ جس میں گوشت خوری کا تصور موجود نہ ہو اور اس کے مذہبی قائدین و رہنما گوشت کی لذت سے لطف اندوز نہ ہوئے ہوں۔ اسلام بھی چونکہ ایک قدیم عالمی مذہب ہے لہٰذا یہ بھی واضح طور پر گوشت خوری کو حلال و جائز قرار دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں گوشت خوری صرف حلال و مباح ہی نہیں بلکہ نظامِ الٰہی اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے کیونکہ اللہ رب العٰلمین نے جو جاندار مخلوقات پیدا فرمائی ہیں اس میں بعض مخلوق ایسی ہیں کہ جو سبزی خور ہیں۔ اسی حساب سے ان کی آنتیں اور چپٹے دانت بنائے ہیں جس سے وہ صرف سبزی، گھاس اور پھونس ہی کھا سکتے اور ہضم کر سکتے ہیں، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ، گھوڑا اور دنبہ وغیرہ۔ بعض مخلوق ایسی تخلیق فرمائی ہیں کہ جو گوشت خور ہیں۔ اسی اعتبار سے ان کے نکیلے دانت اور آنتیں پیدا کی ہیں کہ جس سے وہ صرف گوشت ہی کو اپنی غذا و خوراک بنا سکتے اور پچا سکتے ہیں جیسے شیر، چیتا اور بھیڑیا وغیرہ۔ اور انسان کو ایسی امتیازی و اشرف مخلوق بنایا ہے کہ وہ سبزی خور بھی ہے اور گوشت خور بھی۔ اسی لحاظ سے اس کو چپٹے اور نکیلے دانت عطا فرمائے ہیں تا کہ چپٹے دانت سے سبزی کھائے اور نکیلے دانت سے گوشت۔ اور اس کی آنتوں کو بھی وہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ دونوں قسم کی غذا کو بآسانی ہضم کر لیتی ہیں۔

مختصر یہ کہ گوشت خوری نظامِ تخلیق خداوندی اور فطرتِ انسانی کے بموجب ہے اس سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس میں کوئی دخل دیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے اسی تقاضۂ فطرتِ انسانی اور غذائی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے گوشت خوری کا حکم دیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں لوگوں کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا ہے کہ وہ جس چیز کا چاہیں گوشت کھائیں۔ بلکہ گوشت خوری کا ایک مکمل اور جامع دستور پیش کیا ہے جس کے تحت وہ جانور جو حلال و پاکیزہ ہیں اور انسانی صحت و

طبیعت کے لئے مفید ومناسب ہیں ان کا گوشت حلال وجائز قرار دیا ہے اور جو جانور حرام وناپاک ہیں اور جن کا گوشت انسانی صحت وطبیعت کے لئے مضر ونامناسب ہے، ان کا گوشت حرام وناجائز بیان کیا ہے۔

اسلام نے کن جانوروں کا گوشت حلال وجائز قرار دیا ہے اور کن جانوروں کا گوشت حرام وممنوع؟ اس کا ہم علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت مختصر تحقیقی جائزہ لیں گے تاکہ اس تعلق سے اسلام کا موقف بخوبی واضح ہو جائے۔

حلال جانور

اسلام نے مسلمانوں کے لئے جن جانوروں کا گوشت حلال وجائز قرار دیا ہے قرآن و حدیث میں ان کو بڑی تفصیل وتوضیح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ [۲۶۶]

(اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین پر بچھے۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ نر و مادہ ایک جوڑ بھیڑ کا اور ایک جوڑ بکری کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں۔ کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں۔ کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا۔)

سورۂ انعام کی مذکورہ بالا آیات میں آٹھ نر و مادہ جانوروں کو حلال وجائز فرمایا گیا ہے

جوحسب ذیل ہیں:

(۱) بھیڑ نر، (۲) بھیڑ مادہ، (۳) بکرا، (۴) بکری، (۵) اونٹ، (۶) اونٹنی، (۷) گائے اور (۸) بیل و بچھڑا۔

ان جانوروں کے علاوہ جو حلال و جائز جانور ہیں شریعت اسلامی کے مطابق انہیں جانوروں میں سے وہ کسی نہ کسی کے حکم میں داخل ہیں۔ جیسے ہرن بکری کے حکم میں داخل ہے اور بھینس نر و مادہ اور نیل گائے نر و مادہ گائے کے حکم میں داخل ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب نے بعض حلال جانوروں کو بھی حرام سمجھ رکھا تھا لہٰذا رب العلمین نے تعجب خیز انداز میں دریافت کیا کہ یہ حرمت کہاں سے آئی، نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف سے اور یہ کس نے حرام کئے ہیں؟ ہم نے تو ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا۔ اس کو سن کر سب کے سب مبہوت و ساکت ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے جو جانور یا غذا حلال کی ہے اگر ساری دنیا بھی اس کو حرام کہے تو وہ حرام نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا کسی حلال شئی کو حرام کہنے کی جرأت ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بطور تنبیہ خود ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا [۲۶۷]

(اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو"۔)

قرآنِ پاک میں بیان کردہ مذکورہ بالا جانوروں کے حلال ومباح ہونے کی وضاحت احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ چند دیگر جانوروں کو بھی حدیث پاک میں حلال کہا گیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز فرمایا ہے یا خود آپ نے ان کا گوشت تناول کیا ہے جیسے مرغ، مچھلی، ٹڈی، چڑیا، بٹیر، بحری جانور اور خرگوش وغیرہ۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل لحم الدجاج"۔ [۲۶۸]

(بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"غزونا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات او ستًا کنا نا کل معه الجراد"۔ ۲۶۹؎

(ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چھ یا سات غزوات میں شریک تھے اور ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھایا کرتے تھے۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أحلَت لنا میتتان و دمان المیتتان الحوت و الجراد و الدمان الکبد و الطحال"۔ ۲۷۰؎

(ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال فرما دیئے گئے ہیں (۱) مردہ مچھلی اور (۲) مردہ ٹڈی۔ اور دو خون جگر و تلّی ہیں۔)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم حبارى"۔ ۲۷۱؎

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بٹیر کا گوشت کھایا۔)

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"اصبت ارنبینِ فلم اجد ما اذ کیھا به فذ کیتھما بمروۃ فسالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فَامرنی با کلھما"۔ ۲۷۲؎

(میں نے دو خرگوش پکڑے، پھر انہیں ذبح کرنے کے لئے کچھ نہ پایا تو انہیں پتھر سے ذبح کیا۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا انہیں کھاؤ۔)

حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ایک چڑیا یا اس سے بڑا جانور ناحق مارے تو قیامت کے دن خداوند قدوس اس سے باز پرس کرے گا کہ تو نے کس وجہ سے اس کو ناحق مارا؟ اس پر لوگوں نے عرض کیا، یا رسول

اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اللہ کے نام پر ذبح کرے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکے۔ یعنی بلا وجہ مار کر پھینک دینا قطعاً جائز نہیں۔ ۲۷۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماء البحر هو الطهور ماءه الحلال ميتته"۔ ۲۷۴

(سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ (مچھلی وغیرہ) حلال ہے۔)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامن دابة فی البحر الا وقد ذکھا اللہ لبنی آدم"۔ ۲۷۵

(سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کے لئے ذبح فرما دیا ہے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام خشکی و تری کے مذکورہ بالا جانوروں اور ان سے متعلق دیگر جانوروں کے گوشت کا تناول کرنا مسلمانوں کے لئے حلال و جائز فرماتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں گوشت کھانا جائز ہے واجب یا فرض نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حرام جانور

اسلام نے جن جانوروں کا گوشت مسلمانوں کے لئے حرام و سخت ممنوع فرمایا ہے، ان کی کافی طویل فہرست ہے جس کو تفصیل سے بیان کرنا انتہائی مشکل ہے۔ مختصر انداز میں اس کا اس طرح احاطہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن و حدیث میں جن جانوروں کو حلال و مباح قرار دیا گیا ہے ان کے علاوہ دیگر تمام چوپائے، مثلاً گدھا، ہاتھی، خنزیر، کتا، لومڑی، شیر، چیتا اور گیدڑ وغیرہ، باقی تمام پرندے جیسے گدھ، چیل اور کوا وغیرہ اور تمام کیڑے مکوڑے وغیرہ شریعت اسلامی کے مطابق سخت حرام ہیں۔ جن میں سے بعض کی حرمت تو صراحۃً قرآنِ پاک سے ثابت ہے اور بعض کا حرام ہونا قرآن پاک کے اشارات اور احادیث شریف کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حُرِمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ [۲۷۶]

(تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرنے میں غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جس کو کسی جانور نے سینگ سے مارا ہو۔ اور جسے کوئی درندہ کھا گیا۔ مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان (بُت کی بندگی) پر ذبح کیا گیا۔)

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ [۲۷۷]

(اور اسے نہ کھاؤ جس کے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔)

ان آیاتِ کریمہ میں نو قسم کے جانوروں کا گوشت اور دسواں خون حرام بتایا گیا ہے جن میں سے خنزیر کے علاوہ باقی تمام وہ جانور ہیں جو دراصل حلال ہیں لیکن مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ان کو بھی حرام جانوروں کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔

قرآنِ پاک میں بعض جانوروں کی حرمت کا حکم اجمالی طور پر دیا گیا ہے اور بعض کا صراحۃً بیان کیا گیا ہے۔ لیکن حدیث کی مشہور کتب صحاح ستہ کے کتاب الصید والذبائح میں حرام و ممنوع حیوانات کا ذکر کافی تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نھی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم عن لحوم الحمر الاھلیۃ"۔ [۲۷۸]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔)

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن اکلِ کُلِّ ذی نابٍ من السِّباعِ"۔ [۲۷۹]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں سے پھاڑ کر کھانے والے ہر درندے

کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر عن اکلِ کُلِّ ذی ناب من السِّباعِ و عن کل ذی مِخلَبٍ من الطَّیر"۔ ۲۸۰؎

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر دانت سے پھاڑ کر کھانے والے درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔)

حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من یا کل الثعلب قلت یا رسول اللہ مایقول فی الذئب قال و یا کل الذئب احدفیہ خیز"۔ ۲۸۱؎

(فرمایا لومڑی کون کھاتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بھیڑیے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا جس میں بھلائی اور خیر ہو وہ بھلا بھیڑیا کھائے گا؟ یعنی یہ سخت ممنوع ہیں۔)

حضرت خریمہ سے ہی مروی دوسری روایت میں ہے:

"قلت یارسول اللہ ماتقول فی الضَّبعِ قال و من یا کل الضبع"۔ ۲۸۲؎

(میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ بجو کی بابت کیا فرماتے ہیں: فرمایا کون ہے جو بجو کھائے؟)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحیۃُ فاسقۃ و العقرب فاسقۃ و الفارۃ فاسقۃ و الغراب فاسِقٌ"۔ ۲۸۳؎

(سانپ فاسق ہے اور بچھو فاسق ہے اور چوہا فاسق ہے اور کوا فاسق ہے۔ یعنی ان کا کھانا حرام ہے۔)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکلِ الھِرَۃ و ثمنھا"۔ ۲۸۴؎

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا ہے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے حلال چوپایوں و پرندوں کے علاوہ باقی تمام چوپایوں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں اور بعض اہلی جانوروں کا گوشت کھانا مسلمانوں کے لئے حرام فرمایا ہے اور جو جانور حرام یا ناجائز ہیں قرآن و حدیث میں ان کی ایک فہرست و تفصیل پیش کردی گئی ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی جانور ہیں وہ حلال و مباح کے دائرے میں آتے ہیں۔

کھانے کے اصول و آداب

اسلامی تعلیمات کے مطابق غذا و خوراک اللہ رب العلمین کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے جس سے حیات انسانی کا وجود وابستہ ہے۔ لہٰذا ایسی عظیم نعمت کی قدر کرنا اور اس کو ادب و احترام سے کھانا ہر انسان کا مذہبی و اخلاقی فریضہ ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے جو انسان جتنا زیادہ اس کا ادب و احترام بجالاتا ہے پروردگار عالم اس کے رزق میں اتنی ہی خیر و برکت فرماتا ہے۔

یوں تو اسلام نے کھانے پینے کے بہت سے اخلاقی احکام و آداب بیان فرمائے ہیں، جیسے کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا، بسم اللہ سے شروع کرنا، داہنے ہاتھ سے کھانا، نمکین غذا سے آغاز کرنا، بیٹھ کر کھانا، تکیہ لگا کر، لیٹ کر، کھڑے ہو کر، چل پھر کر نہ کھانا، اپنے سامنے سے کھانا، پانی یا سالن میں پھونک نہ مارنا، مناسب لقمہ لینا، سالن کو اپنے کنارے سے کھانا، کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا، کھانے میں عیب نہ نکالنا، برباد نہ کرنا، گلاس میں سانس نہ لینا، تین سانس میں پینا، جوتے اتار کر کھانا اور بے کار باتیں نہ کرنا وغیرہ۔ اختصار کے پیش نظر ان میں سے چند اہم ضروری احکام و آداب کو یہاں ہم بیان کر رہے ہیں۔

کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونا

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت اور باعث برکت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من احب ان یکثر اللہ خیر بیتہ فلیتوضأ اذا حضر غداءہ و اذا رفع"۔ ۲۸۵

(جو شخص یہ چاہے کہ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ ہو تو اس کو چاہئے کہ جب

صبح کا کھانا آئے تو ہاتھ دھوئے اور کلی کرے اور جب دسترخوان اٹھایا جائے تو اس وقت بھی۔)

بسم اللہ پڑھنا، داہنے ہاتھ سے اور سامنے سے کھانا

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا تناول کرنا بھی کھانے کے اہم آداب ہیں۔ حدیث شریف میں جن کی خاص تاکید آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"کنت غلاما فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت یدی تطیش فی الصحفۃ، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا غلام! بسم اللہ و کل بیمینک و کل مِما یلیک: فما زالت تلک طعمتی بعد"۔ ۲۸۶

(میں لڑکپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت تھا کہ جب میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چلتا رہتا تھا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برخوردار بسم اللہ پڑھو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ اس کے بعد میں اسی طریقے سے کھاتا ہوں۔)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لیاکل احدکم بیمینہ و یشرب بیمینہ و لیاخذ بیمینہ و لیعط بیمینہ فان الشیطان یاکل بشمالہ و یشرب بشمالہ و یعطی بشمالہ و یاخذ بشمالہ"۔ ۲۸۷

(تم میں سے ہر ایک داہنے ہاتھ سے کھائے، داہنے ہاتھ سے پئے، داہنے ہاتھ سے چیز لے اور داہنے ہاتھ سے ہی دے۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے چیز دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے چیز لیتا ہے۔)

کھانے پینے کی اشیاء میں پھونک نہ مارنا

کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منہ اور پیٹ کی مکروہ ہوا اس میں جاتی ہے جو صحت کے لئے مضر ہے۔ نیز دوسروں کو کراہت محسوس ہوتی ہے اس لئے حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النفخ فی الطعام و الشراب"۔ ۲۸۸

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے اور پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔)

تین سانس میں پانی پینا

ایک سانس میں پانی پینا مذہبی وطبی دونوں لحاظ سے ممنوع ہے اور نہ ہی اس سے انسان صحیح طور پر سیراب ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں اس طرح پانی پینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا تشربوا واحدا کشرب البعیر و لکن اشربوا مثنیٰ و ثلاث"۔ ۲۸۹

(اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی مت پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ سانس لے کر پانی پیو۔)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلاثا"۔ ۲۹۰

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی پیتے وقت تین بار سانس لیتے تھے۔)

بیٹھ کر کھانا، کھڑے ہو کر یا ٹیک لگا کر نہ کھانا

کھانا کھانے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر کھایا جائے۔ کھڑے ہو کر یا ٹیک لگا کر کھانا ادب اور سنت کے خلاف ہے۔ حدیث شریف میں صاف طور سے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا مقعیا یا کل تمرا"۔ ۲۹۱

(میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر کھجوریں کھاتے دیکھا ہے۔)

"انه نهی ان یشرب الرجل قائما قال قتادۃ فقلنا فالاکل فقال ذاک اشر أو اخبث"۔ ۲۹۲ے

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کھڑے ہوکر پانی وغیرہ پینے سے۔ حضرت قتادہ نے کہا اور کھڑے ہوکر کھانا کیا ہے؟ فرمایا یہ تو اور زیادہ برا ہے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بیٹھ کر کھانا اور پانی پیا ہے۔ ٹیک لگا کر یا کھڑے ہوکر کھانا پینا کبھی پسند نہیں فرمایا ہے بلکہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"انی لا اکل متکئا"۔ ۲۹۳ے

(بے شک میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں تناول کرتا۔)

کھانے میں عیب نہ نکالنا

کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہئے کہ یہ اسلامی ادب کے سراسر خلاف ہے۔ اگر پسند نہ ہوتو خاموشی سے اٹھ جانا چاہئے کیونکہ اگر عیب نکالا جائے گا تو جس نے کھانا تیار کیا ہے اس کے دل میں نفرت و کدورت پیدا ہوگی۔ اس لئے حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ماعاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً قط ان اشتھاہ اکلہ وان کرھہ ترکہ"۔ ۲۹۴ے

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر طبیعت کو پسند ہوتا تو تناول فرمالیتے ورنہ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے۔)

جوتے اتار کر کھانا

اسلامی تعلیمات کے مطابق جوتے اتار کر کھانا چاہئے۔ یہی سنت اور اخلاقی اصول ہے۔ اس سے سکون بھی ملتا ہے اور کھانے جیسی عظیم نعمت کا احترام بھی ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں بڑے صاف انداز میں جوتے اتار کر کھانا تناول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لاقدامکم"۔ ۲۹۵

(جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پیروں کے لئے راحت بخش ہے۔)

برتن صاف کرنا اور کھانے کو برباد نہ کرنا

اسلامی اخلاق و آداب کے مطابق کھانے کو برباد نہیں کرنا چاہئے کہ یہ اللہ کا رزق ہے بلکہ اس کو صاف کر لینا چاہئے۔ اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ جتنی ضرورت ہو اتنی ہی مقدار میں کھانا لیا جائے۔ گاہِ بگاہِ اگر کھانا بچ جائے تو اس کو پھینکنا نہیں چاہئے بلکہ محفوظ کر لینا چاہئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة و قال انکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکة"۔ ۲۹۶

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم فرمایا اور فرمایا تم نہیں جانتے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔)

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا وقعت لقمة احدکم فلیا خذھا"۔ ۲۹۷

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اسے اٹھا لے۔)

معلوم ہوا کہ اسلام رزق کی قدر و احترام کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کی بربادی کی سخت ممانعت فرماتا ہے۔ آج جو لوگ کھڑے ہو کر کھاتے ہیں اور کھانا برباد کرتے ہیں یہ اسلامی نقطۂ نظر سے سخت حرام و گناہ ہے۔

سالن کو کنارے سے کھانا

اسلامی غذا و خوراک کے اخلاقی اصول اور آداب کے بموجب کھانے کو برتن کے

کناروں سے کھانا چاہئے۔ درمیان سے ہرگز نہ تناول کرنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں اگر کھانا بچ بھی جائے گا تو وہ صفائی کی حالت میں ہوگا اور برتن بھی زیادہ آلودہ نہیں ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"البرکة تنزل وسط الطعام فکلوا من حافتیه ولا تاکلوا من وسطه"۔ ح۲۹۸

(برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے پس کناروں سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔)

کتنی مقدار اور کن اوقات میں کھانا چاہئے

صبح وشام دو وقت کھانا قدیم انسانی روایت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی عموماً انہیں اوقات میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے جیسا کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے اور آج بھی یہ دستور جاری ہے۔ اب رہا مسئلہ یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان کو کتنا کھانا چاہئے؟ تو اس کے تعلق سے حدیث پاک میں کافی واضح ہدایات موجود ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ماملأ آدمی وعاء شرًا من بطن بحسب ابن آدم اکلات یقمن صلبه، فان کان لامحالة، فثلث لطعامه، وثلث لشرابه وثلث لنفسه"۔ ح۲۹۹

(انسان نے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرا۔ انسان کے لئے چند لقمے کھانا کافی ہے جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکے، اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو پیٹ کے تین حصے کرلے ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے۔)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"طعام الاثنین کافی الثلاثة وطعام الثلثة کافی الاربعة"۔ ح۳۰۰

(دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔)

مطلب یہ کہ بقدر ضرورت کھانا چاہئے اس طرح کہ کھانا برائے زندگی ہو، زندگی برائے کھانا نہ ہو۔

ایک ساتھ یا علیحدہ علیحدہ کھانا

غذا و خوراک کے اسلامی اصول و آداب کے مطابق انسان علیحدہ علیحدہ صورت میں بھی کھانا کھا سکتا ہے اور ایک ساتھ مل کر بھی۔ دونوں ہی اسلامی تہذیب و خصلت میں داخل ہیں اور مباح ہیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا [۳۰۱]

(تم لوگوں پر کوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔)

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور بعض احادیث کے مطابق تنہا کھانا تناول کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن اوّلیت و فوقیت ساتھ مل کر کھانے کی بیان کی ہے اور خاص طور سے مسلمانوں کو اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کلوا جمیعًا و لا تفرقوا، فان البرکۃ مع الجماعۃ"۔ [۳۰۲]

(مل کر کھایا کرو الگ الگ نہ کھایا کرو کیونکہ جماعت کے ساتھ یعنی مل کر کھانے میں برکت ہے۔)

"فاجتمعوا علی طعامکم و اذکروا اسم اللہ علیہ یبارک لکم فیہ"۔ [۳۰۳]

(مل کر کھایا کرو اور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھا کرو۔ اس سے تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے رزق کو بڑی قدر و اہمیت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ہر مسلمان پر اس کا ادب و احترام کرنا ضرور قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے غذا و خوراک کے ضروری احکام و آداب نافذ فرمائے ہیں تاکہ انسان اس سے ہرگز غافل نہ ہو اور اس پر عمل کرنا اپنا دینی و اخلاقی فریضہ تصور کرے۔

☆☆☆☆
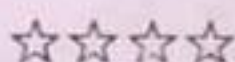
حوالہ جات

۱ تاریخ تمدن عرب اسلامی، جلد ا ص ۱۵

۲ تاریخ مکۃ المکرمہ، جلد اول، ص ۴۴۲ تا ۴۴۴ // مختصر تاریخ تمدنِ عرب، ص ۳۱ تا ۳۶

// صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، باب ۲۷۵، حدیث ۴۱۸

۳ تاریخ مکۃ المکرمہ، جلد اول، ص ۴۴۴

۴ البدایۃ والنہایۃ، جلد ۵، ص ۱۵۵ // تاریخ طبری، جلد ۲ ص ۵۴ / ۵۵ // تاریخ مکۃ المکرمہ جلد ۲، ص ۵۷ تا ۶۹

۵ خلاصۃ الوفاء، ص ۱۴۷

۶ جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص ....

۷ تاریخ مکۃ المکرمہ جلد اول، ص ۴۴۹

۸ جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب العلم، حدیث ۵۸۳ // مشکوٰۃ المصابیح، جلد اول، کتاب العلم، حدیث ۱۷/ ۲۰۴

۹ خلاصۃ الوفاء، ص ۲۷۰ تا ۳۳۵ // وفاء الوفاء، جلد ۲، ص ۵۰

// راحت القلوب، الی دیار المحبوب، ص ۱۴۷ تا ۱۶۴ // تاریخ مدینہ منورہ، ص ۲۴۹ تا ۲۹۵

۱۰ خلاصۃ الوفاء، ص ۱۷۷

۱۱ خلاصۃ الوفاء، ص ۱۷۷

۱۲ مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۱، باب الجماعت، ص ۸۸

۱۳ الادب المفرد، باب دالۃ بعض اہل الاسلام علی بعض، ص ۱۰۹

۱۴ سورۃ الحجرات، آیت ۱۰

١٥۔ سورۃ التوبہ، آیت ۷۱

١٦۔ مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ، ص ۴۱۴

١٧۔ مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ، ص ۴۱۴

١٨۔ صحیح مسلم کتاب الایمان، حدیث ۵۴

١٩۔ مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ، ص ۴۱۷

٢٠۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الایمان، باب ۴، حدیث ۹

٢١۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الایمان، باب ۷، حدیث ۱۲

٢٢۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، حدیث ۱۱۸۳

// صحیح مسلم، کتاب الاسلام، باب من حق المسلم للمسلم، حدیث ۲۱۶۲

٢٣۔ سورۃ الانعام، آیت ۵۴

٢٤۔ سورۃ النور، آیت ۶۱

٢٥۔ سورۃ النساء، آیت ۸۶

٢٦۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب افشاء السلام، حدیث ۵۴

٢٧۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب تسلیم القلیل علی الکثیر، حدیث ۵۸۷۷

٢٨۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، حدیث ۱۲

٢٩۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط، حدیث ۵۸۹۹

٣٠۔ جامع ترمذی، جلد دوم، باب المصافحہ، حدیث ۶۲ / ۶۲۶

٣١۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب المصافحہ، حدیث ۳۷۰۳

٣٢۔ صحیح بخاری کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی المصافحہ، ۲۷۲۷

٣٣۔ جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الآداب، حدیث ۶۲۸

٣٤۔ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۷۷۷

٣٥۔ سورۃ النور، آیت ۲۷

٣٦۔ سورۃ النور، آیت ۲۸

٣٧۔ سورۃ النور، آیت ۵۸

٣٨۔ سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۹

۳۹ سورۃ الممتحنہ، آیت ۱۳
۴۰ سورۃ الہود، آیت ۱۱۳
سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الاداب، حدیث ۱۴۰۱
۴۱ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب البر والصلۃ، حدیث ۱۹۹۵
۴۲ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب البر والصلۃ، حدیث ۱۹۹۸
۴۳ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب البر والصلۃ، حدیث ۲۰۲۰
۴۴ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب صفۃ القیامۃ والرقاق، حدیث ۲۴۸۸
۴۵ سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب الآداب، حدیث ۱۳۹۲
۴۶ سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب الآداب، حدیث ۱۳۹۵
۴۷ سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب الآداب، حدیث ۱۳۹۷
۴۸ سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب الآداب، حدیث ۱۳۹۸
۴۹ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۴۱۶
۵۰ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۴۲۳
۵۱ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۴۲۴
۵۲ الادب المفرد، باب اذا تنخّع وھو مع القوم، ص ۸۹
☆ سنن ابوداؤد، جلد سوم، حدیث ۱۵۶۱، ۱۵۶۳، ۱۵۶۵
۵۳ الادب المفرد، باب المزاح، ص ۴۱
۵۴ الادب المفرد، باب الکبر، ص ۸۱
۵۵ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعنۃ، حدیث ۱۹۷۷
۵۶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث ۴۸، سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب الآداب، حدیث ۱۳۶۶
۵۷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث ۶۱۰۹
۵۸ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی اللعن والطعن، حدیث ۲۰۱۹
۵۹ جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، حدیث ۲۰۰۴
۶۰ جامع ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق، حدیث ۲۰۰۱
۶۱ جامع ترمذی، کتاب الزہد، حدیث ۲۴۰۶

۶۲ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۴۱۰

۶۳ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الآداب، حدیث ۱۴۱۱

۶۴ صحیح بخاری کتاب العلم، حدیث ۹۴/۹۰

۶۵ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۰

۶۶ سورۃ طٰہٰ، آیت ۴۴/۴۵

۶۷ سورۃ لقمٰن، آیت ۱۸

۶۸ سورۃ لقمٰن، آیت ۱۹

۶۹ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب اللباس، حدیث ۸۳۳/۸۳۴/۸۳۵

۷۰ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۴۱

۷۱ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۴۲/۱۳۴۳

۷۲ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۳۷

۷۳ سنن نسائی، جلد ۳، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۴۷

؍؍ جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الاداب، حدیث ۶۶۳

۷۴ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۳۶

۷۵ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۵۸

۷۶ جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الاستئذان، حدیث ۶۶۰

۷۷ جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الآداب، حدیث ۶۶۲

سورۃ الفتح، آیت ۲۷

۷۸ سورۃ طٰہٰ، آیت ۹۴

۷۹ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۴۶/۸۴۷

۸۰ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۴۸

۸۱ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۴۲

۸۲ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۶۸۸

۸۳ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۶۱

۸۴ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۴۹؍؍

// سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۹۲

۸۵ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۳۵۳

۸۶ جامع ترمذی، جلد دوم، حدیث ۶۵۸/ ۶۵۹

۸۷ سنن ابوداؤد، جلد سوم، حدیث ۷۹۷

۸۸ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۶۱

۸۹ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۲۹/ ۸۳۰

۹۰ سورۃ الاعراف، آیت ۳۲

۹۱ سورۃ الاعراف، آیت ۳۱

۹۲ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۸۶

۹۳ صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۶۷

۹۴ صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۵۶

۹۵ مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب اللباس، حدیث ۲۷/ ۴۲۴۶

۹۶ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۵۳۷

۹۷ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۵۳۸

۹۸ صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۶۳

۹۹ مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب اللباس، حدیث ۲۶/ ۴۲۴۵

۱۰۰ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۵۵۹

۱۰۱ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۴۱۷

۱۰۲ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۴۱۸/ ۱۴۱۹

۱۰۳ سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۴۲۸

۱۰۴ مشکوۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب اللباس، حدیث ۵۲/ ۴۲۷۱ //

// سنن نسائی، جلد سوم، باب الزینۃ، حدیث ۱۴۱۴

۱۰۵ سورۃ الاعراف، آیت ۲۷

۱۰۶ سورۃ الاعراف، آیت ۳۲

۱۰۷ سورۃ الاعراف، آیت ۳۱

۱۰۸۔ سورۃ الاعراف، آیت ۲۶
۱۰۹۔ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۳۴۸
۱۱۰۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۸۱۸ / ۱۸۱۷ / ۱۸۱۶
۱۱۱۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۸۲۰
۱۱۲۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۸۶
۱۱۳۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۸۴۱
۱۱۴۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۶۸، سنن نسائی، کتاب الطہارت، حدیث ۱۲۵۔
۱۱۵۔ صحیح مسلم، جلد سوم، کتاب اللباس حدیث ۹۱۲، سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۶۵۳۔
۱۱۶۔ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۴۷ / ۷۴۸
۱۱۷۔ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۵۰
۱۱۸۔ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۵۱ / ۷۵۲
۱۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث ۷۲۳۳، صحیح بخاری کتاب اللباس، حدیث ۷۹۴
۱۲۰۔ سنن ابوداؤد، جلد ۳، کتاب اللباس، حدیث ۴۰۷۳
۱۲۱۔ سنن ابوداؤد، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، حدیث ۴۲۰۶
۱۲۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب صلاۃ الاستسقاء، حدیث ۱۱۶۳
۱۲۳۔ الجامع الصغیر، جلد ۱، ص ۳۶۷، کنز العمال، جلد ۷، ص ۱۲۱، حدیث ۱۸۲۸۶
۱۲۴۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۸۹
۱۲۵۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۸۸
۱۲۶۔ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۸۴۲
۱۲۷۔ جامع المسانید، جلد ۱، ص ۱۹۸
۱۲۸۔ الجامع الصغیر، جلد ۱، ص ۳۶۶، حدیث ۶۹۸
۱۲۹۔ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین، حدیث ۱۶۴۔
۱۳۰۔ مدارج النبوۃ، جلد اول، ص ۷۹۲ تا ۷۹۴
۱۳۱۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الامر بالکحل، حدیث ۳۸۷۸
۱۳۲۔ سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب ای الکفن خیراً، حدیث ۱۸۹۶

۱۳۳ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۳۴۹

۱۳۴ے جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الآداب، حدیث ۷۰۹

۱۳۵ے صحیح مسلم، جلد سوم کتاب اللباس، حدیث ۹۱۲،

〃 سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۴۶۷۔

۱۳۶ے سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۶۶۷

۱۳۷ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۷۶

۱۳۸ے صحیح مسلم، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۹۱۲

۱۳۹ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷۴۷ / ۷۴۸

۱۴۰ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۵۹۵

۱۴۱ے جامع ترمذی، جلد دوم، کتاب الآداب، حدیث ۷۲۳

۱۴۲ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس، حدیث ۱۸۳۷

۱۴۳ے سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۶۶۱

۱۴۴ے جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الحریر والذہب، حدیث ۱۷۲۰

۱۴۵ے صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل فی اناء مفضض، حدیث ۵۱۱۰

۱۴۶ے سنن نسائی، کتاب اللباس، حدیث ۱۶۵۴

۱۴۷ے سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۶۵۴

۱۴۸ے سورۃ الزخرف، آیت ۱۸

۱۴۹ے سورۃ النور، آیت ۳۱

۱۵۰ے سورۃ الفاطر، آیت ۱۲

۱۵۱ے سورۃ الرحمن، آیت ۱۹، ۲۰ / ۲۱ / ۲۲

۱۵۲ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۴۴۹

۱۵۳ے سنن ترمذی، کتاب اللباس عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الحریر والذہب، حدیث ۱۷۲۰

۱۵۴ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۵۷۴

۱۵۵ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۱۲

۱۵۶ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۴۳۸

۱۵۷۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۴۴۳
۱۵۸۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۱۵۷۸
۱۵۹۔ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۱۴
۱۶۰۔ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۲۰ ″
″ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب اللباس حدیث ۱۸۴۳
۱۶۱۔ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۲۸
۱۶۲ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۲۰
۱۶۳۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل فی اناء مفضض، حدیث ۵۱۱۰/۵۳۰۹
۱۶۴۔ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۲۹۴/۲۹۶
۱۶۵۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۳۹
۱۶۶۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۴۵
۱۶۷۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۵۶
۱۶۸۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۵۸
۱۶۹۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۵۵
۱۷۰۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۱۵
۱۷۱۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۵۰
۱۷۲۔ سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۹۵۲
۱۷۳۔ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۳۱۶
۱۷۴۔ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۳۱۴
۱۷۵۔ سورۃ النساء، آیت ۲۹
۱۷۶۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۸
۱۷۷۔ سورۃ المائدہ، آیت ۸۸
۱۷۸۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲
۱۷۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۲۳/۲۶۶۱
۱۸۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۲۹/۲۶۶۷

۱۸۱ے صحیح بخاری، جلد اول، کتاب البیوع، حدیث ۱۹۳۳

۱۸۲ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۱۲/۲۶۵۰

۱۸۳ے مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد چہارم، ص ۲۲۸ ،،

،، تفسیر نعیمی، جلد اول، ص ۲۹۱/۳۳۱

۱۸۴ے مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد پنجم، ص ۳۸۷ ،،

،، صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب البیوع، حدیث ۱۹۱۱

،، سیرت ابن ہشام، جلد دوم، ص ۷۴۹ تا ۷۸۶

۱۸۵ سیرت ابن ہشام، جلد دوم، ص ۷۴۹ تا ۷۸۶

۱۸۶ے سورۃ الصف، آیت ۱۰/۱۱

۱۸۷ے سورۃ الصف، آیت ۴

۱۸۸ے سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۳

۱۸۹ے صحیح بخاری، جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث ۵۵

۱۹۰ے سورۃ الفتح، آیت ۲۰

۱۹۱ے سورۃ الانفال، آیت ۴۱

۱۹۲ے صحیح بخاری، جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث ۳۶۴

۱۹۳ے صحیح بخاری، جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، حدیث ۳۶۶

۱۹۴ے سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۵

۱۹۵ے سورۃ النساء، آیت ۲۹

۱۹۶ے سورۃ الجمعہ، آیت ۱۰

۱۹۷ے سورۃ المزمل، آیت ۲۰

۱۹۸ے سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۶۶

۱۹۹ے سورۃ القصص، آیت ۷۳

۲۰۰ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۳۷/۲۶۷۵

۲۰۱ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۲۵/۲۶۶۳

۲۰۲ے صحیح بخاری، جلد اول، کتاب البیوع، حدیث ۲۰۳۰

۲۰۳ سورۃ الانعام، آیت ۱۴۱

۲۰۴ سورۃ الکہف، آیت ۳۹

۲۰۵ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۶/ ۲۸۴۷

۲۰۶ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۹/ ۲۸۵۰

۲۰۷ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۴/ ۲۸۴۵

۲۰۸ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۱/ ۲۸۴۲

۲۰۹ سورۃ القصص، آیت ۲۶

۲۱۰ سورۃ القصص، آیت ۲۵

۲۱۱ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الاجارہ، حدیث ۲۱۰۷

۲۱۲ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الاجارہ، حدیث ۲۱۲۴

۲۱۳ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الاجارہ، حدیث ۲۱۰۹

۲۱۴ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الاجارہ، حدیث ۱۹۳۶

۲۱۵ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب الاجارہ، حدیث ۲۱۱۴

۲۱۶ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۷/ ۲۸۵۷

۲۱۷ سورۃ السبا، آیت ۱۰/ ۱۱

۲۱۸ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب البیوع، حدیث ۲۴/ ۲۶۶۲

۲۱۹ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب البیوع، حدیث ۱۹۵۲

۲۲۰ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب البیوع، حدیث ۱۹۵۳

۲۲۱ صحیح بخاری، جلد اول، کتاب البیوع، حدیث ۱۹۵۴

۲۲۲ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲

۲۲۳ سورۃ المومنون، آیت ۵۱

۲۲۴ سورۃ المائدہ، آیت ۸۸

۲۲۵ سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۵

۲۲۶ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۳

۲۲۷ سورۃ البقرہ، آیت ۲۹

۲۲۸ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲

۲۲۹ سورۃ المائدہ، آیت ۸۸

۲۳۰ے سورۃ المائدہ، آیت ۱۰۱
۲۳۱ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۴۸
۲۳۲ے آداب الافتاء، ص
۲۳۳ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۸۵۲ //
// سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۸۴۳
۲۳۴ے شمائل ترمذی، کتاب سیرۃ النبی، باب الخبز، حدیث ۱۳۶
۲۳۵ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۸۱
۲۳۶ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۵۴ / ۴۰۳۱
۲۳۷ے شمائل ترمذی، کتاب سیرۃ النبی، حدیث ۱۵۰
۲۳۸ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۰۱ //
// شمائل ترمذی، کتاب سیرۃ النبی، حدیث ۱۵۲
۲۳۹ صحیح البخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث
۲۴۰ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۷۰
۲۴۱ے صحیح مسلم شریف، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۸۴۸
۲۴۲ے صحیح مسلم، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۸۵۹، جامع ترمذی، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۸۶۵
۲۴۳ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۴۷
۲۴۴ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۸۶۶
۲۴۵ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۱۶ / ۴۱۷
۲۴۶ے شمائل ترمذی، کتاب سیرۃ النبی، حدیث ۱۴۲
۲۴۷ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۹۹
۲۴۸ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۹۶
۲۴۹ے شمائل ترمذی، کتاب السیرۃ النبی، حدیث ۱۶۸
۲۵۰ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۰۰
۲۵۱ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۵۴
۲۵۲ے سنن ابو داؤد، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۳۶
۲۵۳ے سنن ابو داؤد، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۱۸

۲۵۴ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۰۲
۲۵۵ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۹۶
۲۵۶ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۳۱
۲۵۷ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۳۳۳
۲۵۸ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۱۰
۲۵۹ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۴۱۲
۲۶۰ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۹۰۱
۲۶۱ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۰۷
۲۶۲ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۴۹
۲۶۳ے مدارج النبوۃ، جلد اول، ص ۷۷۳
۲۶۴ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۵۰
۲۶۵ے سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۲۱۰
۲۶۶ے سورۃ الانعام، آیت ۱۴۲ / ۱۴۳ / ۱۴۴
۲۶۷ے سورۃ المائدہ، آیت ۸۷
۲۶۸ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الذبائح، حدیث ۳۸۱
۲۶۹ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الذبائح، حدیث ۴۵۸
۲۷۰ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۲۸ / ۳۹۵۱
۲۷۱ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۲۱ / ۳۹۴۴
۲۷۲ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۶۱۵
۲۷۳ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۶۵۱
۲۷۴ے سنن نسائی، جلد سوم، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۶۵۲
۲۷۵ے سنن دارقطنی، کتاب الصید والذبائح، حدیث
۲۷۶ے سورۃ المائدہ، آیت ۳
۲۷۷ے سورۃ الانعام، آیت ۱۲۱
۲۷۸ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الذبائح، حدیث ۴۸۶ / ۴۸۷ / ۴۸۸
۲۷۹ے صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الذبائح، حدیث ۴۹۳ / ۴۹۰

۲۸۰ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الصید، حدیث ۱۱۵
۲۸۱ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الصید، حدیث ۱۱۶
۲۸۲ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الصید، حدیث ۱۱۸
۲۸۳ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الصید، حدیث ۱۳۰
۲۸۴ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الصید، حدیث ۱۳۱
۲۸۵ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۴۱
۲۸۶ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۵۰۶۱ / ۵۰۶۳
۲۸۷ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۴۷
۲۸۸ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۶۹
۲۸۹ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب الاشربہ، حدیث ۱۸۸۵
۲۹۰ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۲۹۷
۲۹۱ شمائل ترمذی، باب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۳۳
۲۹۲ صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الاشربہ، حدیث ۵۲۷۵
۲۹۳ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۶۵
۲۹۴ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۷۴
۲۹۵ مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب الاطعمہ، حدیث ۷۷ / ۴۰۵۴
۲۹۶ صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، حدیث ۵۳۰۰ / ۵۳۰۲ / ۵۳۰۳
۲۹۷ صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، حدیث ۵۳۰۱
۲۹۸ سنن ابوداؤد، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۷۲ //
// سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۵۸
۲۹۹ جامع ترمذی، جلد اول، کتاب الاشربہ، ۱۸۸۵
۳۰۰ صحیح بخاری، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۳۵۹
۳۰۱ سورۃ النور، آیت ۶۱
۳۰۲ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۶۸
۳۰۳ سنن ابن ماجہ، جلد سوم، کتاب الاطعمہ، حدیث ۱۶۷

ہندو دھرم کا رہن سہن، غذا و خوراک

رہن سہن، غذا و خوراک کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بود و باش، آبادی و مکانات، لباس و زیورات، وضع قطع، اشیاء خورد و نوش، طرز معاشرت، ذریعہ معاش و پیشہ وحرفت، باہمی تعلقات و روابط، دعوت و مہمان نوازی، تفریح و مذاق، کھیل کود، بازی، اور پالتو جانور اور ذریعہ سواری وغیرہ یہ سب اسی کے اہم عنوانات ہیں۔ ہندوؤں کی بود و باش اور غذا و خوراک کیسی ہونی چاہئے اور مذہبی اعتبار سے کیا دستور و ضابطہ ہے؟ اس سلسلے میں جب ہم قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں بھی ذاتی وطبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کا بڑا عمل دخل اور اسی نظام کے تحت مذکورہ بالا جملہ عناوین کا آئین و دستور مرتب وقائم پاتے ہیں۔ حالانکہ بعض ہندو محققین نے اس حقیقت سے صرف نظر کرتے ہوئے بے جا تاویل کی بھی انتھک کوشش کی ہے لیکن اکثر ہندو مفکرین و محققین نے اس کو لایعنی اور خلاء میں چھوڑے گئے تیر کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوؤں کا مذہبی نظام ہو یا سوشل نظام ہر ایک کا انحصار طبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) پر ہے، جو ہندو دھرم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے اردگرد سارے احکام و مسائل اور معاملات گردش کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ایک ذات یا ایک طبقے (वर्ण) کا انسان دوسری ذات و طبقے کے انسان سے شادی بیاہ، رہن سہن، غذا و خوراک، وضع و قطع، حرفت و پیشہ اور معاملات و معمولات میں ایک دوسرے سے اجتناب کرتا ہے۔ خاص طور سے شودر (शूद्र) سے تو انتہائی حقارت و ذلت کا برتاؤ کیا جاتا ہے کیونکہ دھرم گرنتھوں کے فرامین کے بموجب ادنیٰ ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک سیرت کیوں نہ ہو، کبھی اعلیٰ واشرف ذات میں عزت و ترقی نہیں پا سکتا۔ اسی طرح اعلیٰ ذات والا کتنا ہی جاہل اور بدکردار کیوں نہ ہو اپنی

ذات سے نیچے نہیں گرایا جا سکتا۔

مختصر یہ کہ رہن سہن اور غذا وخوراک کے خاص خاص پہلوؤں کا ہم علیحدہ علیحدہ عناوین کے تحت مختصر تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کریں گے تا کہ موضوع کی مناسبت سے حقیقت بخوبی آشکارا ہو جائے۔

گھر ومکانات

رہائشی مکانات کے سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں کا نظریہ ہے کہ شادی شدہ افراد کے گھر نجات وسکون کی راہ کے مرکز ہونا چاہئیں، جن میں دیو (देव)، آباؤ اجداد (पितर)، ریاضت ونفس کشی کرنے والے (ब्रह्मचारी)، سنیاسی، گنہ گار، اچھوت (चण्डाल)، چرند، پرند، کیڑے مکوڑے، پیڑ پودے اور گھاس سبھی کی قدر ہو اور سبھی کو سہارا دیا جائے، ایسے مکانات کہ جن میں ہمیشہ نجات وراحت کے طلب گاروں (मोक्षार्थियों) کی خدمت ہوتی ہو اور جہاں مسلسل فلاح و بہبود کے حصول کی ہی کوشش ہوتی ہو اور جو صاف ستھرے، خوبصورت، پاک (सात्विक) اور تحفظ کرنے والے ہوں۔ ان مکانوں سے تکبر، لالچ، خودغرضی اور گندگی کی بو نہ آتی ہو بلکہ امان وراحت ملتی ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم وتہذیب میں مٹی، پتھر اور لکڑی وغیرہ کے کچے اور پکے، چھوٹے اور بڑے مکانات کی تعمیر کا ثبوت اور وجود ہونے کے باوجود بہت ہی سادہ مکانوں کو اہمیت دی گئی ہے اور قدیم آریہ (आर्य) لوگ انتہائی سادہ مکان پسند کرتے تھے کیونکہ مٹی اور لکڑی وغیرہ کے سادہ مکان سردی وگرمی اور ہر لحاظ سے راحت وسکون بخش ہوتے ہیں۔ ویدوں کے عظیم محقق پنڈت رگھونندن شرما (पण्डित रघुनन्दन शर्मा) لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں قدیم عہد میں اکثر لکڑی اور مٹی کے ہی مکان تھے۔ مہابھارت کے دُریودھن (दुर्योधन) نے پانڈوؤں کے رہنے کے لئے جو لاکھ مکانات (लाक्षागृह) تعمیر کرنے کی اجازت دی تھی، اس میں لکڑی اور مٹی کی ہی دیواریں بنانے کو کہا گیا تھا۔ ان دیواروں کے اندر گوند اور لاکھ جیسی پگھلائی ہوئی چیزیں ڈال دی گئی تھیں اور اوپر سے مٹی لیپ دی گئی تھی۔ جب پانڈوؤں جیسے

شہزادوں وحاکموں کے لئے ایسے گھر بنانے کی اجازت دی گئی تھی تو اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مہابھارت کے عہد میں بڑے لوگوں کے گھر بھی مٹی کے ہی ہوتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ لوگ اینٹ بنانا یا پتھر کاٹ کر جوڑنا نہیں جانتے تھے۔ وہ اینٹوں کو پکانا جانتے تھے اور اینٹوں سے ہون کنڈ (हवन कुण्ड) اور ہون منڈپ (हवन मण्डप) تیار بھی کراتے تھے۔ یہاں تک کہ لوہے کے بڑے بڑے قلعے بھی تعمیر کراتے تھے، یہ بات اگن اشٹکا (अग्न इष्टका) کا ذکر کرتے ہوئے یجروید (यजुर्वेद) میں اور آئے سی پور کا تذکرہ کرتے ہوئے رگوید (ऋगवेद) میں بھی لکھی ہے۔ لیکن چونکہ قدیم ہندوؤں کے مکانات نجات کے طلب گاروں (मोक्षार्थियों) کے قیام اور نجات و کامیابی کے موضوع پر درس ونصیحت ہی کے لئے تھے اس لئے وہ غفلت و کوتاہی پیدا کرنے والے طریقے کے نہیں بنائے جاتے تھے۔[1]

عالی شان اور معمولی سادہ مکانوں میں کیا فرق ہے اور دونوں سے کیا کیا فائدے و نقصانات ہیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پنڈت رگھونندن شرما کہتے ہیں:

''سیدھے سادے، مٹی، لکڑی اور گھاس کے چھوٹے چھوٹے مکان جھاڑنے اور لیپنے پوتنے سے روزانہ بآسانی پاک وصاف ہو جاتے ہیں لیکن بڑے، اونچے اور اینٹ، پتھر کے مکان روزانہ اتنی جلدی صاف نہیں ہو سکتے۔ اینٹ پتھر کے مکانات گرمی میں زیادہ گرم اور سردی میں زیادہ سرد اور بارش میں زیادہ گرمی پیدا کرتے ہیں۔ لیکن مٹی، لکڑی اور چھپر کے مکان گرمی میں ٹھنڈے، سردی میں گرم اور موسم بارش میں بڑے ہی ہوادار ہو جاتے ہیں۔ خاص طور سے چھپر تو بڑا ہی آرام دہ ہوتا ہے۔ سادہ مکان بہت ہی کم محنت وخرچ سے تیار ہو جاتا ہے لیکن عالی شان اینٹ پتھر کے مکان میں بے انتہا محنت وخرچ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ قدرتی آفات اور زلزلے وغیرہ کے موقع پر بھی سادہ مکانوں میں بمقابل بلند عمارتوں کے کافی کم نقصان ہوتا ہے۔[2]

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں، خاص طور سے ویدوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدوں کے زمانے میں مٹی، لکڑی اور گھاس سے بنے مکانوں کی زیادہ اہمیت تھی اور انہیں چیزوں سے لوگ اپنے گھر اکثر بنایا کرتے تھے اور انہیں کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اتھر وید (अथर्वेद) میں مذکور ہے کہ:

तृणैरावृता पलदान्वसाना रात्रेव शाला जगतो निवेशनी।

मिता पृथ्व्यां तिष्ठसि हस्तिनीव पद्वती।।

या द्विपक्षा चतुष्पक्षा षट्पक्षा या निमीयते।

अष्टपक्षां दशपक्षां शालां मानस्य पत्नीमग्निगर्भ इवाशये।। ۳

(گھاس (तृण) سے چھائے ہوئے اور باہری دروازہ سجے ہوئے اے گھر (शाला) تو سب کو رات کے وقت سکون دینے والا ہے اور لکڑی کے کھمبوں پر ہتھنی کی طرح تھوڑی سی زمین میں قائم ہے۔ جو شالہ (گھر) دو چھپر والی، چار چھپر والی، چھ چھپر والی، آٹھ چھپر والی اور دس چھپر والی بنائی جاتی ہے۔ اس عزت بچانے والی شالہ (مکان) میں میں کھانا ہضم کرنے والی گرمی اور حمل (गर्भ) کی طرح قیام کرتا ہوں۔)

اتھر وید (अथर्व वेद) کے مذکورہ بالا منتروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کے عہد میں مٹی و گھاس سے مکان بنانے کا رواج تھا اور یہ مکانات اتنے مقبول تھے کہ وید جیسے گرنتھوں میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔

ویدوں اور دیگر دھرم گرنتھوں کے محققین و مفکرین (शोधकर्ता) کی تحقیقی کتب اور مضامین سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندوؤں کے گھر مٹی، لکڑی اور گھاس سے اور پھول و پھلوں کے باغیچوں سے گھری ہوئی زمین پر ندی کے قریب، کنوؤں اور تالابوں و چشموں سے سیراب اور زرخیز زمین پر بنائے جاتے تھے۔ مکان بناتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر ایک گھر اتنے فاصلے اور اتنی زمین چھوڑ کر بنایا جائے کہ جس میں ایک خاندان (कुटुम्ब) کے لائق اناج، کپڑا اور جانوروں کا چارا پیدا ہو سکے۔ حسب حیثیت گھروں میں علیحدہ علیحدہ کمرے بھی ہوتے تھے۔ دھرم گرنتھوں کے بعض منتروں میں دس چھپر یعنی دس علیحدہ علیحدہ چھپر کے کمروں کا

تذکرہ بھی ملتا ہے جن میں پانچ اندر کی طرف اور پانچ مکان کی دیوار کے باہر کی طرف۔ اندر والوں میں ایک کمرہ گھر کے مالک کا، دوسرا گھر کی مالکن اور چھوٹے بچوں کا، تیسرا مہمان کا، چوتھا کھانے پکانے کا اور پانچواں باہر سے تعلیمی استفادہ (अध्ययनार्थ) کے لئے آئے ہوئے برہمچاری (ब्रहमचारी) کا ہوتا تھا۔ گھر سے باہر والے کمروں میں ایک نر جانوروں کا، دوسرا مادہ جانوروں کا، تیسرا بیمار کا، چوتھا نہانے (स्नान) کا اور پانچواں کھیتی باڑی کے سامان کا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ امیروں و حاکموں کے بڑے بڑے عالی شان محل و مکان ہوتے تھے جن میں کھانے، پینے، سونے، بیٹھنے، ملاقات کرنے، مہمانوں کو ٹھہرانے، گانے بجانے وغیرہ کے لئے ہوا اور روشنی دار الگ الگ کمرے ہوتے تھے۔ [۴]

مکانوں میں بیت الخلاء یا اس کی صفائی کے تعلق سے بھنگی (भंगी) وغیرہ کا کہیں کوئی تذکرہ ویدوں میں نہیں ملتا ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ قدیم ہندو لوگ حاجت سے فراغت کے لئے جنگل، کھیت و کھلیان وغیرہ کا سہارا لیا کرتے تھے جیسا کہ آج بھی دیہات میں اکثر ہندو لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور بعض مسلمان بھی۔ [۵]

آبادی و بستی

ہندو دھرم گرنتھوں نے ہر ایک ہندو کی زندگی کو مذہبی لحاظ سے چار حصوں (आश्रम) میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہم چریے آشرم (ब्रहमचर्य)، (۲) گرہستھ آشرم (गृहस्थ)، وان پرستھ آشرم (वानप्रस्थ) اور سنیاس (सन्यास)۔ منواسمرتی و دیگر دھرم شاستروں کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ برہم چریے ہے جس میں انسان گرو کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرتا ہے اور دھرم گرنتھوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ زندگی کا دوسرا حصہ گرہستھ (गृहस्थ) ہے جس میں آدمی شادی کر کے گھر والا ہو جاتا ہے اور اولاد پیدا کرنے کی وجہ سے آبا و اجداد کے قرض اور یگ وغیرہ ادا کر کے دیووں (देवों) کے قرض سے نجات پاتا ہے اور جب انسان اپنے سر پر سفید (उजले) بال دیکھتا ہے اور جسم پر جھریاں محسوس کرتا ہے تو زندگی کے وان پرستھ (वानप्रस्थ) حصے میں داخل ہو جاتا ہے اور جنگل میں زندگی گزارتا ہے۔ اور اس طرح جنگل (वन) میں زندگی کا تیسرا حصہ گزار کر باقی زندگی کو

سنیاسی کے طور پر گزارتا ہے جو زندگی کا چوتھا اور آخری حصہ کہلاتا ہے۔[6]

دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا مذہبی آشرم نظام (धार्मिक आश्रम व्यवस्था) کے مطابق ہندو سماج کی نصف سے زیادہ تعداد کے پاس اپنا گھر نہیں ہونا چاہئیے اس لیے کہ برہم چاری، وان پرستھ، سنیاسی اور دیگر ایسے ہی مفید انسان صرف اہل وعیال والوں (गृहस्थों) کے گھروں میں ہی پناہ لیتے ہیں۔ برہم چاری، وان پرستھی (वानप्रस्थी) سنیاسی کو بنا گھر بار والا ہم نے اس لئے کہا ہے کہ وان پرستھی (جنگل میں زندگی گزارنے والا) اور سنیاسی دونوں زندگی کا آخری مقصد پورا کرنے کے لئے مکمل نجات و کامیابی کے واسطے گھومتے پھرتے ہیں اور برہم چاری لوگ حصول تعلیم کے لئے گرو کی صحبت میں رہتے ہیں یا پھر شادی شدہ ہوکر کچھ دنوں بعد یہ بھی وان پرستھی اور سنیاسی حضرات کی پیروی کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ تین حصہ عوام کے پاس مکان نہیں ہوتے اور ایک حصہ عوام کے پاس مکان ہوتے ہیں اور یہی مذکورہ تین قسم کے لوگوں کی بھی پناہ گاہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے دھرم گرنتھوں کا حکم ہے کہ ہندوؤں کے مکانات تینوں آشرم والوں کی خدمت کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے مکان ایسے ہونے چاہئیں جو ان تینوں کے اصول و ضوابط کے خلاف نہ ہوں۔ ان میں لالچ اور جسمانی ہوس کا زہر گھولنے والے نہ ہوں، اہل خانہ کے لئے نفرت، حسد، توہین اور بے رغبتی پیدا کرنے والے نہ ہوں بلکہ نجات (मोक्ष) کے طلب گاروں کو اپنے قریب بلانے والے ہوں اور خانگی زندگی گزارنے والوں کو بھی وان پرستھی بنانے کی ترغیب دینے والے ہوں۔

دھرم گرنتھوں کے نظامِ زندگی (आश्रम व्यवस्था) کے بموجب صرف گرہستھ آشرم (गृहस्थ आश्रम) یعنی خانگی زندگی گزارنے والے افراد کے لئے گھر و مکان بنانے کی اجازت ہے اور اس میں بھی یہ حکم ہے کہ شادی کے بعد آدمی اپنے خاندان (कुटुम्ब) سے الگ ہوکر رہے کہ علیحدگی میں ہی مذہبی لحاظ سے بہتری وبھلائی ہے۔ منومہاراج کا قول ہے کہ:

''पृथक् विवर्धते धर्मस्तस्माद्धर्म्या पृथक क्रिया।''[7]

(علیحدہ علیحدہ رہنے سے ہی دھرم بڑھتا ہے اس لئے علیحدہ ہی رہنا چاہیۓ۔)

یہی بات گوتم سوتر (गौतम सूत्र) میں اس طرح کہی گئی ہے کہ:

"باپ کی موت کے بعد یا باپ کی زندگی میں جب ماں کے لڑکا پیدا کرنے کا وقت گزر جائے تو سب لڑکے جائیداد و دولت آپس میں تقسیم کر لیں"۔ [۸]

اسی طرح شکر نیتی (शुक्रनीति) میں لکھا ہے کہ:

सदार प्रौढ़पुत्रं द्राक्श्रेयोऽर्थी विभजेत्पिता।

सदारा भ्रातरः प्रोढाः विभजेयुः परस्परम्। [۹]

(جوان اور شادی شدہ لڑکا یا بھائی بھلائی (कल्याण) کے لئے آپس میں جائیداد کو تقسیم کر لیں اور علیحدہ ہو جائیں۔)

علیحدگی کے تصور کے پیچھے ہندو محققین نے یہ وجہ بیان کی ہے: تا کہ ہر شادی شدہ شخص بڑے خاندان (बहुकुटुम्ब) کے نزاع، فساد، غفلت، سستی اور کاہلی سے ہٹ کر الگ گھر بنائے اور اپنے بازو کی طاقت سے نجات کی تلاش میں سرگرداں افراد کی خدمت وصحبت سے خود بھی نجات کا طالب بن جائے۔ [۱۰]

دھرم گرنتھوں کے حکم کے مطابق قدیم ہندو شادی شدہ (गृहस्थ) ہو کر علیحدہ علیحدہ مکان بناتے تھے جو کہیں دیہی اور کہیں شہری بستیوں کی شکل میں نظر آتے تھے۔ آبادی و بستی بسانے کے تعلق سے دھرم گرنتھوں کی ہدایت تھی کہ سو یا دو سو گھروں کا گاؤں بسانا چاہئے اور ہر ایک گاؤں کے بعد بہت سا جنگلی و کاشتکاری کا علاقہ چھوڑ کر دوسرا گاؤں بسانا چاہئے کیونکہ دیہی جنگلوں میں ہی وان پرستھی (वानप्रस्थी) کا قیام مناسب ہے۔ آبادی کے تعلق سے منو مہاراج نے بھی یہی نظام پیش کیا ہے کہ ہر ایک بستی و گاؤں میں چاروں طرف ایک سو دھنش (धनुष) زمین چھوڑ دینی چاہئے اور بڑے شہروں کے چاروں طرف اس سے تین گنا زمین چھوڑ دینی چاہئے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

धनुःशतं परिहारो ग्रामस्य स्यात् समन्ततः।

शम्यापातास्त्रयो वापि त्रिगुणो नगरस्य तु।। [۱۱]

(گاؤں کے چاروں طرف سو دھنش [۱۲] (धनुष) یا تین بار لاٹھی پھینکنے سے جتنی دور جا سکے اتنی ہی زمین چراگاہ (गोचर) کے لئے چھوڑ دیں اور شہر (नगर) کے قریب اس کے تین گنی

زیادہ چراگاہ کے لئے رکھیں۔)

مطلب یہ کہ جس طرح کے گاؤں ہوں اسی طرح کے سادہ گھروں سے بنے ہوئے شہر (नगर या पुर) بھی ہونا چاہئیں۔ دھرم گرنتھوں میں گاؤں (ग्राम) اور پور (شہر) بسانے کی بات کہی گئی ہے اور ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ جہاں بڑے جنگل سے گھر کر دو چار کوس تک دس بیس چھوٹے چھوٹے گاؤں آجاتے ہیں وہی پور (पुर) کہلاتا ہے اور یہ چھوٹی چھوٹی بستیاں اس کے محلے کی صورت میں جانے جاتے ہیں۔ [۱۳] اور پور (شہر) عام طور سے اکثر بازار یا حاکم کے قیام کے باعث بن جاتا ہے۔ بہر حال دھرم گرنتھوں کے زمانے میں لوگ قلعے (दुर्ग)، گاؤں یا شہر میں رہتے تھے اور جس میں سبھی طرح کے لوگ اور سبھی پیشے کے لوگ آباد ہوتے تھے۔ جن میں حکیم (वैद्य)، شاہی ملازم (राजकर्म चारी)، دھرم گرنتھوں کے علما (धार्मिक विद्वान) اور یگ کرانے والے خاص طور سے بسائے جاتے تھے کہ ان کی دنیا میں ہر انسان کو قدم قدم پر ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دھرم گرنتھوں کے رہائشی علاقہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور ہندو مؤرخ رماشنکر ترپاٹھی (रमा शंकर त्रिपाठी) لکھتے ہیں:

> ''یہ ثابت کرنے کے لئے کافی شہادتیں موجود ہیں کہ بڑے بڑے شہر اب وجود میں آگئے تھے اور لوگ اب ایک جگہ رہ کر اطمینان وسکون کی زندگی گزارتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم کام پیلیا اور آسندی ونت کا حال سنتے ہیں جو پنچالوں اور کُرُدؤں کی راجدھانیاں تھیں۔ کوشاہی اور کاشی کے بھی جا بجا حوالے آتے ہیں کہ کاشی آج بھی ایک بڑا شہر ہے۔ [۱۴]

مہابھارت کے دور کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''زیادہ تر آبادی مٹی کے قلعوں (दुर्ग) کے چاروں طرف گاؤں میں رہتی تھی اور لوگ جانور پالتے اور کاشت کاری کرتے تھے۔ لڑائی جھگڑے، مویشیوں کی چوری یا خطرے کے وقت لوگ ان کچے قلعوں میں پناہ لیتے تھے''۔ [۱۵]

دھرم سوتروں کے عہد کی آبادی کا خاکہ رماشنکر ترپاٹھی اس طرح پیش کرتے ہیں کہ:

> ''راجہ عالی شان محل میں رہتا تھا جو شہر (पुर) کے اندر واقع ہوتا تھا، اس کے علاوہ

مہمانوں کی ضیافت کے لئے بڑے بڑے ہال ہوتے تھے جن میں سبھا کے جلسے منعقد کئے جاتے تھے۔ چوروں اور ڈاکوؤں سے لوگوں کی حفاظت کے لئے شہروں (नगर) اور گاؤں میں ایماندار اور وفادار لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ [16]

خلاصہ یہ کہ دھرم گرنتھوں کے زمانے میں لوگ ایک ساتھ گاؤں یا شہر میں رہتے تھے اور اس میں ہر طبقے و ہر پیشے کے لوگ موجود ہوتے تھے اور زمانے کی ترقی کے ساتھ ان کی بستیاں اور مکانات بھی ترقی وخوبصورتی کی شاہراہ پر گامزن تھے۔

دھرم گرنتھوں کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں ہندو لوگ ایک ساتھ مل جل کر گاؤں یا شہر میں رہتے تھے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شادی ہوتے ہی لوگ اپنے والدین سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور علیحدہ علیحدہ مکانوں میں گزر بسر کرتے تھے۔ خاص طور سے شودر (शूद्र) اور ادنیٰ ذات والے بستی کے ایک کنارے بسائے جاتے تھے جیسا کہ منواسمرتی میں ہے:

कारावरो निषादात्तु चर्मकारः प्रसूयते।

वैदिहिकादन्ध्रमेदौ बहिर्ग्रामप्रतिश्रयौ।। [17]

(نشاد (निषाद) ذات سے ویدیہہ (वैदेह) عورت میں پیدا لڑکے سے کراور (करावर) نام کی چمار ذات پیدا ہوئی ہے۔ اور اس ذات کے لوگ گاؤں سے باہر مکان بنا کر رہتے ہیں۔)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں ایک ساتھ مل کر رہنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن ان میں بعض ایسی ادنیٰ وحقیر ذاتیں بھی تھیں کہ جن کو بستی کے باہر ایک کنارے میں آباد ہونے دیا جاتا تھا کیونکہ دھرم گرنتھوں نے ان کے رہن سہن، وضع وقطع، لباس وزیورات، غذا وخوراک اور ذریعہ معاش کے لئے بالکل الگ نظام پیش کیا ہے جیسا کہ دھرم شاستروں، بالخصوص اسمرتیوں میں مذکور ہے۔ مختلف حقیر وادنیٰ ذات کے احوال واحکام کا تذکرہ کرتے ہوئے منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

चैत्यद्र मश्मशानेषु शैलेपूपवनेषु च।

वसेयुरेत विज्ञाना वर्तयन्तः स्वकर्मभिः।। [18]

(یہ مذکورہ بالا (حقیر وادنیٰ ذاتیاں) گاؤں کے قریب کسی خاص پیڑ کے نیچے یا

شمشان یا پہاڑ یا جنگل (उपवन) میں اپنے کام (कर्म) کے مطابق روزی کماتے ہوئے سکونت اختیار کریں۔)

चण्डाल श्वपचानांतु बहुर्ग्रामात्प्रतिश्रयः।
अप पात्रश्च कर्तव्या धनमेषां श्वगर्दभम्।।
वासंसि मृत चेलानि भिन्न भाण्डेषु भोजनम्।
कार्ष्णाय समलंकारः परिव्रज्या च नित्यशः। [19]

(چانڈال اور نیچ ذاتوں (श्वपचों) کے رہنے کی جگہ گاؤں کے باہر رہنا چاہئے۔ ان کے برتن مٹی کے ہونے چاہئیں۔ کتا اور گدھا ان کی دولت ہے، مردوں کے اتارے ہوئے کپڑے ہی ان کا لباس ہیں، ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں بھوجن کرانا چاہئے، اور لوہے کے زیورات پہننے چاہئیں اور روزانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومنا چاہئے۔)

اس طرح دھرم شاستروں کے مذکورہ بالا اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دھرم گرنتھوں نے ہر طبقے اور ہر پیشے کے افراد کو بستی میں آباد ہونے اور مل جل کر زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے لیکن شودروں اور اچھوتوں کو اعلیٰ ذات کے لوگوں سے علیحدہ ہی مکان بنانے اور رہنے کی اجازت دی ہے۔ ویدوں کے زمانے میں اگرچہ ایسا ماحول نہیں تھا لیکن اس کے بعد تقریباً ہر دور میں یہی نظام تھا۔ مشہور ہندو محقق ڈاکٹر وامن کانڑے لکھتے ہیں:

''بعد کے کچھ متعصب اسمرتی کاروں نے چانڈال کے سائے اور شودروں کے بھی اچھوت ہونے کا اعلان کر دیا''۔ [20]

باہمی اٹھنا بیٹھنا اور بولنا چالنا

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور بولنا چالنا بھی رہن سہن کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں، بالخصوص ویدوں نے تعلیم دی ہے کہ اچھے و پرسکون رہن سہن کے لئے ضروری ہے کہ لوگ آپس میں محبت کے ساتھ نشست و برخاست کریں، دوستی

کے ماحول میں ایک دوسرے سے گفت وشنید کریں، سبھی کے ساتھ مل جل کر اتحاد واتفاق سے رہیں، ایک دوسرے کا ادب واحترام کریں، ان کے جذبات کا خیال رکھیں اور مصیبت و پریشانی میں حتی الامکان جسمانی و مالی مدد کریں کیونکہ عمدہ ومثالی رہن سہن وانسانی سماج کے لئے یہ تمام چیزیں جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ویدوں نے ہر طرح کے اتفاق واتحاد (एकता) اور محبت واخوت (भाईचारे) پر خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ رگوید (ऋगवेद) اور اتھر وید (अथर्ववेद) میں ہدایت کی گئی ہے:

संगच्छध्वं सं वदध्वं, सं वोमनांसि जानताम्।

देवा भागं यथा पूर्वे, संजानाना उपासते।। ۲۱

(اے انسانو! مل جل کر چلو، مل کر بولو، تمہارے دل ایک طرح کا غور وفکر کریں جس طرح قدیم علماء (विद्वान) ایک رائے ہو کر اپنا اپنا حصہ قبول کرتے تھے۔)

समानो मन्त्रः समितिः समानी, समानंमनः सह चित्तमेषाम्।

समानं मन्त्रमभि मन्त्रयेवः समानेन वो हविषा जुहोमि।। ۲۲

(لوگوں کا مشورہ (मन्त्रणा) ایک جیسا ہو، مجلس (समिति) ایک جیسی ہو، دل ایک جیسا ہو اور فکر (चिन्तन) بھی ایک جیسی ہو۔ میں تمہیں ایک جیسا منتر دیتا ہوں اور ایک جیسے سامان سے آراستہ کرتا ہوں۔)

समान व आकूतिः समाना हृदयानि वः।

समानमस्तु वो मनो, यथा वः सुसहासति।। ۲۳

(تمہارے عزم (संकल्प) ایک طرح کے ہوں، دل ایک طرح کے ہوں، ذہن ایک طرح کے ہوں جس سے تمہاری منظم جماعت (संगठन) ہو۔)

सं वो मनांसि सं व्रता, समाकूतीर्न मामसि।

अमी ये विव्रता स्थन, तानूवः सं नमयामसि।। ۲۴

(ہم تمہارے دل کو، تمہارے کاموں کو اور تمہارے خیالات کو ایک طرح کے جذبات والا بناتے ہیں۔ جو برعکس کاموں والے لوگ ہیں انہیں ہم

جھکاتے ہیں، یعنی ایک طرح کے عمل والا بناتے ہیں۔)

ویدوں کے مندرجہ بالا منتروں میں قلب وذہن، فکر وخیال، اعمال وجذبات اور مجلس و صحبت کی مماثلت وموافقت پر زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی بھی منظم جماعت، مثالی رہن سہن اور بہتر سماج کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک طرح کے خیالات، ایک جیسے دل اور ایک جیسی صحبت ومجلس ہوگی تو رہن سہن بھی بہتر ہوگا اور سماج میں کسی طرح کا کوئی اختلاف بھی برپا نہیں ہوگا۔ ویدوں نے مذکورہ بالا چیزوں میں ہی موافقت کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ صحبت ومجلس اور بات چیت کی طرح کھانے پینے میں بھی ایکتا و میل جول کا مظاہرہ کرنے کی نصیحت کی ہے۔ اتھر وید میں ہے کہ:

समानी प्रपा सह वोऽन्नभागः समाने योक्त्रे सह वो युनज्मि।

सम्यन्चोऽग्निं समर्यत, अरा नाभिमि वाभितः।। ۲۵

(تمہارے پینے کا مقام ایک ہو، تمہارے کھانے کا مکان ایک ہو، تمہیں ایک بندھن میں ساتھ ساتھ جوڑتا ہوں۔ ہم خیال ہو کر ایشور کی پوجا کرو، جیسے دھری میں چاروں طرف سے ارے (अरे) جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ (اسی طرح مل جل کر رہو۔)

خاندان ہو یا سماج، اس کی خوشحالی اور اتحاد کے لئے کچھ تدابیر اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ ساتھ ناشتہ پانی (जलपान) کرنا، کھانا کھانا، ساتھ ساتھ اٹھنا بیٹھنا یہ ایسے اعمال ہیں کہ جن سے محبت و ہمدردی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ ایک مجلس میں ساتھ بیٹھنے سے لازمی بات ہے کہ باہمی گفت وشنید ہوگی، دکھ درد کی باتیں ہوں گی، ہنسی خوشی کا ماحول پیدا ہوگا اور آپس میں ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اس لئے ویدوں نے رہن سہن وغیرہ کے معاملات میں باہمی اتفاق واتحاد پر خاص زور دیا ہے۔

ویدوں کے مندرجہ بالا منتروں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے لوگوں کو ساتھ اٹھنے، ساتھ بیٹھنے اور ایک ساتھ بات چیت کرنے کی تعلیم دی ہے لیکن ویدوں (वेदों) اور دیگر دھرم گرنتھوں کے بعض منتروں سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حکم اور یہ تعلیم صرف اعلیٰ

طبقات اور اشرف ذات (सुवर्ण) والوں کے لئے ہے، ادنیٰ طبقات اور ارذل ذات والے شودر (शूद्र) اور اچھوت اس حکم سے خارج ہیں۔ ان کے لئے تو دھرم شاستروں کی یہی ہدایت ہے کہ ان کے ساتھ ہرگز نہ اٹھا بیٹھا جائے اور نہ ہی ان سے بات چیت کی جائے بلکہ اگر کسی نے اس کا ارتکاب کرلیا تو اس کے لئے کفارہ (प्रायश्चित) ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپستب دھرم سوتر (आपस्तंब सूत्र) کا فرمان ہے:

यथा चांडालोपस्पर्शने संभाषायां दर्शने च दोपस्तत्र प्रायश्चितम्। ۲۶

(جس طرح چانڈال (نیچ ذات والا) کو چھونا پاپ ہے، اسی طرح اس سے بولنا اور اس کو دیکھنا بھی پاپ ہوتا ہے۔ اس کے لئے کفارے (प्रायश्चित) کا حکم دیا گیا ہے۔)

اسی بات کو منواسمرتی (मनुस्मृति) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

न तैः समयमन्विच्छेत्पुरुषो धर्म माचरन्। ۲۷

(مذہبی کام میں مصروف انسان نیچ ذات والوں کے ساتھ بات چیت کا برتاؤ نہ کرے۔)

स्त्री शूद्र पतितांश्चैव नाभिभाषेत कर्हिचित्।। ۲۸

(عورت، شودر اور کمینے (पतित) کے ساتھ کبھی بات چیت نہ کرے۔)

اسی طرح شودر و اچھوت ذات کے افراد کو اعلیٰ و اشرف ذات کے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جن لوگوں سے بات چیت کرنا ممنوع ہے، ان کو اپنے ساتھ یا اپنی مجلس میں بیٹھانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ ہے اور اگر کوئی ادنیٰ ذات کا شخص دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کسی اعلیٰ ذات کے شخص کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے تو اسمرتیوں نے اس کے لئے انتہائی سخت سزا (दण्ड) کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے کہ:

सहासनम भिप्रेप्सुरुत्कृष्टस्या पकृष्टजः।

कटयां कृतांको निर्वास्य स्फिचं वास्या वकर्तयेत।। ۲۹

(جو نیچ ذات برہمن وغیرہ کے ساتھ کسی چیز (आसन) پر بیٹھنا چاہے تو راجہ

اس کی کمر میں نشان لگا کر ملک سے نکال دے یا اس کے چوتڑ کا گوشت
کتروالے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہندودھرم گرنتھوں نے سماج میں ساتھ اٹھنے، بیٹھنے اور بولنے چالنے کا حکم دیا ہے لیکن زندگی کے دیگر مسائل و معاملات کی طرح یہاں بھی شودروں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے کا درس دیا گیا ہے، اگرچہ ویدوں میں اچھوتوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے جیسی کہ بعد کے دھرم گرنتھوں میں موجود ہے۔

وضع قطع

ہندوؤں کی جسمانی وضع قطع کیسی ہونی چاہئے، ان کو سر کے بال، داڑھی اور ناخن وغیرہ رکھنا چاہئے یا نہیں رکھنا چاہئے، اس سلسلے میں جب ہندودھرم گرنتھوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بالوں کی بڑی اہمیت ہے، بچوں اور بوڑھوں کے علاوہ کسی بھی اعلیٰ ذات (सवर्ण) کے ہندو کو بال (केश) کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔ بچپن میں جب لڑکا بے مقدور ہوتا ہے تب اس کا منڈن (मुण्डन) کرانا چاہئے۔ اسی طرح جب ضعیف ہو کر یا جسمانی مریض ہو کر بے طاقت ہو جائے تب بھی بال کٹانے کی اجازت ہے۔ سنیاسیوں کا گنجا (मुण्डन) ہونا بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان حالات کے علاوہ اعلیٰ طبقے اور اشرف ذات (सुवर्ण) کے ہندوؤں کو ہمیشہ داڑھی، مونچھ اور سر کے بالوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ چنانچہ بالوں کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ہندودھرم گرنتھوں میں کہا گیا ہے کہ:

وृहस्पतिः प्रथमः सूर्यायै शीर्षे केशां अकल्पयत्। [۳۰]

(برہسپتی آکاش (वृहस्पति आकाश) نے پہلے ہی سوریا (सूर्या) کے ذریعہ
سر میں بالوں (केशों) کو پیدا کیا۔)

कृत्रिमः कण्टकः शतदन् केश्यं मलमय शीर्षणयं लिखात्। [۳۱]

(مختلف مصنوعی کانٹوں والے کنگھے سے بالوں کو صحیح کرنا چاہئے۔)

व्रहमचार्येति समिधा समिद्धिः काण्णं वसानो दीक्षितो दीर्घश्मश्रुः। [۳۲]

اس منتر میں برہم چاری (व्रहमचारी) کو بڑی بڑی داڑھی مونچھوں والا (दीर्घश्मश्रुवाला) کہا

گیا ہے۔اور ایک مقام پر ''क्षुर कृत्यं वर्जय'' کہہ کر برہم چاری کو بال کٹانے سے منع کیا گیا ہے۔

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق انسان کی زندگی کے چار ادوار (आश्रम) ہیں (۱) برہم چاری یعنی حصول تعلیم کا زمانہ، (۲) گرہستھ یعنی شادی کر کے گھر بسانے کا زمانہ، (۳) وان پرستھ یعنی جنگلوں میں ریاضت کرنے کا زمانہ اور (۴) سنیاس یعنی دنیاوی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لینے کا زمانہ۔ ان میں سے آخر الذکر کو چھوڑ کر باقی تین قسم کے افراد کو دھرم گرنتھوں میں بال رکھنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ برہم چاری اور گرہستھ کے تعلق سے جو حکم ہے وہ مندرجہ بالا منتروں میں مذکور ہے اور وان پرستھی (वान प्रस्थी) کے تعلق سے منواسمرتی میں کہا گیا ہے:

जटाश्च विभृयान्नित्यं श्मश्रु लोमनखानि च ।। [۳۳]

(جٹا (जटा)، داڑھی، مونچھ اور ناخن ان کو ہمیشہ اپنائے۔)

یعنی وان پرستھ ہمیشہ لمبے بال رکھے اور کبھی بال اور ناخن نہ کٹائے۔

داڑھی، مونچھ اور بالوں کے تعلق سے دھرم گرنتھوں کا یہ دستور صرف عام عوام کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ راجہ جیسے خاص افراد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ یجروید (यजुर्वेद) میں راجہ کے سر کے بالوں اور داڑھی، مونچھ کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

शिरो मेश्रीर्यशो मुखं त्विषिः केशाश्च श्मश्रूणि।
राजा मे प्राणो अमृतं सम्राट चक्षुर्विराट्श्रोतम् ।। [۳۴]

اسی طرح ہندو دھرم وتہذیب کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشی، منی، راجہ اور مہاراجہ سب بال رکھتے تھے۔ شری رام چندر کے سر پر کافی بڑے بال تھے اس لئے انہوں نے ایک موقع پر ان کو برگد کے پیڑ کے دودھ سے انتہائی سخت بنا لیا تھا۔ مہابھارت کے کرشن، ارجن اور دوسرے فوجی بہادروں کے بارے میں بھی بال سنوارنے کا ذکر آتا ہے۔ [۳۵]

دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا منتروں واشلوکوں سے واضح طور پر داڑھی، مونچھ اور بال رکھنے کا ثبوت ملتا ہے لیکن انہیں دھرم گرنتھوں میں بعض منتر واشلوک ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جن سے ان کو نہ رکھنے اور کاٹنے کا جواز ملتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

मुण्डो वा जटिला वा स्यादथवा स्याच्छि खाजटः।

नैनं ग्राम्रेऽभिनिम्लोचेत्सूर्यो नाभ्युद यात्क्वचित्।। [۳۶]

(بال کٹائے ہوئے یا جٹا رکھے ہوئے یا چوٹی کی ہی جٹا (जटा) رکھے ہو چاہے جیسا بھی ہو برہم چاری (ब्रहमचारी) ہو، اس کو گاؤں میں رہتے ہوئے غروب آفتاب اور طلوع آفتاب نہیں ہونا چاہئے۔)

اس منتر سے ثابت ہوتا ہے کہ بال رکھنا اور منڈانا دونوں جائز ہیں اور یہی قدیم ہندوستانی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دونوں طرح کی وضع قطع اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہندو مؤرخ رما شنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں:

''(ویدوں کے عہد میں) بالوں میں تیل ڈالا جاتا تھا اور کنگھی کی جاتی تھی، عورتیں چٹیا گوندھتی تھیں۔ بعض مرد بھی بالوں کی کنڈلی سروں پر رکھتے تھے، داڑھی مونڈھنے کا رواج بھی تھا لیکن عام طور پر لوگ داڑھیاں رکھتے تھے''۔ [۳۷]

اس سلسلے میں بعض ہندو محققین کا کہنا ہے کہ جہاں جہاں بال، داڑھی اور مونچھ کٹانے کی اجازت دی گئی ہے ان سے مراد بے مقدور، ضعیف، بچے و بوڑھے لوگ ہیں باقی ان کے علاوہ سبھی لوگوں کے لئے بال رکھنے کا حکم ہے۔ [۳۸]

بال رکھنے کے تعلق سے دھرم گرنتھوں نے جو حکم دیا ہے خیال رہے کہ وہ اعلیٰ ذات (सवर्ण) والے ہندوؤں کے لئے ہے۔ نیچی و حقیر ذات والے (शूद्रों) افراد کے لئے یہاں بھی جداگانہ حکم ہے۔ چنانچہ منو مہاراج کہتے ہیں:

शूद्राणां मासिक कार्यं वपनं न्यायवर्तिनाम। [۳۹]

(دھرم شاستروں کے اصول کے مطابق رہنے والے شودروں کو مہینے مہینے سر کے بال بنوانے چاہئیں۔)

لباس و زینت اور زیورات

لباس اور زیورات انسانی زینت کے لئے لازم و ملزوم کے مثل ہیں، جو ہر انسان کی

اہم ضرورت ہیں، جن سے ستر پوشی کے علاوہ انسان کی جسمانی ہیئت، شکل وصورت اور ظاہری وضع قطع انتہائی حسین وجمیل نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں جب ہم ہندو دھرم گرنتھوں کا تحقیقی وتاریخی جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دیگر انسانی مذاہب کی طرح ہندو دھرم میں بھی لباس اور اشیاء زینت کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور ہندوؤں کو مختلف قسم کے لباس وزیورات استعمال کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں، بالخصوص ویدوں کے منتروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کو اگرچہ سلے اور بنا سلے دونوں طرح کے لباس پہننے کی اجازت ہے لیکن سلائی کا کام جانتے ہوئے بھی بنا سلے لباس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے لے کر آج تک مردوں میں دھوتی اور عورتوں میں ساڑی کو جو مذہبی لحاظ سے افضلیت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ اسی لئے اعلیٰ خاندانی ہندوؤں میں آج بھی دیو پوجا (देव पूजा)، کسی مجلس میں کھانا تناول کرتے وقت، یگ (यज्ञ) کے وقت اور یگو پویت (यज्ञो पवीत)، وغیرہ مذہبی سنسکاروں (संस्कार) کی ادائیگی کے وقت سلے ہوئے کپڑوں کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیو پوجا کے وقت اگر کوئی شخص سلا ہوا لباس پہنے ہوتا ہے تو اس کا بٹن کھلوا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح شادی (विवाह) کے وقت دولہا اور دولہن کی پوشاک اور ضمنی پوشاک (उप वस्त्र) ہی کے دینے کا اصول ہے۔ سلے ہوئے لباس کا نہیں جیسا کہ ہندو مذہبی کتب سے ظاہر ہے۔[40] دور حاضر میں پوشاک (वस्त्र) اور ضمنی پوشاک (उप वस्त्र) کا نام دھوتی (धोती) اور اُپرنا (उपर्ना) مشہور ہے۔ یوپی، بہار، بنگال اور اڑیسہ وغیرہ کے بہت سے علاقوں میں یہ ایک ساتھ بنا ہوا بھی بکتا ہے۔ اس میں ایک دھوتی اور دوپٹہ ہوتا ہے۔ قدیم ہندو تہذیب میں یہی لباس عورتوں کا بھی تھا وہ بھی ایک دھوتی اور چادر ہی استعمال کرتی تھیں، مہابھارت کے دور میں بھی لوگوں کی پوشاک ایک دم سادہ یعنی دو بنا سلی ہوئی دھوتیاں تھیں، ایک دھوتی کمر کے نیچے پہن لی جاتی تھی اور دوسری جسم پر جیسے چاہے ڈال دی جاتی تھی۔[41] آج بھی ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں یہی لباس استعمال کیا جاتا ہے اگرچہ بہت سے مقامات پر عورتیں اس کے نیچے پیٹی کوٹ (पेटीकोट) یا لہنگا اور مرد کچھا (कच्छा) یا نیکر (नेकर) بھی پہنتے ہیں تاکہ شرم گاہ کی بخوبی حفاظت ہو سکے لیکن قدیم تہذیب میں اس کا استعمال

نہیں ہوتا تھا۔ [۴۲]

قدیم ہندو دھرم وتہذیب میں اگر چہ بنا سلے لباس کو مذہبی فوقیت حاصل تھی لیکن سلے ہوئے لباس پہننا بھی جائز تھے جیسا کہ ویدوں اور دیگر دھرم گرنتھوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کسی بھی لباس کو سینے کے لئے قینچی، دھاگہ اور سوئی کی ضرورت پڑتی ہے اور دھرم گرنتھوں میں ان ساری اشیاء کا تذکرہ اور وجود پایا جاتا ہے۔ مثلاً رگوید (۸-۴-۱۶) منتر میں کپڑا کاٹنے کا آلہ یا قینچی کا ذکر ہے جس کو بھورج کہا گیا ہے۔ برہمن گرنتھوں میں سوئی کے لئے سوچی یا بیشی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور تیتریئے براہمن (तैत्तिरीय ब्राहमण) منتر (۳-۹-۶) میں لوہے، چاندی اور سونے سے بنی تین قسم کی سوئیوں کا ذکر ملتا ہے۔ اتھرو وید منتر (۱۸-۴-۳۱) میں باریک دھاگے سے سینے کا ذکر موجود ہے۔ لباس کے طور پر اونی، ریشمی، سوتی اور چمڑے کے سلے اور بغیر سلے کپڑے پہنے جاتے تھے۔ ریشمی چوغے کا اتھرو وید منتر (۱۸-۴-۳۱) میں، تارپیہ اور اونی کرتے کا جیمنئے اپنشد براہمن (जैमनिये उपनिषद ब्राहमण) میں، شاموُل نام بیان کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ رگوید منتر (۱-۲۵-۱۳) میں، دراپی نامی پوشاک کا بھی تذکرہ ہے، جو ایک طرح کا سلا ہوا لباس ہوتا تھا، جس کے متعلق ہندو محققین کی تحقیق ہے کہ وہ لڑائیوں میں پہنا جاتا تھا۔ اور اس دور میں صرف کپڑا ہی نہیں سلا جاتا تھا بلکہ چمڑا بھی سیا جاتا تھا، خاص طور سے چمڑے کی تھیلی کہ جس کا تذکرہ ویدوں میں بھی ہے۔ [۴۳] ناچنے کے وقت عورتیں لہنگے جیسا زری کا کام کیا ہوا لباس پہنتی تھیں جس کو رگوید منتر (۲-۳-۶) میں پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح رانیاں اور امراء کی عورتیں قیمتی لہنگوں جیسا لباس پہنتی تھیں، بیل بوٹے بنے چھپے ہوئے کپڑے بھی استعمال کئے جاتے تھے اور کپڑوں کو خوبصورت بنانے کے لئے زری و چھپائی کے علاوہ رنگائی کا کام بھی ہوتا تھا۔ ان تمام قسم کے ملبوسات کا ثبوت مذہبی کتابوں سے ہی نہیں بلکہ ہندو مندروں وغیرہ میں جو مورتیاں اور کتبے وغیرہ نصب ہیں ان سے بھی فراہم ہوتا ہے۔ [۴۴]

بنیادی طور پر انسانوں کے لباس استعمال کرنے کی دو خاص وجوہات ہیں جن کے پیش نظر انسانوں کے لئے لباس انتہائی ضروری ہے۔ ایک موسم سرد، موسم گرم اور موسم بارش سے حفاظت اور دوسری ستر پوشی۔ ویدوں اور دیگر دھرم گرنتھوں نے ان دونوں وجوہات کے تحت

ہندوؤں کو سوتی، اونی، ریشمی اور چمڑے وغیرہ کے کپڑے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے لیکن سنیاسی (सन्यासी) کے لئے اون اور ریشم کا لباس پہننا نامناسب قرار دیا ہے۔ ہاں برفیلے اور سرد علاقوں میں ان کو بھی ان کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ [۴۵]

کسی بھی قسم کی پوشاک استعمال کرنے کی ایک خاص وجہ سردی، گرمی اور بارش سے جسمانی حفاظت بھی ہے لیکن بمقابل اس کے ہندو دھرم گرنتھوں نے جسم بالخصوص اعضاء شرم وحیا کی پردہ پوشی کو زیادہ اہمیت دی ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ ایشور (ईश्वर) نے یہ حکم دیا ہے کہ اعضاء شرم وحیا کو بے پردہ نہ رکھا جائے، اس نے چوپایوں اور پرندوں کی بھی شرم گاہوں کو پونچھ سے چھپا دیا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ شرم گاہوں کو پوشیدہ رکھے۔ ویدوں میں لکھا ہے کہ ''माते कशप्लको दृशन'' تمہارے مقاماتِ شرم گاہ بے پردہ نہ ہونے پائیں۔ [۴۶]

مختصر یہ کہ مختلف موسم اور ستر پوشی کی وجہ سے ہندو دھرم گرنتھوں نے مختلف قسم کے سلے اور بنا سلے، سادہ اور قیمتی کپڑوں کے پہننے کی اجازت دی ہے۔ جس کے مطابق عہد قدیم میں بھی لوگ پوشاک پہنتے تھے اور آج دورِ جدید میں بھی زیب تن کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ امتداد زمانہ اور حالات کے تغیر کے باعث قدیم لباس نے جدید شکل اختیار کر لی ہے اور قدیم لباس استعمال کرنے والوں کی تعداد کافی کم ہوگئی ہے۔ مشہور مؤرخ رما شنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں:

''رگ وید (ऋगवेद) میں لباس سے متعلق اتفاقیہ طور پر جو تلمیحات آگئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ ایک اندر کا کپڑا (نی وی)، ایک دوسرا کپڑا اور لبادہ پہنتے تھے، کپڑا بننے کے لئے بھیڑ کی اون استعمال کی جاتی تھی۔ کپڑوں پر زری کا کام بھی ہوتا تھا اور امیر لوگ اس کو رنگوا لیتے تھے''۔ [۴۷]

ویدوں کے عظیم محقق پنڈت رگھونندن شرما کی تحقیق ہے کہ:

''آرین تہذیب میں سادی دھوتی اور چادر ہی پہننے اوڑھنے کی اجازت ہے اسی لئے قدیم اصل آریا (आर्य) تہذیب کی پوشاک میں نیچے دھوتی، جسم پر چادر کا اوڑھنا، سر پر بالوں کا تاج (मुकुट) اور گلے میں پھولوں کی مالا ہے''۔ [۴۸]

واضح ہو کہ ہندو دھرم گرنتھوں کے حوالہ سے لباس کے بارے میں جو مذہبی حکم یا تجزیہ

پیش کیا گیا ہے وہ صرف اعلیٰ طبقات اور اشرف ذات (सवर्ण) والے لوگوں کے لئے ہے، حقیر و ادنیٰ ذات (शूद्र) کے افراد کے لئے، اس سلسلے میں بھی دھرم شاستروں کا علیحدہ دستور ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں مذکور ہے کہ:

उच्छिष्टमन्नं दात्व्यं जीर्णानि वसनानि च।

पुलाकश्चैव घान्यानां जीर्णाश्चैव परिच्छदाः।। [۴۹]

(شودر کو جھوٹا کھانا، پرانا کپڑا، بے کار اناج، پرانا اوڑھنا اور بچھونا دینا چاہئے۔)

वासांसि मृतचेलानि भिन्न भाण्डेषु भोजनम्। [۵۰]

(مُردوں کے اتارے کپڑے ہی ان کا لباس ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں کھانا کھانا چاہئے۔)

मृतवस्त्र भृत्सु नारीपु गर्हितान्नाशनासु च। [۵۱]

(نیچ ذاتیاں مُردے کا کپڑا پہننے والی اور جھوٹا کھانا کھانے والی ہوتی ہیں۔)

منومہاراج کی طرح گوتم رشی نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ شودر اپنے مالک کے ذریعہ چھوڑے ہوئے پرانے کپڑے، چھاتا، چپل اور چٹائیاں وغیرہ استعمال کرے۔ [۵۲]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ لباس کے تعلق سے دھرم گرنتھوں نے جو دستور پیش کیا ہے اس کو بھی طبقاتی و ذاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے اور ایسا اس لئے ہے کہ ہندو دھرم کی ساری بنیاد اسی نظام پر قائم ہے۔

لباس کی طرح زیورات کے استعمال کے بارے میں بھی نیچ ذات کے لوگوں (अछूतों) کے لئے دھرم گرنتھوں نے علیحدہ نظام پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کو لوہے اور گھٹیا چیزوں کے بنے زیورات سے آراستہ ہونا چاہئے کہ یہی ان کے زیب و زینت کی اشیاء ہیں۔ منومہاراج کہتے ہیں:

कार्ष्णायं समलंकारः परिव्रज्या च नित्यशः। [۵۳]

(نیچ ذات کے لوگوں کو لوہے کے زیورات پہننا چاہئیں اور روزانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومنا چاہئے۔)

اس طرح شودروں اور اچھوتوں کے لئے لوہے کے زیورات استعمال کرنے کی اجازت ہے اس کے برعکس اعلیٰ ذات (सुवर्ण) کے لئے بہترین سے بہترین اور عمدہ سے عمدہ سونے، چاندی اور جواہرات کے زیورات اور مختلف خوشبودار پھولوں اور ہاروں کے زیب تن کرنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ بہت سے فوائد کا تذکرہ کر کے اس کی طرف خاص رغبت دلائی گئی ہے۔ چنانچہ سونے کے زیورات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ویدوں میں کہا گیا ہے کہ:

योविभर्ति दाक्षायणं हिरण्य सदेवेपु कृणुते दीर्घमायुः

स मनुष्येषु कृणुते दीर्घायुः ।। [54]

(سونا (सुवर्ण) اس کو پاک کر دیتا ہے، جو اس کو استعمال کرتا ہے، جو سونا پہنتا ہے وہ بزرگ (बूढ़ा) ہو کر مرتا ہے۔ جو سب سے اچھا سونا پہنتا ہے وہ لمبی عمر والا ہوتا ہے۔)

जरामृत्युं भवति यो (हिरण्यं) विभर्ति। [55]

(سونا پہننے والا جلدی نہیں مرتا ہے اور وہ پاک ہو جاتا ہے۔)

اسی طرح شتھ پتھ براہمن (शतपथ ब्राहमण) میں لکھا ہے:

''आयुर्हिरण्यम्, अमृतं हिरण्यम्'' [56]

(سونا زندگی (आयु) ہے، سونا امرت (अमृत) ہے۔)

مندرجہ بالا منتروں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق سونا پہننا نہ صرف جائز ہے بلکہ بے انتہا مفید ہے۔ غالباً اسی وجہ سے قدیم آرین (आर्य) ہندو پیدائش سے لے کر موت تک سونے (सुवर्ण) کو کان یا انگلی میں پہنتے تھے۔ کان میں چھلا یا کنڈل وغیرہ پہننے کے لئے دھرم گرنتھوں نے ایک مذہبی سنسکار کرن بھید (कर्ण भेद) بھی بیان کیا ہے۔ ہندو محققین کا ماننا ہے کہ یہ سنسکار فوطوں کے بڑا ہونے (अण्डवृद्धि) کو روکنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں کان میں چھید کیا جاتا ہے اور اس چھید (छिद्रा) کی حفاظت اور سونے (सुवर्ण) کا استعمال چھلے یا کنڈل کے ذریعے ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے کانوں میں سونا پہننے کا رواج ہوا ہے جو آج بھی جاری ہے۔ [57] قدیم ہندوستانی تاریخ کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو سونا،

چاندی وغیرہ سے واقف تھے اور ان کے زیورات استعمال کرتے تھے۔ عظیم ہندوستانی مؤرخ رماشنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں:

''ویدی سماج میں سنار خوشحال اور امیر لوگوں کی خوشنودی کے لئے سونے کے زیورات تیار کرتے تھے۔ اور لوگ درّیاں، مالائیں، پہنچیاں اور جوشن پہن کر اپنی آرائش کرتے تھے، بالوں میں تیل ڈالا جاتا تھا اور کنگھی کی جاتی تھی۔ سونا دریاؤں کی تہہ سے یا زمین کے اندر سے یا کچی دھات کو پگھلا کر برآمد کیا جاتا تھا اور زیورات، پیالے اور برتن زیادہ تر سونے اور چاندی کے بنتے تھے''۔[۵۸]

زیورات کے تعلق سے ''پنڈت رگھونندن شرما (पण्डित रघुनन्दन शर्मा) جیسے بعض ہندو محققین کی علیحدہ تحقیق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم آریے (आर्य) ہندوؤں میں دھات کے زیورات کے لئے گنجائش نہیں ہے، اس لئے کہ ویدوں کے دور کے آریے ہندو خوشبودار پھولوں کے ہی زیور پہنتے تھے، سونے چاندی کے زیورات نہیں پہنتے تھے۔ وہ سونے، چاندی کے زیورات تو چوپایوں (گایوں) کو پہناتے تھے۔ لیکن سونے کی خوبیوں کو بخوبی جانتے تھے۔ سونے کے زیور نہیں پہنتے تھے لیکن جسم کے کسی نہ کسی حصے میں سونا لگا ہوا ضرور رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قدیم آریائی ویدی تہذیب کے مطابق سونا استعمال کرنا اور سونا، چاندی کے زیورات پہننا دونوں علیحدہ علیحدہ باتیں مانی گئی ہیں۔[۵۹]

مختصر یہ کہ اکثر ہندو محققین کا اس سلسلے میں تحقیقی تجزیہ یہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم و تہذیب میں زیورات کے ذریعے جسم کی زیب و زینت کا عام رواج تھا، مرد اور عورت دونوں ہی اس کے شوقین تھے۔ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے مطابق زیوروں کا استعمال کرتا تھا، کسی کو زیور پہننے کی ممانعت نہ تھی۔ نیچ ذاتوں (चाण्डालों) کی عورتیں صرف پیروں میں جواہر نگار گہنے پہن سکتی تھیں۔[۶۰]

مشہور مؤرخ ہیونسانگ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ ''راجہ اور رئیس کثرت سے گہنے استعمال کرتے تھے، قیمتی موتیوں کے ہار، انگوٹھیاں، کڑے اور مالائیں ان کے زیور تھے، سونے، چاندی کے بنے بازوبند، سادے یا کڑے کی شکل کے سونے کے کنڈل وغیرہ کتنے ہی زیور مستعمل تھے۔ کبھی کبھی عورتیں کانوں کے نیچے حصے کو دو جگہ سے چھدواتی تھیں جن میں سونے یا چاندی یا موتیوں

کی لڑیاں پروئی جاتی تھیں۔ کان میں زیور پہننے کا رواج عام تھا۔[61]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دھرم گرنتھوں کے مطابق ہندوؤں کو سونا، چاندی اور جواہرات وغیرہ کے زیورات استعمال کرنا جائز ہیں۔ اسی وجہ سے دورِ قدیم سے لے کر آج تک ہندو اُن کو بکثرت استعمال کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ اس بارے میں بھی ذاتی نظام (वर्ण-व्यवस्था) کا کافی عمل دخل ہے۔

روزگار و پیشہ

ہندو دھرم گرنتھوں نے ہندوؤں کی تمام قوموں اور تمام لوگوں کو چار طبقات یا چار ذات (वर्ण) میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہمن، (۲) چھتری (क्षत्रिय)، (۳) ویش (वैश्य)، اور (۴) شودر۔ ان چاروں میں بالترتیب برہمن کو سب سے اعلیٰ، چھتری کو دوسرا، ویش کو تیسرا اور شودر کو سب سے کم درجے کا مقام دیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شودر (शूद्र) کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں مذکور ہے:

लोकानां तु विवृद्धयर्थ मुखबाहुरुपादतः।

ब्राहमणं क्षत्रियं वैश्यं शूद्रं च निरवर्तयत्।। [62]

(دنیا کی ترقی کے لئے منہ، بازو، ران (जंघा) اور پیر (चरण) سے علی الترتیب برہمن، چھتری، ویش اور شودر کو پیدا کیا گیا ہے۔)

یہی بات قدیم ہندو دھرم گرنتھ وید میں کہی گئی ہے:

ब्रहमणोसि मुख मासीद् बाहु राजन्य कृतः।

उरू तदस्य यद वैश्याम शूद्रो पदभ्यां अजायत।। [63]

(برہمن منہ سے، چھتری بازو (भुजा) سے، ویش پیٹ (उदर) سے اور شودر پیروں (पद) سے پیدا ہوا ہے۔)

پیدائش کے اس نظام کو تقریباً تمام گرنتھوں نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے اور جنم سے لے کر موت تک مذہبی و سماجی زندگی کے تمام احکام و معاملات اور مسائل کو اسی دستور کے

تحت حسب مراتب نافذ کیا ہے۔ روزگار اور پیشہ بھی انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، اسی کے ذریعہ انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے، ضروری اخراجات پورے کرتا ہے اور پرسکون گزر اوقات کرتا ہے۔ ہندوؤں کے کس طبقے اور کس ذات کو ذریعہ معاش کے طور پر کون سا کام کرنا چاہئے اور اپنی اور اپنے گھر بار کی کفالت وتربیت کے لئے کون سا ہنر و پیشہ اختیار کرنا چاہئے، یہ بھی ذاتی وطبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کے محور پر گردش کرتا ہے۔ چنانچہ یجروید میں اس کا ضابطہ پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

ब्राहमणे ब्राहमणं, क्षत्रय राजन्यम्।

मरूद्भ्यो वैश्यं, तपसे शूद्रम्।। ٦٤

(ایشور نے علم (ज्ञान) کے لئے برہمن کو، حفاظت کے لئے چھتری (क्षत्रिय) کو، دینے دلانے کے لئے ویش کو اور محنت وخدمت کے کاموں کے لئے شودر کو پیدا کیا ہے۔)

ذریعۂ معاش کے طور پر ہندوؤں کے کس طبقے کو کون سا کام و پیشہ اپنانا چاہئے؟ ویدوں میں اس بات کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن ویدوں کی تفاسیر وتشریحات (टीका) براہمن گرنتھ (ब्राहमण ग्रन्थ)، دھرم سوتر (धर्म सूत्र) اور اسمرتیوں وغیرہ میں اس کو بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

सर्वस्वास्य तुसर्गस्य गुप्त्यर्थं स महाघुतिः।

मुखबाहुरूपज्जानां प्रथक्कर्माण्यकल्पयत।। ٦٥

(عظیم جاہ وجلال والے ایشور (ब्रहमा) نے تمام سنسار کی حفاظت کے لئے منہ، بازو، ران اور پاؤں سے پیدا ہونے والے لوگوں کے علیحدہ علیحدہ کاموں کی تدبیر کی ہے۔)

ایشور (ईश्वर) نے کس ذات اور کس طبقے کے لئے کون سا کام اور پیشہ مقرر کیا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے منومہاراج کہتے ہیں:

अध्यापनमध्ययनं यजनं याजनं दतथा।

दानं प्रतिग्रंह चैव ब्राहमणानाम कल्पयत्।। ٦٦

(برہمنوں کے لئے پڑھنا پڑھانا، یگ کرنا، یگ کرانا، دان دینا، دان لینا، یہ چھ کام مقرر کئے ہیں۔)

प्रजानं रक्षणं दानमिज्याध्ययनमेव च।

विष्येष्वप्रशक्तिश्च क्षत्रियस्य समास्तः।। ٦٧

(چھتریوں (क्षत्रिय) کے لئے بطور اختصار عوام کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا اور ناچ گانے (विषयों) وغیرہ میں مشغول نہ ہونا۔)

पशूनां रक्षणं दामिज्याध्ययनमेव च।

वणिक्पथं कुसीदं च वैश्यस्य पिमेव च।। ٦٨

(چوپایوں کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا اور روزگار سود پر روپیہ دینا اور کاشت کاری کرنا، یہ ویشیوں (वैश्यों) کے کام ہیں۔)

एकमेव तु शूद्रस्य प्रभुःकर्म समादिशत्।

एतेपामेव वर्णानां शुश्रूषा मन सूयया। ٦٩

(ایشور (ब्रहमा) نے مذکورہ بالا تینوں طبقوں اور ذاتوں (वर्णों) کی اچھی تعریف کرتے ہوئے خدمت کرنا، یہ ایک ہی کام شودروں کے لئے متعین کیا ہے۔)

اسی طرح منواسمرتی ادھیائے ۸ اشلوک ۴۱۰ میں کہا گیا ہے کہ راجہ ویش (वैश्य) سے کھیتی، روپیہ کا لین دین (वाणिज्य) تجارت اور گائے بیل وغیرہ چوپایوں کا پالن اور شودر سے برہمن، چھتری اور ویش (द्विजातियों) کی خدمت کرائے۔ اشلوک ۴۱۳ میں لکھا ہے کہ "شودر خریدا ہوا ہو یا نہ ہو اس سے نوکر کا کام لے کیونکہ ایشور نے برہمن کی خدمت کے لئے ہی اس کو بنایا ہے۔ اشلوک ۴۱۴ میں واضح کیا ہے کہ مالک (स्वामी) کے آزاد کرنے پر بھی شودر خدمت کے کام سے چھٹکارا نہیں پا سکتا، کیونکہ یہ اس کا قدرتی پیشہ ہے اس سے اس کو کون جدا کر سکتا ہے؟ ادھیائے ۹ کے اشلوک ۳۲۶، ۳۲۷ اور ۳۲۸ میں نصیحت کی گئی ہے کہ ویش (वैश्य) یگوپویت سنسکار (यज्ञो पवीत) کے بعد شادی کر کے کھیتی، تجارت اور چوپایوں کی دیکھ بھال کرنے میں

ہمیشہ لگا رہے۔ برہما (ब्रहमा) نے چوپایوں کی تخلیق کر کے ویشیوں کو ان کی ذمہ داری دی ہے اور برہمن اور راجہ کو تمام عوام کا ذمہ دے دیا ہے۔ ویش کو کبھی یہ آرزو نہیں کرنی چاہئے کہ میں چوپاؤں کی دیکھ بھال نہ کروں۔ اشلوک ۳۲۹ تا ۳۳۲ میں ویشیوں کو کھیتی، کاشت کاری اور روپیہ کے لین دین کے تعلق سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ان تمام چیزوں کے لئے ان کو کن کن علوم اور معلومات سے آراستہ ہونا چاہئے۔ اشلوک ۳۳۴ میں خدمت کی طرف راغب کرتے ہوئے شودر کے لئے کہا گیا ہے کہ "وید کو جاننے والے برہمنوں اور مشہور لوگوں کی خدمت کرنا ہی شودر کو سورگ (स्वर्ग) دینے والا مہان دھرم ہے۔ شودر کے لئے منو مہاراج نے صرف خدمت کرنا ہی اس کا پیشہ نہیں بتایا ہے بلکہ دیگر گھناؤنے کاموں کا بھی اس کو مستحق قرار دیا ہے۔ منو اسمرتی میں ہے کہ:

दिवा चरेयुः कार्यार्थं चिन्हिता राजशसनैः।

अबान्धवं शवं चैव निहरेयुरिति स्थितिः।।

वध्यांश्च हन्युःसततं यथाशस्त्रं नृपाज्ञया।

वध्यवासांसिगृहीणयुः शय्याश्चभरणानि च।। ٧٠

(یہ نیچ ذات (अछूत) راجا کی اجازت سے شاہی نشان کو لگوا کر دن میں کام کے لئے گھومیں اور جن کے کوئی بھائی بندھو نہیں ہیں وہ مردوں کو ڈھوئیں یہی فیصلہ ہے۔ دھرم شاستر کے مطابق راجا کی اجازت سے دی ہوئی موت کی سزا پانے والے شخص کا قتل کریں اور ان کے کپڑے، چارپائی اور زیورات لے لیں۔)

ہندوؤں کے چاروں طبقوں (वर्णों) سے متعلق جو ضابطہ منو اسمرتی نے پیش کیا ہے تقریباً وہی دستور دیگر دھرم گرنتھوں نے بیان کیا ہے جیسا کہ گوتم دھرم سوتر (۱۰/۱، ۳، ۷، ۵۰)، آپستنب دھرم سوتر (۲-۵، ۱۰/۵-۸)، بودھاین دھرم سوتر (۱/۱۰/۲-۵)، وسشٹھ دھرم سوتر (۲/۱۳-۱۹)، یاگیہ ولکیہ اسمرتی (۱/۱۱۸، ۱۱۹)، وشنو اسمرتی (۲/۱۰-۱۵)، اتری اسمرتی (۱۳/۱۵) اور مارکنڈے پران (मार्कण्डेय पुराण) (۲۸/۳-۸) سے ثابت ہوتا ہے۔[۷۱]

روزگار اور پیشے کے بارے میں دھرم گرنتھوں کے حوالے سے جو ہم نے جائزہ لیا ہے اس کی تصدیق منواسمرتی کے باب (अध्याय) دس سے بھی ہوتی ہے۔ اس باب کے اشلوک ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹ اور ۸۰ میں منومہاراج (मनु) درس دیتے ہیں کہ:

''پڑھنا، پڑھانا، یگ کرنا، یگ کرانا، دان دینا اور دان لینا یہ چھ کام برہمنوں کے ہیں۔ ان چھ کاموں میں تین کام یگ کرانا، پڑھانا اور پاکیزہ (विशुद्ध) دان لینا برہمنوں کا ذریعۂ معاش (जीविका) ہے۔ برہمن سے چھتری تین دھرموں (کاموں) یعنی پڑھانے، یگ کرانے اور دان لینے سے ممنوع و عاری ہیں۔ اسی طرح ویش بھی ان تینوں کاموں سے محروم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ایشور نے ان لوگوں کے لئے یہ کام (धर्म) نہیں بنائے ہیں۔ چھتری (क्षत्रीय) کو ہتھیار، (वैश्य) کو مویشی پالن، کھیتی اور تجارت روزگار کے لئے کرنا چاہئے۔ ان کا دھرم دان دینا، پڑھنا اور یگ کرنا ہے۔ برہمن کو وید کا مطالعہ کرنا، چھتری کو رعایا (प्रजा) کی حفاظت کرنا اور ویش کو روزگار کرنا یہ ہی ان کے مذہبی لحاظ سے خاص کام (धर्म) ہیں۔ اسی بات کو ادھیائے ۱۱/اشلوک ۲۳۵ میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

ब्रहणस्य तपो ज्ञानं पतः क्षत्रस्य रक्षणम् ।

वैश्स्य तु तपो वार्ता तपः शूद्रश्य सेवनम् ।। ۸۲

(برہمن کے لئے علم ہی عبادت و ریاضت (तप) ہے، چھتری کے لئے حفاظت ہی عبادت و ریاضت ہے، ویش کے لئے کھیتی و تجارت وغیرہ ہی عبادت و ریاضت ہے اور شودر کے لئے خدمت (सेवा) ہی عبادت و ریاضت ہے۔)

دھرم گرنتھوں و شاستروں نے چاروں طبقات (वर्णों) کے روزگار و پیشے کے بارے میں جو نظام مرتب کیا ہے اس کے مطابق ہر طبقے کو عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر کوئی اس کے برخلاف کام کرتا ہے تو وہ درحقیقت دھرم کی مخالفت کرتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں مذکور ہے:

अधीयांरस्त्रयो वर्णाः स्वकर्मस्थ द्विजातयः ।

प्रव्रु याद वाहमणस्त्वेपां न्नेतगविति निश्चयः ।। ۸۳

(اپنے اپنے کاموں میں مقرر کئے ہوئے برہمن، چھتری اور ویش
(द्विजाति) ویدوں کو پڑھیں، ان میں برہمن ہی وید کو پڑھائے، دوسرا کوئی
بھی نہ پڑھائے یہی حکم ہے۔)

دھرم گرنتھوں کے مطابق برہمن، چھتری اور ویش تینوں کو پڑھنے کا حق حاصل ہے لیکن شودر کو یہ بھی حق حاصل نہیں۔ اسی طرح چھتری اور ویش شاگرد تو بن سکتے ہیں لیکن استاد نہیں کہ استاد (गुरु) صرف برہمن ہی ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ چاروں طبقات میں سے کوئی ایک دوسرے کا پیشہ اختیار نہیں کر سکتا۔ بعض کام اعلیٰ طبقات میں سب کے لئے مشترک ہیں، مثلاً پڑھنے، یگ کرنے اور دان دینے کا برہمن، چھتری، ویش تینوں کو حق حاصل ہے لیکن نچلی ذات والوں (शूद्रों) کو ان میں سے ایک بھی اختیار نہیں، اُن کا تو صرف ایک ہی روزگار و پیشہ ہے اور وہ ہے خدمت و نوکری۔ جس کی بجا آوری کرنا اس کے لئے اشد ضروری ہے اگر نہ کرے تو جبراً کرانا ضروری ہے۔ چنانچہ منو مہاراج حکم دیتے ہیں:

वैश्यशूद्रौ प्रयत्नेन स्वानि कर्माणि कारयेत्।

तौ हि च्युतौ स्वकर्मभ्यः क्षोभ्येतामिदं जगत्।। ۸۴

دھرم گرنتھوں نے جس طبقے کے لئے جو کام و پیشہ مقرر کیا ہے اسی کے مطابق گزر اوقات کرنا ضروری ہے لیکن دھرم شاستروں کے بعض اشلوکوں اور دھرم آچاریوں نے مجبوری میں چاروں طبقات (वर्णों) کو اپنے سے اعلیٰ یا ادنیٰ طبقے کے کام و روزگار کو بھی اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ منو اسمرتی ادھیائے ۱۰ اشلوک ۸۱، ۸۲ میں ہے کہ ''اگر برہمن اپنے مقررہ کام سے گزر بسر نہ کر سکے تو وہ چھتری کے کام (क्षत्रिय धर्म) سے روٹی روزی کا انتظام کرے کیونکہ یہی کام اس کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر ان دونوں طریقوں سے بھی زندگی نہ گزار سکے تو اس کی روزی و روزگار کیسے ہو؟ ایسی حالت میں کاشت کاری اور گائے کی حفاظت کر کے ویشیوں کے پیشے سے اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کرے۔ اسی طرح شودروں کو خدمت کے علاوہ کھیتی باڑی، مویشی پالن، تجارت، ناچ، سنگیت، ڈھولک اور بوجھ اٹھانے وغیرہ کی اجازت دی ہے۔ [۸۵] یاگیہ ولکے اسمرتی (۱۔۱۲۰) سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے ذریعہ معاش اور روزگار کا نظام بھی اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کی بنیاد پر نافذ کیا ہے جس میں شودروں کو انتہائی حقارت آمیز پیشوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ یہ رویہ زمانۂ قدیم سے لے کر آزادی سے قبل تک تقریباً ہر دور میں رہا ہے۔

مشہور ہندوستانی مورخ رما شنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں:

''شودروں کی حیثیت آخری دور کے ویدی ادب (वैदिक साहित्य) میں بہت واضح دکھائی دیتی ہے۔ لیکن انہیں ناپاک سمجھا جاتا تھا اور قربانی (बलि-यज्ञ) میں ان کی شرکت یا مقدس کتابوں کی تلاوت ان کے لئے قطعاً ممنوع تھی۔ آرین (आर्य) شودروں سے شادی یا ناجائز تعلقات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ شودر اپنے نام سے کسی جائیداد کے مالک نہیں ہو سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتریئے براہمن (ऐतिरीय ब्राहमण) میں ایک مقام پر شودروں کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے وہ کسی کے غلام ہوں، جب چاہے نکال دو اور جب جی چاہے مار ڈالو''۔ [76]

برتن (भोजन पात्र)

ہندوؤں کو کھانے پینے کے استعمال میں کون سے برتن لانے چاہئیں اور مذہبی اعتبار سے کن معدنی اشیاء (धातु) سے بنے برتن ان کے لئے جائز ہیں اور کون سے ممنوع؟ اس موضوع کے تعلق سے جب ہم ہندو دھرم گرنتھوں کا جائزہ لیتے ہیں تو نتیجہ نکلتا ہے کہ دھرم گرنتھوں نے ان کو مٹی، لکڑی، تانبا، سونا، چاندی وغیرہ کے ظروف کے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، جن میں سے بعض کو بعض پر کسی قدر فوقیت بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ کھانے پینے کے برتنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ویاس اسمرتی (व्यास स्मृति) میں کہا گیا ہے کہ:

''کھانے کے برتن، سونا، چاندی، تانبا، کمل کے پتوں اور ڈھاک کے پتوں کے ہو سکتے ہیں''۔ [77] ان میں بمقابل تانبے (ताम्र) کے کانسے کا برتن اچھا سمجھا جاتا ہے۔

آپستنب دھرم سوتر (आपस्तम्ब धर्मसूत्र) میں مذکور ہے:

''درمیانی حالت کے سونے والے تانبے کے برتن میں کھانا چاہئے، لوہے اور مٹی کے

برتن میں نہیں کھانا چاہئے''۔ [۷۸] لیکن جس میں کھانا نہ پکا ہو یا جو کھانا پکا لینے کے بعد آگ میں گرم کرلیا گیا ہو اس مٹی کے برتن کو کھانے کے برتن کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح راکھ (भस्म) سے مانجھ کرلوہے کے برتن کو کھانے کے لئے پاک کیا جاسکتا ہے۔ اور اس لکڑی کے برتن کو بھی کھانے کے کام میں لاسکتے ہیں جو اندر سے اچھی طرح کھرادا (खरादा) گیا ہو۔ [۷۹]

وردھ ہاریت (वृद्ध हारीत) کا موقف ہے کہ کھانے کے برتن سونے، چاندی، تانبا یا کسی بھی شاستر میں بیان کردہ درخت کے پتے سے تیار ہو سکتے ہیں لیکن اہل وعیال والوں (गृहस्थों) کے لئے کمل اور ڈھاک (कमलदल-पलाश) کے پتے ممنوع ہیں، ان کو صرف جنگل میں ریاضت کرنے والے (वान प्रस्थी) اور شرادھ (श्राद्ध) یعنی مرے ہوئے آبا و اجداد کو راحت و سکون (पितृ-तृप्ति) پہنچانے کے لئے یگ و بلی کرنے والے ہی استعمال میں لاسکتے ہیں۔ [۸۰]

دھرم شاستروں کے مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے لئے سونا، چاندی، تانبا، کانس، لکڑی، مٹی اور لوہے کے برتنوں میں بعض کو بغیر شرط اور بعض کو شرط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے اور کچھ کے مباح ہونے میں تھوڑا اختلاف ہے۔ جن برتنوں کے استعمال کے تعلق سے اختلاف واقع ہے انہیں میں سے ٹوٹے، پھوٹے برتن بھی ہیں جن کے بارے میں منو اسمرتی کی ہدایت ہے کہ:

न पादौ धावयेत्कांस्ये कदाचिदपि भाजने।

न भिन्न भाण्डे भुञ्जीत भावप्रतिदूषिते।। ८१

(کانسے کے برتن میں کبھی پیر نہ دھوئے، کسی ٹوٹے ہوئے برتن میں کھانا نہ کھائے۔ جہاں دل میں شک ہو وہاں بھی کھانا نہ کھائے۔)

منو نے ٹوٹے، پھوٹے برتنوں کو استعمال کرنے سے عموماً منع کیا ہے لیکن پیٹھینسی (पैठीनसि) نے خاص وقیمتی اشیاء کے ٹوٹے برتنوں میں کھانا کھانے کی اجازت دی ہے، وہ کہتے ہیں:

ताम्ररजतसुवर्णशुक्त्यश्मघटितानां भिन्नमभिन्नमिति पैठीनसिः ८२

(پیٹھینسی کا نظریہ ہے تانبا، چاندی، سونا اور شنکھ یا پتھر کے ٹوٹے ہوئے

برتنوں میں کھانا کھایا جاسکتا ہے۔)

کھانے، پینے کے برتنوں (भोजन-पात्र) کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دھرم گرنتھوں نے ہندوؤں کو مختلف چیزوں کے برتنوں کو استعمال کی اجازت ضرور دی ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ اہمیت لکڑی کے ظروف کو بخشی ہے۔ اتھروید (अथर्व वेद) میں ہے:

''अलाबु पात्रं पात्रं'' [۸۳]

(لکڑی کے برتن ہی برتن ہیں۔)

منواسمرتی میں لکھا ہے:

''अलावुं दारूपात्रं च मृण्मयं वैदलं तथा''

(لکڑی، مٹی اور بانس کے ہی برتن ہونے چاہئیں۔)

لکڑی، مٹی اور بانس کے برتنوں کے آسانی سے حصول، قیمتاً سستے اور کھانے کی حفاظت ولذت کے لئے زیادہ مفید ہونے کے باعث دھرم گرنتھوں نے فوقیت ضروری دی ہے لیکن جائز وہ تمام برتن بھی ہیں جن کا تذکرہ ماقبل کیا گیا ہے۔ اور ان تمام ظروف کا استعمال ہندو لوگ زمانۂ قدیم میں بھی کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں۔ ہندوستانی مورخ رماشنکر تر پاٹھی لکھتے ہیں:

''رگ ویدی عہد (वैदिक काल) میں لوگ سیسہ، ٹین، چاندی، سونا، تانبا اور لوہا وغیرہ دھاتوں سے واقف دکھائی دیتے ہیں۔ زیورات، پیالے اور برتن زیادہ تر سونے اور چاندی کے بنتے تھے۔ سونا دریاؤں کی تہہ سے یا زمین کے اندر سے یا کچی دھات پگھلا کر نکالا جاتا تھا''۔ [۸۴]

ہندو دھرم گرنتھوں کے حوالہ سے ہم نے ہندوؤں کے کھانے پینے کے ظروف کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ اعلیٰ طبقات (सवर्ण) کے لئے ہے، ادنیٰ ذات یا شودروں کے لئے نہیں۔ دیگر معاملات ومسائل کی طرح یہاں بھی ان کے لئے علیحدہ اصول وضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ منومہاراج کہتے ہیں:

अपपात्रश्च कर्तव्या धनमेषां श्वगर्दभम्। । [۸۵]

(نیچ ذات کے برتن مٹی کے ہونے چاہئیں اور کتا اور گدھا ہی ان کی دولت ہے۔)

अन्नमेषां परार्थानं देयं स्याभ्दिन्न भाजने। ८२

(ان کو اپنے نوکروں سے ٹوٹے پھوٹے برتنوں سے کھانا(अन्न) دلاوے۔)

غذا اور خوراک

غذا وخوراک انسان بلکہ ہر حیوان کے لئے جز ولاینفک ہے اور جس طرح جسم وروح ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اس طرح غذا وخوراک اور جسم کا باہمی اہم رشتہ ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک، ہر قوم اور ہر مذہب میں غذا وخوراک کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور مختلف نوعیت کا غذائی نظام ترتیب دیا گیا ہے جس میں بہت سی اشیاء واحکام مختلف مذاہب واقوام کے مابین مشترک ومماثل نظر آتے ہیں اور بعض غیر مشترک وغیر مماثل پائے جاتے ہیں۔ اس عنوان کے تعلق سے جب ہم ہندودھرم گرنتھوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندودھرم میں غذا وخوراک کا ایک وسیع دائرہ ہے جس کے تحت بہت سے احکام وآداب بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے چند ضروری امور واحکام کا یہاں ہم تحقیقی جائزہ لیں گے۔

اہمیت

ہندودھرم گرنتھوں نے غذا وخوراک کے بارے میں بڑے غور وخوض سے کام لیا ہے اور اس کو مذہبی بالیدگی، جسمانی صحت وتندرستی کے اصول وضوابط کے تحت مقرر کیا ہے، ان کا ماننا ہے کہ عمدہ وصالح غذائیت سے انسانی وجود پاکیزہ ہوتا ہے اور پاکیزہ وجود سے قوت حافظہ (स्मरण शक्ति) مستحکم ہوتی ہے اور خراب وآلودہ غذا وخوراک سے وجود اور یادداشت دونوں ناپاک (अशुद्ध) وپراگندہ ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ غذا کی خرابی سے عمر بھی کم ہوجاتی ہے اور انسان جلد ہی موت کی دہلیز پر پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو غذا عمر، طاقت، شکل وصورت، چمک دمک (शोभा) اور عقل وخرد کی ترقی کا باعث ہو وہی استعمال کرنا چاہئے۔ اور جس سے کسی بھی جاندار (प्राणी) کی عمر اور عیش وعشرت میں خلل واقع نہ ہوتا ہو اور عمر، طاقت، شکل اور فہم ودانش کے ساتھ نجات وکامیابی (मोक्ष) کے حصول میں بھی مدد ملتی ہو انہیں اشیاء کو خوراک بنانا

چاہئے۔ چنانچہ یجروید (यजुर्वेद) میں مذکور ہے:

उर्जं वहन्तीरमृतं घृतंपयः कीलालं परिश्रुतम्।

स्वधास्थ तर्पयत मे पितृन्।। ۸۷

(گھی، دودھ، مسری (अन्न रस) پکے ہوئے، ٹپکے ہوئے پھل اور پانی وغیرہ طاقت والی اشیاء کو کھا پی کر اے بزرگو (पितरों) آپ خوش حال ہوں۔)

بھگود گیتا (भगवद गीता) میں کہا گیا ہے:

आयुः सत्वबलारोग्यसुखप्रीति विवर्धनः।

रस्याः स्निग्धाः स्थिरा हृद्या अहाराः सात्विकप्रियाः।।

विविक्तसेवी लध्वाशी यतवाक्कायमानसः। ۸۸

(عمر، وجود (सत्व)، طاقت ور (पुष्ट) اور مرغوب و پسندیدہ غذا و خوراک ہی نیک واچھے لوگوں (सात्विक) کو محبوب ہیں، اس لئے نجات کے طلب گاروں کو ہمیشہ تنہائی پسند، ہلکا کھانا کھانے والا اور جسم، آواز اور دل کو قابو میں رکھنے والا ہونا چاہئے۔)

منو مہاراج نے نصیحت کی ہے کہ:

पूज्येदशनं नित्य माद्याच्चैत दकुत्सयन।

दृष्ट्वा हष्येत्प्रसीदेच्च प्रतिनन्देच्च सर्वशः।।

पूजितं हयशनं बलमूर्जं च यच्छति।

अपूजितं तु तद् भुक्तमु भयं नाशयेदिदम्।। ۸۹

(کھانے کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھیں اور بغیر برائی کئے ہوئے کھانا تناول کریں اور دیکھ کر مطمئن اور خوش ہوویں اور ہمیشہ کھانے کی تعریف کریں۔ روزانہ عزت کی نظر سے کھایا ہوا کھانا طاقت (बल) اور رعب (तेज) دیتا ہے اور مذمت کی نگاہ سے تناول کیا ہوا کھانا دونوں کا خاتمہ کرتا ہے۔)

مندرجہ بالا منتروں واشلوکوں میں مختلف حیثیتوں سے کھانے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ غذا وخوراک کا انسان کی جسمانی واخلاقی اقدار پر گہرا اثر پڑتا ہے اس لئے اس کو انتہائی پاک وصاف ہونا چاہئے اور ہمیشہ عزت واحترام اور رغبت وشوق سے کھانا چاہئے۔

آداب

ہندو دھرم گرنتھوں نے کھانے کی مذہبی وجسمانی اہمیت کو ہی اجاگر نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے آداب بھی بیان کئے ہیں جن کو بجالانا ہر ہندو کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ کھانے کے مختلف آداب بیان کرتے ہوئے منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ذکر کیا گیا ہے:

उपस्पृश्य द्विजा नित्यमन्नमद्यात्समाहितः

भुक्त्वा चोपस्पृशेत्सम्यगभ्दिः खानि च संस्पृशेत् ।। ९०

(برہمن، چھتری اور ویش (द्विजाति) روزانہ آچمن (आचमन) [91] کر کے کھانا کھائیں اور کھانے کے بعد اچھی طرح آچمن کر کے آنکھ، کان اور ناک (छिद्र) کو پانی سے صاف (स्पर्श) کریں۔)

आयुश्यं प्राड्मुखो भुड्क्ते यशस्यं दक्षिणा मुखः।

श्रियंप्रत्यङ्°मुखो भुङ्°क्तेह ऋतं भुङ्°क्तेह युदङ्°भुखः ।। ९२

(پچھم کی طرف منھ کرنے سے نیک نامی (यश) پورب منہ ہو کر کھانا تناول کرنے سے عمر، دکھن کی طرف منہ کر کے کھانا کھانے سے دولت (लक्ष्मी) اور شمال (उत्तर) کی طرف منہ کر کے کھانا کھانے سے سچ کا انعام ہوتا ہے۔)

अनारोग्य मनापुण्यम स्वर्ग्यं चाति भोजनम्।

अपुण्यं लोकविद्धिष्टं तस्माक्तत्परिवर्जयेत् ।। ९३

(زیادہ کھانا بیماری کا سبب، کم عمری کا ذریعہ، سورگ (स्वर्ग) کے حصول میں مانع اور نیکی (पुण्य) کو برباد کرنے والا اور دنیا میں مذمت کرنے والا ہوتا

ہے اس لئے زیادہ کھانا نہ کھائے۔)

اسی طرح کھانے (भोजन) کے تعلق سے دھرم گرنتھوں وشاستروں اور ہندو مذہبی کتابوں میں جو احکام وآداب بیان کئے گئے ہیں، ان کے تحت کہا گیا ہے کہ ''کھانا تنہائی میں لوگوں کی نظر سے دور رہ کر کھانا چاہئے کیونکہ اس سے دولت کا حصول ہوتا ہے، سب کے سامنے کھانا کھانے سے دولت میں کمی ہوتی ہے۔ اور جس طرح بہت سے لوگوں کے سامنے نہیں کھانا چاہئے اسی طرح بہت سے لوگوں کو ایک شخص کے سامنے جو کھانہ رہا ہو صرف خواہش کی نظر سے دیکھ رہا ہو، نہیں کھانا چاہئے۔ ہاں اپنے بیٹوں، چھوٹے بھائیوں اور نوکروں کے ساتھ کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن بعض دھرم آچاریوں (धर्माचार्य) نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے تنہائی میں کھانا چاہئے، اپنے سگے رشتے دار کے ساتھ بھی نہیں کھانا چاہئے کیونکہ کسی کے پوشیدہ گناہ (पाप) کو کون جانتا ہے؟ اور دھرم گروؤں (धर्मगुरू) کا ماننا ہے کہ ایک ساتھ یا ایک جماعت میں کھانے سے ایک کا پاپ دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ [۹۴]

کس مقام اور کس چیز پر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے؟ اس کے آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جہاں کھانا تناول کیا جاتا ہے وہ جگہ گوبر سے لپی رہنی چاہئے، ناؤ یا لکڑی سے بنے اونچے مقام پر کھانا نہیں کھانا چاہئے، پاک فرش پر کھانا چاہئے۔ ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، گاڑی، قبر، مندر، بستر یا کرسی پر نہیں کھانا چاہئے اور ہتھیلی میں لے کر بھی نہیں کھانا چاہئے اور کھانے سے پہلے ہاتھ، پیر دھو لینا چاہئے۔ منو مہاراج کہتے ہیں:

आर्द्रपादस्तु भुञ्जीत नार्द्रयातदस्तु संविशेत।

आर्द्र पादस्तु भुञ्जानो दीर्घआयुखाप्नुयात्।। ९५

(بھیگے پیر کھانا کھائے، پر بھیگے پیر سوئے نہیں۔ بھیگے پیر کھانا کھانے والا لمبی عمر کو پاتا ہے۔)

ویاس (व्यास) رشی نے بھی کھانے کے وقت دونوں ہاتھ، دونوں پیر اور منہ دھونے کی بات کہی ہے اور کھاتے وقت خاموش رہنے کی بھی دھرم شاستروں نے نصیحت کی ہے۔ بودھاین دھرم سوتر (۶-۷-۲) کا کہنا ہے کہ کھانے کے مکمل اختتام تک خاموش رہنا چاہئے اور اگر کسی

ضرورت سے بولنا پڑے تو "ओं भूर्भवः स्वः ओम" کہہ کر پھر سے کھانا چاہئے۔ بعض گرنتھوں نے گھر والوں (गृहस्थों) کو کھانے کے وقت بولنے کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ خاموش رہنا ضروری نہیں بلکہ جن کے ساتھ کھانا کھایا جارہا ہوان سے بات بھی کرنا چاہئے اور کھانا انگلیوں کے پوروں سے کھانا چاہئے۔ شرادھ (श्राद्ध) کا کھانا تناول کرتے وقت برتن زمین پر رکھا رہنا چاہئے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دو انگلیوں سے کھانے کا برتن دبا رکھنا چاہئے لیکن اگر بھیڑ ہو اور کسی وقت گرد وغبار اڑ جائے تو برتن اوپر اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر مختلف قسم کے کھانے ہوں تو سب سے پہلے میٹھا اور پتلا کھانا (तरल पदार्थ) تناول کرنا چاہئے، پھر نمکین اور کھٹا کھانا استعمال کرنا چاہئے، پھر تلخ اور آخر میں دودھ پینا چاہئے جس کے بعد دہی کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اہل وعیال والے (गृहस्थ) کو گھی سے بنا کھانا کھانا چاہئے اور روٹی، گاجر، جڑ، پھل یا گوشت دانت سے کاٹ کر نہیں کھانا چاہئے۔ اسی تعلق سے بودھاین دھرم سوتر نے کہا ہے کہ "کھاتے وقت جگہ تبدیل نہیں کرنا چاہئے اور پیروں میں جوتے، چپل وغیرہ نہیں ہونا چاہئیں اور اس وقت چمڑے کا چھونا بھی ممنوع ہے۔[96] اور منو اسمرتی میں ہے:

यद्वेष्टितशिरा भुङ्क्ते यदभुङ्क्ते दक्षिणामुखः।

सोणनत्कश्च यभ्दुङन्क्ते तद्धे रक्षांसि भुञ्जते।। ۹۷

(سر میں پگڑی باندھ کر یا دکھن (दक्षिण) کی طرف منہ کر کے یا کھڑاؤں (खड़ाऊ) پہن کر جو کھانا کھایا جاتا ہے وہ راکھشس (राक्षस) کھا جاتے ہیں۔)

کھانے کے آداب کے بارے میں ہندو مذہبی کتب میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ کھانا بیٹھ کر کھانا چاہئے کہ رگ ویدی زمانے میں ایسے ہی کھانا کھایا جاتا تھا۔ اسی طرح چار پیر والی پیڑھی، اون سے بنی بیٹھنے کی چیز اور بکری کی کھال پر بھی بیٹھ کر ہی کھانا کھانے کا حکم دیا ہے۔ اور کھڑے ہو کر اور گوبر سے بنے ہوئے اپلوں پر، مٹی سے تیار بیٹھنے کی چیز پر، پیپل اور ڈھاک کے پتوں پر، لکڑی کے دو تختوں کو جوڑ کر بنی بیٹھنے کی چیزوں پر، آدھے جلے، یا لوہے کی کیلوں سے جڑے ہوئے تختوں والے پیڑھے پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنے کو منع کیا ہے۔[98] منو مہاراج نے بیوی (स्त्री) کے ساتھ بھی بیٹھ کر کھانا تناول کرنے کو منع کیا ہے اور کہا ہے:

(عورت کے ساتھ کھانا تناول نہ کرے۔) "नाश्नीयाभ्दार्यया" [99]

گھر میں عام طور سے یہی حکم ہے لیکن سفر میں برہمن کو اپنی عورت کے ساتھ اور دولہا کو اپنی دولہن کے ساتھ شادی کے وقت ایک ہی تھالی میں ساتھ ساتھ کھانے کی اجازت ہے۔[100]

کھانے کے اوقات اور مقدار

ہندوؤں کو کن اوقات میں کھانا چاہئے اور کن اوقات میں نہیں کھانا چاہئے اور کتنی مقدار (मात्रा) میں کھانا چاہئے؟ اس تعلق سے ہندو دھرم گرنتھوں میں مختلف ہدایات دی گئی ہیں۔ تیتریئے براہمن (۱-۴-۹) اور شت پتھ براہمن (۲-۴-۲-۶) میں مذکور ہے کہ ''دو بار کھانا تناول کرنا چاہئے۔ بودھاین دھرم سوتر (۲-۷-۳۶) اور گوتم (۹-۵۹) وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیوی بچوں والے (गृहस्थ) انسان کو صرف دو بار کھانا چاہئے اور شام کے وقت (संधिकाल) نہیں کھانا چاہئے۔ گوبھل اسمرتی (गोभिल स्मृति) ادھیائے واشلوک (۲-۲۳) نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ رات کے چار گھنٹوں یعنی ایک پہر کے بعد تک کھانا کھایا جا سکتا ہے۔[101] اسی سے ملتی جلتی تعلیم منو اسمرتی میں دی گئی ہے اور نصیحت کی ہے کہ:

नाश्नीयात्संधिवेलायां न गच्छेन्नापि सविशेत्। [102]

(شام کے وقت (सांय काल) میں کھانا اور گاؤں کے اندر کی سیر نہیں کرنی چاہئے۔)

न भुष्श्रजीतोद् घृतस्नेहं नातिसौहित्यमाचरेत्।

नातिप्रगे नाति सायं न सायं प्रातराशितः।। [103]

(جس کھانے کی چیز کی چکنائی (स्नेह) نکال لی گئی ہو اس کو نہ کھائے، ایک بار خوب سیر ہو کر کھانا تناول کر کے اوپر سے اور کچھ نہ کھائے۔ سورج نکلتے وقت اور سورج غروب ہوتے وقت بھوجن (भोजन) نہ کرے۔ صبح جس نے بہت زیادہ کھایا ہو وہ شام کو نہ کھائے۔)

وشنو دھرم سوتر (विष्णु धर्मसूत्र) بھی کچھ اسی طرح کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے کہ نہ تو زیادہ صبح، نہ آدھی رات میں اور نہ شام کے وقت بھوجن کرنا چاہئے، ہاں صبح اور رات کے دونوں

کھانوں کے درمیان میں گاجر، مولی اور پھل وغیرہ کھائے جاسکتے ہیں۔[۱۰۴]

دھرم گرنتھوں کے مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوؤں کو مذہبی اعتبار سے صبح اور رات دو وقت کھانے کی اجازت ہے اور ان دو وقتوں کے علاوہ درمیان میں پھل وغیرہ تناول کر سکتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ کتنی مقدار میں کھانا کھایا جائے تو اس بابت دھرم گرنتھوں میں مختلف اصول وقواعد بیان کئے گئے ہیں۔ آپستنب دھرم سوتر (۲-۴-۹-۱۳)، وسشٹھ دھرم سوتر (۶-۲۰،۲۱) اور بودھاین دھرم سوتر (۲-۷-۳۱،۳۲) کے مطابق سنیاسی (सन्यासी) کو ۸ نوالے (कौर)، وان پرستھی (वानप्रस्थी) کو ۱۶ نوالے، شادی شدہ (गृहस्थ) کو ۳۲ اور برہم چاری (ब्रहमचारी) کو جتنے چاہے اتنے نوالے (कौर) کھانا چاہئے۔ آپستنب دھرم سوتر (۲-۴-۹-۱۲) کا حکم ہے۔ بیوی بچوں والے (गृहस्थ) کو اچھی مقدار میں کھانا کھانا چاہئے جس سے کہ وہ اپنا کام کاج صحیح طرح انجام دے سکے۔ اس سلسلے میں منو مہاراج کا نظریہ ہے کہ:

नोच्छिष्टं कस्याचिद्दद्यान्नाद्याच्चैव तथान्तरा।

नचैवात्यशनं कुर्यान्न चोच्छिष्टः क्वचिद्व्रजेत् ।। ۱۰۵

(کسی کو جھوٹا نہ دے اور نہ کسی کا جھوٹا خود کھائے اور زیادہ کھانا نہ کھائے اور بھوکے (जूठे) رہ کر کہیں نہ جائے۔)

اسی طرح اشلوک ۵۷ میں کہا گیا ہے کہ زیادہ کھانا بیماری کا سبب، عمر میں کمی کا ذریعہ، اور سورگ (स्वर्ग) کے حصول میں مانع، نیکی (पुण्य) کا خاتمہ کرنے والا اور دنیا میں توہین کا باعث ہوتا ہے اس لئے زیادہ کھانا نہ کھائے۔[۱۰۶]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دھرم گرنتھوں نے نہ حاجت سے کم اور نہ زیادہ بلکہ درمیانی حالت میں کھانا تناول کرنے کی تعلیم دی ہے اور ہلکا کھانا پسند کیا گیا ہے کہ اس سے انسان کو جسمانی، قلبی اور ذہنی طور پر فرحت محسوس ہوتی ہے۔ چھاندوگیہ اپنشد (छान्दोग्योपनिषद) میں ذکر ہے کہ:

आहार शुद्धौ सत्वशुद्धौ ध्रुवा स्मृतिः स्मृतिलम्भे सर्वग्रन्थीनां विप्रमोक्षः। ۱۰۷

(غذا وخوراک کے صحیح ہونے سے انسان کا وجود صحیح رہتا ہے، اور وجود سے

اچھی اور مضبوط یادداشت حاصل ہوتی ہے اور مضبوط یادداشت سے سارے بندھن ختم ہو جاتے ہیں۔)

کھانے، پینے کی اشیاء

عام طور سے انسانی غذا و خوراک (भोजन व आहार) چار اقسام کی ہوتی ہیں جو پیڑ پودوں، چوپایوں اور جانوروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان میں سے دو قسموں کا پیڑ پودوں اور دو قسم کا چوپایوں و جانوروں سے حصول ہوتا ہے۔ یعنی دودھ اور گوشت چوپایوں سے اور پھل و اناج پیڑ پودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہندو دھرم گرنتھوں نے مذکورہ بالا چاروں قسموں کی غذا و خوراک کو جائز و صحیح قرار دیا ہے اور حسب فوقیت و مراتب ان کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے (۱) ساتوک (सात्विक) (۲) راجس (राजस) اور (۳) تامس (तामस)۔ پھل، دودھ اور گھی وغیرہ ساتوک کے دائرے میں آتے ہیں، اناج اور سبزیاں وغیرہ راجس کہلاتی ہیں اور گوشت و شراب وغیرہ تامس کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ پھل، دودھ اور گھی وغیرہ کے استعمال سے ظلم و قتل (हिंसा) بالکل نہیں ہوتی اس لئے اس کو سب سے عمدہ (सात्विक) غذا و خوراک بتایا گیا ہے اور تامس (तामस) غذا و خوراک کے حصول میں چوپایوں وغیرہ پر ظلم و ستم (हिंसा) ہوتا ہے اس لئے اس کو سب سے ادنیٰ و کمتر (तुच्छ) قرار دیا ہے اور حقیر و ادنیٰ طبقات (शुद्र-पिशाच) کی غذا و خوراک بتایا ہے۔
منومہاراج کہتے ہیں:

यज्ञरक्षः पिशाचान्न मद्यं मांसं सुरासवम्।

तद ब्राहमणेन नात्तव्यं देवानामश्नता हविः ।। ۱۰۸

(شراب، گوشت اور نشہ آور چیزیں راکھشوں اور پشاچوں (पिशाचों) کے کھانے پینے کی چیزیں ہیں، اس لئے دیوتاؤں کی اشیاء کھانے والے برہمن ان چیزوں کو نہ کھائیں۔)

غذا و خوراک کی درمیانی قسم راجس (राजस) یعنی اناج اور سبزیوں وغیرہ کے حصول میں چونکہ معمولی سے ظلم و ستم (हिंसा) کا امکان ہے اس لئے اس کو اوسط درجے میں رکھا گیا ہے اور

کچھ اصول وضوابط کے ساتھ یا پریشانی کے عالم (आपातकाल) میں اس کو کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اناج یا سبزی وغیرہ کھانا ہوں تو پہلے یگ (यज्ञ) کریں اور یگ سے جو اناج یا سبزیاں باقی رہ جائیں انہیں اپنی غذا وخوراک بنائیں۔ اناج وسبزیاں وغیرہ چونکہ کھیتی سے حاصل ہوتی ہیں جس میں چوپایوں کو کافی مشقت و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے نیز زمین (धर्ती) کو بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے اس کو بھی دھرم گرنتھوں اور دھرم گروؤں نے حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ:

वैश्यवृत्त्यापि जीवंस्तु ब्राहमणः क्षत्रियोऽपि वा।

हिंसाप्रायां पराधीनं षिं यत्नेन वर्जयेत।। १०९

षिं साध्विति मन्यन्ते सा वृत्तिः सद्भिगर्हिता।

भूमिं भूमिशयांश्चैव हन्ति काष्ठमयो मुखम्।। ११०

(ویش (वैश्य) کے پیشے سے زندگی گزارتا ہوا برہمن اور چھتری بہت ظلم (हिंसा) والی اور ماتحت وتابع (पराधीन) کھیتی کو کوشش کے ساتھ چھوڑ دے۔ کھیتی باڑی کا کام اچھا ہے ایسا کوئی مانتے ہیں لیکن نیک و صالح انسانوں (सज्जन-सत्पुरुष) نے کھیتی کی مذمت کی ہے کیونکہ کسان کے لوہے کے ہل اور دیگر اوزار سے زمین اور زمین میں رہنے والے جانوروں (जीवों) کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔)

کسان کے ہل اور کاشتکاری سے جنگل اور باغات (वाटिका) تباہ ہو جاتے ہیں، چوپایوں وجانوروں کی چراگاہ برباد ہو جاتی ہے اور جنگل کے پیڑوں سے جو قدرتی (प्राकृतिक) ٹھنڈی ہوا وفضا پیدا ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے بارش بھی کم ہوتی ہے اور بہت سی زہریلی ہوائیں جنم لیتی ہیں۔ اس لئے منو نے کھیتی کو حقارت کی نظر (हीन दृष्टि) سے دیکھا ہے اور لکھا ہے:

अ तं च तात्क्षेत्राद गौरजाविकमेव च।

किहरण्यं धान्यमन्नं च पूर्वं पूर्वमदोपवत।। १११

(جوتے بوئے ہوئے کھیت سے بنا جوتے بوئے ہوئے کھیت میں، بکری بھیڑ سے گائے میں اور اناج سے سونے میں کم نقص وعیب ہے یعنی شمال (उत्तर) سے پورب اچھا ہے، اناج سے سونا اچھا ہے، بکری سے گائے اچھی ہے اور اناج والے کھیتوں سے باغات والے بنا جوتے ہوئے کھیت اچھے ہیں۔)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے اناج، سبزی، گوشت، دودھ، گھی اور پھل وغیرہ سے ہر قسم کی غذا وخوراک استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اگر چہ مذہبی لحاظ سے بعض کو بعض سے کسی درجہ فوقیت وافضلیت حاصل ہے لیکن جواز کا ثبوت سب کے لئے حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ویدوں کے زمانے سے لے کر آج تک ہندو کثرت سے اس پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ مشہور مؤرخ رماشنکر ترپاٹھی ویدوں کے دور کی غذا وخوراک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رگویدی (ऋगवेदी) آریہ غذا میں گوشت اور ترکاریاں دونوں استعمال کرتے تھے۔ بھیڑ اور بکرے کا گوشت بے تکلفی سے کھایا جاتا تھا، اور دیوتاؤں کی نذر کیا جاتا تھا۔ تہواروں کے موقع پر یا دعوتوں میں چر بیلے بچھڑے کو بھی ذبح کیا جاتا تھا۔ دودھ ان کی خوراک کا خاص جزو تھا۔ دودھ سے بننے والی چیزوں میں گھی اور دہی کا استعمال عام تھا۔ اناج کو پیسا جاتا تھا اور آٹے میں دودھ اور گھی ملا کر روٹیاں بنائی جاتی تھیں۔ رگویدی ہندوستانیوں کے کھانے (भोजन) میں ترکاریاں اور پھل بھی شامل ہوتے تھے۔ محض پانی اور دودھ ان کے ذوق کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہوتے تھے وہ جوشیدہ شرابوں کے بھی عادی تھے، مذہبی تقریبات میں سوم (सोम) ان کا بڑا پسندیدہ مشروب تھا''۔ [۱۱۲]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم سے لے کر دورِ جدید تک ہندوؤں کے لئے مذہبی اعتبار سے سبزی واناج والی (शाकाहारी) اور گوشت والی (मांसाहारी) دونوں طرح کی غذا وخوراک جائز ورائج ہیں۔ ان دونوں قسموں کی غذاؤں کا ہم علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت تحقیقی جائزہ لیں گے تاکہ بخوبی واضح ہو جائے کہ غذا وخوراک کے سلسلے میں ہندو دھرم کا کیا موقف اور کیا نظریہ ہے؟

سبزی واناج خوری (शाकाहार)

ہندو دھرم گرنتھوں وشاستروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں مختلف قسم کی سبزیوں، پھلوں، پھولوں اور مختلف اناج وغیرہ کو غذا وخوراک کے طریقے پر کھانے کی اجازت ہے، جس میں سب سے زیادہ اہمیت وفضیلت پھلوں اور پھولوں کو حاصل ہے۔ اوراس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اکثر قدرتی طور پر خود بخود پیدا ہوتے ہیں یا کھیتی وکاشتکاری کی طرح ان کی پیداوار میں زمین یا اس میں رہنے والے جانوروں کا نقصان یا ہلاکت اور جنگلوں و چراگاہوں کی تباہی نہیں ہوتی۔ انہیں وجوہات کے پیش نظر دھرم گرنتھوں نے کاشتکاری اوراس سے پیدا اناج گیہوں، چاول، مسور، مونگ وغیرہ اور سبزی کے بمقابل جنگلات اور باغات (वाटिका) اوران سے حاصل شدہ پھلوں اور پھولوں کو غذا وخوراک کے طور پر استعمال کرنے کو اولیت دی ہے اور آج بھی ہندو دنیا (हिन्दु जगत) میں جو مقام پھلوں اور پھولوں کو حاصل ہے وہ کھانے کی دوسری اشیاء کو حاصل نہیں۔ چنانچہ رگوید میں مذکور ہے:

''वहवन्नाम पी वलाम'' ۱۱۳

(جنگلی پیڑوں سے بغیر کھیتی کے ہی بہت سی غذائیں پیدا ہوتی ہیں۔)

''स्वादोः फलस्य जग्ध्वाय'' ۱۱۴

(نجات کے طالب (मोक्षमार्गी) کو اچھے میٹھے پھلوں کو ہی خوراک بنانا چاہئے۔)

منو اسمرتی میں لکھا ہے:

पुष्प मूलफलैर्वा ऽपि केवलैर्वर्त येत्सदा।

कालपक्वैः स्वयं शीर्णैर्वेखान समते स्थितः।। ۱۱۵

(وان پرستھی (वानप्रस्थी) دھرم میں رہ کر پھل، پھول اور جڑ جو اپنے وقت پر پک کر خود ہی گریں، ان سے ہی زندگی کی گزراوقات کرے۔)

یجروید میں بیان کیا گیا ہے:

उर्जं वहन्तीरमृतं धृतं पयः कीलालं परिश्रुतम्।

स्वाधास्त तर्पयत मे पितृन।। ॥٦

(گھی، دودھ، مسری (मिश्री)، پکے ہوئے، ٹپکے ہوئے (परिश्रुत) پھل اور پانی وغیرہ طاقت آور چیزوں کو کھا پی کرائے آبا و اجداد (पितरों) آپ پرسکون (तृप्त) ہوں۔)

دھرم گرنتھوں کے علاوہ ہندو دھرم کے اوتاروں (अवतारों)، مہان دھرم گروؤں اور رشیوں (ऋषियों) کے حالاتِ زندگی سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر پھل اور پھول ہی ان کی غذا و خوراک تھے، جو ان کو بہت محبوب و مرغوب تھے۔ چنانچہ بالمیکی رامائن (बालमीकी रामायण) میں ذکر ہے کہ رام چندر بھرت (भरत) لکشمن (लक्ष्मण) اور سیتا (सीता) پھلوں کی غذا کے ذریعے ہی ریاضت کی (तपस्वी) زندگی گزارا کرتے تھے۔ گہراج (गुहराज) کے مہمان نوازی کرنے پر رام چندر کہتے ہیں:

कुशचीराजिनधरं फलमुलाशनं च माम्।

विधि प्रणिहितं धर्मे तापसं वनगोचरम्।। ॥٧

(میں کُش گھانس کا لباس (कुशीचर) پہنے ہوئے، تپسیا کرنے والے اور منیوں (मुनि) کے دھرم میں موجود صرف پھل اور پھول ہی کھا کر رہتا ہوں۔)

بھرت کا قول ہے کہ:

चतुर्दश हि वर्षाणि जटाचीर धरोम्यहम्।

फलमुलाशनो वीर भवेयं रघुनन्दन।। ॥٨

(میں چودہ سال جٹا (जटा) رکھ کر کے اور پھل، جڑ (मूल) کھا کر ہی رہوں گا۔)

لکشمن (लक्ष्मण) نے کہا ہے:

आहरिष्यामि ते नित्यं फुलानि च फलानि च।

वन्यानि च तथान्यानि स्वाहार्हाणि तपस्विनाम्।। ॥٩

(آپ کے لئے تپسیا (तपस्या) کرنے والوں جیسی جنگلی چیزیں لا کر دوں گا

اور میں بھی پھل اور پھول ہی کھا کر رہوں گا۔)

اسی طرح سیتا کہتی ہیں:

फलमूलाशना नित्या भविष्यामि न संशयः। ۱۲۰

(میں ہمیشہ پھل اور پھول کھا کر ہی رہوں گی۔)

اس طرح دھرم گرنتھوں وشاستروں کے مندرجہ بالا منتروں واشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پھل اور پھول قدیم ہندو رشیوں ومنیوں کی محبوب ترین غذاء ہے اور چودہ سال تک پھل اور پھول کھا کر بوڑھے (वृद्ध) ہی نہیں بلکہ جوان انسان بھی رہتے تھے اور جنگوں (युद्ध) میں بڑے بڑے بہادروں کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح یاب ہوتے تھے۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق کھیتی اور اس کی پیداوار سے باغ، بغیچوں، جنگلوں اور ان کے پھلوں اور پھولوں کی اہمیت زیادہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اناج وروٹی کا انتظام کرنے والے ویشیوں (वैश्यों) کو کاشتکاری کرنے کی بھی اجازت دی ہے اور ویدوں، دھرم سوتروں اور اسمرتیوں میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ ویشیوں کا کام وپیشہ ہے کھیتی باڑی کرنا اور مویشی پالنا وغیرہ۔ [۱۲۱]

کھیتی باڑی کرنے اور اناج پیدا کرنے کی اجازت وحکم ویشوں کو اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ انسان کی اہم ضرورت ہے۔ کیونکہ کھیتی سے پیدا اناج مذہبی یگوں (यज्ञ) کے کام میں آتا ہے کہ بہت سے یگ اناج سے ہی ہوتے ہیں۔ اناج چوپایوں کو بھی دیا جاتا ہے جس سے دودھ اور گھی کا حصول ہوتا ہے۔ تھوڑا بہت یگوں سے باقی ماندہ اناج پرساد (प्रसाद) کے طور پر بھی روزانہ کھانے کے لئے رکھا جاتا ہے اور مصیبت کے وقت کے بھی کام آتا ہے اور دھرم شاستروں کا بھی یہی فرمان ہے کہ اپنے لئے پکا کر اناج (अन्न) نہ کھائے لیکن یگوں سے بچا ہوا اناج کھانا چاہئے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

देवानृषीन्मनुष्यांश्च पितॄन्गृह्याश्च देवताः।

पूजयित्वा ततः पश्चाद् गृहस्थः शेषभुग्भवेत्।। ۱۲۲

(دیوتا، رشی، انسان، فوت شدہ بزرگوں اور گھر کے دیوتاؤں کا اناج وغیرہ سے پوجن کر کے باقی بچا ہوا اناج (अन्न) گھر والے (गृहस्थ) تناول کریں۔)

منو اسمرتی ادھیائے ۳ شلوک ۱۱۶ اور ۱۱۸ میں کہا گیا ہے کہ:

”پہلے برہمنوں اور اپنے نوکروں کو کھانا کھلا کر باقی جو اناج یا کھانا (अन्न) بچے وہ شوہر اور بیوی تناول کریں۔ اور جو صرف اپنے لئے ہی بھوجن بنا کر کھاتا ہے وہ اناج (अन्न) نہ کھا کر صرف پاپ کھاتا ہے۔ نیک لوگوں (सज्जनों) کے لئے تو یگ سے بچا ہوا اناج ہی بھوجن کے لئے اچھا ہے“۔

دھرم شاستروں کے علاوہ قدیم ہندوستان کی تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قدیم ہندو اناج اور سبزیاں کھایا کرتے تھے۔ ہندوستانی مؤرخ رما شنکر ترپاٹھی لکھتے ہیں کہ: ”رگویدی آریہ (आर्य) غذا میں گوشت اور ترکاریاں دونوں استعمال کرتے تھے۔ اناج کو پیسا جاتا تھا اور آٹے میں دودھ اور گھی ملا کر روٹیاں بنائی جاتی تھیں اور ان کے کھانوں میں سبزیاں اور پھل بھی شامل ہوتے تھے۔[۱۲۳]

ہسٹری آف میڈیول انڈیا میں بھی مذکور ہے کہ:

”قدیم ہندوستان کی غذا عموماً گیہوں، چاول، جوار، باجرا، دودھ، گھی اور شکر تھی۔ اور یہاں کے لوگ چاول، مٹر، پھلیاں، ارد، مسور، مچھلی اور دوسرے جانوروں کو جو خود مر گئے ہوں کھاتے تھے“۔[۱۲۴]

مندرجہ بالا دلائل و حوالہ جات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے ہندوؤں کو مختلف قسم کی سبزیوں، پھلوں اور اناج کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے جن میں سے بعض کو بعض پر کسی قدر فوقیت بخشی ہے۔

گوشت خوری (मांसाहार)

ہندو دھرم و تہذیب کی تاریخ سے باخبر اہل علم و دانش اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے ہندوؤں کو صرف اناج کھانے اور سبزی خوری (शाकाहार) کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ گوشت خوری (मांसाहार) کا بھی درس دیا ہے اور بعض صورتوں میں گوشت تناول کرنا واجب و ضروری اور نیکی (पुण्य) قرار دیا ہے۔ دورِ حاضر میں اگرچہ گوشت خوری کو ہندوؤں میں اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن سچائی یہ ہے کہ قدیم ہندوستان میں رشی، منی، دھرم گرو اور اکثر لوگ گوشت

خور (मांसाहारी) تھے۔ اور یگ، بلی اور شرادھ کے نام پر مختلف جانور و چوپائے ذبح کئے جاتے تھے جن کو برہمن، پنڈت اور پجاری سے لے کر عام لوگ تک بڑے شوق سے تناول کرتے تھے۔ قدیم ہندوستانی تہذیب وتمدن کی تاریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رگویدی زمانہ ہو یا اتر ویدی زمانہ، مہاراج موریئے کا دور (मौर्यकाल) ہو یا شُنگ دور (शुंगकाल)، مہاراجہ اشوک کا وقت ہو یا برہمن راجہ پشیامتر (पुष्यामित्र) کا وقت، راجہ سمدرگپت (समुद्र गुप्त) کی سلطنت ہو یا راجہ کمار گپت کی سلطنت، گپت کا زمانہ (गुप्त काल) ہو یا ہرش کا زمانہ (हर्षकाल)، کم وبیش ہر دور میں گوشت خوری جائز ورائج تھی۔ [125] خاص طور سے مہاتما بدھ (महात्मा बुद्ध) کے قبل گوشت کا بہت رواج تھا، جین اور بودھ دھرم (बौद्ध धर्म) کے اثر سے رفتہ رفتہ اس کا اثر کم ہوتا گیا۔ ہندو دھرم کے عروج ثانی کے وقت جب بہت سے بودھ ہندو ہوئے اور سبزی خوری اور عدمِ ظلم وقتل (अहिंसा) کا تصور اپنے ساتھ لائے یا سبزی خوری کی وجہ سے بودھ دھرم کے پیروکاروں کو برہمنوں، پنڈتوں اور ہندو دھرم کے پیروکاروں کے بمقابل سماج میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا تو ہندو دھرم میں گوشت خوری گناہ سمجھی جانے لگی اور گوشت سے لوگوں کو نفرت ہو گئی۔ لیکن دھرم شاستروں میں چونکہ گوشت خوری کی اجازت دی گئی ہے اور شرادھ میں گوشت نہ کھانے والے برہمن کو گنہ گار بتایا گیا ہے، گوشت سے مہمان نوازی کرنے پر ثواب (पुण्य) مقرر کیا گیا ہے، لہٰذا انہیں فرامین کے پیش نظر رفتہ رفتہ گوشت خوری کا ذوق پھر سے پیدا ہونا شروع ہو گیا اور برہمنوں، پجاریوں اور عام ہندوؤں نے گوشت کھانا شروع کر دیا اور برہمن، چھتری، ویش اور شودر سبھی گوشت کھانے لگے۔ [126]

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم میں گوشت خوری ایک ایسی زندہ حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہندو دھرم کے کچھ فرقوں (सम्प्रदाय) اور کچھ دھرم گروؤں کو چھوڑ کر باقی سبھی فرقوں اور پیشواؤں نے گوشت خوری کو جائز سمجھا ہے اور بڑے شوق سے گوشت استعمال کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے دھرم گرنتھ وید، پران، اپنشد، براہمن گرنتھ، دھرم شاستر، اسمرتی، دھرم سوتر، مہابھارت اور رامائن کے مطابق گائے، بیل، بچھڑا، بھینس، گھوڑا، بھیڑ، بکرا، دریائی جانور، ہرن، پانچ ناخن والوں میں سیہی، گینڈا، کچھوا، گوہ، خرگوش، گھوڑا، اونٹ، مور، مرغ، مچھلی، ٹڈی، سؤر،

نیل گائے، نیول اور کتے جیسے بہت سے جانوروں کا گوشت تناول کیا ہے۔ چنانچہ کتے کے گوشت کا تذکرہ کرتے ہوئے رگوید (ऋगवेद) میں بیان کیا گیا ہے:

अवर्त्या शुन आन्त्राणि पेचे न देवेषु विविदे मार्डितारमः।

अपशयं जायाम महोमायानायामधा मेंश्येनो जभार ।। ۱۲۷

(وام دیو! چونکہ میں نے دوسرے دیوتاؤں میں سے کسی کو آرام میں نہیں دیکھا اس لئے میں نے مجبور ہوکر کتے کی آنتیں پکائیں، میں نے اپنی بیوی کو بے عزت ہوتے دیکھا تب اندر باز پرندے کی طرح اڑ کر میرے لئے سوم رس لے آیا۔)

وامدیو رشی (वामदेव ऋषि) کے ذریعے کتے کا گوشت کھانے کا ذکر منو اسمرتی میں اس طرح کیا گیا ہے کہ "دھرم اَدھرم (धर्म अधर्म) کو جاننے والے وام دیو رشی نے جان کی حفاظت کے لئے بھوک سے نڈھال ہوکر کتے کے گوشت کو کھانے کی خواہش کی اور اس پاپ سے وہ گنہ گار نہیں ہوئے۔"[۱۲۸]

اسی طرح وشوامتر (विश्वामित्र) رشی کے بارے میں لکھا ہے کہ "حلال اور حرام (धर्म-अधर्म) کے جاننے والے وشوامتر رشی بھوک سے بے جان ہوکر چانڈال کے ہاتھ سے کتے کی ران کا گوشت لے کر کھانے کو تیار ہوئے"۔[۱۲۹]

ہندو دھرم گرنتھوں نے ۲۴ اوتاروں میں مہاتما بدھ (महात्मा बुद्ध) کو بھی ایک اہم ہندو اوتار مانا ہے۔ ان کے بارے میں مذکور ہے کہ "۸۰ سال کی عمر میں مہاتما بدھ کے ذریعہ اپنے شاگرد چند (चुंद) کے یہاں سور (सुअर) کا گوشت کھالینے سے پیچش (अतिसार) کا مرض ہو گیا۔ بیمار ہونے کے بعد بھی بدھ نے پاوا سے کشی نارا کا سفر کیا۔ ۴۸۳ قبل مسیح میں یہاں بدھ کو (महापरिनिर्वाण) حاصل ہوا اور یہیں پر انہوں نے سبدھ (सुभद) نامی شخص کو ہدایت و نصیحت کر کے آخری شاگرد (शिष्य) بنایا۔[۱۳۰]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے مجبور اور جان بچانے کی خاطر دھرم گروؤں اور رشیوں کے کتے اور سور کا گوشت کھانے کا ثبوت ملتا ہے لیکن بغیر مجبوری اور عادت و رغبت کے طور پر گوشت

خوری اور اس کے جواز کے حوالے بھی ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ رگوید میں دیوتاؤں کے لئے بیل کا گوشت پکانے کے کئی ثبوت ملتے ہیں۔ مثلاً رگوید (۱۰-۸۶-۱۴ اور ۱۰-۸۳-۱۴ اور ۱۰-۲۷-۲) میں اندر (इन्द्र) دیوتا کہتا ہے کہ وہ میرے لئے پندرہ، بیس بیل پکاتے ہیں، انہیں کھا کر میں موٹا ہوتا ہوں۔ رگوید (۱۰-۹۱-۱۴) میں آیا ہے کہ اگنی (अग्नि) دیوتا کے لئے گھوڑوں، بیلوں، سانڈوں، بانجھ گائیوں اور بھیڑوں کی بلی دی گئی۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۴ منتر ۹۲ میں ہے ''جو گائے اپنے جسم کو دیووں کے لئے بلی دیا کرتی ہے جن گائیوں کی آہوتیاں سوم جانتے ہیں، اے اندر! گائیوں کو دودھ اور بچے سے بھرپور کر کے ہمارے لئے بھیج دے۔ رگوید (۱۰-۸۵-۱۳) میں بیان کیا گیا ہے کہ لڑکی کی شادی کے موقع پر بیلوں اور گائیوں کی بلی کی جاتی تھی۔ رگوید (۶-۱۷-۱) میں کہا گیا ہے کہ اندر نے گائے، بچھڑا، گھوڑا اور بھینس کا گوشت کھانے کے لئے استعمال کیا ہے۔ ایتریئے براہمن (۶-۸) میں لکھا ہے کہ گھوڑا، بیل، بکرا اور بھیڑ بلی (बलि) کے جانور ہیں لیکن بجڑا شدہ جانور، گورمرگ (गौर मृग)، گائے، اونٹ اور آٹھ پیروں والے جانور (शरभ) کی نہ تو بلی ہو سکتی ہے اور نہ وہ کھائے جا سکتے ہیں۔ شت پتھ براہمن (۱۱-۷-۱-۳ یا ۱۱-۱۴-۱-۳) نے آگاہ کیا ہے کہ گوشت سب سے اچھی غذا ہے۔ [۱۳۱] مہشری یا گولکیہ نے شتھ پتھ براہمن (۳-۱-۲-۲۱) میں کہا ہے کہ ''میں گائے کا گوشت کھاتا ہوں کیوں کہ یہ بہت نرم اور لذیذ ہے۔ اتھروید (۹-۶-۴۰-۴۲) میں کہا گیا ہے کہ جو گوشت کا اپسیچن (उपसेचन) یعنی کھانا تیار کر کے مہمانوں کو پیش کرتا ہے اس کو بارہ دنوں میں ختم ہونے والے یگ (यज्ञ) کا پھل ملتا ہے۔ آپستنب دھرم سوتر (۲-۱۶-۲۵، ۷-۱۷-۳۲-۷) میں بیان کیا گیا ہے کہ ''شرادھ میں گائے کا گوشت کھلانے سے مرے ہوئے لوگ (पितर) ایک سال کے لئے پرسکون (तृप्त) ہو جاتے ہیں، بھینس کا گوشت کھانے سے وہ اس سے بھی زیادہ وقت کے لئے سیراب ہو جاتے ہیں۔ یہی اصول و ضابطہ جنگلی جانور خرگوش اور پالتو جانور بکرا بکری کے لئے ہے۔ اور گینڈے کی کھال پر بیٹھا کر گینڈے کا ہی گوشت کھلایا جائے تو مرے ہوئے لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پرسکون ہو جاتے ہیں۔ یہی بات شنتولی مچھلی کے گوشت کے سلسلے میں ہے۔ وشنو دھرموتر پران (विष्णु)

(धर्मोत्तर पुराण) کے منتر (١-١٤٠-١٤٩،١٥٠) میں ذکر ہے کہ جو شخص شرادھ یعنی مرے ہوئے لوگوں کی خوشحالی (तृप्ति) وسکون کے لئے منعقد کی گئی مجلس میں کھانا تناول کرنے والوں کی صف (पंक्ति) میں پیش کئے گئے گوشت کو نہیں کھاتا ہے وہ نرک (नरक) میں جاتا ہے۔ کورم پران (कूर्म पुराण) کا قول ہے کہ جو برہمن یگ اور شرادھ میں گوشت نہیں کھاتا ہے وہ ذلیل اور کمینہ ہوتا ہے۔[١٣٢]

برھدارنے اپنشد (ब्रहदारण्य उपनिपद) میں مذکور ہے:

अथ य इच्छेत्पुत्रे मे मंडितो विगीतः समितिंगमः

शुश्रूपितां वाचं भापिथा जायेत सर्वान्वेदान नुब्रुवीत

सर्वमायुरियादिति मां सौदनं पाचयित्वा सर्पिष्मंतमश्नी

यातामीश्वरौ जनयितवा औक्षण वार्पभेण वा.। ١٣٣

(اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میرا بیٹا مشہور عالم (विद्वान) محفل میں جانے کے لائق، اچھا خطیب، ویدوں کا عالم اور سو سال کی عمر والا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ دونوں میاں بیوی بیل یا سانڈ کے گوشت میں چاول پکا کر اور گھی ملا کر کھائیں۔)

اس منتر کے بعض الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے قدیم شنکر آچاریہ شارح (प्राचीन शंकराचार्य भाष्यकार) نے کہا ہے کہ ''औक्षेण'' کے معنی ہیں ''उक्षा'' کے گوشت سے۔ ''उक्षा'' کا مطلب ہے حمل ٹھہرانے کے لائق (गर्भाधान करने में समर्थ बैल) بیل، بچھڑا، اس کا گوشت اور ''ऋषभ'' اس سے بھی زیادہ عمر کے بیل یا بچھڑے کو کہتے ہیں۔ اور اس کے گوشت کو ''आर्पभ मांस'' کہتے ہیں۔

دھرم گرنتھوں ودھرم شاستروں کے مندرجہ بالا منتروں و اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ قدیم رشی، منی، گرو اور دیوتا بڑی رغبت وشوق سے گوشت کھاتے تھے اور یگ، شرادھ اور بلی کے طور پر عام طور سے مختلف جانور ذبح کئے جاتے تھے۔

یگ اور بلی میں کون سے جانور کس طرح ذبح کئے جاتے تھے، ان کا کیا حال ہوتا تھا، گوشت کی تقسیم کس طرح کی جاتی تھی، کس کو کیا دیا جاتا تھا، کس ہتھیار سے کس طرح بلی دی جاتی

تھی اور گوشت کہاں کس چیز پر رکھا جاتا تھا؟ ان تمام باتوں کو شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राह्मण) کے منتر (۱۳-۱-۱-۱-۱، ۲)، منتر (۱۳-۱-۶-۱-۱)، منتر (۱۳-۲-۲-۲-۲)، منتر (۱۳-۲-۲-۱۰)، منتر (۱۲-۲-۲-۱۰)، منتر (۱۳-۲-۲-۱۶)، منتر (۱۳-۲-۶-۸)، منتر (۱۳-۳-۱-۱، ۲)، رگوید کے منتر (۱-۱۶۲-۹) اور یجر وید کے ادھیائے ۲۲، منتر ۳، ۴، ۱۹، ادھیائے ۲۳ منتر ۱۵، ۱۶، ۱۷، ادھیائے ۲۴ منتر ۱ اور ادھیائے ۲۵ کے منتر ۴، ۲۴ اور ۲۵ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یجر وید میں لکھا ہے:

अग्नेः पक्षतिर्वायोर्निपक्षति रिंद्रस्य तृतीया सोमस्य चतुर्थ्यदित्यौ
पंच मींद्राण्यै षष्ठी मरूतां सप्तमी ब्रहस्पतेरष्टम्यर्यम्णो नवमी
धातुर्दशमींद्रस्यैकादशी वरूणस्य द्वादशी यमस्य त्र्योदशी. [۱۳۴]

(اس منتر میں گوشت کی تقسیم کا اصول بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ پہلی پسلی اگنی کی ہو، دوسری وایو کی، تیسری اندر کی، چوتھی سوم کی، پانچویں ادتی (अदिति) کی، چھٹی اندرانی کی، ساتویں مروت دیوؤں کی، آٹھویں برہسپتی کی، نویں اریما (अर्यमा) کی، دسویں دھاتا کی، گیارہویں پھر اندر کی اور بارہویں ورون (वरूण) کی اور تیرہویں یم (यम) کی۔)

یگ و بلی کے جانور کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے یجر وید کہتا ہے کہ:

न वा उ एतंम्रियसे न रिष्यसि, देवान इदेषि पथिभिः सुगाभेः,
यत्रसते सुकृतो यत्रते ययुस्तत्र त्वादेवः सविता दधातु, [۱۳۵]

(اے بلی یا یگ کے گھوڑے! نہ تو مرتا ہے، نہ تکلیف پاتا ہے، تو بہترین اچھے راستوں سے دیوؤں کے پاس جاتا ہے جہاں مہان و عظیم روحیں گئی ہیں، اور جہاں رہتے ہیں وہیں یہ مہان دیوتا تجھے مقام دیں۔)

ویدوں، برہمن گرنتھوں، اپنشدوں اور پرانوں کے علاوہ مہابھارت اور بالمیکی رامائن سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوشت خوری جائز ہے اور ان کے دور میں یگ، بلی اور شرادھ میں چوپائے وغیرہ ذبح کئے جاتے تھے۔ مہابھارت (महाभारत) میں چھتریوں اور برہمنوں کی گوشت

خوری (मांस भक्षण) کا کافی چرچا ہے۔ چنانچہ ون پرو (۵۰-۴) میں لکھا ہے کہ پانڈووں نے بنا زہر میں بجھائے تیروں سے ہرن مارے اوران کا گوشت برہمنوں کو دینے کے بعد خود کھایا۔ سبھا پرو (۴-۱، ۲) میں ہے کہ یدھشٹر (युधिष्ठर) نے مئے سبھا (मय सभा) کے افتتاح کے موقع پر دس ہزار برہمنوں کو جنگلی سور (सूअर) اور ہرنوں کے گوشت بھی کھانے کو دیئے۔ انوشاسن پرو (۸۸-۵)، شلپ پرو (۴۱-۸ تا ۱۳) اور ون پرو (۲۰۸-۸ تا ۱۰) میں بھی گوشت خوری کا تذکرہ ہے بلکہ شانتی پرو (۲۶-۱۷۹) میں راجہ رنتی دیو (रन्ति देव) کے ذریعے کچھ موقعوں پر بیس ہزار ایک سو گائیں اور درونڑ پرو (द्रोण पर्व) ادھیائے (۶۷-۱۲ تا ۱۸) میں اکیس ہزار گائیں ذبح کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح بالمیکی رامائن (۱-۱۴-۲۱ تا ۳۶)، (۱۰-۴۲-۱۸ تا ۲۱)، (۲-۵۶-۲۲ تا ۳۱) اور (۲-۹۶-۱ تا ۲) میں گوشت خوری کا ذکر ہے بلکہ بالمیکی رامائن (۴-۱۸-۶۹ تا ۷۰) میں رام چندر جی کا کہنا ہے کہ جانوروں کا شکار کرنا اوران کا گوشت کھانا کوئی پاپ نہیں ہے۔ رام چندر، لکشمن اور سیتا کی گوشت خوری کے بارے میں بالمیکی رامائن میں لکھا ہے کہ:

पाययामास काकुस्थः शचीमिव पुरन्दरः।

मांसानि च सुमिष्ठानि फलानि विविधानि च।। ۱۳۷

(راجہ کاکستھ (काकुस्थ) کی نسل میں پیدا رام چندر نے سیتا جی کو ہاتھ پکڑ کر پاک میریئے نامی شراب پلائی جیسے اندر شچی کو پلاتے ہیں۔ نوکر بہترین پکائے ہوئے مختلف قسم کے گوشت اور پھل رام چندر کے کھانے کے واسطے لے آئے۔)

सराघट सहस्रेण मांसं भूतौदनेन च।

यक्ष्ये त्वां प्रीयतां देवि पुरीं पुनरूपागता।। ۱۳۸

(سیتا جی کہتی ہیں کہ اے گنگا (गंगे) اگر میرے شوہر میرے اور اپنے بھائی لکشمن کے ساتھ بنواس (वनवास) سے بخیریت واپس آجائیں گے تو میں اپنی نگری میں پہنچ کر شراب کے ہزاروں گھڑوں اور گوشت (मांस) ملا کر تیار کئے ہوئے بھات سے تمہاری پوجا کروں گی۔)

رام اور لکشمن کے شکار کا خاکہ پیش کرتے ہوئے بالمیکی رامائن کا کہنا ہے:

रामो ऽपिसहसोमित्रिर्वनं यात्वा सुवीर्यवान्।

स्थूलान हत्वा महारोही ननुतस्तार तं द्विजम्।।

रोहिमांसान्स चोद्धृत्य पेशी त्वा महायशाः।

शकुनाय ददौ राको रम्ये हरितशाद्वले।। ۱۳۹

(طاقت ور اور بڑے نیک رام چندر نے لکشمن کے ساتھ ون میں جا کر خوب موٹے موٹے اور بڑے بڑے ہرنوں کو مارا اور ان کا گوشت چھڑایا اور اس گوشت کے پنڈ (पिण्ड) بنائے۔ ان پنڈوں کو مرے ہوئے (दिवंगत) جٹایو پرندے کی آتما کی شانتی کے لئے خوبصورت ہریالی پر بکھیر دیا۔)

گوشت خوری اور شرادھ، یگ اور بلی میں مختلف جانوروں کی قربانی کے تعلق سے وید (वेद)، پران (पुराण)، اپنشد (उपनिपद)، برہمن گرنتھ (ब्राहमण ग्रंथ)، مہابھارت (महाभारत) اور رامائن کی روشنی میں جو تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے، اس کی وضاحت مختلف اسمرتیوں (स्मृतियों) بالخصوص منو اسمرتی سے بھی ہوتی ہے، جو کہ دھرم گرنتھوں میں ہندوؤں کے مذہبی وسماجی آئین و دستور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسمرتیوں میں گوشت خوری کے جواز کے اصول اور شرادھ و یگ میں جانوروں کی بلی کا نظام بہت واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے: چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

नात्तादूष्यत्यदन्नद्यान् प्राणिनो ऽहन्यहन्वपि।

धात्र वसृष्टाहयाद्याश्च प्राणिनो ऽत्तार एव च।। ۱۴۰

(کھائے جانے والے جانوروں کو روزانہ کھانے سے انسان پاپی نہیں ہوتا کیونکہ ایشور (विधाता) نے ہی کھائے جانے والے جانور اور کھانے والے بنائے ہیں۔)

ادھیائے ۵، اشلوک ۲۸ میں کہا گیا ہے کہ:

''ایشور (प्रजापति) نے یہ تمام کھانے کے لائق چیزیں جسم رکھنے والے حیوانوں (जीव) کے لئے بنائی ہیں۔ چوپائے اور اناج وغیرہ یہ سب جانداروں کی خوراک ہیں، اس لئے

جانداروں کی حفاظت کے لئے گوشت (मांस) کھانا چاہئے۔

اسی ادھیائے کے اشلوک ۳۲،۲۱ میں منومہاراج کہتے ہیں:

यज्ञाय जग्धिर्मांसस्यप देवो विधिः स्मृतः।

अतो ऽन्यथाप्रवृत्तिस्तु राक्षसो विधिरुच्यते।।

क्रीत्वा स्वयं वाप्युत्पाद्य परोप तमेव वा।

देवान् पितृंश्चार्चयित्वा खादन्मांसं न दुष्यति।। ۴۱

(یگ کے لئے گوشت کھانا خدائی ضابطہ (देव विधि) کہا گیا ہے اور بغیر یگ کے گوشت کھانا شیطانی طریقہ (राक्षस विधि) کہا گیا ہے۔ خرید کر یا خود سے پیدا کر کے یا اور کسی کا لا کر دیا ہوا گوشت دیوتاؤں اور آباؤ اجداد کو دے کر باقی بچے گوشت کو کھائے تو گناہ نہیں ہوتا۔)

مہرشی ویاس (महर्षि व्यास) بھی اس سے ملتی جلتی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

नाश्नीयाद ब्राहमणो मांसमनियुक्तः कथंचन।

क्रती श्राद्धे नियुक्तोवा अनशन् पतित द्विजः।।

मृगयोपार्जितं मांसमभ्यर्च्य पितृदेवताः।

क्षत्रियो द्वादशांश च क्रीत्वा वैश्यो ऽपि धर्म्मतः।। ۴۲

(شرادھوں میں بغیر شامل ہوئے برہمن گوشت خوری ہرگز نہ کرے لیکن یگ اور شرادھ (श्राद्ध) میں شامل ہو کر برہمن اگر گوشت نہ کھائے تو وہ ذلیل (पतित) ہوتا ہے۔ چھتری شکار کر کے لائے ہوئے گوشت سے فوت شدہ آباواجداد (पितरों) اور دیوتاؤں کو پوج کر آپ بھی کھائے اور اس کے بارہویں حصے کو خرید کر اگر ویش بھی کھائے تو دھرم ہی ہے۔)

اسی طرح جو حلال (भक्ष्य) گوشت نہیں کھاتا منومہاراج اس کو تنبیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

नियुक्तस्तु यथानवार्ये यो मांसनान्ति मानव।

स प्रेत्य पशुता याति समवानेक विशतिम्।। ۴۳

(دھرم گرنتھوں کے مطابق جو گوشت حلال (शुद्ध) ہے، اس کو جو شخص نہیں کھاتا ہے وہ پرلوک (परलोक) یعنی مرنے کے بعد ۲۱ جنم تک جانور ہی رہتا ہے۔)

وششٹھ دھرم سوتر (۱۱-۳۴) میں لکھا ہے کہ اگر ایک برہمن شرادھ کے موقع پر پیش کردہ گوشت کھانے سے منع کرتا ہے تو وہ نرک میں جاتا ہے۔

منواسمرتی میں شرادھ اور یگ کے علاوہ بھی گوشت خوری کی اجازت دی گئی ہے لیکن شرادھ اور یگ کے نام پر اس قدر جانوروں کی بلی اور گوشت خوری کی ہدایت کی گئی ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ ادھیائے ۳ اشلوک ۱۲۳ میں تعلیم دی گئی ہے کہ پنڈت لوگ فوت شدہ آباؤ اجداد کی ارواح کی تسکین کے لئے اس زمانے میں شرادھ کو ضروری کہتے ہیں لہٰذا کوشش کے ساتھ شرادھ گوشت کے ذریعے کرنا چاہئے۔ کس جانور کے گوشت سے کتنے وقت تک آباؤ اجداد کی روحوں کو سکون ملتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ادھیائے ۳ اشلوک ۲۶۸ تا ۲۷۰ میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''مچھلیوں کے گوشت سے دو ماہ، ہرن کے گوشت سے تین ماہ، بھیڑ کے گوشت سے چار ماہ اور کھائے جانے والے پرندے کے گوشت سے پانچ ماہ تک آباؤ اجداد کو سکون (तृप्ति) ملتا ہے۔ بکرے کے گوشت سے چھ ماہ، مختلف ہرن کے گوشت سے سات ماہ، آٹھ ماہ، نو ماہ تک تسکین ملتی ہے۔ جنگلی سور اور جنگلی بھینسے کے گوشت سے دس ماہ اور کچھوے کے گوشت سے گیارہ ماہ تک پر سکون رہتے ہیں''۔

ہندو دھرم گرنتھوں نے عام زندگی اور شرادھ، یگ اور بلی کی صورت میں جن جانوروں کا ذبح کرنا اور ان کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے ان کی طویل فہرست ہے، اختصار کے پیشِ نظر ہم اس سے گریز کر رہے ہیں۔ منواسمرتی میں بھی بہت سے حلال (भक्ष्य) جانوروں کا تذکرہ ہے جن میں سے چند کا ذکر کرتے ہوئے منو مہاراج کہتے ہیں:

> ''پانچ ناخن والوں میں سیدھ (सेधा)، سیہی، گوہ، گینڈا، کچھوا، خرگوش اور

ایک کھر اور دانت والے جانوروں میں اونٹ کو چھوڑ کر بکرے وغیرہ حلال ہیں''۔ [144]

ان کے علاوہ اشلوک ۱۱ سے لے کر ۱۷ تک، بیل، مچھلی جیسے اور بھی چند جانوروں کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ [145]

اس طرح دھرم گرنتھوں اور دھرم شاستروں کے منتروں و اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ گوشت خوری ہندو دھرم میں جائز و مستحسن ہے اور قدیم زمانے سے ہندو رشی، منی، دیوتا، اوتار اور عام لوگ اس پر عمل کرتے رہے ہیں اور انتہائی رغبت و شوق سے گوشت کو بطور غذا استعمال کرتے رہے ہیں۔ (۱۴۵ ب)

ہندو دھرم کے عظیم مبلغ و مفکر سوامی وویکانند انہیں حقائق و دلائل کے پیش نظر لکھتے ہیں کہ:

''تمہیں جان کر یہ تعجب ہوگا کہ قدیم ہندو سنسکاروں اور رسموں کے مطابق ایک آدمی ایک اچھا ہندو نہیں ہوسکتا جو گائے کا گوشت نہ کھائے۔''

(The complete works of Swami Vivekanand V-3 Page 536)

مشہور مصنف جناب مکندی لال اپنی کتاب "Cow slaughter Horns of a dilamma Page 18" میں لکھتے ہیں:

''قدیم ہندوستان میں گائے کا قتل جشن اور تقاریب کے موقع پر نیک (शुभ) مانا جاتا تھا۔ دولہن اور دولہا لال بیل کی کھال پر بیٹھتے تھے اور لال بیل کی کھال کو ویدی (वेदी) کے سامنے بیٹھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

مشہور مؤرخ آر. سی مضموں دار کے ذریعے مرتبہ کتاب ''بھارتئے لوگوں کے اتہاس اور سنسکرتی'' میں لکھا ہے کہ:

''مہابھارت میں کہا ہے کہ راجا رنتی دیو دو ہزار دیگر چوپایوں اور ساتھ میں دو ہزار گائیوں کو روزانہ معمول سے ان کا گوشت دینے کے لئے ذبح کرتے تھے۔'' (بھارتئے لوگوں کے اتہاس اور سنسکرتی، جلد دوم، صفحہ ۵۷۸، بھارتئے ودھیا بھون، ممبئی)

مہاتما گاندھی کہتے ہیں کہ ''اہل علم ہمیں بتاتے ہیں کہ گائے کی بلی یا قربانی ویدوں میں مذکور ہے میں نے سنسکرت میں پڑھا ہے کہ زمانہ قدیم میں برہمنوں نے گائے کا گوشت کھانے کے لئے استعمال کیا۔ (ہندو دھرم، ص: ۱۲۰، ایم کے گاندھی)

پروفیسر شری دھرمورتی مشہور کتاب "Ramayana Last Word" سے درج ذیل حقائق تحریر فرماتے ہیں:

★ جب رام بھردواج رشی کے آشرم پہنچے تو رشی نے ان کا استقبال کیا اور اپنے چیلوں سے کہا کہ رام کو پاک صاف ہونے کے لئے پانی لائیں اور مدھو پرک (मधुपरक) تیار کرنے کے لئے ایک گائے لائیں۔ مدھو پرک ایک ایسا پکوان ہے جو گائے کے گوشت سے تیار ہوتا ہے۔

★ وید (شروتی) کے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ برہمن عام طور پر گائے کا گوشت کھاتے تھے۔

★ جانے مانے مؤرخ ڈی ڈی کوسمبی لکھتے ہیں کہ وید کے دور کے برہمن گائے کا گوشت کھا کھا کر موٹے تازے ہوتے تھے۔

★ عزت دیئے گئے مہمان کو ''گوگھنا'' کہتے ہیں جس کے لفظی معنی ''گائے کے قاتل'' کے ہیں۔ یہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے کھانے کے لئے گائے کے گوشت کا پکوان تیار کیا جاتا تھا۔

★ وی آر نارلا نے اپنی کتاب ''جابالی'' میں جس کو ''رامائن پر ''حرفِ آخر'' کے نام سے چھپوایا گیا ہے لکھتے ہیں:

> ''ہرنیہ کوشیتکا سترا اور اپاستھمبا گرھیہ سوترا کے مطابق مہمانوں کی سب سے اچھی میزبانی ''مدھو پرک'' سے ہونی چاہئے جو گائے کے گوشت سے تیار کی جاتی ہے۔''

★ پتانجلی مہارشی نے کہا ہے کہ جب تک گائے کا گوشت نرم نہ ہو کھایا نہ جائے۔ ان کی نظر میں گائے کی ران کا گوشت سب سے اچھا ہے۔

★ اگستھ رشی نے ڈنڈا کارنیہ میں رام کی میزبانی ایک یگنہ کے ذریعے کی جس میں ایک سو (۱۰۰) سانڈ ذبح کئے گئے۔

(Ramayana Last Word P.38 to 42 - ہندوستان میں گائے کی سیاست، ص ۴ر۵)

پروفیسر کینچا الیا کہتے ہیں کہ'' گائے کا گوشت صرف مسلمان اور عیسائی نہیں کھاتے، رمضان کے مہینے میں حیدرآباد میں بکرے اور گائے کے گوشت کا جو حلیم پکایا جاتا ہے وہ مسلمان مغرب کے بعد کھاتے ہیں لیکن ساڑھے چار بجے سے یعنی سہ پہر سے دوسری ذاتوں کے لڑکے کھانا شروع کردیتے ہیں۔ اور ان میں برہمن بھی ہوتے ہیں۔ گائے کے گوشت پر پابندی دراصل اونچی جاتیوں کے تمدن کو دوسروں پر ٹھونسنا ہے۔ اور ڈاکٹر امبیڈکر نے فوراً ہی اس کے خلاف تحریک چلادی تھی۔ (ہندوستان میں گائے کی سیاست، ص ۹/ ۱۰)

(Food Fanda Mentalism TAGS/24346 Dated:19-03-2014)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا حقائق اور ہندو مفکرین و محققین کے شواہد کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ قدیم ہندوستان میں لوگ دیگر جانوروں کے علاوہ گائے بھی ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت تناول کرتے تھے۔ جب کہ پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:'' گائے کا دودھ پیو اس میں غذا و شفاء ہے، گائے کا گھی کھاؤ اس میں غذا و شفاء ہے، گائے کے گوشت سے بچو، پرہیز کرو اس لئے کہ اس میں بیماری ہے۔ (حدیث)

نوٹ: ہندو مذہبی کتب اور ہندوستانی تاریخ میں گوشت خوری اور گئو کشی کے تعلق سے کثیر حوالہ جات اور دلائل موجود ہونے کے باوجود قارئین سے ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں اپنے ملک کے دستور و آئین اور عدلیہ کا ہر ممکن لحاظ رکھنا چاہئے اور ملک میں بقائے امن، باہمی محبت و بھائی چارے کی خاطر گائے اور بیل کے ذبیحہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ نقض امن و شانتی اور مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچنے کی صورت میں اسلامی شریعت کی رو سے یہ ہمارے لئے قطعاً جائز نہیں ہے۔ (ڈاکٹر محمد احمد نعیمی)

ممنوع غذا و خوراک (वर्जित भोजन पदार्थ)

یہ سچ ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے اپنے پیروکاروں (अनुयायी) کو مختلف اناج، سبزی، پھل، پھول اور گوشت وغیرہ کھانے کی مکمل اجازت دی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا غذا و خوراک کی اقسام میں بعض اشیاء ایسی بھی ہیں جو ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ اسی طرح کچھ

کھانے (भोजन) ایسے ہیں کہ جن کو کھانے سے روکا گیا ہے۔ کون سی سبزیاں، اناج اور گوشت نہ کھائے جائیں، کن کھانوں سے اجتناب کیا جائے اور کس جگہ نہ کھایا جائے؟ اس تعلق سے دھرم گرنتھوں اور دھرم گروؤں نے بہت سے احکام و اصول بیان فرمائے ہیں۔ ساگ، سبزی اور ترکاری کے بارے میں ان کا ماننا ہے کہ ''زمانۂ قدیم سے ہی کچھ ساگ، سبزیاں ممنوع قرار دی گئی ہیں، چنانچہ آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۱۷-۲۵، ۲۷) کا کہنا ہے کہ وہ تمام سبزیاں جن سے شراب نکالی جاتی ہے، جیسے لال لہسن، پیاز، کالا لہسن اور وہ ترکاریاں (भाजियां) جنہیں شریف اور مہذب لوگ (भद्र) نہیں کھاتے، کھانے کے استعمال میں نہیں لائی جانی چاہئیں۔ گوتم دھرم سوتر (۱۷-۲-۳۲-۳۳) میں لکھا ہے کہ پیڑوں کی کومل پتیاں، لہسن، کگرمتا (कुकुरमुत्ता)، پیڑوں کی رال اور چھال سے جو لال مادہ (स्राव) نکلتا ہے یہ سب ممنوع (वर्जित) ہیں۔ وسشٹھ دھرم سوتر (۱۴-۳۳) میں مذکور ہے کہ لہسن، پیاز، شلجم، پیڑ کا مادہ اور چھال سے نکلا لال جھاگ نہیں کھانا چاہئے۔ منو اسمرتی (۵-۵، ۶) کی تعلیم ہے کہ لہسن، پیاز، شلجم، کگرمتا، ناپاک مٹی سے پیدا ہوئیں سبھی طرح کی سبزیاں، پیڑ کا لال مادہ اور لال جھاگ کو غذا نہیں بنانا چاہئے۔ لہسن و پیاز ایسی سبزیاں ہیں کہ جن کو سبھی نے بالاتفاق ممنوع ٹھہرایا ہے لیکن دوا کے طور پر ان کو بھی استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔[۱۴۶]

سبزیوں اور ترکاریوں کے علاوہ بعض اناج کو بھی دھرم گرنتھوں نے ممنوع مانا ہے۔ چنانچہ آپستنب دھرم سوتر (۲-۸-۱۸-۲) نے شرادھ (श्राद्ध) میں اڑد (माष) جیسے کالے اناج کو استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ ہندو دھرم کے بعض محققین نے خاص موقعوں پر ماش (माष) کو ممنوع مانا ہے اور لکھا ہے کہ جب یہ واضح ہے کہ اڑد نہیں کھانا چاہئے تو اس کو دوسرے اناجوں کے ساتھ ملا کر بھی نہیں کھانا چاہئے۔ راج ماش (राजमाष)، موٹی مونگ (स्थूल मुद्ग) اور مسور وغیرہ کو بھی ممنوع مانا گیا ہے۔[۱۴۷] اسی طرح جن چیزوں کی چکنائی نکال لی گئی ہو ان کو بھی منومہاراج نے کھانے سے منع کیا ہے۔ منو اسمرتی میں ہے:

''न भुन्जीतोद्घृत स्नेहं''،[۱۴۸]

(جس چیز کی چکنائی (घृतस्नेह) نکال لی گئی ہو اس کو نہ کھائے۔)

ممنوعہ گوشت کے تعلق سے جب ہم ہندو دھرم گرنتھوں وشاستروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں بہت سے جانوروں کا گوشت غذا وخوراک کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن بعض جانور ایسے بھی ہیں کہ جن کا گوشت کھانا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۱۷-۲-۳۲-۳۴)، وسشٹھ دھرم سوتر (۱۴-۸-۴۸)، وشنو دھرم سوتر (۵۱-۲۹، ۳۱) اور منو اسمرتی (۵-۱۱، ۱۴) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''کچا گوشت کھانے والے پرندے (گدھ، چیل وغیرہ)، پپیہا (चातक) طوطا، ہنس، دیہاتی پرندے (کبوتر وغیرہ)، بگلہ یا بل کھود کر اپنا بھوجن تلاش کرنے والے پرندے ممنوع مانے گئے ہیں لیکن جنگلی مرغ اور تیتر جائز ہیں''۔

دریائی جانوروں کے بارے میں آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۳۶-۳۷) کا ماننا ہے کہ مگر یا گھڑیال ممنوع ہے۔ اور سانپ کی طرح سر والی مچھلی، نعش کھانے والی مچھلی اور عجیب و غریب جسم والی مچھلی نہیں کھانا چاہئے۔ منو اسمرتی ادھیائے ۵ اشلوک ۱۴، ۱۵ کے مطابق سبھی طرح کی مچھلیوں کا گوشت کھانا (मांस भक्षण) حقارت آمیز مانا گیا ہے لیکن دیووں سے متعلق اعمال (देव कृत्यों) اور شرادھ میں پاٹھین، روہت، راجیو، شیر کی طرح منہ والی اور وَلکل والی مچھلیوں کی اجازت دی گئی ہے۔[۱۴۹]

چوپایوں اور دیگر جانوروں میں سے کس کا گوشت کھایا جائے اور کس کا نہ کھایا جائے؟ اس بارے میں آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۱۷-۳۵)، وسشٹھ دھرم سوتر (۱۴-۳۹، ۴۰)، یاگیہ ولکے اسمرتی (۱-۱۷۷)، وشنو دھرم سوتر (۵۱-۶)، گوتم (۱۷-۲۷-۳۱)، رامائن کشکندھا کانڈ (किष्किन्धा काण्ड) (۱۷-۳۹) اور مارکنڈے پران (मार्कण्डेय पुराण) (۳۵-۲..۴، ۴) نے کہا ہے کہ سیہی، خرگوش، سور، گوہ، گینڈا، کچھوے کو چھوڑ کر باقی پانچ ناخن والے جانوروں کا کھانا منع ہے۔ گوتم نے جبڑوں میں دانت والے حیوانوں (पशुओं)، بال والے، بنا بال والے جانوروں (جیسے ریچھ اور سانپ)، دیہاتی مرغوں، دیہاتی سوروں اور گایوں کو بھی کھانے سے منع کیا ہے۔[۱۵۰]

مذکورہ بالا جانوروں کے علاوہ منو نے بنا یگ اور بنا شرادھ کا گوشت کھانے سے بھی منع کیا ہے۔ منواسمرتی میں ہے:

''جو گوشت دیوتا اور فوت شدہ آبا و اجداد (पितरों) کو نذر نہ کیا گیا ہو اس (वृथा मांस) کو نہ کھائے۔ برہمن کبھی منتروں سے بنا سنسکار (संस्कार) کیے چوپایوں یا جانوروں کا گوشت نہ کھائے لیکن یگ (यज्ञ) میں منتروں سے سنسکار کئے جانوروں (पशुओं) کا گوشت کھائے''۔ [۱۵۱]

مندرجہ بالا اشیاء غذا و خوراک میں جو اناج، سبزی یا گوشت حلال و جائز ہیں، بعض وجوہات کی بناء پر ان سے تیار شدہ بعض کھانوں کو بھی دھرم گرنتھوں و دھرم گروؤں نے ممنوع قرار دیا ہے۔ منواسمرتی ادھیائے ۴ اشلوک ۲۰۷ تا ۲۲۳ اور آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۱۶-۱۹، ۲۰ اور ۲۴-۲۹) میں جن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ بنایا ہوا بھوجن اگر پیاز جیسی ممنوعہ اشیاء سے مل جائے یا ناپاک (अपवित्र) سامان سے متصل ہو جائے، جس میں بال یا کیڑے پڑ جائیں، جس میں چوہے کی بیٹ، عضو یا پونچھ پڑی مل جائے، جو حائضہ عورت (रजस्वला) سے چھو جائے، جس میں کوے کی چونچ لگ جائے، جس کو سور (सुअर) یا کتا چھو لے، گائے سونگھ لے، جو ایسے گھر سے آیا ہو جہاں کوئی مر گیا ہو یا بچہ پیدا ہوا ہو یا جہاں پیدائش اور موت کی ناپاکی (सूतक) لگی ہو، جو کھانا قصداً پیروں سے ٹھکرایا گیا ہو، جس کو حمل گرانے والے (भ्रूण हत्या) نے دیکھ لیا ہو، جس کھانے پر کسی شخص نے چھینک دیا ہو، جو عزت کے ساتھ نہ دیا گیا ہو، ان تمام کھانوں کو اور بے صبر (क्षुब्ध) غیض و غضب والے اور بیماروں کا کھانا کبھی نہ کھائے۔

کس کس کے یہاں کھانا ممنوع (वर्जित) ہے اور کن کن لوگوں کا کھانا نہ کھایا جائے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چور، گویے، بڑھئی، سود خور، قیدی، نامرد (नपुंसक)، زانیہ (व्यभिचारिणी)، منافق مذہبی شخص (कपट धर्माचारी)، سرکا، باسی اناج، شودر کا جھوٹا کھانا، معالج (वैद्य)، شکاری (व्याध)، ظالم، جھوٹا کھانے والے، خطرناک کام کرنے والے کا کھانا اور (सूतिका) کے لئے تیار کئے جانے والا کھانا نہ کھائے۔ چغلی کرنے والے، جھوٹ بولنے والے، یگ کا پھل آپ کو ہو یہ کہہ کر دولت جمع کرنے والے نٹ، درزی، احسان فراموش (कृतघ्न)،

لوہار، ملاح (केवट)، سنار، بانس والے، ہتھیار فروخت کرنے والے، کتا پالنے والے، شراب بیچنے والے، دھوبی، رنگریز، بے رحم، شودر (शूद्र) اور جس کے گھر میں اس کی بیوی کا دوسرا عاشق مرد ہو، ان سب کا کھانا ممنوع ہے۔ لہٰذا ان تمام کے یہاں کھانا نہ کھائے۔ اور اگر کسی نے لاعلمی یا بھول سے ان کا کھانا تناول کرلیا تو اس کا کفارہ (प्रायश्चित) یہ ہے کہ تین دن روزہ (उपवास) رکھے اور اگر قصداً کھالیا تو پھر کرچھ ورت (कृच्छव्रत) ادا کرے۔ ^١٥٢^

اسی طرح منو اسمرتی ادھیائے ۵ اشلوک (۱۰ اور ۲۴، ۲۵)، آپستنب دھرم سوتر (۱-۵-۱۷-۱۷، ۱۹)، وسشٹھ دھرم سوتر (۱۴-۲۸، ۲۹ اور ۳۷، ۳۸) اور یاگیہ ولکیے اسمرتی (۱-۱۶۷) میں ہے کہ باسی پکے ہوئے کھانے یا جو دوسری چیزوں سے ملا کر رکھ دیا گیا ہو، یا وہ کھانا جو ۲۴ گھنٹے کا ہو چکا ہو، نہیں کھانا چاہئے۔ دہی، مکھن، ترکاریاں، روٹیاں، بھنے اناج، حلوا، پاپڑ، تیل یا گھی میں پکائے ہوئے اناج، دودھ اور شہد میں ملے ہوئے سامان کو چھوڑ کر دوبارہ پکائی ہوئی چیزوں کو نہیں کھانا چاہئے، لیکن وہ باسی کھانا جس میں گھی یا دہی ملا ہو یا جو دیوں کا پرساد (प्रसाद) ہو، کھالینا چاہئے۔ اسی طرح بچہ اپنے ماں باپ یا گرو کا جھوٹا کھا سکتا ہے لیکن کسی کو دوسرے کا جھوٹا نہ تو کھانا چاہئے اور نہ دینا چاہئے۔ خاص طور سے برہمن کو شودر کے یہاں ہرگز بھوجن نہیں کرنا چاہئے۔ ^١٥٣^

مختصر یہ کہ دھرم گرنتھوں و دھرم آچاریوں نے ہندوؤں کو مختلف اناج، سبزی، گوشت اور ان سے بنے بہت سے کھانوں کی جہاں اجازت دی ہے وہاں ان میں سے بعض چیزوں اور ان سے تیار بعض غذا و خوراک کی ممانعت بھی کی ہے۔

غذا و خوراک اور طبقاتی نظام (भोजन पदार्थ और वर्ण व्यवस्था)

ہندو دھرم گرنتھوں کی روشنی میں غذا و خوراک کے تعلق سے گزشتہ صفحات میں جو تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے وہ اشرف ذات اور اعلیٰ طبقات (सवर्ण) والے ہندوؤں کے لئے ہے، ادنیٰ ذات اور ارذل طبقات (शूद्रों) کے لئے نہیں، کیونکہ غذا و خوراک کا نظام بھی طبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کے زیر اثر قائم ہے اس لئے شودروں اور اچھوتوں کے اس بارے میں بھی جداگانہ احکام ہیں۔

چنانچہ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ہے:

यक्षरक्षः पिशाचान्नं मद्यं मासं सुरासवम्। ۱۵۴

(شراب، گوشت، نشہ آور رقیق شئی (मदिरा) اور منجمد مادہ (आसव) یہ شیطانوں (राक्षस) اور ادنیٰ وحقیر (पिशाचों) لوگوں کی غذا وخوراک ہے۔)

اس اشلوک میں گوشت شودروں کی غذا بتایا گیا ہے لیکن دراصل اس کا بھی اسی طبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کے تحت ضابطہ پیش کیا گیا ہے اور بعض جانوروں کو اعلیٰ طبقات (सवर्ण) کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ مہرشی وسشٹھ (महर्षि वसिष्ठ) کہتے ہیں:

भक्ष्याः पंचनखा श्वाविद्गो धाकच्छ पशल्यकाः।

शशश्चमत्स्येष्वपितु सिंह तुण्ड करोहिताः।।

तथा पाठीन राजीवस शल्काश्च द्विजातिभि। ۱۵۵

(پانچ ناخن والوں میں ساہی، گوہ، کچھوا، سیہی اور خرگوش اور مچھلیوں میں سنگھ تنڈ (सिंह तुण्ड)، روہو، پوٹھیا، راجیو اور چونئے والی مچھلیاں برہمن، چھتری اور ویش کے کھانے لائق ہیں)۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ جانور ہیں کہ جن کا گوشت اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے لئے ہے، شودر اور اچھوت کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں۔ اسی طرح بعض سبزیاں، ترکاریاں اور دیگر غذائی اشیاء برہمنوں، چھتریوں اور ویشوں کے لئے ممنوع قرار دی گئی ہیں لیکن شودروں اور اچھوتوں کے لئے حلال، ایسا محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں لکھا ہے:

''لہسن، گاجر، پیاز، گوبر چھتا اور خراب چیزیں (अशुद्ध वस्तु) برہمن، چھتری اور ویش کے کھانے کے لائق نہیں ہیں''۔ ۱۵۶

بعض سبزی وگوشت کے علاوہ کچھ گائیوں کا دودھ بھی شودروں کے لئے ممنوع بتایا گیا ہے اور اگر نوش کرلے تو اس کو جہنمی (नरक गामी) کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانڑے (पाँडुरण्ग वामन कॉड़े) لکھتے ہیں:

''کپلا (कपिला) گائے زیادہ فلاح بخش (मंगलकारी) مانی گئی ہے اور اس

کا دودھ برہمنوں کے لئے زیادہ اچھا مانا گیا ہے لیکن اگر اس کو شودر (शूद्र) پئے تو وہ نرک (नरग) کا حقدار ہوتا ہے"۔ ۱۵۷

یعنی گائیں بھی اشرف وارذل اور اعلیٰ وادنیٰ ہوتی ہیں۔ مشہور مؤرخ ڈی این جھانے اپنی کتاب "Myth of the Holy Cow" میں لکھا ہے کہ وہ گائے مقدس اور پاک ہے اور اس کی زندگی کی حفاظت کرنی چاہئے جو کسی برہمن کی ہو لیکن نچلی ذات کی خاص طور سے شودروں کی گائے کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے۔ (نئی دنیا، ۳/نومبر تا ۹ نومبر ۲۰۰۳ء، مضمون نیناو یاس، دہلی)

مختصر یہ کہ غذا وخوراک میں جو ادنیٰ وخراب اشیاء ہیں وہ شودروں اور اچھوتوں کے لئے مقرر کی گئی ہیں اور اعلیٰ وعمدہ اشیاء کا ان کو اہل نہیں سمجھا گیا ہے۔ منومہاراج کہتے ہیں:

"उच्छिष्टमन्नं दातव्यं" ۱۵۸ (شودر کو جھوٹا کھانا دینا چاہئے۔)

"न शूद्रे पातकं" ۱۵۹

(خراب چیز (दूषित पदार्थ) کھانے سے شودر کو کوئی پاپ نہیں ہوتا۔)

शूद्राणां द्विजोच्छिष्ट च भोजनम् ।। ۱۶۰

(شودروں کو برہمن، چھتری اور ویش (द्विज) کا جھوٹا (उच्छिष्ट) کھانا چاہئے۔)

شودروں اور اچھوتوں کو سب سے ادنیٰ اور حقارت آمیز غذا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سخت پریشانی کے عالم میں بھی برہمنوں کو شودروں کے یہاں کھانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ان کے ادنیٰ وارذل ہونے کے باعث ان کی غذا وخوراک اور ان کے یہاں کھانے سے اجتناب اشد ضروری ہے۔ منواسمرتی میں ہے:

नाद्याच्छूद्रस्य पक्कान्नं विद्यानश्राद्धिनों द्विजः ।

आददीतापंकस्मादवृतावेक रात्रिकम् ।। ۱۶۱

(عالم برہمن کو شودر کا پکا ہوا کھانا (पकवान) بھی نہیں کھانا چاہئے لیکن کھانے کی کوئی چیز نہ ملنے پر ایک رات کی گزر اوقات کے لئے کچا اناج اس سے لے لے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہندو مذہبی کتب کے مطابق غذا وخوراک کا نظام بھی طبقاتی

نظام (वर्ण व्यवस्था) کی بنیاد پر قائم ہے اور اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے شودروں اور اچھوتوں کی غذا وخوراک کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

اسلام اور ہندو دھرم کے رہن سہن اور غذا وخوراک میں مماثلت

دینِ اسلام اور ہندو دھرم کے رہن سہن اور غذاء وخوراک کے تعلق سے گذشتہ صفحات پر جو تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اس کے مطابق بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو دونوں مذاہب میں کافی ملتی جلتی نظر آتی ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- اسلامی نقطۂ نظر سے مٹی، کچی اینٹ، پتھر اور لکڑی کے چھوٹے بڑے اور کچے پکے مکانات بنانا اور اُس میں رہائش اختیار کرنا مباح وجائز ہے اور ہندو دھرم میں بھی مٹی، پتھر، لکڑی اور گھانس کے چھوٹے بڑے اور کچے پکے گھروں کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ماقبل بیان کیا گیا۔
- ہندو دھرم میں ندی، تالاب، کنوؤں اور چشموں کے قریب کاشتکاری، باغات، چراگاہ اور جنگل کی کچھ زمین چھوڑ کر بستی آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسلام میں بھی نہ صرف یہ کہ قرآن وسنت سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس طرح بستیاں بسانے کے نظام کو پسند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ رسالت وصحابہ سے لے کر آج تک مسلمان پانی سے قریب مقامات پر آباد ہوتے چلے آئے ہیں۔
- اسلام میں سر کے بال رکھنے اور منڈانے، دونوں کی اجازت ہے لیکن رکھنا افضل ہے۔ اسی طرح ہندو دھرم میں سر کے بال رکھنے اور منڈانے دونوں کا حکم ہے لیکن رکھنا بہتر ہے۔
- اسلامی نقطۂ نظر سے سوتی، اونی اور چمڑے کے سِلے بغیر سلے کپڑے پہننا جائز ہیں اور ہندو دھرم میں بھی سوتی، اونی اور چمڑے کا لباس استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
- اسلام میں مرد وعورت کے لیے مقاماتِ شرم گاہ کا چھپانا فرض ہے اور ہندو دھرم میں بھی ویدوں کے حوالے سے درس دیا گیا ہے کہ:

''मा ते कश्पलको दृशन'' تمہارے مقامات شرمگاہ بے پردہ نہ ہونے چاہئیں۔

ایشور نے چوپایوں اور پرندوں کی شرمگاہوں کو بھی پونچھ سے چھپادیا ہے۔

- اسلامی شریعت کے مطابق عورتوں کو سونے، چاندی اور جواہرات کے زیورات سے آراستہ ہونا جائز ہے اور ہندو دھرم میں بھی ان کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے بلکہ لمبی عمر اور جلد نہ مرنے جیسے فوائد بیان کر کے خاص طور سے سونا پہننے کی ترغیب دی گئی ہے۔
- اسلام میں مٹی، لکڑی، شیشہ اور پتھر کے برتنوں میں کھانا تناول کرنا جائز ہے۔ اور ہندو دھرم میں بھی مذکورہ بالا اشیاء کے برتنوں کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے۔
- غذاء وخوراک کا انسان کی صحت وسیرت اور شخصیت پر گہرا اثر پڑتا ہے، اس لیے اسلام نے صالح، عمدہ اور پاکیزہ غذاء وخوراک تناول کرنا واجب وضروری قرار دیا ہے اور ہندو دھرم گرنتھوں نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ بہتر اور صاف ستھری غذاء کھانا چاہیے کہ اس سے انسانی وجود پاکیزہ اور یادداشت مضبوط ہوتی ہے اور خراب غذاء سے صحت بھی متاثر ہوتی ہے، وجود بھی خراب ہوتا ہے اور مختلف بیماریوں کا شکار ہوکر انسان جلد موت کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے لہٰذا جو غذاء وخوراک صحت وتندرستی، طاقت، خوبصورتی، فہم اور عمر کی زیادتی میں فائدے مند ہو وہی تناول کرنا چاہیے۔
- اسلامی نقطۂ نظر سے جو بھی عمدہ وپاکیزہ غذاء ہو اُس کو شوق سے کھانا چاہیے اور اس کا ادب واحترام کرنا چاہیے اور ہندو دھرم گرنتھوں کا بھی یہی فرمان ہے کہ کھانا رغبت وشوق اور احترام سے کھائیں۔
- غذاء وخوراک کے اسلامی اُصول وآداب کے مطابق کھانا تناول کرنے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کلّی کرنا ضروری ہے اور ہندو دھرم میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ کھانا کھانے سے قبل آچمن (आचमन) یعنی ہاتھ، کان، ناک اور منہ کی صفائی کرنی چاہیے۔
- اسلام میں جوتا، چپل پہن کر اور کھڑے ہوکر کھانا کھانے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور ہندو دھرم میں بھی تعلیم دی گئی ہے کہ کھانا فرش پر بیٹھ کر تناول کرنا چاہیے اور پیروں میں جوتے، چپل نہیں ہونا چاہئیں بلکہ اس وقت چمڑے کو چھونا بھی نہیں چاہیے۔

❖ اسلام کے مطابق حد سے زیادہ کھانا کافروں کا طریقہ اور بیماری کا سبب ہے، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اتنا کھاؤ کہ دو کا کھانا تین کو کفایت کر جائے یا پیٹ کے تین حصے کرو اور ایک حصہ خالی رہنے دو یعنی اتنا کھاؤ کہ زندگی گزر جائے۔ اور ہندو دھرم میں کہا گیا ہے کہ زیادہ کھانا بیماری، نیکی کی بربادی اور جنت (स्वर्ग) سے محرومی کا باعث ہے اس لیے زیادہ نہ کھائیں۔

❖ اسلامی اعتبار سے صبح و شام دو وقت کھانا مسنون ہے اور ہندو دھرم میں بھی انہیں دو وقتوں میں کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اگر ضرورت محسوس ہو تو پھل وغیرہ لے سکتے ہیں، دونوں مذاہب کی یہی تعلیم ہے۔

❖ شریعت اسلامی کے مطابق مختلف قسم کے اناج، سبزی، پھل، دودھ، گھی، دہی، مکھن، پنیر، تیل اور مسالہ جات کھانا جائز بلکہ سنت ہے اور ہندو دھرم گرنتھوں کی روشنی میں بھی ان کا استعمال کرنا جائز ہے۔

❖ قرآن و سنت کے مطابق گائے، بیل، بچھڑا، بھینس، بکرا، خرگوش، مرغ، مچھلی اور تیتر وغیرہ کا گوشت کھانا جائز ہے۔ اور ہندو دھرم میں بھی ان جانوروں کی گوشت خوری کا ثبوت ہے۔

❖ اسلامی نقطۂ نظر سے گیہوں کی سادی روٹی اور گھی لگی روٹی دونوں کھانا جائز ہیں اور ہندو دھرم میں بھی ان کے کھانے کا جواز و ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور ہندو دھرم کے رہن سہن اور غذاء و خوراک میں بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ جو کافی حد تک ایک دوسرے سے مماثل نظر آتی ہیں۔

اسلام اور ہندو دھرم کے رہن سہن اور غذا و خوراک میں فرق

اسلام اور ہندو دھرم کے رہن سہن اور غذاء و خوراک میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دونوں مذاہب کے مابین یکساں نظر آتی ہیں جیسا کہ ماقبل بیان کیا گیا۔ لیکن اکثریت ان احکام و اُصول کی ہے جن کے درمیان ایک دوسرے سے حد درجہ فرق و بُعد پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض احکام و اُصول اور آداب کا یہاں ہم تذکرہ کریں گے تاکہ موضوع کی مناسبت سے دونوں

مذاہب کے رہن سہن اور غذاء وخوراک کے دستور اور مذہبی نظام کا امتیاز اچھی طرح واضح ہو جائے:

- اسلامی نقطۂ نظر سے نابالغ ہو یا بالغ، بچہ ہو یا جوان اور درمیانی عمر کا ہو یا عمر دراز ہر ایک کو آشیانہ یا مکان بنانے اور اُس میں رہنے کی اجازت ہے۔ اس کے برخلاف ہندو دھرم نے ہر ہندو کی زندگی کو مذہبی لحاظ سے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے: (۱) برہم چریے، (۲) گرہستھ آشرم، (۳) وان پرستھ اور (۴) سنیاس۔ یعنی دھرم شاستروں کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ گرو کی خدمت میں گزارنا چاہیے، دوسرے حصے میں شادی کر کے گھر بسانا چاہیے، عمر کے تیسرے مرحلے میں جب سفید بال نظر آنے لگیں تو جنگل میں زندگی گزارنا چاہیے اور زندگی کے آخری دور میں سنیاس یعنی دنیا ترک کر دینا چاہیے۔ اس اعتبار سے ہندوؤں کی نصف سے زیادہ آبادی کے پاس مکانات نہیں ہونا چاہئیں کیونکہ صرف گرہستھ آشرم (गृहस्थ आश्रम) والوں کو گھر بنا کر رہنے کی اجازت ہے باقی تین کو نہیں۔

- اسلام نے بغیر کسی ذاتی وطبقاتی تفریق، بغیر کسی اشرف وارزل اور ادنیٰ واعلیٰ کے امتیاز کے سب کو یکساں ومساوی طور پر بستی میں آباد ہونے اور گھر بنانے کا حق دیا ہے لیکن ہندو دھرم نے اس بارے میں ذاتی وطبقاتی نظام اور اشرف وارزل کا لحاظ رکھا ہے جس کے مطابق ہندوؤں کی اعلیٰ ذات وطبقات یعنی برہمن، چھتری اور ویش کو ایک ساتھ بستی میں رہنے کا حکم دیا ہے لیکن ادنیٰ وحقیر ذاتوں کے لیے بستی سے باہر آباد ہونے کا دستور نافذ کیا ہے یعنی اچھوت، دلت (शूद्र)، چانڈال اور نیچ ذات (श्वपच) کسی خاص پیڑ کے نیچے، شمشان کے قریب، پہاڑ یا جنگل میں رہیں۔

- اسلام نے ہر قوم وہر طبقے کے فرد کے لیے بغیر کسی فرق کے مساوی طور پر سب کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے، سلام ومصافحہ کرنے اور ایک دوسرے کے کام آنے کی ہدایت ونصیحت کی ہے۔ ہاں ظالم وبدکار کی صحبت سے اجتناب کی تعلیم دی ہے اور ہندو دھرم گرنتھوں نے اعلیٰ طبقات واعلیٰ ذات (सवर्ण) یعنی برہمن، چھتری اور ویش کو ایک ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے اور ایک دوسرے کے کام آنے کی تعلیم دی ہے

لیکن شودروں (शूद्रों) اور حقیر ذات والوں کے ساتھ سختی سے منع کیا ہے اور پرہیز نہ کرنے کی صورت میں کفارے (प्रायश्चित) کا حکم دیا ہے اور اگر کوئی شودر بیٹھے یا صحبت اختیار کرے تو اُسکے لیے سزا کا حکم بیان کیا ہے۔

❖ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر قوم و ہر طبقے کے لیے مساوی طور پر بال رکھنا اور منڈانا جائز ہے لیکن ہندو دھرم میں اعلیٰ طبقات و ذات کے لیے تو یہ حکم ہے اور اُن کے علاوہ شودروں کے لیے قانون ہے کہ ان کو مہینے مہینے بال کٹانا چاہئیں۔ نیز اسلام میں داڑھی رکھنا ضروری اور مونچھیں پست کرانا سنت ہے، اس کے برعکس ہندو دھرم میں داڑھی اور مونچھیں غیر متعین حد تک بڑھانا یا دونوں کو صاف کرا دینا دونوں درست ہیں۔

❖ اسلام میں مردوں کو ریشم کا لباس استعمال کرنا حرام ہے جبکہ ہندو دھرم میں اس کے پہننے کی مکمل اجازت ہے۔

❖ اسلام میں مرد و عورت کے لیے قمیص، شلوار، تہبند، چادر، عمامہ، ٹوپی اور ہر اُس لباس کو اہمیت حاصل ہے جس سے ستر پوشی ہو، جسم کے اعضاء شرم نمایاں نہ ہوں اور عبادات کی ادائیگی میں تکلیف نہ ہو، لیکن ہندو دھرم میں مردوں کے لیے دھوتی اور عورتوں کے لیے ساڑی کی زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔

❖ شریعتِ اسلامی کے مطابق ہر قسم کا جائز لباس بنا کسی امتیاز کے ہر شخص کو پہننے کی اجازت ہے لیکن ہندو دھرم میں اعلیٰ ذات کے افراد کو اچھے و بہترین لباس پہننے کا حکم دیا گیا ہے اور شودروں کے لیے بوسیدہ و پرانے کپڑے اور پرانے جوتے استعمال کرنے کا اُصول بیان کیا گیا ہے۔

❖ اسلام میں مردوں کو ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ چاندی اور سونے کے زیورات پہننا حرام ہیں لیکن ہندو دھرم میں مردوں کو سونا پہننے کی خاص ترغیب دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ سونا ضرور پہنیں کہ اس سے عمر لمبی ہوتی ہے۔

❖ شریعتِ اسلامی کے مطابق مردوں کو چاندی کی انگوٹھی اور عورتوں کو سونے، چاندی اور جواہرات کے زیورات پہننا ہر قوم و ہر طبقے کے لیے مساوی طور پر جائز ہیں اور لوہا،

تانبا، پیتل اور دھات وغیرہ کے زیورات سب کے لیے ناجائز وممنوع ہیں لیکن ہندو دھرم میں اعلیٰ طبقات (सवर्ण) کو سونے، چاندی اور جواہرات کے زیورات سے آراستہ ہونے کی تعلیم دی گئی ہے اور شودروں (शूद्र) کو لوہے وغیرہ کے زیورات پہننے کا حکم دیا گیا ہے۔

- اسلامی شریعت کے مطابق کسی بھی قوم یا کسی بھی طبقے کا شخص تعلیم وتجارت، کاشت کاری، مویشی پالن اور کسی بھی جائز پیشے ومزدوری کو ذریعۂ معاش وروزگار کے طور پر اختیار کرسکتا ہے۔ سب کے لیے یکساں حکم ہے۔ ذات وطبقے یا اعلیٰ وادنیٰ کی بنیاد پر کسی کے لیے کوئی امتیاز یا فرق نہیں۔ لیکن اس کے برعکس ہندو دھرم میں ذریعۂ معاش اور پیشوں کی تقسیم وتعیین ذاتی وطبقاتی نظام کے تحت کی گئی ہے۔ جس کا جیسا مرتبہ واہمیت ہے، ویسا ہی اس کا روزگار و پیشہ مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی برہمن کا کام ہے پڑھنا پڑھانا، یگ کرنا کرانا اور دان دینا اور دان لینا۔ چھتری کا کام ہے عوام کی حفاظت کرنا، پڑھنا، یگ کرنا اور دان دینا۔ ویش کا کام ہے تجارت وکھیتی باڑی کرنا، مویشی پالنا، سود پر روپیہ دینا، یگ کرنا، پڑھنا اور دان دینا۔ اور شودر و پنچ ذات کا کام ہے، خدمت، نوکری اور مردوں وغیرہ کا ڈھونا۔ ہندو مذہبی دستور کے مطابق جس کے جو کام مقرر ہیں وہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ مثلاً مرشد واستاد برہمن ہی ہوسکتا ہے، دوسرا نہیں۔
- اسلام میں سود پر روپیہ لینا اور دینا دونوں سخت حرام ہیں، جبکہ ہندو دھرم میں ویشوں کے لیے روزگار کی صورت میں سود پر روپیہ دینا اور لینا جائز ہے۔
- اسلام میں مرشد واستاد کسی بھی طبقے وقوم کا فرد ہوسکتا ہے اور وہ ہدایت ونصیحت اور درس وتدریس کا فریضہ انجام دے سکتا ہے لیکن ہندو دھرم میں برہمن کے علاوہ کوئی دوسرا یہ ذمہ داری ادا نہیں کرسکتا۔
- اسلامی نقطۂ نظر سے سونے اور چاندی کے برتن کھانے کے لیے استعمال کرنا حرام ہیں لیکن ہندو دھرم میں سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

- اسلام میں برتنوں کے تعلق سے ہر قوم و ہر طبقے کے لیے مساوی حکم ہے۔ جائز برتنوں کے استعمال میں کسی کے لیے کوئی امتیاز نہیں ہے جبکہ ہندو دھرم میں اعلیٰ طبقات (सवर्ण) و ادنیٰ طبقات (शूद्र) میں کافی فرق رکھا گیا ہے اور شودروں کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوہے و مٹّی کے برتن یا ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں کھائیں۔
- ہندو دھرم میں کھانے کے برتنوں کی صورت میں کانسے کے برتنوں کو زیادہ اچھا سمجھا گیا ہے، اسی طرح ڈھاک کے پتّوں کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے لیکن اسلام نے ایسا کوئی تصور پیش نہیں کیا ہے۔
- غذاء و خوراک کے اسلامی اُصول و آداب کے مطابق علیٰحدہ علیٰحدہ اور جماعت کے ساتھ دونوں طرح کھانا تناول کرنا جائز ہے لیکن اہمیت و فضیلت لوگوں کے ساتھ مل جُل کر کھانے کی ہے لیکن ہندو دھرم کا حکم ہے کہ کھانا لوگوں سے علیٰحدہ تنہائی میں کھانا چاہیے اور اپنے سگے رشتے دار کے ساتھ بھی نہ کھانا چاہیے، اس سے دولت کا حصول ہوتا ہے اور ایک ساتھ جماعت میں کھانے سے آپس میں ایک دوسرے کا پاپ لگتا ہے۔ یہاں تک کہ منو مہاراج نے بیوی کے ساتھ بیٹھ کر بھی کھانے سے منع کیا ہے۔
- ہندو دھرم کے کھانے کے احکام و آداب میں ہے کہ پگڑی باندھ کر کھانا نہ کھائیں، دکھن کی طرف منھ کر کے نہ کھائیں کھاتے وقت خاموش رہیں اور گوبر سے لپٹی ہوئی زمین پر بیٹھ کر کھائیں، اس کے برعکس اسلام میں عمامہ باندھ کر کھانا اور کھاتے وقت اچھی باتیں کرنا سنّت ہے اور ناپاک زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا ممنوع ہے اور دکھن کی طرف کر کے کھانا جائز ہے۔
- ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق چاروں سمتوں کی طرف منھ کر کے کھانا کھانے کے علیٰحدہ علیٰحدہ فوائد و اثرات ہیں جیسے پچھّم سے دولت، شمال سے سچ کا انعام اور پورب سے عمر میں زیادتی وغیرہ کا حصول۔ لیکن اسلامی شریعت کے لحاظ سے ایسا کوئی حکم نہیں۔ سنّت کے مطابق جس طرف منھ کر کے بھی کھانا کھائیں گے برکت حاصل ہوگی۔
- ہندو دھرم شاستروں کے مطابق لکڑی کے دو تختوں سے مل کر بنی چیزوں یا لوہے کی

کیلوں سے جڑے تختوں والے پیڑھے ،غیرہ پر کھانا کھانا ممنوع ہے جبکہ اسلامی شریعت کے اعتبار سے جائز ہے۔

- ہندو دھرم کی رو سے جس غذاء وخوراک کی چکنائی نکال لی گئی ہو اُس کا کھانا، اسی طرح کسی کا جھوٹا کھانا کھانا یا کسی کو جھوٹا کھانا دینا ممنوع ہے جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان کا کھانا نہ صرف جائز بلکہ سنّت ہے۔
- ہندو دھرم میں اناج کھانے کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ اگر اناج کھانا ہو تو یگ کریں لیکن اسلام میں کسی طرح کی کوئی مذہبی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی ہے۔
- ہندو دھرم میں لہسن، پیاز، پیڑ کی کومل پتّیاں، کُکرمتا، شلجم، ناپاک مٹّی سے پیدا سبزیاں، کالا اناج اور بعض مواقع پر اُرد، مسور اور موٹی مونگ کی دال کھانا ممنوع ہیں لیکن اسلامی شریعت کے لحاظ سے یہ تمام چیزیں جائز ہیں۔
- ہندو دھرم میں پانچ ناخن والے جانور جیسے سیھی، گینڈے، کچھوے اور گھوڑے وغیرہ کا گوشت کھانا جائز ہے جبکہ اسلام میں اُن کا کھانا ناجائز وممنوع ہے۔
- ہندو دھرم شاستروں کے مطابق جہاں موت ہوگئی ہو، جہاں بچہ پیدا ہوا ہو، وہاں کھانا ممنوع ہے جبکہ اسلام میں جائز ہے، البتہ کھانا حلال و پاکیزہ ہونا چاہیے۔
- ہندو دھرم شاستروں کے اُصول و آداب کی روشنی میں بیماروں کا کھانا، سرکا، باسی اناج، شودر کا جھوٹا، شکاری اور بہت سی قوموں کا کھانا جیسے لوہار، ملّاح، سنار، بانس والے، ہتھیار بیچنے والے، کتّا پالنے والے، شراب بیچنے والے، دھوبی، شودر، رنگریز کا کھانا اور ۲۴ رگھنٹے سے زیادہ کا باسی کھانا تناول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام میں کسی قوم یا طبقے کے لیے ایسا کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا ہے۔ کھانا حلال و پاکیزہ اور صحیح ہونا چاہیے، چاہے وہ کہیں ہو یا کتنا ہی باسی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ہندو دھرم میں سرکہ منع ہے جبکہ حدیث رسول کے مطابق بہترین سالن ہے اور اُس کا کھانا سنّت ہے۔
- سبزی خوری ہو یا گوشت خوری اسلام نے ہر قوم و ہر طبقے کو مساوی حق دیا ہے، یعنی غذا و

خوراک کی ذاتی وطبقاتی یا اشرف وارذل نظام کے تحت تقسیم نہیں کی ہے، لیکن ہندو دھرم میں کھانے پینے کی چیزوں کو بھی اسی دستور کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ دھرم شاستروں میں مذکور ہے کہ لہسن، پیاز، گاجر، گوبر چھتا اور خراب وگھٹیا سبزیاں شودروں کے لیے ہیں اور عمدہ وبہترین سبزیاں اعلیٰ طبقات (सवर्ण) کے لیے ہیں۔ گائے کا دودھ شودر کے لیے ممنوع ہے۔ اگر پیے گا تو جہنمی ہوگا۔ اسی طرح گوشت خوری کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ پانچ ناخن والے، گوہ، کچھوا، سیہی، خرگوش، سنگھ تنڈ مچھلی، بیل، سانڈ، بچھڑا، گھوڑا، بکرا وغیرہ اعلیٰ ذات والوں (सवर्ण) کے لئے ہیں اور حقیر وگھٹیا جانور شودروں کے لیے۔

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ اسلام اور ہندو مذہب کے رہن سہن اور غذا وخوراک کے اکثر اُصول واحکام کے درمیان حد درجہ مغائرت پائی جاتی ہے اور اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کے تمام معاملات اور مسائل میں اسلام کا مذہبی نظام مساوات پر قائم ہے اور ہندو دھرم کا دستور عدمِ مساوات پر مبنی ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔

حوالہ جات

۱ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.659

۲ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.659

۳ؔ अथर्ववेद (9-3-17, 21)

۴ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.661 ,,قرونِ وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، ص:۶۰

۵ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.661

۶ؔ मनुस्मृति, अध्याय 4, श्लोक 1, अध्याय 5, श्लोक 169, अध्याय 6, शलोक 1-2

// मनुस्मृति, अध्याय 6, श्लोक 87 और 96

۷ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 659

۸ؔ गोतम सूत्र, अध्याय 28

۹ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.659

۱۰ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.659

۱۱ؔ मनुस्मृति, अध्याय 8, श्लोक 237

۱۲ؔ دھنش (धनुष) چار ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔

۱۳ؔ वैदिक सम्पत्ति, पृ.661

۱۴ؔ قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص:۶۸

۱۵ؔ قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص:۹۸

۱۶ؔ قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص:۸۷

۱۷ے मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 36

۱۸ے मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 50

۱۹ے मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 51-52

۲۰ے धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ.169-170

۲۱ے ऋगवेद, मंद्र 10, सू. 191, म. 2 // अथर्ववेद, का. 6, सू. 64, म. 1

۲۲ے ऋगवेद, मंद्र 10, सू. 191, म. 3 // अथर्ववेद का. 6, सू. 64, म. 2

۲۳ے ऋगवेद मंद्र 10, सू. 191, म. 4 // अथर्ववेद, काण्ड 6, सू 64, म. 3

۲۴ے अथर्ववेद (3-8-5 और 6-94-1)

۲۵ے अथर्ववेद, काण्ड 3, सू. 30, म. 6

۲۶ے आपस्तंव धर्मसूत्र (2-1-2-8)

۲۷ے मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 53

۲۸ے मनुस्मृति, अध्याय 11, श्लोक 223

۲۹ے मनुस्मृति, अध्याय 8, श्लोक 281

۳۰ے अथर्ववेद (14-1-55)

۳۱ے अथर्ववेद (14-2-68)

۳۲ے अथर्ववेद (11-5-6)

۳۳ے मनु स्मृति, अध्याय 6, श्लोक 6

۳۴ے यजुर्वेद, अध्याय 20, मन्त्र 5

۳۵ے वैदिक सम्पत्ति, पृ. 655

۳۶ے मनुस्मृति, अध्याय 2, श्लोक 219

۳۷ے قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۶۱/ ۶۲

۳۸ے वैदिक सम्पत्ति, पृ. 654

۳۹ے मनुस्मृति, अध्याय 5, श्लोक 140

۴۰؎ संस्कार विधि, पृ. 111 से 179 ,, संस्कार समुच्चय, पृ. 256 से 340

۴۱؎ महाभारत मीमांसा, पृ 263-264

۴۲؎ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 653

۴۳؎ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب،ص: ۶۳

۴۴؎ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب،ص: ۶۳-۶۴

۴۵؎ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 653

۴۶؎ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 653

۴۷؎ قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۶۱

۴۸؎ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 653-654

۴۹؎ मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 125

۵۰؎ मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 52

۵۱؎ मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 36

۵۲؎ धर्म शास्त्र का इतिहास, पृ. 147

۵۳؎ मनुस्मृति, अध्याय 10, श्लोक 52

۵۴؎ यजुर्वेद, अध्याय 34, मन्त्र 51

۵۵؎ अथर्ववेद (19-26-1)

۵۶؎ शतपथ ब्राहमण (4-3-4-24 और 10-4-1-6)

۵۷؎ वैदिक सम्पत्ति, पृद्र 657

۵۸؎ قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۶۱-۷۷

۵۹؎ वैदिक सम्पत्ति, पृ. 656-657

۶۰؎ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب،ص:۶۵-۶۶

۶۱؎ सीद्र वीद्र वेद की हिस्ट्री ऑफ मिडिवल इण्डिया, भाग 1, पृ. 92-93

۶۲؎ मनुस्मृति, अध्याय 1, श्लोक 31

۶۳ ऋगवेद, मंद्र 10, सूत्र 90, मन्त्र 12

۶۴ यजुर्वेद, अध्याय 30, म. 5

۶۵ मनुस्मृति अध्याय। श्लोक 87

۶۶ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लोक 88

۶۷ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लोक 89

۶۸ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लो. 90

۶۹ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लो. 91

۷۰ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 55-56

۷۱ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 142

۷۲ मनूस्मृति अध्याय 11 श्लोक 235

۷۳ मनूस्मृति अध्याय 10 श्लोक 1

۷۴ मनूस्मृति अध्याय 8 श्लोक 418

۷۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 148

۷۶ قدیم ہندوستان کی تاریخ ص:۷۵/۷۶

۷۷ व्यास स्मृति (3-67,68)

۷۸ आपस्तम्ब धर्म सूत्र (2-8-19-3)

۷۹ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 145// आपस्तम्ब धर्म सूत्र(1-5-17-9,12)

۸۰ वृद्ध हारीत (8-250,256)

۸۱ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 65

۸۲ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 415

۸۳ अथर्ववेद (8-10 (5)-14)

۸۴ قدیم ہندوستان کی تاریخ ص:۷۷

۸۵ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 51

۸۶ے मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 54

۸۷ے यजुर्वेद अध्याय 2 मन्त्र 34

۸۸ے भगवद गीता (17-8, 18-12)

۸۹ے मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 54, 55

۹۰ے मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 53

۹۱ے "आचमन" کلا کرنا، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہتھیلی میں پانی لے کر گھونٹ گھونٹ کر کے پینا۔

// संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ 141

۹۲ے मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 52

۹۳ے मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 57

۹۴ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 414

۹۵ے मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 76 // मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 63

۹۶ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 414 से 417

// बौधायन धर्मसूत्र (2-7-10)

۹۷ے मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 238

۹۸ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 413 से 415

// आपस्तम्बधर्मसूत्र (2-8-19-1)

۹۹ے मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 43

۱۰۰ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 417

۱۰۱ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 414

۱۰۲ے मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 55

۱۰۳ے मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 62

۱۰۴ے धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 414

۱۰۵۔ मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 56

۱۰۶۔ मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 57

۱۰۷۔ छान्दोग्य उपनिषद (7-26-2)

۱۰۸۔ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 95

۱۰۹۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 83

۱۱۰۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 84

۱۱۱۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 114

۱۱۲۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۶۲

۱۱۳۔ ऋग्वेद मं 10 सूक्त 146 म 6

۱۱۴۔ ऋग्वेद मं 10 सूक्त 146 म 5

۱۱۵۔ मनुस्मृति अध्याय 6 श्लोक 21

۱۱۶۔ यजुर्वेद अध्याय 2 मन्त्र 34

۱۱۷۔ बाल्मीकि रामायण अयोध्या काण्ड (50-44)

۱۱۸۔ बाल्मीकि रामायण अयोध्या काण्ड (112-23,24)

۱۱۹۔ बाल्मीकि रामायण अयोध्या काण्ड (31-26)

۱۲۰۔ बाल्मीकि रामायण अयोध्या काण्ड (27-16)

۱۲۱۔ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लोक 90

۱۲۲۔ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 117

۱۲۳۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۶۲

۱۲۴۔ سی۔وی۔ویدکی ہسٹری آف میڈیول انڈیا،جلد ۲،ص:۱۹۲

۱۲۵۔ प्राचीन भारत का इतिहास पृ 27, 28, 62, 60, 249, 273, 209, 267, 419, 832

// قدیم ہندوستان کی تاریخ،ص:۴۳،۷۶،۱۹۷،۲۰۴،۲۱۷

// اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر،ص:۲۴،۲۵

۱۲۶۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، ص: ۶۷، ۶۸

۱۲۷۔ ऋग्वेद म 4 सू 18 म 13

۱۲۸۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 106

۱۲۹۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 108

۱۳۰۔ प्राचीन भारत का सामाजिक इतिहास (जे एन मिश्र)

۱۳۱۔ धर्मशास्रु का इतिहास भाग 1 पृ. 420

۱۳۲۔ कूर्मपुराण (2-17-40)

۱۳۳۔ ब्रहदारण्य उपनिषद (6-4-18)

۱۳۴۔ यजुर्वेद अध्याय 25 मन्त्र 4

۱۳۵۔ यजुर्वेद अध्याय 23 मन्त्र 16

۱۳۶۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 423

۱۳۷۔ बाल्मीकि रामायण उत्तर काण्ड सर्ग 42 श्लोक 19

۱۳۸۔ बाल्मीकि रामायण अयोध्या काण्ड सर्ग 52 श्लोक 89

۱۳۹۔ बाल्मीकि रामायण अरण्य काण्ड सर्ग 68 श्लोक 32,33

۱۴۰۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 30

۱۴۱۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 31,32

۱۴۲۔ व्यास स्मृति (3-55,56)

۱۴۳۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 35

۱۴۴۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 18,वेदिक धर्म मे गोश्त खोरी प्र.4ता39,हिन्दु मजहब प्र.46

۱۴۵۔ ویدک دہرم میں گوشت خوری ص ۴ تا ۳۹، मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 11 ता 17

۱۴۶۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 424

۱۴۷۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 425

۱۴۸۔ मनुस्मृति अध्याय 1 श्लोक 62

۱۴۹۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 14,15

۱۵۰۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 122

۱۵۱۔ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 218, अध्याय 5 श्लोक 36

۱۵۲۔ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 207 से 223

۱۵۳۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 10,24,25

〃 धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 418,425,427,147

۱۵۴۔ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 95

۱۵۵۔ आचाराध्याय, श्लोक 177,178

۱۵۶۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 5

۱۵۷۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 121

۱۵۸۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 125

۱۵۹۔ मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 126

۱۶۰۔ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 140

۱۶۱۔ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 223

☆☆☆☆
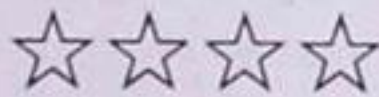
عورت کی حیثیت

اسلام میں عورت کی حیثیت

انسانی تہذیب وتمدن کی تاریخ شاہد ہے کہ دین اسلام کے مکمل ہونے سے قبل دنیا کے تمام مذاہب، جملہ اقوام اور تمام ممالک میں عورتوں کی حیثیت وحالت انتہائی خستہ وحقارت آمیز تھی۔ اس کی تاریخ سراپا مظلومی وغلامی کی آئینہ دار تھی۔ ہر جگہ عورت کی زندگی اس کا وجود ذلت ورسوائی، اہانت وشرمندگی اور گناہ ونحوست کا باعث تصور کیا جاتا تھا۔ بہت سی اقوام وممالک میں اس شرمندگی ورسوائی سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو قتل کرنے کا رواج عام ہوگیا تھا اور اس کو ہر برائی کا سبب قرار دے کر سانپ اور بچھو کی طرح اس سے دور رہنے کی ہدایت ونصیحت کی جاتی تھی۔ حدتو یہ ہے کہ عورتوں کی زندگی جانوروں کے مثل تھی اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا اور تھکان کی وجہ سے سستی وکاہلی دکھانے پر جانوروں کی طرح پیٹا جاتا تھا۔[1]

صنف نازک وطبقۂ نسواں کی یہ اہانت وحقارت آمیز حالت اور اس کے ساتھ غیر اخلاقی وغیر انسانی سلوک کسی ایک ملک کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ پوری انسانی دنیا میں تقریباً یہی حال تھا۔ چنانچہ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایران میں بہن، بیٹی کے ساتھ شادی کو مذہبی لحاظ سے جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور اس قسم کی شادی خویز وگدس کہلاتی تھی۔ بہمن شہنشاہ نے اپنی بہن یا بیٹی سے عقد کیا تھا جس سے دارا پیدا ہوا۔[2]

قدیم مصریوں کے یہاں بھی بھائی بہن کے مابین نکاح کا رواج تھا، بعض حالات میں باپ اور بیٹی کے درمیان بھی رشتہ قائم ہوجاتا تھا۔ عورتوں کے بارے میں عام لوگوں کے اندر بھی غیرت کا جذبہ بہت کم تھا۔[3]

ایران کے بادشاہ کیقباد کی حکومت میں مزدک نے حکم دیا کے جائداد اور عورت پر کسی ایک

کا حق نہیں بلکہ یہ سب کے لیے ہے اور ہر انسان ہر عورت اور ہر زمین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ۴

عورت ایران میں مقید لونڈیوں (दासी) کا درجہ رکھتی تھی، معاشرہ میں اس کا کوئی مقام نہ تھا۔ عام ساز و سامان کی طرح اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کو قانونی درجہ حاصل تھا۔ ۵

پروسوپس (PROSOPIS) اپنی کتاب ''سیکریٹ ہسٹری'' (Secret History) میں اپنے ملک روم کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے زمانے میں روم میں تمام عورتیں بدچلن تھیں اور طوائف خانے عام تھے جسم فروشی کا کاروبار علی الاعلان کیا جاتا تھا۔ ۶

رومن تہذیب کے مطابق خاندان کے سربراہ کو اپنے بیٹے، بیٹی، بیوی، بہو اور پوتے، پوتیوں پر بھی مکمل تسلط حاصل تھا وہ ان میں سے کسی کو بھی بیچنے، شہر بدر کرنے، سزا دینے اور قتل کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔ ۷

یونانی تہذیب میں عورت کا پڑھائی لکھائی یا عام زندگی میں کوئی دخل نہ تھا لوگ اس کو حقیر سمجھتے تھے اور نجس بتاتے تھے۔ ۸

چین میں لڑکی کو ابتدا ہی سے ہر شخص یہاں تک کہ اس کی سگی بہنوں سے بھی علحدہ رکھا جاتا تھا۔ ذرا سی غلطی کے ارتکاب پر عورتوں کو سزا دینے کا مردوں کو حق حاصل تھا۔ چینی مصلح کنفیوشیس کے مطابق عورت صرف مرد کی تابعدار و حکم بردار تھی۔ ۹

نصرانیوں وعیسائیوں کا نظریہ تھا کہ عورت شیطان کا دروازہ ہے، عورت کو اپنے حسن سے شرمانا چاہئے کیونکہ انسان کو ابھارنے اور فتنے میں ڈالنے کے لیے یہ ابلیس کا ہتھیار ہے۔ چنانچہ پادری ٹرٹین کا قول ہے کہ عورت نفس انسانی تک پہونچنے کے لیے شیطان کا دروازہ ہے، اس سے خدائی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ پادری سوسٹام کا کہنا ہے کے ''عورت ایک ایسی آفت ہے جس کو سب چاہتے ہیں۔ یہ گھر اور خاندان کے لئے خطرہ ہے۔ اس کی حیثیت محبوب قاتل اور نظر فریب مصیبت کی ہے۔ نصرانیوں کا یہ بھی خیال ہے کے وہ نجات کی مستحق نہیں۔ ۱۸۰۵ء تک انگریزی قانون کی رو سے مرد اپنی زوجہ کو فروخت کر سکتا تھا۔ قدیم برطانوی وانگریزی دستور کے مطابق عورتیں بہت ہی ذلیل وحقیر سمجھی جاتی تھیں اور بدصورت لڑکیاں عام طور سے ماردی جاتی تھیں۔ ۱۰

۱۵۶۷ء میں اسکاٹ لینڈ کی پارلیامینٹ نے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ عورت کا کسی چیز پر کسی طرح کا کوئی حق نہیں۔ اسی طرح انگریزی پارلیامینٹ نے ہنری ششم کے عہد حکومت میں یہ قانون پاس کیا کے عورت انجیل مقدس نہیں پڑھ سکتی۔ [۱۱]

۱۸۰۵ء تک عورتوں کو ملک کا شہری نہیں سمجھا جاتا تھا اور ۱۸۸۲ء تک انہیں شخصی حقوق حاصل نہ تھے اور نہ انہیں ملکیت کا حق حاصل تھا، وہ باپ یا شوہر کے تابع رہتی تھیں۔ [۱۲]

ظہور اسلام سے قبل خود عرب کا یہ حال تھا کے عورت سراپا مظلوم تھی، میراث میں اس کا کوئی حق نہ تھا اور نہ ہی وہ شوہر سے کسی قسم کا مطالبہ کر سکتی تھی۔ اس دور جاہلیت میں نکاح وشادیوں کی بھی کوئی حد نہیں تھی ایک مرد جتنی چاہتا شادیاں کر سکتا تھا اور جب جس کو چاہتا طلاق دے سکتا تھا۔ شوہر کے انتخاب میں اس کی مرضی یا آزادئ رائے کا اس کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی لوگ زندہ اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیتے تھے، عورتوں کا پیٹ چاک کر دیا کرتے تھے۔ اور معصوم لڑکیوں کو برچھی و بھالے پر اٹھالیا کرتے تھے۔ عورتیں زمین جائداد کی طرح تقسیم کی جاتی تھیں یہاں تک کے بیٹا اپنے باپ کی بیوی کو بھی وراثت میں پاتا تھا اور باپ کے انتقال کے بعد سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیا کرتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے۔ بے شرمی اور بے حیائی کی انتہا یہ تھی کے عورتیں اور مرد سراپا ننگے ہو کر اللہ کے مقدس گھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ زناکاری اور ناجائز تعلقات اتنے عام تھے کہ لوگ اس اشد حرام گناہ کے ارتکاب کے بعد اس کو فخریہ طور پر بیان کرتے تھے۔ شوہر اپنی بیوی کو مانگنے پر دوسروں کو دے دیا کرتا تھا۔ بعض قبیلوں میں شوہر اپنی منکوحہ پہلے قبیلے کے سردار کے پاس بھیجتا تھا اور پھر اس کا حمل دیکھنے کے بعد اس سے شادی کرتا تھا اور فخر کرتا تھا کہ میری زوجہ کے شکم میں فلاں سردار کا بچہ ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا یا اس کو طلاق دے دیتا تو اس کو بستی کے باہر اندھیری کوٹھری میں ٹاٹ کے کپڑے پہنا کر چھوڑ دیا جاتا تھا اور ایک سال تک طہارت وحاجت سے فراغت کے لیے پانی نہیں دیا جاتا تھا اور اس کو منحوس تصور کیا جاتا تھا۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے غیر اخلاقی و وحشیانہ سلوک اس کے ساتھ کئے جاتے تھے۔ [۱۳]

مختصر یہ کے عورت کے ساتھ ظلم وزیادتی اور ناانصافی ساری دنیا میں عروج پر تھی، اس کی

حیثیت داسی بلکہ پالتو جانوروں جیسی تھی۔ اس کو صرف نسل بڑھانے، اولاد پیدا کرنے، جسمانی خواہشات پوری کرنے اور موج مستی منانے کا سامان تصور کیا جاتا تھا۔ ایسے افسوس ناک وخطرناک حالات میں اللہ رب العلمین نے بنی نوع انسان پر رحم وکرم فرمایا اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین"[۱۴]

(اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)

رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت ومحبت، انصاف ودیانت داری اور اخلاقی تعلیمات سے ۲۳ رسال کی قلیل مدت میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور ایسا بے مثال سماجی وخانگی ماحول پیدا کیا کہ جس کی مثال اس روئے زمین پر نہ پہلے کبھی تھی اور نہ آئندہ کبھی ممکن ہے۔ آپ کی اخلاقی تعلیمات ومذہبی ہدایات کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ کل تک جو لوگ عورتوں کی عزت وناموس سے کھلواڑ کرنے، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے وہ ان کی عزت وعصمت کے محافظ بن گئے اور لڑکیوں کو اللہ کی رحمت سمجھنے لگے۔ جو عرب عورتوں کو انتہائی ذلیل وحقیر تصور کر کے ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے تھے وہ دل وجان ان پر قربان کرنے لگے اور ان کو منحوس سمجھنے کے بجائے باعث برکت اور زندگی کی رونق سمجھنے لگے۔ مختصر یہ کے صدیوں سے ظلم وستم کا نشانہ بنائے جانے والی عورت کو آپ نے زمین کی پستی سے اٹھا کر عزت واحترام کے آسمان کی بلندی پر پہونچا دیا۔ دنیا کے غیر مسلم اہل علم ودانش بھی اس حقیقت کا واضح طور پر اقرار کرتے ہیں۔ مثلاً:

جناب بی۔ این۔ ساہنی ایڈیٹر ہندوستان ٹائمس لکھتے ہیں:

"اسلام میں سب سے زیادہ بیان کرنے کے لائق وہ حقوق ہیں جو اس نے عورتوں کو دیئے ہیں۔ جائداد اور ملکیت کے قانونی حقوق کے بارے میں اسلام کے پیغمبر نے عورتوں کو ایسے حقوق دیئے ہیں جنھیں آج ہر ملک کے مذہبی پیشوا اپنی عورتوں کو دینے کے خواہش مند ہیں۔"[۱۵]

ڈاکٹر گنیش دت سارسوت (डॉ0 गणेशदत्त सारसवत) رقم طراز ہیں:

"حقیقت میں مسلم قانون نے مسلم عورت کی حالت کو جائداد اور شخصی تحفظ جیسے بہت

سے حقوق عطا کر کے کافی مضبوط بنا دیا ہے وہ اب کسی دوسرے کی محتاج نہیں، اپنے حق کی خود مالک ہے۔[16]

مشہور کہانی وناول تخلیق کار منشی پریم چند بیان کرتے ہیں:

''عورت طبقے کے ساتھ اسلام نے جو سلوک کئے ہیں ان کے مقابلے میں دوسرے سماجوں کا سلوک غیر انسانی معلوم ہوتا ہے۔ کس سماج میں عورت کا جائداد میں اتنا حق منظور کیا گیا ہے جتنا اسلام میں؟[17]

پنڈت سندر لال کہتے ہیں:

''قرآن میں بار بار عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، انصاف کرنے اور ان کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم ہے۔ قرآن سے پہلے عورتوں کو اپنے باپ، بھائی، شوہر یا کسی کے بھی مرنے پر اس کی جائداد سے کسی طرح کا حصہ نہ ملتا تھا۔ یہ حکم قرآن نے دیا۔[18]

جناب آئرینا میڈ مکس کا بیان ہے کہ:

عورت آپ (صلی اللہ علیہ سلم) کے لیے عزت کے لائق تھی۔ اس سماج میں جہاں لوگ اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے بعد زندہ در گور کر دیتے تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں عورتوں کو جینے کا حق دیا۔ عورت کے حقوق کا تحفظ جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی قانونی تاریخ میں نہیں ملتی[19]

مسٹر ڈبلیو کیش لکھتے ہیں: ''اسلام نے پہلی بار عورتوں کو انسانی حقوق فراہم کیے اور انہیں طلاق کا حق دیا اور جسم فروشی کرنے والی عورتوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کیں۔[20]

مسٹر ای۔ بلائڈن رقم طراز ہیں: ''اصل اسلام جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے، اس نے طبقۂ نسواں کو وہ حقوق عطا کیے جو نہ اسلام سے پہلے اس طبقے کو انسانی تاریخ میں نصیب ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔[21]

مسٹر اینی بیسینٹ کہتے ہیں کہ:

''یاد رکھیے! اسلام کا قانون موجودہ زمانے تک جب کے کچھ حصوں پر انگلینڈ میں بھی کام ہونا شروع ہو گیا ہے، خاص طور سے عورتوں کے بارے میں دنیا بھر میں اس کو سب سے

زیادہ انصاف والا قانون مان لیا گیا ہے۔ اس قانون میں جہاں تک جائداد کا مسئلہ ہے یا طلاق کے معاملوں کا حل کرنا، یہ یورپین قانون سے بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اس میں عورتوں کے تمام حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ ۲۲ے

مسٹر آرتھر گلیمن لکھتے ہیں:

''آپ (پیغمبر اسلام) نے شوہر اور بیوی کے حقوق کو برابر درجے میں رکھا ہے اسی طرح آپ نے بیواؤں کو ذلت آمیز حالت سے نکال کر انہیں عزت عطا کی۔ ۲۳ے

خلاصہ یہ کہ ماں، بیٹی، بیوی، بیوہ اور یتیم کی صورت میں عورت کے مختلف روپ ہوتے ہیں۔ اسلام نے عورت کے ہر روپ اور ہر صورت کے لیے ایسے اخلاقی وانسانی قوانین نافذ فرمائے کہ دنیا ہمیشہ ان کے سامنے اپنی جبین عقیدت خم کرتی ہوئی نظر آئے گی۔ اسلام نے عورت کو عمر کے کس حصے اور کس شکل میں کیا کیا اور کیسے کیسے عظیم اخلاقی وانسانی حقوق عطا فرمائے ہیں اس کا ہم علحدہ علحدہ عناوین کے تحت جائزہ لیں گے تا کہ موضوع کے تعلق سے بات بخوبی واضح ہو جائے۔

اسلام میں عورت کا مقام

اسلامی تعلیمات کا اگر انصاف و دیانت داری سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگی کے آج سے چودہ سو سال قبل اسلام نے عورتوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں ان پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو مسلم عورت سے زیادہ خوش نصیب وخوش حال دنیا کی کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔ اسلام نے روز اول ہی سے عورتوں کے مذہبی، قومی، خانگی، سماجی، تمدنی اور تعلیمی لحاظ سے بہترین حقوق متعین کر کے اس کو بین الاقوامی سطح پر وہ اعلی مقام عطا کیا ہے کہ وہ کسی طرح بھی مردوں سے کمتر و پسماندہ نہیں ہیں۔ نہ تعلیم میں نہ تہذیب میں، نہ معاشرت میں نہ معشیت میں اور نہ دنیا میں نہ آخرت میں، مردوں کو اگر نیک اعمال کی بدولت جنت حاصل ہوگی اور وہ انعامات الہیہ کے مستحق ہونگے تو عورتیں بھی اعمال صالحہ کے باعث خدائی نوازشات وفردوس کی حقدار ہونگی۔ چنانچہ رب تبارک وتعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

''من عمل صالحا من ذکر اوانثی وھو مومن فلنحیینه حیاۃ طیبة

ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانو ایعملون۔ ''۲۴

(جس نے نیک کام کئے چاہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم اس کو ایک اچھی زندگی دینگے اور جو وہ بہتر کام کرتے تھے اس کے بدلے میں ان کو ان کا بہتر حق دیں گے۔)

ومن یعمل من الصلحت من ذکر اوانثی وھومومن فاولئک یدخلون الجنة ولایظلمون نقیرا''۲۵

(جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان والا ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے اور ان کا تل کے برابر بھی حق بے کار نہ جائے گا)

''فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر اوانثی بعضکم من بعض۔ ''۲۶

(ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ میں تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو رائگاں نہیں کرتا۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے صاف طور پر واضح ہے کے اللہ جل شانہ نے مرد اور عورت کے اعمال حسنہ کے اجر وثواب میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے دونوں اصناف کو یکساں مقام عطا کیا ہے۔

اسلام نے صرف اجر وثواب کے تعلق سے ہی عورتوں کو مردوں کے مساوی درجہ نہیں دیا ہے بلکہ زندگی کے دوسرے معاملات وامور میں بھی ان کو مردوں کے مقابل لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ رب العلمین ارشاد فرماتا ہے:

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة واللہ عزیز حکیم ۲۷

(عورتوں کا بھی حق ہے جیسا مردوں کا ان پر حق ہے، دستور کے مطابق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

''ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ''۲۸

(عورتیں تمہاری پوشاک (زینت) ہیں اور تم (مرد) انکی پوشاک ہو)

"وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والا قربون مماقل منه او کثر نصیبا مفروضاً۔ ۲۹ے

(عورت کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتے دار اس جائداد سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ (اللہ کی جانب سے) مقرر کیا ہوا ہے۔)

قرآن کریم کی ان آیات سے بخوبی ثابت ہے کہ خالق کائنات نے جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر مقرر فرمائے ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر متعین فرمائے ہیں۔ اگر مردوں کو عورتوں کے لیے پردہ پوشی و زینت بیان کیا گیا ہے تو عورتوں کو بھی ان کے لئے حفاظت وراحت کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔ اگر مردوں کو ماں، باپ یا اقرباء کی ملکیت سے ترکہ کا حق دیا گیا ہے تو عورتوں کو بھی اس سے محروم نہیں کیا گیا ہے۔ مرد وعورت کا تعلق ایک دوسرے سے چوں کہ چولی، دامن یا جسم ولباس جیسا ہے، ایک دوسرے کی زندگی اور اس سے متعلق معاملات ومسائل کا ایک دوسرے پر انحصار ہے اس لئے اسلام نے ان دونوں کے لیے قوانین بھی ایسے ہی نافذ فرمائے ہیں جو دونوں کے حق میں یکساں مفید ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"ومن اٰیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودۃً ورحمۃ۔ ان فی ذلک لاٰیات لقوم یتفکرون۔" ۳۰ے

(اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے بنادیئے کہ ان کے پاس سکون سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی رکھی۔ لیکن اس میں جو غور کرتے ہیں ان کے لیے بہت کام کی باتیں ہیں۔)

"وَعَاشِرُوهن بِالْمَعْرُوْف۔" ۳۱ے

(اور عورتوں کے ساتھ خوب اچھائی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔)

اس طرح خالق کائنات نے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے راحت وسکون کا سبب قرار دے کر اور اچھی طرح زندگی بسر کرنے کا حکم دے کر دونوں کے مابین کوئی امتیاز یا فرق نہیں رکھا ہے بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیا ہے۔

قرآن کریم کے علاوہ جب ہم احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ احکامِ الٰہی کی روشنی میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت فرمائی ہے اور عورتوں کو دنیا کی سب سے عظیم نعمت قرار دیا ہے۔ بلکہ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں عورت کا درجہ مرد سے بلند تر ہے۔ آپ نے نہ صرف آزاد عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے بلکہ لونڈیوں اور باندیوں کو بھی عزت وشرف کا مقام عطا کر کے اوج ثریا پر پہنچایا ہے۔ چنانچہ رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"سوَوابین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضِلا احدًا لفضَلت النساء۔" ۳۲؎

(تحائف کی تقسیم میں اپنی اولاد میں برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت دیتا۔)

"الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔" ۳۳؎

(دنیا ساز وسامان کی جگہ ہے اور اس دنیا کی بہترین دولت نیک عورت ہے۔)

"اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم۔" ۳۴؎

(مومنوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو ان میں سے بہترین اخلاق کے مالک ہیں اور تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے اچھے ہیں)

"لا یفرک من مؤمنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخرہ۔" ۳۵؎

(کوئی مومن مرد مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت اس کو ناپسند ہے تو ممکن ہے کہ اس کی کوئی دوسری عادت پسند آجائے۔)

یعنی اگر اس میں کوئی خامی یا برائی ہے تو اچھائی وخوبی بھی ضرور ہوگی اس لئے مومن کو دونوں رُخ سامنے رکھ کر برتاؤ کرنا چاہیے۔

"استوصوا بالنساء فان المرأۃ خلقت من ضلع وان اعوج شئ فی

الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج،
فاستوصوا بالنساء۔ "٣٦

(عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیوں کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھا پن پسلی کے اوپری حصے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تم اس کو بالکل سیدھا کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی اس لئے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری ہدایت قبول کرو۔)

اس حدیث میں عورتوں کے بارے میں ٹیڑھے پن کی جو بات کہی گئی ہے۔ وہ ان کے مزاج کے بارے میں ہے، جو عام طور سے تجربہ میں آتی رہتی ہے۔ اس لیے ان کے مزاج کی رعایت ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی اخلاقی و عملی اصلاح کی کوشش نہ کی جائے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے عورتوں کے ساتھ بہتر و عمدہ سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اور ان کے لئے بے مثال حقوق مقرر فرمائے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ "جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے، ایک گروہ دوسرے گروہ کی جان و مال اور عزت و آبرو کا پیاسا ہوتا ہے اور مخالف گروہ کی ہلاکت و تباہی اس کا خاص مقصد ہوتا ہے لیکن اسلام نے اس موقع پر بھی مسلمانوں کو یہی ہدایت و نصیحت کی ہے کہ عورتوں پر کسی قسم کا ظلم و ستم اور دست درازی ہرگز نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے۔

بیوی کا مقام

لڑکی جب تک نابالغ ہوتی ہے اور بچپن کی زندگی اپنے والدین کے سایۂ رحمت میں گزارتی ہے وہ تقریباً ہر طرح کی فکر و ذمہ داری سے آزاد ہوتی ہے لیکن بلوغت و شباب کی منزل میں قدم رکھتے ہی اس کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور نت نئی فکریں جنم لیتی ہیں۔ شادی کے بعد جب وہ اپنا آبائی گھر بار چھوڑ کر سسرال جاتی ہے تو اس کو ایک نئے ماحول، اجنبی افراد اور شوہر کی صورت میں ایک غیر مانوس انسان کے ساتھ زندگی گزارنے کے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے، ایسے

وقت میں فطری طور پر اس کو محبت وانسیت، عزت واہمیت اور حوصلہ افزائی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام چوں کہ دین فطرت ہے اس لئے اس نے عورت کی زندگی کے اس اہم موڑ پر اس کی دلجوئی اور عزت افزائی کا مکمل خیال رکھا ہے۔ ازدواجی زندگی سماج ومعاشرے کے لیے ابتدائی سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اسلام نے اس کو صالح وخوش گوار بنانے کے لیے ایسے بے مثال احکامات واقوالِ زریں بیان فرمائے ہیں کہ جنہوں نے بیوی کی حیثیت سے عورت کو اوج ثریا پر پہنچا دیا ہے اور جس کو اس کی عزت افزائی اور دلجوئی کی معراج کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"ومن أیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها وجعل بینکم موَدّةً وّرحمة۔" ۳۷

(اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت ورحمت رکھی۔)

وعاشروهن بالمعروف ج فان کرهتموهن فعسیٰ ان تکرهوا شیئاً ویجعل اللّٰه فیه خیراً کثیراً۔" ۳۸

(اور ان (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو بھی نباہ کرو۔ شاید خدا تمہاری ناپسندیدہ شئ میں تمہارے لیے بہت سی بھلائی کردے)

"وارزقوهم فیها واکسوهم وقولوا لهم قولاً معروفاً۔" ۳۹

(اور انہیں (بیویوں) کو اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو)

"ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔" ۴۰

(اور ان (بیویوں) کے حقوق بھی مشہور طریقے پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حقوق)

"هن لباس لکم وانتم لباس لهن۔" ۴۱

(وہ تمہاری رونق ہیں اور تم ان کی رونق)

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں مختلف انداز میں زوجہ کی اہمیت وعظمت کو اُجاگر کر کے اس

کی عزت افزائی ودلجوئی کی گئی ہے۔ جن سے واضح طور پر چند باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ کہ بیوی شوہر کے لیے مرد کی جنس سے تخلیق شدہ اللہ کی نشانی ہے۔ راحت وسکون اور محبت والفت کا بہترین ذریعہ ہے اور اس کی زندگی کی رونق ہے اس لیے اس سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے، جوخود کھائیں انہیں کھلانا چاہیے، جوخود پہنیں انہیں پہنانا چاہیے، ان سے اچھی بات کرنی چاہیے اور اگر وہ ناپسند ہوں تو بھی حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے اور انہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچانا چاہیے بلکہ اگر وہ سرکشی اختیار کریں تب بھی حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ولاتمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذالک فقدظلم نفسہ ولاتتخذوا اٰیات اللّٰہ ھزواً۔ [۴۲]

(اور انہیں نقصان پہنچانے اور زیادتی کرنے کے لیے نہ روکے رکھو جو ایسا کرے گا گویا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ بناؤ)

"والّٰتی تخافون نشوذھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلاتبغوا علیھن سبیلاً۔ [۴۳]

(اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں جسمانی سزا دو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔)

قرآنی آیات کریمہ کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی عورت کو زوجہ کی حیثیت سے اعلیٰ مقام واعزاز بخشا ہے چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"خیر کم خیر کم لاھلہٖ وانا خیر کم لاھلی۔" [۴۴]

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے ساتھ تم میں سب سے زیادہ بہتر ہوں۔)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے شارع علیہ السلام کی نگاہ میں وہ اچھا انسان نہیں ہے۔

"لایجلد احدکم امرأته جلد العبدثم یجامعھا فی أخر الیوم۔" ۴۵

(تم میں کا کوئی انسان ایک غلام کی طرح اپنی بیوی کو نہ مارے پھر اس بیوی سے دن کے آخر حصے میں ہمبستری کرے۔)

پیغمبر اسلام کی کیا ہی عمدہ نصیحت ہے کہ کیا کسی شریف انسان کو یہ اچھا لگتا ہے کہ دن میں جس بیوی کو مارے شام کو اسی کے ساتھ مباشرت کرے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا:

"ان تطعمھا اذا طعمت، وتکسوھا اذا اکتسیت ولاتضرب الوجه، ولاتقبح ولاتھجر الاَّفی البیت۔" ۴۶

(جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اس سے برے لفظ نہ کہو اور اس کو اپنے سے علاحدہ نہ کرو مگر گھر میں ہی۔)

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے ارشاد فرمایا:

"انک لن تنفق نفقة تبتغی بھا وجه اللّٰہ الاَ اجرت علیھا، حتّٰی ماتجعل فی امرأتک۔" ۴۷

(تم جو کچھ خرچ کرتے ہو کہ جس سے تمہارا مقصود رضائے الٰہی ہو تو تمہیں اس پر اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو (اس پر بھی تمہیں اجر دیا جاتا ہے۔)

بیوی کے حقوق اور اس کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"انّ لکم علیٰ نسائکم حقًا ولھن علیکم حقًا۔" ۴۸

(اور تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔)

"مَا اکرم النسآء الا کریم وما اھانھن الاَلئیم۔" ۴۹

(عورتوں کی عزت وہی شخص کرے گا جو شریف ہو اور عورتوں کی توہین وہی

انسان کرے گا جو کمینہ ہو۔)

"والمرأة راعية علی بيت زوجها وولده فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته۔" ۵۰

(اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی نگراں ہے۔ پس ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔)

"يقول من اراد ان يلقى الله طاهرا مطهرا فليتزوج الحرائر۔" ۵۱

(جو اللہ تعالیٰ سے پاک اور پاکیزہ ہو کر ملاقات کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ آزاد عورتوں سے شادی کرے۔)

اسی طرح بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص نے نکاح کرلیا تو نصف دین اس کے لیے مکمل ہو گیا اور باقی نصف دین کے لئے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ ۵۲

اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بحیثیت بیوی عورت صرف گھر کی ہی زینت وجمال نہیں بلکہ دین وایمان کا بھی حسن وکمال ہے۔ اس کے بنا گھر بھی بے رونق، مرد کی زندگی بھی بے لذت اور اس کا دین وایمان بھی ناقص و نامکمل ہے۔ اسلامی اعتبار سے ایک مثالی اور اچھا شوہر کہلانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی کی جائز خواہشات کا حتی الامکان خیال رکھے اگرچہ وہ اس کے مزاج کے خلاف ہوں۔ اور اس کی عزت افزائی ولجوئی میں کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی حیات طیبہ میں اس قسم کی بہت سی حسین ونادر مثالیں اور ارشادات موجود ہیں کہ دلچسپیاں مختلف ہونے کے باوجود آپ نے ازواج مطہرات کی بحسن وخوبی دلجوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب فاما سالت رسول الله صلی الله عليه وسلم واما قال تشتهين تنظرين فقلت نعم فاقامنی وراءه خدی علی خده وهو يقول دونكم يابنی ارفده

حتی اذا مللت قال لی حسبک قلت نعم قال فاذھبی۔ ۵۳؎

(عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیلتے تھے یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا پھر آپ نے فرمایا کیا تماشہ دیکھنے کا ارادہ ہے۔ میں بولی ہاں، تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا۔ میرا رخسار آپ کے دوش پر تھا، آپ نے فرمایا اے بنی ارفدہ تماشا دکھاؤ یہاں تک کہ جب دل بھر گیا تو آپ نے فرمایا بس! میں نے کہا جی ہاں فرمایا تو چلی جاؤ۔)

"عن عائشة قالت کنت العب بالبنات عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان لی صواحب یلعبن معی فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل ینقمعن منه فیسرّ بهن الیَّ فیلعبن معی۔" ۵۴؎

(حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب آپ تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں۔)

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار سفر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لائے۔ ان کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ان امہات المومنین کی سواریوں کو حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ بہت تیزی سے ہانک کر لے جارہے تھے۔ حضور نے یہ حال دیکھ کر فرمایا:

"ویحک یا انجشة رویدک سوقک بالقواریر۔" ۵۵؎

(اے انجشہ ان شیشیوں (عورتوں) کو ذرا سنبھال کر آہستہ لے کر چلو)

یعنی یہ صنف نازک ہیں اطمینان اور وقار کے ساتھ چلو اور ان کی لطافت و نازک مزاجی کا خیال رکھو شیشے کی طرح کہیں یہ ٹوٹ نہ جائیں۔

مختصر یہ کہ اسلام و پیغمبر اسلام نے عورت کو زوجہ ہونے کی صورت میں بے مثال انسانی و اخلاقی حقوق اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی اور جذبۂ فطری کا خیال رکھا ہے۔

ماں کا مرتبہ ومقام

دنیا کے ہر مذہب وہر قوم میں کم وبیش ماں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے لیکن اسلام نے ایک عورت کو ماں کی حیثیت سے جو عظمت واحترام عطا کیا ہے اور اعزاز واکرام کے جس عظیم مرتبہ ومقام پر اس کو فائز کیا ہے انسانی تاریخ میں کہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان سے کس طرح پیش آنا چاہیے، کیسے بات کرنی چاہیے، کیسے خدمت کرنی چاہیے، کس طرح خیال رکھنا چاہیے اور کن چیزوں کو ادباً ملحوظ رکھنا چاہیے؟ مختصر یہ کہ ان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے کہ جس کے تعلق سے اسلام نے اعلیٰ اخلاقی اقدار، مثالی نقوش اور بہترین انسانی حقوق نہ متعین فرمائے ہوں۔ چنانچہ اللہ رب العلمین ارشاد فرماتا ہے:

"وبالوالدین احسانا۔ اِمّا یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلاتقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھماقولاً کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل ربّ ارحمھما کما ربّینی صغیرا۔" [۵۵]

(اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم سے بات کرنا اور ان کے لئے عاجزی کا باز و بچھائے رہو نرم دلی سے اور عرض کرتے رہو اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما، جس طرح ان دونوں نے محبت وشفقت سے بچپن میں مجھے پالا تھا۔)

"وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب۔" [۵۶]

(اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی)

"ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی

عامین ان اشکرلی ولو الدیک الیٰ المصیر۔"۵۷

(اور ہم نے انسان کواس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی۔ پھر دوسال میں جاکراس کا دودھ چھوٹتا ہے (اس لئے اے میرے بندو) میرا بھی شکرادا کرواوراپنے ماں باپ کا بھی۔ آخرتم سب کومیرے پاس ہی آنا ہے۔)

"قل ماانفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔"۵۸

(اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ فرمادیجئے کہ تم اپنی نیک کمائی میں سے اپنے ماں باپ،قریبی رشتے داروں،یتیموں،محتاجوں اور مسافروں پرخرچ کرو۔)

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات میں ماں کے مقام اوران سے حسن سلوک کو بہت ہی حسین انداز اور عمدہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ آیات میں مذکوراحکام خداوندی سے کامل طور پرواضح ہوتا ہے کہ غذاوخوراک،لباس ورہائش،ذاتی اخراجات اور خدمت کے تعلق سے ان کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہیے تاکہ انہیں کسی طرح کی ذہنی یا جسمانی اذیّت نہ ہو۔ بزرگی یا ضعیفی کے باعث اگروہ چڑچڑا کریا جھلاّ کربات کریں یا کوئی غیر مناسب کام یافرمائش کریں تب بھی ان سے اف نہ کرو۔ اگرکوئی بے وقوفی کی بات کریں توان کوجھڑکومت بلکہ ہمیشہ ان کے سامنے ادب واحترام سے رہواور کبھی ان کی ادنیٰ سی بھی توہین وبےعزتی نہ کرو۔ صداان سے نرم دلی وعاجزی سے پیش آؤاوران کی صحت وسلامتی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاکرتے رہو۔ اورحسن سلوک،خوش اخلاقی،ہمدردی اور عاجزی کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کرتے رہو۔

قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی ماں کے ساتھ عمدہ سلوک اوراچھابرتاؤ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے بلکہ حدیث پاک میں ماں کوباپ سے زیادہ اہمیت دی گئی ہےاوروہ اس لئے کہ بچے کی پیدائش وپرورش کے سلسلے میں ماں کوبہت سی ذہنی وجسمانی تکالیف ومصائب برداشت کرناپڑتی ہیں۔ جسمانی ملاقات ومباشرت اورچند لمحات وقطرات کی بدولت باپ بچے کی پیدائش کے واسطے سبب بنتا ہےلیکن ماں نوماہ تک مسلسل

اس کو اپنا خون جگر پلاتی ہے، حمل کی صعوبتیں و مصیبتیں اٹھاتی ہے، دو سال تک اپنا دودھ پلاتی ہے۔ اور سرد و گرم موسم میں خود پریشان رہ کر اس کے آرام و سکون کا مکمل خیال رکھتی ہے۔ باپ اس کی جسمانی و ذہنی نشو و نما اور تعلیم و تربیت میں انتہائی محنت و کاوش کرتا ہے لیکن ماں مذکورہ کام کی انجام دہی کے ساتھ بچے کی خوشی پر اپنی خوشی قربان کر دیتی ہے اور اس کی ذرا سی پریشانی و تکلیف دیکھ کر بے قرار و بے چین ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بچہ قدم قدم پر ایامِ طفولیت میں ماں کی شفقت و محبت اور اس کی ممتا بھری گود کا محتاج ہوتا ہے۔ باپ سے زیادہ اس کو ماں کے آنچل میں سکون ملتا ہے۔ اسی لیے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کے معاملہ میں ماں کا مقام باپ پر مقدم رکھا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم کے تعلق سے جب ہم دیگر مذاہب و اقوام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں باپ کو اوّلیت دی گئی ہے۔ لیکن اس کے برعکس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کی سماجی حیثیت ارفع و اعلیٰ کرنے کے لیے ان کی مخالفت کی ہے اور ماں کی عظیم قربانیوں و بے مثال کوششوں کے پیش نظر اس کو باپ سے زیادہ فضیلت دی ہے۔ چنانچہ احادیث شریف میں ہے کہ:

"جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فقال یا رسول اللہ من احق الناس بحسن صحابتی؟ قال امک قال: ثم من؟ قال: ثم امک قال ثم من؟ قال ثم امک قال ثم من؟ قال ثم ابوک۔" 59

(ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا پھر تمہارا باپ ہے۔)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حسن سلوک کے معاملہ میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے۔

اسلام کی نظر میں ماں باپ کی کتنی عظیم حیثیت ہے اس کا اندازہ آپ حدیث پاک کی ان تعلیمات سے بھی بحسن و خوبی لگا سکتے ہیں کہ جن میں والدہ کی رضا کو اللہ کی رضا اور ان کی

ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی، ان کی خدمت کو جہاد اور ان کی ذات کو اولاد کی جنت و دوزخ قرار دیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"الا اخبر کم باکبر الکبائر؟ قلنا بلی یا رسول اللہ قال: الاشراک باللہ و عقوق الوالدین۔ ٦٠

(اے لوگو! کیا تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔)

"حق الوالدین علیٰ ولدھما قال ھما جنتک و نارک۔" ٦١

(ماں باپ کا اولاد پر اتنا حق ہے کہ وہ اس کی جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔)

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کا مشورہ لینے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"ألک والدان قلت نعم قال الزمھما فان الجنۃ تحت ارجلھما۔" ٦٢

(کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو انہیں کے ساتھ رہو کہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔)

اور ایک دوسری روایت میں ہے "قال ففیھما فجاھد۔ "فرمایا تو ان کی خدمت میں ہی جہاد کر۔ ٦٣

واضح ہو کہ اسلام نے ماں باپ کے ساتھ جو حسن سلوک، خدمت و ہمدردی اور محبت و عاجزی کی تعلیم دی ہے وہ صرف مسلم والدین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ غیر مسلم ماں باپ کے ساتھ بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر وہ شرک کی تعلیم دیں یا دین حق اسلام سے دور و نفور کی جد و جہد کریں تو ہرگز ہرگز ان کی اطاعت و فرماں برداری نہ کریں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلاتطعھما و صاحبھما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الیَّ۔" ٦٤

(اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس

کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کے ساتھ پیش آ۔ اور اس راستے پر چل جو میری طرف آتا ہے)

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت و ہمدردی میں اسلامی نقطۂ نظر سے مومن اور مشرک کی کوئی شرط نہیں۔ اگر وہ مشرک یا کافر ہیں تب بھی دنیوی معاملات میں ان کے تئیں اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ قرآن مقدس کے علاوہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

''حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں میری ماں میرے پاس آئیں جو مسلمان نہ تھیں۔ میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا؟

''اصلھا؟ قال نعم۔'' کیا میں ان کے ساتھ صلۂ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں۔

''نعم صلی امک۔'' ہاں اپنی ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ [٦٥]

قرآن وسنت سے پیش کردہ دلائل و براہین کی روشنی میں صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنی تعلیمات میں عورت کو ماں کی حیثیت سے جو عظمت و فضیلت بخشی ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی مذہب میں نظر نہیں آتا۔ صنف نازک اس پر جتنا بھی شکر و ناز کرے وہ کم ہے۔

لڑکی کا مقام

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت و رسالت سے قبل دنیا کی ہر قوم و ہر ملک بالخصوص ملک عرب میں لڑکیوں کی پیدائش کو شرم کا باعث اور رنج و مصیبت کا سبب تصور کیا جاتا تھا۔ اولاد ذکور کے بمقابل اولاد اناث کو انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور لڑکی کی پیدائش کی خبر کو عام طور سے چھپایا جاتا تھا کیوں کہ ان کے یہاں بیٹی کا کوئی مقام ہی نہیں تھا وہ ہمیشہ یہی چاہتے تھے کہ ان کے یہاں فرزند پیدا ہو۔ بعض قبیلوں اور خاندانوں میں اس قدر سنگ دلی اور درندگی تھی کہ وہ اس صنف نازک کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب، اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی یا کچھ دنوں بعد موت کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ قرآن وحدیث اور تاریخ وسیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے اس کی چند وجوہات سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ عرب کے مختلف خاندانوں وقبیلوں میں آئے دن خونریز معرکہ آرائیاں ہوتی رہتی تھیں، جن میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں زیادہ سے زیادہ مردوں کی ضرورت ہوتی تھی اسی وجہ سے مردوں کو عورتوں پر ترجیح دی جانے لگی کیوں کہ عورت میدانِ جنگ میں بہادری کے جوہر نہیں دکھا سکتی تھی۔ اسی وجہ سے وہ لڑکیوں کو مالِ غنیمت اور ورثے میں سے حصہ بھی نہیں دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے باعث ہمیں بسا اوقات جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔٦٦

تیسرے یہ کہ اہل عرب لڑکیوں کی ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے ان کا خاتمہ کر دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ زندہ رہی تو اسے کسی کے نکاح میں دینا ہی پڑے گا اور ہمیں سسر یا سالہ بننا پڑے گا جوان کے لیے انتہائی معیوب وشرمناک بات تھی۔ اسی قسم کی وجوہات کے پیش نظر اہل عرب میں یہ ظالمانہ وجاہلانہ رسم جاری ہوگئی تھی اور وہ بیٹیوں کو انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قرآن پاک جس کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

"واذا بُشِّرَ احدهم بالانثی ظل وجهه مسودا وهو كظيم۔ يتوارىٰ من القوم من سوٓء مابشربه۔ ط ايمسكهٗ علىٰ هونٍ ام يدسّهٗ فى التراب ط الاَسآءَ مَايحكمون۔"٦٧

(اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے کا رنگ رنج وغم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غصے میں آپے سے باہر ہوتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس برائی کی خبر کے سبب۔ (اور دل میں سوچتا ہے) کیا اس کو ذلت کے لیے زندہ رہنے دوں یا مٹی میں دفن کر دوں۔ خبردار بہت ہی برا ہے وہ فیصلہ جو یہ کرتے ہیں۔)

تیسرے یہ کہ بہت سے لوگ مفلسی وتنگدستی کے خوف سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اور وہ سوچتے تھے کہ اس سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ تو ہے نہیں لہٰذا

اس کو زندہ رکھ کر کیوں مصیبت کا سامنا کریں؟ اھل عرب کی اس جاہلانہ واحمقانہ سوچ کی اسلام نے انتہائی شدت کے ساتھ تردید وبیخ کنی فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ لڑکیاں غربت وافلاس کا موجب اوران پرخرچ کرنا فضول وعبث نہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم۔" ۶۸

(اوراپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی تمہیں بھی رزق دینے والے ہیں اوران کو بھی)

"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیراً۔" ۶۹

(اوراپنی اولاد کو غریبی کے ڈر سے قتل نہ کردیا کرو۔ ہم ہی ان کو بھی رزق دیتے ہیں اورتم کو بھی۔ بیشک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے)

اس طرح اسلام نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی شیطانی سوچ اور بری رسم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اوراس کو عظیم ترین گناہ قرار دیا۔

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت کے عرب لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی ان کو اس پر کوئی افسوس یا رنج ہوتا تھا بلکہ وہ اتنے بڑے سفاک وظالم تھے کہ اس فعل بد کو اچھا سمجھتے تھے اوراس پر فخر کرتے تھے۔ قرآن پاک ان کی اسی حالت وکیفیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاءھم لیردوھم۔" ۷۰

(بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کے ساتھیوں نے اولاد کا قتل کرنا اچھا کر دکھایا ہے کہ انہیں ہلاک کردیں۔)

اسلام نے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی اس شیطانی فکر اور بری رسم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اوراس کو عظیم ترین گناہ قرار دیا۔ اور آگاہ کیا کہ یادرکھو! جولوگ لڑکیوں کو زندہ دفن کریں گے وہ قیامت کے دن احکم الحاکمین اور تمام مخلوق کے سامنے انتہائی ذلیل ورسوا ہوں گے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"واذالموءدۃ سئلت۔ بای ذنب قتلت۔ " ؎۱

(اور جب زندہ دفن کی جانے والی (لڑکی) سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس گناہ کے بدلے میں قتل کیا گیا تھا)

آیات قرآنی کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی واضح طور پر یہی ہدایت ونصیحت دی گئی ہے کہ لڑکیوں کے ساتھ ہرگز امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ اولادِ نرینہ ہو یا زنانہ سب کے ساتھ انصاف کے ساتھ برابری کا برتاؤ کیا جائے۔ بیٹیوں کو حقیر سمجھ کے ان کی تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی غفلت یا کوتاہی نہ برتی جائے اور اُن کو باعث شرم یا سبب توہین تصور کر کے ہلاک نہ کیا جائے کہ یہ عظیم ترین گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

"قلت یارسول اللہ ایّ الذنب اعظم؟ قال "ان تجعل للہ نداوھو خلقک، قلت ثم ای؟ قال ان تقتل ولدک خشیة ان یطعم معک۔" ؎۲

(میں نے عرض کیا یارسول اللہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ تو اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ عرض کیا پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی)

زمانۂ جاہلیت میں لوگ عام طور سے لڑکوں کو پسند کرتے تھے اور ہر اعتبار سے ان کو لڑکیوں پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ آج بھی اکثر انسانی طبیعتوں کا قلبی میلان لڑکوں کی جانب زیادہ ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ تصور ونحوست کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور لڑکا ولڑکی دونوں کے ساتھ مساویانہ حسن سلوک کرنے کا درس دیا بلکہ لڑکیوں کی پیدائش کو اللہ کی رحمت اور ان کی تربیت وتعلیم اور ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کو شفاعت ونجات، مغفرت وجنت کا ذریعہ اور انتہائی اعلیٰ کارِثواب قرار دیا ہے۔ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا ولد لرجل ابنة بعث اللہ عزّ وجل ملائکة یقولون السلام

علیکم اھل البیت یکتفونھا باجنحتھم ویمسحون بایدیھم علی راسھا ویقولون ضعیفة خرجت من ضعیفة القیم علیھا مُعان الی یوم القیمة۔ "۳؎

(جب کسی شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے یہاں فرشتے بھیجتا ہے، جو کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں، یہ ایک کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو اس لڑکی کی پرورش کرے گا قیامت تک اللہ کی مدد اس کے ساتھ رہے گی۔)

"من ولدت لہ ابنة فلم یؤذھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الزکور ادخلہ اللہ بھا الجنة۔ " (رواہ احمد والحاکم مستدرک)

(جس شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہو پھر نہ تو وہ اس کو کوئی ایذاء پہنچائے اور نہ اس کی توہین و ناقدری کرے اور نہ محبت و برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ اس کے عوض اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔)

"سوّوابین اولادکم فی العطیة فلوکنت مفضِلاً احدًا لفضلت النسآء۔ "۴؎

(تحفوں کی تقسیم میں اپنی اولاد کے درمیان برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو (لڑکوں پر) فضیلت دیتا)

"من عال ثلاث بنات فادَبھن وزوجھن واحسن الیھن فلہ الجنة۔ وفی روایة قال ثلاث اخوات او ثلاث بنات او بنتان او اختان۔ "۵؎

(جن نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں ادب سکھایا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا تو اس کے لیے جنت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین بہنیں یا تین بیٹیاں، یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں)

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لے کر مانگنے آئی۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہی اس کو دے دی تو اس نے وہ اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ (یہ سن کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) ارشاد فرمایا:

"من یلی من ھذہ البنات شیئا فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار۔" ٦٧

(جوان بیٹیوں کو کچھ بھی دے اور ان پر احسان کرے تو اس کے لیے وہ نیکی جہنم سے آڑ ہوگی۔)

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں صاف طور پر واضح ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لڑکیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے تعلق سے ایک عظیم انقلاب برپا کیا ہے۔ لڑکیوں کے لئے اس سے بڑھ کر معراج اور خوش بختی کیا ہوگی؟ کہ انہیں اللہ کی رحمت اور باعث جنت قرار دیا ہے، لڑکوں کے مساوی مرتبہ ومقام عطا کیا ہے، انہیں حقیر یا ذلیل سمجھنا اور قتل کرنا گناہِ عظیم بیان کیا ہے اور ان سے ہمیشہ محبت وہمدردی سے پیش آنے کا درس دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملی طور پر اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ادب اور ان سے انتہائی قلبی محبت کا مظاہرہ کر کے دنیا کے سامنے بے مثال نمونۂ عمل پیش کیا ہے اور یہ سبق دیا ہے کہ ایک باپ کو اپنی بیٹی کے ساتھ کس طرح حسن سلوک کرنا چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

"کانت اذا دخلت علیہ قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا و اجلسھا فی مجلسہ و کان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ و اجلستہ فی مجلسھا۔ ٦٨

(جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بوسہ دیتے اور انہیں پاس بٹھاتے اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہو جاتیں، آپ کے دست

اقدس کو بوسہ دیتیں اور اپنے پاس بٹھاتیں۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے لڑکیوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے اور ان کے حقوق کی مکمل حفاظت کی ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر اتنے عظیم انعامات کا وعدہ فرمایا ہے کہ جس کی نظیر تمام عالم میں نہیں ملتی۔

تعلیم نسواں کی اہمیت

انسانی زندگی کے ہر معاملے وہر شعبے میں اسلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک وحسن انصاف کا درس دیا ہے۔ ایک طرف جہاں مرد وعورت کو انسانی وذاتی اعتبار سے برابری کا درجہ دیا ہے اور یہ حکم نافذ کیا ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور کسی قسم کا امتیاز نہ کیا جائے وہاں دوسری طرف تعلیمی، ادبی اور اخلاقی لحاظ سے بھی یہی اصول وضابطہ پیش کیا ہے کہ لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح تعلیم وتربیت کا پورا حق حاصل ہے لہٰذا ان کے تعلیمی حق کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے، عورت کے کردار کی بھی انسانی معاشرہ میں بڑی بنیادی اہمیت ہے اس لئے ان کو تعلیم سے ضرور آراستہ کیا جائے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے تعلیم کے معاملہ میں بھی عورتوں کو مردوں کی طرح یہ آزادی عطا کی ہے کہ وہ جو علم یا فن حاصل کرنا چاہیں اُسے پوری آزادی کے ساتھ حاصل کر سکتی ہیں۔ انہیں علم وفن کے حصول سے باز رکھنے کے لیے مذہبی اعتبار سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن وسنت میں علم وتعلیم کے حصول کے بارے میں مطلقاً حکم وخطاب ہے جو مرد وعورت دونوں کو یکساں طور پر شامل ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

قد خسر الذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علم۔" ۸ے

(بے شک وہ لوگ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو اپنی بے وقوفی سے جاہل اور بے علم رہ کر ہلاک کیا)

"قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ط انمایتذکر اولوا الالباب۔" ۹ے

(اے نبی آپ فرما دیجئے! کیا علم حاصل کرنے والے اور علم نہ حاصل کرنے والے برابر ہیں؟ بے شک نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔)

"یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمًّی فاکتبوہ۔" [۸۰]

(اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لو)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علم اور تعلیم کے تعلق سے جو ہدایت و حکم یا خطاب قرآن پاک نے کیا ہے وہ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اس میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی سماج کا ایک اہم اور بنیادی حصہ ہیں، وہ بھی مردوں کی طرح لین، دین و خرید و فروخت کرتی ہیں، بچوں کی تعلیم و تربیت، بہتر خاندان اور بہتر سماج کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔

تعلیم نسواں کے ثبوت میں اب تک جو آیات قرآنی ذکر کی گئی ہیں ان میں مطلقاً و عمومی طور پر تعلیم و تعلم کا سبق دیا گیا ہے لیکن بعض آیات ایسی بھی ہیں کہ جن میں صرف عورتوں کو خطاب کیا گیا ہے مثلاً:

"واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من اٰیت اللّٰہ و الحکمۃ۔" [۸۱]

(اور یاد کرو (اے عورتو) جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور سنت)

تعلیم نسواں کے تعلق سے پیش کردہ قرآنی آیات کا اگر ہم حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں مطالعہ کریں تو اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کو بھی تعلیم یافتہ بنانا فرض و ضروری ہے اور یہ ان کا بنیادی حق ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم۔" [۸۲]

(علم حاصل کرنا ہر ایک مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے)

"طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم۔" [۸۳]

(علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

"اطلبوا العلم من المهد الی اللحد۔"[۸۴]

(ماں کی گود سے قبر میں جانے تک علم حاصل کرو)

ان احادیث کریمہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ علم کا حصول صرف مردوں کے لیے ضروری نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی فرض وضروری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ذکور وا ناث کی تعلیم پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے اس کی مثال کہیں اور نظر نہیں آتی۔ پیش کردہ احادیث میں مطلقاً علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن کتب احادیث میں ایسی بھی کثیر احادیث موجود ہیں کہ جن میں خاص طور سے لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اس پر جنت ومغفرت کی بشارت بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من عال ثلاث بنات فادبھن وزوجھن واحسن الیھن فلہ الجنۃ۔"[۸۵]

(جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، انہیں ادب سکھایا، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا تو اس کے لیے جنت ہے۔)

"ثلثۃ لھم اجران، ورجل کانت عندہ امۃ یطأھا فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران۔[۸۶]

(تین شخص ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ایک وہ کہ جس کے پاس لونڈی (باندی) ہو وہ اس سے صحبت کرتا اور اُسے اچھی تہذیب سکھاتا اور اچھی تعلیم دیتا ہے پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔)

اس حدیث پاک کے الفاظ میں غور کریں کہ جو اسلام لونڈیوں تک کو تعلیم سے آراستہ کرنے پر دوگناہ ثواب مقرر فرماتا ہے اس کی نظر میں آزاد لڑکیوں کی تعلیم کی کس قدر اہمیت ہوگی؟

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"من عال جاریتین حتی تبلغا، جاء یوم القیامۃ انا وھو کھاتین وضمّ اصابعہ۔"[۸۷]

(جس انسان نے دو بیٹیوں کی صحیح تعلیم وتربیت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ

قیامت کے دن آئے گا تو وہ اور میں اس طرح ہوں گے اور اپنی انگلیوں کو ملا دیا)

اس طرح قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کو تعلیم کا مکمل حق حاصل ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ مناسب اور ضروری ہے کہ یہاں اس بات کو بھی واضح کر دیا جائے کہ تحصیل علم کے دو طریقے ہیں ایک پڑھنا اور دوسرے لکھنا، اور اسلام نے دونوں کو حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

یایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمًی فاکتبوہ۔" ۸۸

(اے ایمان والو جب تم ایک مقررہ مدت تک قرض کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔)

ظاہر ہے کہ لین دین مردوں کی طرح عورتیں بھی کرتی ہیں اس لئے یہاں لکھنے کا حکم صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہے۔ لہٰذا مردوں کی طرح عورتیں بھی لکھنا سیکھیں۔

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفاء نامی صحابیہ سے ارشاد فرمایا:

(جس طرح تم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پڑھنا سکھایا ہے اسی طرح لکھنا کیوں نہیں سکھا دیتیں؟) ۸۹

معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کو پڑھائی کے ساتھ لکھائی کا ہنر سیکھنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دور نبوت و عہد صحابہ میں بہت سی عورتیں لکھنے میں بھی مہارت رکھتی تھیں، جس کے سبب انہوں نے اسلام کی بہت سی خدمات انجام دی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام لڑکیوں کو پورے طور سے علم حاصل کرنے کا حق دیتا ہے۔ وہ پردے کے ساتھ کوئی بھی اچھی تعلیم یا ہنر سیکھ سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ادارے قائم کریں کہ جہاں باپردہ لڑکیوں کی بہتر سے بہتر تعلیم ہو سکے۔

وراثت کا حق

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت اور نزول قرآن سے قبل عہد جاہلیت میں ساری دنیا بالخصوص جزیرۂ عرب کے لوگ لڑکیوں وعورتوں کو جائداد وترکہ سے حصہ نہیں دیتے تھے۔ یہ دستور دنیا کے بہت سے مذاہب واقوام میں آج بھی جاری وساری ہے۔ اس کے برخلاف اسلام نے نہ صرف ان کو مالی وموروثی حقوق عطا فرمائے بلکہ ان کے حقوق کی مکمل نگہداشت بھی فرمائی۔ اسلام نے حکم دیا کہ عورتوں کو اپنے مال وملکیت کا مکمل مالکانہ حق حاصل ہے اس میں کسی دوسرے کو مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ عام ازیں کہ وہ دوسرا شخص اس کا شوہر ہو، والد ہو، بھائی ہو یا کوئی اور ہو۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کے واسطے مال ودولت کے حصول وآمدنی کے لیے جائز ومناسب راہیں بھی ہموار کیں جس کے تحت ایک عورت اسلامی شریعت کے دائرہ میں رہ کر پروقار انداز میں کسب مال ومعاش کر سکتی ہے۔ مثلاً: ''وہ خود یا کسی کے ساتھ شامل ہو کر تجارت کر سکتی ہے، اپنا مال ورقم کسی کارخانے یا صنعت میں لگا سکتی ہے اور پردے کے ساتھ محنت ومزدوری کر سکتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں جو آمدنی ہوتی ہے اس کی مالک وہ خود ہوتی ہے۔ اسی طرح شادی کے موقع پر اعزہ واقرباء یا شوہر کی جانب سے جو رقم ومال تحفۃً حاصل ہوتا ہے یا مہر ملتا ہے اسلامی شریعت کے مطابق اس کی بھی مکمل حقدار عورت ہی ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے عورت کو جہاں اور بہت سے اعلیٰ انسانی حقوق دیئے ہیں وہاں ایک اہم ترین حق یہ بھی دیا ہے کہ مردوں کی طرح اس کا بھی ماں، باپ اور بیٹے کی جائداد سے حصہ متعین کیا ہے۔ اور عورت ماں ہو یا بیٹی یا بیوی کسی صورت میں اس کو میراث سے محروم نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

''یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک وان کانت واحدۃً فلھا النصف ولا بویہ لکل واحدٍ منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ

السدس من بعد وصیۃیوصی بھا اودین أباء کم و ابنآء کم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعًا فریضۃً من اللہ'' ۹۰

(اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں۔ لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے۔ پھر اگر سب لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کا دوتہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا۔ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکے سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ۔ پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور قرض کے۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے اللہ کی جانب سے۔)

اس آیت کریمہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کے حصوں میں کمی بیشی کی ہے اور عورت پر زیادتی کی ہے لیکن اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ ان کے مابین جو حصے کا فرق رکھا ہے اس کا مقصد صنف نازک پر زیادتی و ظلم نہیں بلکہ حقوق و فرائض کے درمیان توازن کی بقاء ہے۔ اور ہر ایک کی ذمہ داریوں کے مطابق اس کے لیے میراث میں حصے کا نفاذ ہے۔ کیوں کہ اسلامی دستور کے مطابق مرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عورت کا مہر ادا کرے۔ رہنے سہنے، کھانے پینے کے اخراجات برداشت کرے اور بیوی بچوں کی اچھی طرح مکمل تربیت و کفالت کرے لیکن اس کے مقابلہ میں عورت پر اس طرح کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اسلام نے اسی فرق کی بنیاد پر میراث میں مرد و عورت کے حصے میں فرق رکھا ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو یہ فرق سراسر رحمت اور عورت کے لیے غیر معمولی ہمدردی و رعایت ہے۔ اس لئے کہ اس پر کسی طرح کی کوئی مالی ذمہ داری بھی عائد نہیں اس کے باوجود مرد کے مقابلے میں نصف حصہ دیا ہے۔ اور ایک خاص رعایت یہ کی ہے کہ لڑکی کا یہی نصف حصہ میراث کی تقسیم کی اکائی قرار دیا گیا ہے، سارے حصے اسی کے حساب سے شمار کئے جائیں گے اور ساری تقسیم اس کے مطابق ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان للذ کر مثل خط الانثیین ۔لڑکے کا حصہ دولڑکیوں

کے برابر ہے برحق ہے۔ لیکن اس فرمان کی روشنی میں یہ کہنا یا سمجھنا سراسر غلط ہے کہ جملہ حالات میں عورت کو مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ ہے۔ اس لئے کہ قرآن وسنت سے ماخوذ اسلامی علم میراث کی روشنی میں تقریباً دس سے زیادہ صورتوں میں عورت کو مرد سے زیادہ حصے داری ملتی ہے اور کئی صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں عورتوں کو مردوں کے برابر حصہ ملتا ہے اور بعض صورتیں تو ایسی ہیں کہ عورت کو حصہ ملتا ہے جب کہ اس کے برابر والے مرد کو نہیں۔ صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو مرد کے حصے کا آدھا ملتا ہے اور کبھی کم بھی ملتا ہے۔ اس طرح اگر حساب لگایا جائے تو جائداد و میراث میں عورت کے حصے کا تناسب و مقدار مرد سے ساڑھے سات گنا زیادہ ہے۔ ۹۱

میراث کے تعلق سے منزل من اللہ آیاتِ قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مختلف حالتوں میں عورت کے مختلف حصے ہیں کہیں وہ نصف کی حقدار ہے کہیں اس سے زیادہ کی اور کہیں اس سے کم کی۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا۔" ۹۲

(لڑکوں کا حصہ ہے ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اور لڑکیوں کا بھی حصہ ہے ماں باپ اور رشتے داروں کے ترکے میں خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور یہ حصے اللہ کی جانب سے مقرر کئے ہوئے ہیں)

بیوی، ماں، بیٹی اور بہن کی صورت میں عورت کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں اور اسلام نے اس کو ہر حیثیت ہر شکل میں وراثت کا حقدار قرار دیا ہے، کسی صورت میں اس کو مایوس ومحروم نہیں رکھا ہے۔ بیوی ہونے کی شکل میں وہ کتنے حصے کی مالک ہوگی اس کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین۔" ۹۳

(اور تمہارے ترکہ میں بیویوں کے لئے چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکے میں سے آٹھواں حصہ ہے۔

تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد)

باپ کی جائداد سے بیٹی اور ماں کس صورت میں کتنے مال کی حقدار ہوں گی اس کو پہلے سورۃ النساء آیت ۱۱ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ لیکن بہن ہونے کی صورت میں عورت کس وقت کتنا ترکہ پائے گی اس کو قرآن پاک اس طرح بیان فرماتا ہے کہ:

"وان کان رجل یورث کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحدمنھما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین غیر مضار۔" ۹۴

(اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم ہوتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں۔ میت کی وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو۔)

اسی بات کو رب تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں دوسرے مقام پر اس طرح واضح فرماتا ہے کہ:

"یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلٰلۃ اِن امرؤٌ ھلک لیس لہٗ ولد ولہ اخت فلھا نصف ماترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مِمّا ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونسآء فللذکر مثل حظِّ الانثیین۔ ۹۵

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (جو بے اولاد ہو اور جس کے ماں باپ اور دادا، دادی زندہ نہ ہوں) کے متعلق فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکے میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر دو بہن ہوں تو ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے)

عورت کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی تمام صورتوں میں والدین اور قریبی رشتے داروں کے ترکے سے وارثت میں حصہ ملے گا، قرآن پاک میں اس کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کو بڑی تفصیل وتوضیح کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"اذا ترک رجل اوامرأة بنتا فلهن الثلثان، وان کان معهن ذکر بدئ بمن شرکهم فيوتی فريضته فما بقی فللذکر مثل حظ الانثيين۔"[96]

(جب کوئی مرد یا عورت بیٹی چھوڑے تو اس کے لئے نصف اور اگر وہ دو یا زیادہ ہوں تو ان کے لئے دو تہائی اور اگر ان کے ساتھ بیٹا بھی ہو تو دوسرے شرکاء کو دے کر باقی مال سے مرد کو عورت سے دوگنا دیا جائے گا۔)

"قضیٰ فينا معاذ بن جبل علیٰ عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم النصف للابنة والنصف للاخت۔"[97]

(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔)

"قال عبدالله لاقضين فيها بقضاء النبی صلی الله عليه وسلم للابنة النصف وللابنة الابن السدس ومابقی فللاخت۔"[98]

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا وہی فیصلہ کروں گا جو نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ بیٹی کے لیے نصف، پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے اور جو باقی بچے وہ بہن کے لئے ہے)

مختصر یہ عورت کے حق میں اسلامی نظامِ میراث اپنی جگہ مکمل ہے۔ عورت قرآن وسنت کے مطابق اپنے باپ، ماں، شوہر، اولاد اور دیگر قریبی رشتے داروں سے وراثت میں حصہ پاتی ہے اور اپنے ترکے و مال کی خود مالک ومختار ہوتی ہے۔

☆☆☆
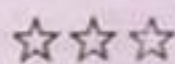
حوالہ جات

۱ے سतपथ ब्राहमण (6.4.2.3),राम चरित्र मानस, सुन्दर काण्ड (3.58)

〃 राम चरित्र मानस, अरण्य काण्ड (34),ऐत्रेय ब्राहमण (31.7.3.6)

〃 राम चरित्र मानस आयोध्या काण्ड (2.16), ऋग्वेद (10.95.15)

〃 دائرۃ المعارف جلد ۶ رص: ۲۵۲

〃 عورت اور اسلامی تعلیم ص: ۱ تا ۵

۲ے سیرت الرسول ضیاء النبی جلد ۱ رص: ۸۱

۳ے خاتون اسلام ص: ۲۵

۴ے سیرت الرسول ضیاء النبی جلد ۱ ص: ۸۹

۵ے خاتون اسلام ص: ۲۰

۶ے سیرت الرسول ضیاء النبی جلد ۱ ص: ۱۴

۷ے خاتون اسلام ص: ۱۳

۸ے خاتون اسلام ص: ۱۱

۹ے خاتون اسلام ص: ۲۰ / ۲۱

۱۰ے خاتون اسلام ص: ۲۵

۱۱ے خاتون اسلام ص: ۲۶

۱۲ے خاتون اسلام ص: ۲۷

۱۳ے سورۃ النحل۔ آیت ۵۸ / ۵۹ دائرۃ المعارف جلد ۶ ص: ۲۵۲۔ سیرت الرسول ضیاء النبی جلد ۱ ص: ۱۶۱،

// عورت اور اسلامی تعلیم ص ۱ تا ۱۵ اور ۱۰۳، خاتون اسلام ص: ۲۸،۲۷

۱۴ سورۃ الانبیاء۔ آیت۔ ۱۰۷

۱۵ ماہنامہ، پیشوا، دہلی۔ جولائی ۱۹۳۱

۱۶ इस्लाम दर्शन पृ0 104

۱۷ اسلامی تہذیب ص 11

۱۸ گیتا اور قرآن۔ ص ۲۵۴

۱۹ women in Islam 1930

۲۰ The Expansion of islam-Pub.1928

۲۱ Christianity islam and the negro race -Pub,1969

۲۲ The life and the teachings of Mohammad

۲۳ رسول اعظم اغیار کی نظر میں۔ ص: ۵۲

// इस्लाम और हिन्दु धर्म में नारी का स्थान पृ030,31,32

۲۴ سورۃ النحل۔ آیت ۹۷

۲۵ سورۃ النساء۔ آیت ۱۲۴

۲۶ سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۹۵

۲۷ سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۲۲۸

۲۸ سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۱۸۷

۲۹ سورۃ النساء۔ آیت۔ ۷

۳۰ سورۃ الروم۔ آیت۔ ۲۱

۳۱ سورۃ النساء۔ آیت۔ ۱۹

۳۲ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ ۱۱/ ۳۵۴۔ حدیث۔ ۱۱۹۹۷

۳۳ صحیح مسلم، کتاب الرضاع۔ ۲/ ۱۰۹۰۔ حدیث۔ ۱۴۶۷

۳۴ سنن ترمذی۔ کتاب الرضاع۔ ۳/ ۴۶۶۔ حدیث: ۱۱۶۲

۳۵ے مشکوٰۃ شریف۔ص:۲۷۲
۳۶ے صحیح بخاری۔ج ۲/ ۳۰۲۔حدیث۔ ۵۵۸
۳۷ے سورۃ الروم۔آیت۔ ۲۱
۳۸ے سورۃ النسآء۔آیت۔ ۱۹
۳۹ے سورۃ النسآء۔ آیت۔ ۵
۴۰ے سورۃ البقرہ۔آیت۔ ۲۲۸
۴۱ے سورۃ البقرہ۔آیت۔ ۱۸۷
۴۲ے سورۃ البقرہ۔آیت۔ ۲۳۱
۴۳ے سورۃ النسآء۔ آیت۔ ۳۴
۴۴ے مشکوٰۃ المصابیح۔ص:۲۸۱،ابن ماجہ،جلد ا۔ص:۶۳۶
۴۵ے مشکوٰۃ المصابیح۔ص:۲۸۰، صحیح بخاری شریف کتاب النکاح۔جلد ۳۔ حدیث۔ ۱۸۹
۴۶ے سنن ابوداؤد کتاب النکاح ۲/ ۲۴۴۔حدیث۔ ۲۱۴۲
۴۷ے صحیح بخاری۔کتاب الادب ۵/ ۲۲۲۸۔حدیث۔ ۵۶۲۸
۴۸ے مذاہب میں عورت کامقام۔ص:۲۲۶
۴۹ے مذاہب میں عورت کامقام۔ص:۲۳۱
۵۰ے صحیح بخاری شریف۔ کتاب النکاح۔ جلد ۳،حدیث۔ ۱۸۵
۵۱ے سنن ابن ماجہ جلد ۱،باب ۵۹۶۔حدیث ۱۹۲۹
۵۲ے آدابِ سنت۔ ص:۳۹۱
۵۳ے صحیح بخاری۔ کتاب العیدین جلد ۳۔باب۔ ۶۰۳۔حدیث ۹۰۰
۵۴ے مشکوٰۃ المصابیح۔ص:۲۷۲
۵۵ے سورۂ بنی اسرائیل،آیت ۲۳/ ۲۴
۵۶ے سورۃ النسآء،آیت۔ ۳۶
۵۷ے سورۂ لقمان،آیت۔ ۱۴

۵۸۔ سورۃ البقرہ، آیت۔ ۲۱۵
۵۹۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب ۵/۷ ۲۲۲۷۔حدیث۔ ۵۶۲۶
۶۰۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔جلد ۳/ باب۔ ۵۶۲۔حدیث ۹۱۷
۶۱۔ سنن ابن ماجہ۔کتاب الادب۔ ۲/۱۲۰۸۔حدیث۔ ۳۶۶۲
۶۲۔ سنن نسائی۔ کتاب الجہاد۔ ۶/۱۱۔حدیث۔ ۳۱۰۴
۶۳۔ صحیح مسلم۔کتاب البر والصلۃ والآداب۔ ۴/۱۹۷۵۔حدیث ۲۵۴۹
۶۴۔ سورۃ لقمان۔آیت۔ ۱۵
۶۵۔ صحیح بخاری۔جلد ۳۔ کتاب الادب، باب ۵۶۳/۵۶۴، حدیث: ۹۱۸
۶۶۔ عورت اور اسلامی تعلیم ص: ۲
۶۷۔ سورۃ النحل، آیت۔ ۵۸/۵۹
۶۸۔ سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱
۶۹۔ سورۃ بنی اسرائیل۔آیت۔ ۳۱
۷۰۔ سورۃ الانعام، آیت۔ ۱۳۷
۷۱۔ سورۃ التکویر، آیت۔ ۸/۹
۷۲۔ صحیح بخاری ج ۳، کتاب الادب باب قتل الولد، حدیث۔ ۹۳۹
۷۳۔ المعجم الصغیر للطبرانی۔ص: ۱۴، انتخاب حدیث۔ص: ۱۸۸
۷۴۔ بیہقی فی السنن الکبیری، ۶/۱۷۷، حدیث: ۱۱۷۸
۷۵۔ سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ۴/۳۳۸، حدیث: ۵۱۴۷
〃 الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۱۱/۲۱۶۔حدیث: ۱۱۵۴۲
۷۶۔ صحیح بخاری، جلد ۳۔کتاب الادب، حدیث: ۹۳۳
۷۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب الادب ۴/۳۵۵۔حدیث: ۵۲۱۷
۷۸۔ سورۃ الانعام، آیت: ۱۴۰
۷۹۔ سورۃ الزمر۔آیت: ۹

۸۰ سورۃ البقرہ۔آیت:۲۸۲

۸۱ سورۃ الاحزاب،آیت:۳۴

۸۲ سنن ابن ماجہ،ج ا،حدیث:۲۳۰

۸۳ جامع المسانید للامام ابی حنیفۃ،۱/۸۳

۸۴ انوار الحدیث ص:

۸۵ سنن ابوداؤد،کتاب الادب۔۴/۳۳۸،حدیث۔۵۱۴۷

۸۶ صحیح بخاری،جلد سوم،کتاب العلم،باب ۷۳،حدیث:۹۶

۸۷ صحیح مسلم کتاب البر والصلہ والاٰداب،۴/۲۰۲۷،حدیث:۲۶۳۱

۸۸ سورۃ البقرہ،آیت۔۲۸۲

۸۹ سنن ابی داؤد

۹۰ سورۃ النساء،آیت۔۱۱

۹۱ सम्पत्ति में औरतों का अधिकार पृ0 11 ता 25

۹۲ سورۃ النساء۔آیت۔۷

۹۳ سورۃ النساء۔آیت۔۱۲

۹۴ سورۃ النساء۔آیت۔۱۲

۹۵ سورۃ النساء۔آیت۔۱۷۶

۹۶ صحیح بخاری ج ۳/کتاب الفرائض،باب ۹۲۲۔حدیث ۱۶۳۷

۹۷ صحیح بخاری جلد ۳/کتاب الفرائض،حدیث ۱۶۴۶

۹۸ صحیح بخاری جلد ۳/کتاب الفرائض۔حدیث۔۱۶۴۷، سنن ابوداؤد،کتاب الفرائض۔جلد دوم۔حدیث ۱۱۱۶/۱۱۱۷

☆☆☆
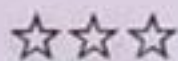
ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت

ہندو دھرم میں عورت کی کیا حیثیت ہے اس سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کا تحقیقی مطالعہ و تجزیہ کرنے کے بعد دو طرح کے نتائج سامنے آتے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ایک رخ عورت کے تعلق سے بہت ہی کامیاب و تابناک تو دوسرا انتہائی خطرناک و تاریک دکھائی دیتا ہے۔ اول الذکر میں ''यत्र नार्यस्तु पूज्यन्ते रमन्ते तत्र देवता'' (جہاں پر عورتوں کی عزت و احترام ہوتا ہے وہاں دیوتا قیام کرتے ہیں) ''न शोचन्ति तु यत्रेता वर्धते तद्धिसर्वदा'' (جہاں عورتیں خوش رہتی ہیں اس خاندان کی ترقی ہوتی ہے) کہہ کر عورت کو عزت و احترام کے بلند مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ اور اس کو مردوں سے زیادہ مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور آخر الذکر میں ''द्वार किमेकं नरकस्य नारी'' (عورت جہنم کا دروازہ ہے)، ''विश्वासपात्रं न किमास्ति नारी'' (عورت اعتبار کے لائق نہیں)، عورت کی فطرت انتہائی خطرناک ہے، حسد و عداوت اس کی عادت ہے، ناقص العقل ہونا اس کی علامت ہے اور نت نئی مصیبت پیدا کرنا اور لوگوں کو فریب دینا اس کی خصلت ہے، جیسی تعلیمات و ہدایات دے کر ذلالت و حقارت کے انتہائی گہرے و تاریک گڑھے میں اس کو ڈھکیل دیا گیا ہے۔ دھرم گرنتھوں سے مستفاد و ماخوذ عورت کی اہمیت و عزت اور ذلالت و حقارت کے ان دونوں پہلوؤں کا ہم علیحدہ علیحدہ عناوین کے تحت قدرے تفصیل سے جائزہ لیں گے تاکہ اس تعلق سے ہندو دھرم کا موقف بخوبی واضح ہو جائے۔

ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کا تاریک پہلو

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں، دھرم شاستروں اور ہندوستانی تہذیب و تاریخ کا مطالعہ

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ غیر انسانی وغیر اخلاقی سلوک کرنے میں قدیم ہندوستان کا ماحول ونظریہ بھی بہت اندوہناک وافسوس ناک تھا۔ یہاں عورت داسی سمجھی جاتی تھی، عورت کی مثال پیر کی جوتی سے دی جاتی تھی، جب چاہا رکھ لیا اور جب چاہا گھر سے باہر کر دیا۔ ایامِ حیض میں اس کو اچھوت بنا دیا جاتا تھا، اس کے ہاتھ کا بنا کھانا اور اس کے بستر پر سونا معیوب سمجھا جاتا تھا، یہاں نیوگ (नियोग) یعنی کسی دوسرے مرد سے ایک یا دو بچے پیدا کرانے کی قبیح رسم بھی جاری تھی۔ اسی طرح ایک ایک مرد کے کئی کئی عورتیں اور ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے۔ ایک بھائی کی شادی ہوتی تو اس عورت پر شوہر کے دوسرے بھائیوں کا بھی حق سمجھا جاتا تھا، جس کی سب سے مشہور مثال مہابھارت کی دروپدی رانی ہے جو پانچ پانڈوؤں (पाण्डव) کی مشترکہ بیوی تھی۔ ہندی زبان کا لفظ ''دیور'' (देवर) بھی اسی حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ دیور دراصل سنسکرت کے لفظ دُوِے (द्वे) اور ''ور'' (वर) سے بنا ہے دُوِے (द्वे) کا معنی ہے، دوسرا اور ور (वर) کا معنی ہے شوہر یعنی دوسرا شوہر۔

ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری اپنی کتاب ''शब्दों का जीवन'' میں لکھتے ہیں کہ ''द्ववरो भवति'' دوسرا شوہر ہونے کی وجہ سے دیور کہلایا، یعنی جب عورت کا شوہر کسی ضرورت سے باہر جاتا تھا تو دیور شوہر کا کام انجام دیا کرتا تھا، اس لیے اس کو دیور یعنی دوسرا شوہر کہا جانے لگا۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص قرض دار ہو جاتا تو اپنے قرض کے عوض بیوی کو دے دیا کرتا تھا، لوگ پانسوں کے جوئے میں جب دیوانے ہو جاتے تھے تو اپنے بیوی بچوں تک کو ہار جاتے تھے، شوہر کے مرنے پر بیوی کو اسی کے ساتھ آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ مندروں کی تعمیر اور مورتیوں کے قیام کے وقت لڑکیوں کو بھی دان میں دیا جاتا تھا جو دیوداسی کہلاتی تھیں جن سے دیو پوجا کے وقت ناچنے اور گانے کا کام لیا جاتا تھا اور دیوداسی کا مورتی سے وِواہ (विवाह) ہوتا تھا۔ عورت کو کسی معاملہ میں آزادی کا حق حاصل نہ تھا، اور وہ شوہر کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی تھی۔[1] مختصر یہ کہ عورت کو جانور سے بھی کمتر سمجھا جاتا تھا اور اس کو صرف جسمانی ونفسانی خواہشات کی تکمیل کا سامان اور بچے پیدا کرنے کا آلہ تصور کیا جاتا تھا۔

قدیم ہندو دھرم وہندو تہذیب میں عورت کتنی مظلوم اور کتنے خطرناک حالات سے

دو چار تھی اس کو مشہور دھرم گرنتھ وشاستر وید، پران، اسمرتی، مہابھارت اور رامائن کے حوالہ جات کی روشنی میں بخوبی سمجھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مختلف دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے کہ:

न, वै स्त्रैणानि सख्यानि सन्ति,

सालावृकाणां हदयान्येता।। [2]

(عورتوں کا پیار مستقل (स्थिर) نہیں ہوتا ہے۔ یہ لکڑ بگھے کی طرح دل والی ہوتی ہیں یعنی یہ بے وفائی کرتی ہیں۔)

इन्द्रश्चिद घा तदब्रवीत, स्त्रिया अशास्यं मनः।

उतो अह क्रतु रघुम्।। [3]

(اندر نے یہ کہا ہے کہ عورت کا مَن بے قابو ہے اور اس کے کام میں عجلت ہوتی ہے)

स्त्रियो हि दास आयुधानि चक्रे किं मा करन्नवला अस्य सेनाः। [4]

(عورتیں غلاموں (दासों) کی فوج اور اسلحہ واوزار ہیں۔)

رِگوید (ऋगवेद) کے ان منتروں میں عورت کو دغاباز، لکڑ بگھے کی طرح، بے رحم، آوارہ، عجلت پسند اور غلاموں کی فوج و اسلحہ قرار دیا گیا ہے لیکن اسمرتیوں (स्मृति) میں اس سے کہیں زیادہ اس کو عاداتِ قبیحہ اور خصوصیات رذیلہ کا حامل بیان کیا گیا ہے۔ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ہے کہ:

पानं दुर्जन संसर्गः पतया च विरहोऽटनम्।

स्वपनोऽ न्योगे हवासश्च नारीषं दूषणानिषट्।। [5]

(شراب پینا، بروں کی صحبت، شوہر سے جدائی، ادھر اُدھر گھومنا، بے وقت سونا، اور دوسرے کے گھر میں رہنا یہ چھ عیب عورتوں کے ہیں۔)

नैतारूपं परीक्षन्ते नासां वयसि संस्थितिः।

सरूपं वा विरुपं वा पुमानित्येव भुञ्जते।। [6]

(عورتیں شکل وصورت کا لحاظ نہیں کرتی ہیں اور نہ ہی عمر کا خیال رکھتی ہیں۔

خوبصورت ہوں یا بدصورت مرد کا ساتھ پاتے ہی وہ اس کے ساتھ حرام کاری کرتی ہیں۔)

पौंश्चल्यान्चल चित्तान्च नैस्नेह्यान्च स्वभावतः

रक्षिता यत्नो ऽपीह भर्तृष्वेता विकुर्वते।। 7

(غیر مرد سے مباشرت کی خواہش (عیاشی) کے عیب، چنچل پن اور عادت سے ہی محبت نہ ہونے کے سبب گھر میں تدبیر کے ساتھ رکھنے پر بھی عورتیں مردوں کے خلاف کام کرتی ہیں۔)

منو کے مطابق آوارگی، عیاشی، بے وفائی اور گستاخی عورتوں کی فطرت و عادت ہے، اس لیے انہوں نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کی نقل وحرکت پر گہری نگاہ رکھنی چاہیے اور ان کو کسی بھی حال میں اور کسی بھی عمر میں آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

एवं स्वभावं ज्ञात्वासां प्रजापति निसर्गजम्।

परम यत्न नातिष्ठेत्पुरुषो रक्षणं प्रति।। 8

(برہما جی نے فطرت سے ہی عورتوں کی ایسی عادت بنائی ہے، اس لیے مرد کو ہمیشہ عورتوں کی حفاظت کرنی چاہیے)

अरक्षिता गृहे रुद्धाः पुरुषै राप्तकारिभिः।

आत्मान मात्मना यास्तु रक्षेयुस्ताः सुरक्षिताः 9

(بڑے لوگوں کے ذریعہ گھر میں بند کئے جانے پر بھی عورت غیر محفوظ ہوتی ہے۔ جو عورتیں اپنی حفاظت خود کرتی ہیں وہ ہی محفوظ رہتی ہیں۔)

पिता रक्षति कौमारे भार्ता रक्षति यौवने।

रक्षान्ति स्थाविरे पुत्रा न स्त्री स्वातन्त्र्यमर्हति।। 10

(عورت کی بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں فرزند حفاظت کرتا ہے۔ عورت کبھی آزادی کے لائق نہیں)

बालया बा युवत्या व वृद्धया वापि योपिता।

न स्वातन्त्रयेण कर्तव्यं किन्चित्कार्यं गृहेष्वति ।। 11

(بچی ہو یا جوان یا بوڑھی، عورت کو آزادی کے ساتھ گھر کا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے)

अस्वतन्त्राः स्त्रियः कार्याः पुरुषैः स्वै दिवानिशम् ।। 12

(مردوں کو اپنی عورتوں کو کبھی آزادی نہیں دینی چاہیے)

द्वयोर्हि कुलयोः शोकमावहेयुर रक्षितः ।। 13

(عورت دونوں خاندانوں پر کلنک کا ٹیکہ لگاتی ہے اگر نگرانی نہ کی جائے)

ان اشلوکوں میں عورتوں کو آزادی دینے اور ان کو اپنی مرضی سے گھر کا کام بھی انجام دینے سے تاکیداً منع کیا گیا ہے اور دوسرے مقامات پر مردوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ عورتوں سے دور رہیں کہ عیب دار و گنہ گار بنانے میں ان کو مہارت حاصل ہے۔ منو کہتے ہیں:

स्वभाव एव नारिणां नराणामिह दूषणम ।

अतो ऽ र्थान्न प्रमाधन्ति प्रमदासु विपश्चितः ।। 13

(مردوں کو عیب دار (दूषित) کرنا عورتوں کی عادت ہے، اس لئے عقلمند آدمی نو جوان عورتوں کے بارے میں کبھی غلطی نہیں کرتے۔)

अविद्वांसमलं लोके विद्वांसमपि वा पुनः ।

प्रमदा ह्युत्पथं नेतुं कामक्रोध वशानुगम ।। 14

(اس دنیا میں جو کام غصے کے تابع ہیں۔ چاہے بے وقوف ہو یا عقلمند ان کو جوان عورت برے راستے کی طرف لے جانے میں طاقت رکھتی ہے۔)

منو اسمرتی (मनु स्मृति) کی طرح مہابھارت (महाभारत)، رام چرتر مانس (रामचरित्र मानस) اور بھاگوت (भागवत) وغیرہ میں بھی عورتوں کو مختلف صفاتِ رذیلہ و علاماتِ شنیعہ سے موسوم کیا گیا ہے اور ہندو دھرم و ہندو تہذیب و تمدن میں عورت کا کیا وقار ہے، اس کو واضح کیا گیا ہے۔ مہابھارت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں زنا کاری و حرام کاری عروج پر تھی اور اس کو سماج میں بری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ مہابھارت میں ہے:

अनावृताः किल पुरा स्त्रिय आसन् वरानने ।

कामचार विहरिण्यः स्वतन्त्राश्चारुहासिनी।।

तासां व्युच्चरमाणानां कौमरत् सुभगे पतीन।

ना धर्म्मो ऽ भूद्वरारोहे स हि धर्म्मः पुरा भवत्।। 15

(پانڈو (पाण्डव) کنتی (कुन्ती) سے کہتے ہیں۔ اے سندری ماضی (पूर्वकाल) میں عورتوں کو کچھ روک ٹوک نہ تھی۔ ان دنوں وہ آزاد رہ کر عیاشی (भोगविलास) کی خواہش میں بے باک گھوما کرتی تھیں۔ وہ جوانی سے ہی حرام کاری کرتی تھیں اور اِس سے اُن کو گناہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ ایسا ہی ماضی کا دھرم تھا۔)

मा तात कोपं कार्षीस्त्वमेष धर्म्मः सनातनः।

अनावृता हि सर्वेषां वर्णनामंगना भुवि।।

यथाभावः स्थितास्तात स्वेस्वे वर्णेतथा प्रजाः।। 16

(اے تات (तात) غصہ نہ کرو یہ سناتن دھرم ہے۔ اس سنسار میں سبھی طبقوں کی عورتیں بنا کسی بندھن کے ہیں۔ اے تات! سبھی لوگ اپنے اپنے طبقے کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرتے ہیں، جیسے گائے۔)

مہابھارت کے اس نظریئے کی تصدیق مہرشی اتری (महर्षि अत्रि) کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ قدیم دستور کے مطابق وہ بھی عورتوں میں زناکاری و بدکاری کو گناہ تسلیم نہیں کرتے۔ اتری اسمرتی (अत्रि-स्मृति) میں مذکور ہے کہ:

न स्त्री दुष्यति जारेण ब्राहमणो वेदकर्म्मणा।

नापोमूत्र पुरीषाभ्यां नाग्निर्दहित कर्म्मणा।। 17

(عورتیں ناجائز تعلقات سے گنہ گار نہیں ہوتیں۔ برہمن یگ میں کئے گئے قتل (हिंसा) سے پاپی نہیں ہوتے۔ ندی اور تالاب وغیرہ کا پانی پیشاب پاخانے سے ناپاک نہیں ہوتا اور آگ ناپاک چیزوں کو جلانے سے ناپاک نہیں ہوتی۔)

مہابھارت میں عورتوں پر یہی الزام عائد نہیں کیا گیا ہے کہ وہ جسمانی موج مستی کے لئے بے خوف گشت کیا کرتی تھیں بلکہ بہت سی دیگر اخلاقی برائیوں کا بھی ان کو مرتکب قرار دیا گیا ہے۔ جن کا تذکرہ کرتے ہوئے انوشاسن پرو (अनुशासन पर्व) میں کہا گیا ہے:

☆ ''سوتر کار نے نتیجہ نکالا ہے کہ عورتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔''[18]

☆ ''عورتوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا شریر نہیں۔ یہ ایک ساتھ ہی اُسترے کی دھار ہیں، زہر ہیں اور آگ ہیں۔''[19]

☆ ''سینکڑوں ہزاروں میں کہیں کوئی ایک عورت شوہر کی وفادار ملے گی۔''[20]

☆ ''عورتوں میں راکھشسوں (राक्षस) شبر (جنگلی ذات کے لوگوں)، ڈاکوؤں اور دوسرے بدمعاشوں جیسا مکر پایا جاتا ہے۔''[21]

مہابھارت کی طرح بھاگوت مہاپران (भागवत महापुराण) جس میں خاص طور سے شری کرشن کے واقعات وحالات کا تذکرہ ہے، جس کی کتھا سننے کا ہندوؤں میں بڑا رواج ہے، اس کے مطابق بھی عورت کسی عزت واحترام کے لائق نہیں۔ اس کی زندگی اپنی زندگی نہیں، اس کا مالک اس کا شوہر ہے۔ اس لئے بھاگوت نے یہ درس دیا ہے کہ شوہر کے انتقال پر عورت کو ستی یعنی آگ میں جل جانا چاہئے۔ یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اس دور میں بہت سی عورتیں ستی کا شکار ہوئیں۔ چنانچہ بھاگوت میں بیان کیا گیا ہے:

दह्यमाने ऽ ग्निमिर्देह पत्युः पत्नी हसोदजे।

वहिः स्थ्यिता पति साध्वी तमाग्नि भनु वेद्धयति।। [22]

(गार्हपत्यदि अग्नियों کے ذریعے ''पर्णकुटी'' کے ساتھ اپنے مرے ہوئے شوہر کو جلتا دیکھ کر ''गान्धारी'' شوہر کی پیروی کرتے ہوئے جل کر راکھ ہوگئی۔)

اسی طرح بھاگوت کے اِسکندھ 4/ادھیائے 23 میں پرتھ پتی (पृथपती) اسکندھ ۹/ادھیائے ۶/میں سوبھرمنی (सौभरमुनि) کی بیویوں اور اسکندھ 4/ادھیائے 4/میں پاروتی کے ستی ہونے کی کہانیاں بیان کی گئی ہیں اور ستی کو مذہبی اعتبار سے صحیح قرار دے کر عورتوں کو شوہر کے

ساتھ جل جانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ دورِ حاضر میں اگرچہ ہندوستان میں ستی ہونا جرم ہے لیکن تقریباً سوا سو سال یعنی 1829ء سے قبل اس ملک میں بیواؤں کا ستی ہو جانا ایک دھرم تھا۔[23]

بیوہ (विधवा) عورت کا ستی ہو جانا صرف بھاگوت سے ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ دیگر دھرم گرنتھوں میں بھی اس کے کثیر حوالہ جات موجود ہیں۔ وِشنو دھرم سوتر میں لکھا ہے:

मृते भर्तरि ब्रहमचर्य तदन्वारोहणं वा। [24]

(اپنے شوہر کی موت پر بیوہ نفس کشی (ब्रहमचर्य) کرتی تھی یا اس کی چتا پر چڑھ جاتی تھی۔ (یعنی جل جاتی تھی)

وشنو پران (विष्णु पुराण) میں ہے:

''شری کرشن کی موت پر ان کی آٹھ رانیوں نے خود کو آگ کے حوالہ کر دیا تھا۔''[25]

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم و تہذیب میں عورت مرد کے مقابل انتہائی حقیر نظروں سے دیکھی جاتی تھی اور اس کی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

عورت کے متعلق غیر اخلاقی و توہین آمیز سلوک کی تعلیمات دینے میں رامائن اور رام چرتر مانس نے بھی کوئی کمی نہیں کی ہے۔ انھوں نے بھی اس کو عیوب و نقائص کا پیکر قرار دیا ہے۔ رامائن میں کہا گیا ہے:

☆ ''وہ دھرم بھرشٹ (گمراہ) ہیں، چنچل ہیں، بے رحم ہیں اور علیحدگی پسند (वैराग्य) ہیں۔''[26]

رام چرتر مانس (राम चरित्र मानस) میں مذکور ہے:

ढोल गंवार शुद्र पशु नारि।

सकल ताड़ना के अधिकारी।। [27]

(ڈھول، گنوار، شودر اور عورت یہ سب پیٹنے کے لائق ہیں۔)

अधम ते अधम अधम अति नारी।

तिन्ह मह में मतिमंद अधारी।। [28]

(جو ذلیل (अधम) سے بھی ذلیل ہیں، عورتیں ان میں بھی سب سے زیادہ ذلیل ہیں اور ان میں بھی کم عقل اور ذلیل ہوں۔)

विधिहु न नारी हदय गति जानि।

सकल कपट अद्य अवगुन खानि।। 29

(عورت کے دل کی چال کو بھگوان بھی نہیں جان سکتا ہے، عورتیں تمام چھل، کپٹ اور برائیوں کا مرکز ہیں۔)

अवगुन मूल सूलप्रद प्रमदा सब दुख खानि।

तेह कीन्ह निवारन मुनि में यह जिय जानि।। 30

(نوجوان عورت برائیوں کی اصل، رنج وغم دینے والی سارے دُکھوں کی جڑ ہے۔ اس لئے اے مُنی! میں نے دل میں ایسا جان کر تم کو شادی کرنے سے روکا تھا)

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر شری رام کی نگاہ میں عورت اتنی خراب ہے تو پھر انہوں نے سیتا جی سے شادی کیوں کی تھی؟

सत्य कहहि कवि नारि सुभाऊ। सब विधि अगहु अगाधि दुराऊ।।

निज प्रतिबंब वसक गहि जाई। जानिन जाई नारि गति भाई।। 31

(کوی (कवि) سچ ہی کہتے ہیں کہ عورت کی عادت ہر طرح سے گرفت میں نہ آنے کے لائق، بے کنارہ اور راز سے بھری ہوتی ہے۔ اپنی پرچھائیں بھلے ہی پکڑی جائے مگر بھائی عورتوں کی چال نہیں جانی جاتی۔)

राखिउ नारि जदपि उर माहिं

जुवाति शास्त्र नृपाति बस नाहिं।। 32

(عورت کو چاہے دل میں ہی کیوں نہ رکھا جائے مگر عورت، ہتھیار اور راجہ کسی کے قابو میں نہیں رہتے۔)

اس طرح مذکورہ بالا منتروں و اشلوکوں کی تعلیمات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں عورتوں کی انتہائی مذمت و تحقیر کی گئی ہے اور ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے تا کہ وہ گھر اور خاندان کے لئے ذلّت ورسوائی کا باعث نہ بن سکیں۔

ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کا روشن پہلو

''ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت کا تاریک پہلو'' عنوان کے تحت جو ہم نے جائزہ لیا ہے، اس سے بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں عورت کو نہایت ذلّت وحقارت سے دیکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ سختی و بے رحمی سے پیش آنے کا درس دیا گیا ہے لیکن ہر جگہ یہ صورتِ حال نہیں ہے بلکہ بہت سے مقامات پر معاملہ بالکل اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں بہت سے ایسے منتر واشلوک بھی موجود ہیں کہ جن میں عورت کی بے انتہا تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ بہترین حسنِ سلوک کی ہدایت ونصیحت دے کر حد درجہ عزت وحوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ چنانچہ عورت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ویدوں میں کہا گیا ہے کہ:

जायेदस्तं माघवन्त्सेदुः योनिः तदितूत्वा युक्ता हरयो बहन्तु। 33

(اے اندر! زوجہ ہی گھر ہے، وہی خاندان کی ترقی کی بنیاد ہے۔)

सम्राज्ञी श्वसुरे भव, सम्राज्ञी श्वश्रवां भव।

ननान्दरि सम्राज्ञी भव, सम्राज्ञी अधि देवृषु।। 34

(اے بیوی (वधु) تو سسر، ساس، نند اور دیوروں کے ساتھ گھر کی مالکن کے طور پر رہ۔)

यथा सिन्धुर्नदीनां, साम्राज्यं सुषुवे वृषा

एवा त्वं सम्राज्ञ्येधि, पत्युरस्तं परेत्य।। 35

(جس طرح طاقت ور سمندر نے ندیوں پر حکومت قائم کی ہے اسی طرح (اے عورت!) تو بھی شوہر کے گھر پہنچ کر گھر کی مالکہ ہونا۔)

सुमङ्गली प्रतरणी गृहाणां सुशेवा पत्ये श्वशुराय शंभुः।

स्योना श्वश्र्वै प्र गृहान् विशेमान्।। 36

(زیورات سے آراستہ، شوہر کے گھر کی تکالیف کو دور کرنے والی، شوہر کی

خاص خدمت کرنے والی، سسر کے لیے فائدہ منداور ساس کے لئے آرام ده، اے عورت! تو ان گھروں میں داخل ہو۔)

यन्त्री राड् यन्त्र्यासि यमनो ध्रुवासि धरित्री।

इषे त्वोर्जे त्वा रय्यै त्वा पोषाय त्वा।। 37

(عورت پریوار کی نگرانی کرنے والی، باوقار، خود ضابطے میں رہنے والی اور سب کو کنٹرول میں رکھنے والی ہے۔ وہ پریوار میں ایمانداری سے رہنے والی اور پریوار کی پرورش کرنے والی ہے۔ تجھے اناج کی خوش حالی، طاقت، عزت کی ترقی اور گھر کی کامیابی کے لئے رکھتے ہیں۔)

ویدوں کے مذکورہ بالا اور دیگر بہت سے منتروں میں عورت کا بہت اعلیٰ مرتبہ ومقام ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو گھر کی مالکہ، گھر کی دولت، فائدے مند، گھر کی خوش حالی وبرکت، محافظہ، راحت رساں اور تکالیف دور کرنے والی صفات سے یاد کیا گیا ہے۔ وہ شوہر کے خاندان میں پہنچ کر گھر کی مالکن ہو جاتی ہے۔ سب کی پرورش کی ذمہ داری اس پر آجاتی ہے، سارے گھر کا انتظام وانصرام کرتی ہے اور سب کو آرام وسکون پہنچانے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ ویدوں کے مطابق عورت کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس پر دیووں (देवों) کی مہربانی رہتی ہے اور اس کو دیووں سے خدائی انعامات (दिव्यगुण) حاصل ہوتے ہیں۔ سوم دیوتا اس کو عمدہ اخلاق دیتا ہے، گندھرو (गन्धर्व) میٹھی زبان وآواز اور اگنی (अग्नि) رعب ووقار، خوش حالی وترقی (ऐश्वर्य) اور اولاد عطا کرتا ہے۔

सोमो ददद् गन्धर्वाय, गन्धर्वो दददग्नये।

रयिं च पुत्रां श्चादादग्निर्मह्यमथो इमाम्।। 38

(سوم نے گندھرو کو دیا اور گندھرو نے اگنی کو دیا۔ پھر اگنی نے اس لڑکی کو دولت اور اولاد کو مجھے دیا۔)

یعنی شادی سے پہلے لڑکی کو تین دیوتاؤں کی مہربانی حاصل ہوتی ہے۔ جن کی مہربانی سے لڑکی راحت وسکون اور خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لائق ہوتی ہے۔

ویدوں کے علاوہ اسمرتیوں میں بھی ایسے اشلوک پائے جاتے ہیں کہ جن میں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کے جذبات کا خیال رکھنے اور ان کو صدا خوش رکھنے کی بات کہی گئی ہے اور ترغیب وترہیب کے طور پر تعلیم دی گئی ہے کہ جن گھروں میں عورتیں خوش رہتی ہیں وہ گھر خوش حال رہتے ہیں اور جہاں ان کی قدر وعزت نہیں ہوتی، وہ گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ہے:

प्रजनार्थ महाभागाः पूजार्हा गृहदीप्तयः।

स्त्रियः श्रियश्च गेहेषु न विशेषो ऽस्ति कश्चन।। 39

(عورت اولاد پیدا کرنے کی وجہ سے احسان کرنے والی، لائق تعظیم (पूजनीय) اور گھر کی رونق وزینت ہے۔ گھر میں دولت اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔)

स्त्रीधनानि तु ये मोहादुव जीवान्ति बान्धवाः।

नारी यानानि वस्त्रं वा से पापा यास्ट धोगतिम्।। 40

(جو شوہر، باپ، رشتے دار لوگ لالچ میں عورت کے مال، زیور، کپڑے اور سواری وغیرہ بیچ کر گزارہ کرتے ہیں، وہ گنہ گار اور دوزخی ہوتے ہیں۔)

पितृभिर्भ्रातृ मिश्चैतः पतिमिर्देवरैस्तथा।

पूज्या भूषयितव्याश्च बहुकल्याण मीप्सुभि।। 41

(زیادہ بھلائی چاہنے والے، ماں باپ، بھائی، شوہر اور دیوروں کو چاہئے کہ لڑکی کی عزت (पूजन) کریں اور اس کو زیور و کپڑوں سے آراستہ کریں۔)

عورتوں ولڑکیوں کی عزت وتوقیر اور ان کو لباس وزیورات سے مزین کر کے خوش رکھنے کی بات منو نے اس لئے کہی ہے کہ ان کے مطابق عورتوں کی جہاں اس طرح حوصلہ افزائی ہوتی ہے وہاں دیوتاؤں کا قیام ہوتا ہے اور ہر طرح کی خوش حالی اس گھر کا مقدر ہوتی ہے۔ منو کہتے ہیں:

यत्र नार्यस्तु पूजयन्ते रमन्ते तत्र देवताः।

यत्रेतास्तु न पूजयन्ते सर्वास्तत्राफलाः क्रियाः।। 42

(جس خاندان میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے، اس خاندان سے دیوتا خوش ہوتے ہیں، جہاں عورتوں کی توہین ہوتی ہے وہاں سبھی یگ وغیرہ عمل بے کار ہوجاتے ہیں۔)

तस्मादेताः सदा पूज्या भूषणाच्छाद्रनाशनैः।

भतिकामौर्न रैर्नित्यं सत्कारे षटसवेषु च।। 43

(عورتوں کو ہمیشہ زیور، کپڑے اور کھانے سے خوش رکھنا چاہئے۔ خوش حالی کی اُمید رکھنے والے مردوں کو ہمیشہ نیک کام اور محافل وتقاریب میں عورتوں کو زیورات وکپڑوں وغیرہ سے مطمئن رکھنا چاہئے)

عورتوں کو کھانے پینے اور لباس وزیورات سے کیوں خوش رکھنا چاہئے؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے منواسمرتی میں کہا گیا ہے کہ:

शीचन्ति जामयो यत्र विनश्यत्याशु तत्कुलम्।

न शोचान्ति तु यत्रेता वर्धते तद्धि सर्वदा।। 44

(جس خاندان میں بہوبیٹیاں رنج وتکالیف اُٹھاتی ہیں، وہ خاندان جلد ہی برباد ہوجاتا ہے، لیکن جہاں انہیں کسی طرح کا دُکھ نہیں ہوتا وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔)

जामयो यानि गेहानि शपन्त्य प्रातिपूजिताः।

तानि कृत्याहतानीव विनश्यान्ति समन्ततः।। 45

(عزت افزائی نہ ہونے کے سبب بہوبیٹیاں جن گھروں کو کوستی ہیں، وہ گھر منتر سے برباد ہوکر ہر طرح سے ختم ہوجاتے ہیں۔)

यदि हि स्त्री न रोचते, पुमासं न प्रमोदयेत्।

अप्रमोदात् पुनः पुंसः प्रजनं न प्रवर्तते।। 46

(خوش رہنے والی عورت شوہر کو خوش رکھتی ہے۔ خوش عورت سے پیدا ہونے والی اولاد بھی خوش، تندرست اور لائق ہوتی ہے۔ عورت کے ناخوش رہنے سے اولاد بھی پریشان، نالائق اور کمزور ہوتی ہے۔)

ویدوں اور اسمرتیوں سے پیش کردہ ان تمام منتروں و اشلوکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں بھی عورت بلند و بالا حیثیت کی مالک ہے۔ اس کی عزت کرنا، اس کے جذبات کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا مذہبی اعتبار سے بے حد ضروری ہے۔

ہندو دھرم میں ماں کا مقام

انسانی تاریخ اور مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش دنیا کی ہر قوم و ہر مذہب میں ماں کو عظمت و فضیلت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز کیا گیا ہے اور اولاد کو زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت اور ان کا احترام بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جب ہم قدیم ہندو دھرم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں بھی ماں کو اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ و مقام عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ بہتر سے بہتر حسنِ سلوک سے پیش آنے کا سبق دیا گیا ہے اور اس کو انتہائی عمدہ خصوصیات و صفات کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں میں ماں کو اولاد کے لئے سب سے بڑا خیر خواہ، خیر اندیش (शुभ-चिंतक) بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ماں کی ہمیشہ یہی تمنا رہتی ہے کہ اس کی اولاد ہمیشہ کامیاب و خوشحال رہے اور اس کے لئے وہ ہر ممکن مشکل و پریشانی برداشت کرنے کو بھی تیار ہو جاتی ہے۔ ایسی مہربان، ہمدرد و محسن ماں کے لئے اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی مطیع و فرماں بردار ہو، ان کی رضا میں راضی ہو، بہترین خدمت گزار ہو، ہمیشہ ان کا بھلا سوچنے والی ہو اور اُن سے نرم دلی و خندہ پیشانی سے عمدہ سلوک کرنے والی ہو۔ اس لئے کہ اگر ماں اولاد کے اعمال و اطوار سے خوش ہے تو اس کی دعائیں (आशीर्वाद) ہمیشہ اولاد کو حاصل ہوتی رہیں گی۔ چنانچہ ماں کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ویدوں میں کہا گیا ہے کہ:

"स्वस्ति मात्र उप पित्रे तो अस्तु" 47

(ہماری ماں اور باپ کا بھلا ہو۔)

द्यावा वाजाय पृथिवी अमृध्रे। पिता माता मधुवचाः सुहस्ता

भरे भरे नो यशसावविष्टाम्।। 48

(زمین کی شہرت و بلندی ماں باپ کے مثل ہیں۔ یہ دونوں شیریں زبان اور خوبصورت سخی ہیں۔ یہ ہر ایک مصیبت و تکلیف میں ہماری حفاظت کرتے ہیں۔)

अनुव्रतः पितुः पुत्रो, माता भवतु संमना। 49

(بیٹا باپ کے مطابق عمل کرنے والا ہو اور ماں کے ساتھ اُسی کی طرح دل والا ہو۔ (یعنی جو ماں کی رضا ہو اُسی میں راضی وخوش ہو۔)

ویدوں میں ماں کے مرتبے و مقام اور ان کی عظمت کا اجمالی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے لیکن دیگر ہندو دھرم گرنتھوں میں کافی تفصیل سے اس کی اہمیت کا خاکہ پیش کیا گیا ہے، مثلاً:

उपाध्यायान्दशाचार्य आचार्याणां शतं पिता।

सहस्रं तु पितन्माता गौरवेणाति रिच्यते।। 50

(استادوں سے دس گنا بڑا مرشد (गुरु) اور مرشد سے سو گنا بڑا باپ اور باپ سے ہزار گنا بڑی ماں عزّت و مرتبے والی ہوتی ہے۔)

माता गुरुतरा भूमेऊ।। 51

(ماں زمین پر دنیا میں سب سے بڑی ہے۔)

नास्ति वेदात्परं शास्त्रं, नास्ति मातुः परो गुरुः। 52

(وید سے بڑھ کر کوئی دھرم گرنتھ نہیں ہے اور ماں سے بڑا کوئی دوسرا گرو نہیں ہے۔)

नास्ति मा समा छाया, नास्ति मातृ समा गतिः।

नास्ति मातृ समं त्राणं, नास्ति मातृ समा प्रिया।। 53

(ماں کی طرح کوئی سایہ نہیں ہے۔ ماں کی طرح کوئی چال نہیں ہے۔

(یعنی گناہوں سے آزادی دلانے والا) ماں کی طرح کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے اور ماں کی طرح محبوبہ (زوجہ) بھی نہیں ہے۔)

ماں کو باپ، استاد، گرو بلکہ دنیا کے سارے لوگوں سے اعلیٰ درجہ کیوں دیا گیا ہے، اس کی توجیہ پیش کرتے ہوئے منو اسمرتی میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

यं माता पितरो क्लेशं सहेते संभवे नृणाम्।

न तस्य निष्कृतिः शक्या कर्तुं वर्षशतैरपि।। 54

(جانداروں کو پیدا کرنے میں ماں، باپ کو جو تکالیف سہنی پڑتی ہیں، ان تکالیف و مصائب سے وہ (اولاد) سو سال میں بھی نجات و رہائی نہیں پا سکتے۔)

माता पुत्रतवस्य भूयांसि कर्माण्यारमते।

तस्यां शुश्रुषा नित्यो पतितायामपि।। 55

(لڑکے کو چاہئے کہ وہ اپنی ماں کی ہمیشہ خدمت کرے بھلے ہی وہ ذات سے باہر ہو گئی ہو، کیونکہ وہ اس کے لئے بے حد تکالیف برداشت کرتی ہے۔)

ہندو دھرم گرنتھوں میں ماں کو صرف اعلیٰ مقام ہی عطا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہمیشہ ان کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت و نصیحت بھی کی گئی ہے۔ منو اسمرتی میں ہے:

यावत्त्रयस्ते जीवेयुस्तावन्नान्यं समाचरेत्।

तेष्वेव नित्यं शुश्रूषां कुर्यात्प्रियहिते रतः 56

(جب تک یہ تینوں زندہ رہیں (ماں، باپ، گرو) تب تک ان کو خوش کرنے والے کاموں میں آمادہ و مستعد ہو کر ان کی خدمت کرے اور کسی طرح کا دوسرا کوئی آغاز نہ کرے۔)

तेषामनु परोधेन पारत्रयं यद्यदाचरेत्।

तत्तन्निवेद येत्तेभ्यो मनोवचन कर्मभिः।। 57

(ان کی خدمت میں مستعد رہتے ہوئے ان کی اجازت لے جو کچھ بھی دل، قول اور فعل سے عمل کرے وہ سب ان کی خدمت میں عرض کرے۔)

ہندو دھرم شاستروں (शास्त्र) میں ماں کی خدمت اور ان کے ساتھ نرم دلی و اچھا برتاؤ کرنے کو کتنی اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ ہم درج ذیل منتروں سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ جن میں ماں کی خدمت اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کو ہی سب سے بڑا دھرم، سب سے بڑی عبادت، سب سے بڑی نیکی (पुण्य) اور حصولِ جنت (स्वर्ग-प्राप्ति) کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں لکھا ہے:

तयोर्नित्यं प्रियं कुर्यादाचार्यस्य च सर्वदा।

तेष्वेव त्रिपु तुष्टेपु तपः सर्वं समाप्यते।। 58

(دونوں (ماں باپ) اور گرو (आचाय) کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہئے۔ ان تینوں کے خوش رہنے سے ساری عبادت پوری ہو جاتی ہے۔)

तेषां त्रयाणां शुश्रुषा परमं तप उच्चयते।

न तैरभ्यननु ज्ञातो धर्ममन्यं समाचरेत।। 59

(ان تینوں کی خدمت کو ہی سب سے اعلیٰ ریاضت کہتے ہیں ان کے حکم کے بنا کسی دوسرے مذہبی کام (धर्म कर्त्तव्य) کو نہ کرے۔)

त्रिष्वप्रमाद्यन्नेतेषु त्रींल्लोकान्वि जयेद्गृही।

दीप्यमानः स्ववपुषा देववाद्दिवि मोदते।। 60

(انسان ان تینوں میں غلطی سے باز رہنے سے تینوں لوکوں (लोक) کو جیت لیتا ہے۔ اپنے جسم کو باکمال کر کے دیوتا کی طرح سورگ (स्वर्ग) میں خوشی کے ساتھ قیام کرتا ہے۔)

त्रिष्वेतेष्यितिकृत्यं हि पुरुषस्य समाप्यते।

एष धर्मः साक्षा दुंप धर्मो ऽ न्य उच्येते।। 61

(ان تینوں میں ہی آدمی کا فرض مکمل ہو جاتا ہے یہی سراپا مذہب ہیں۔ ان

کے علاوہ باقی سبھی قائم مقام (उपधर्म) مذہب کہے جاتے ہیں۔)

اگر کوئی شخص ماں کا احترام، اور اُس کی خدمت نہیں کرتا ہے تو دھرم گرنتھوں نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ چاہے وہ کتنا ہی بڑا عبادت گزار و نیکوکار ہو اس کا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہے۔

सर्वे तस्यादृता धर्मा यस्यैत तत्र आदृताः।

अनादृतास्तु यस्येते सर्वास्त स्या कलाः क्रिया।। 62ے

(جن کے لئے یہ تینوں معزز و محترم ہوتے ہیں ان کے سبھی مذہبی اعمال قابلِ احترام ہوتے ہیں اور جن کے لئے یہ معزز و محترم نہیں ہوتے ہیں ان کے سارے اعمال قابلِ قبول نہیں ہوتے ہیں۔)

دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا منتروں و اشلوکوں کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں ماں کا انتہائی اعلیٰ مقام ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور خدمت کرنے کی مختلف انداز میں خصوصی تعلیم دی گئی ہے۔ اور یہ تعلیم صرف نیک و پارسا ماں تک محدود نہیں بلکہ اگر وہ گنہ گار یا بدکار ہے تب بھی یہی حکم ہے جیسا کہ دھرم سوتر کا فرمان ہے:

पतितः मिता परित्याज्यो माता तु पुये न पतति। 63ے

(گرے ہوئے گنہ گار باپ کو چھوڑا جا سکتا ہے لیکن گری ہوئی گنہ گار ماں کو نہیں۔ کیونکہ بیٹے کے لئے وہ کبھی بھی گری ہوئی گنہ گار نہیں ہوتی۔)

ہندو دھرم میں بیٹی کا مقام

دورِ حاضر میں ہندو دھرم کے پیروکاروں میں دنیاوی و سماجی اعتبار سے لڑکیوں کی عزّت و اہمیت اگرچہ کافی بڑھی ہے، جیسے حصولِ تعلیم کا حق حاصل ہوا ہے، زندگی میں ترقی کرنے کا موقع ملا ہے اور بہت سی سماجی و مذہبی بندشوں سے چھٹکارا نصیب ہوا ہے لیکن قدیم ہندو دھرم میں لڑکیاں حقارت کی نگاہ سے دیکھی جاتی رہی ہیں۔

ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ لڑکیاں بمقابل لڑکوں کے زمانۂ قدیم سے ہی کمتر سمجھی گئی ہیں۔ ہمیشہ نحیف و ناتواں (अबला) بن کر ان کو

زندگی گزارنی پڑی ہے اور لڑکیوں کو تعلیم نہیں دینا چاہئے، (स्त्री शूद्रो न धीयताम) انہیں منتروں کا علم اور حق نہیں، (निरिन्द्रिया ह्यमन्त्राश्चस्त्रियो) اور انہیں ماں باپ کی دولت وملکیت میں وراثت کا کوئی حق نہیں جیسے احکام نافذ کرکے ان کے ساتھ شودروں (अछूतों) جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں ان کو بہتر درجہ واعلیٰ مقام بھی دیا گیا ہے لیکن لڑکوں کے مقابل ان کو ہر جگہ حقیر نظروں سے دیکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں ہر جگہ بیٹا پیدا ہونے کی آرزو و دُعا کی گئی ہے اور ہمارے مطالعہ میں کسی ایک مقام پر بھی بیٹی پیدا ہونے کی خواہش وتمنا نہیں کی گئی ہے۔ چنانچہ ویدوں میں بیان کیا گیا ہے کہ:

पुमांसं पुत्रं जनय, तं पुमाननु जायतामा।

भवासि पुत्राणां माता, जातानां जनयाश्च यान्।। 64

(اے عورت! تو مرد بیٹے کو جنم دے۔ اس کے بعد بھی بیٹا ہی پیدا ہو، اس طرح تو پیدا ہوئے اور آگے پیدا ہونے والے بیٹوں کی ماں ہو جاؤ۔)

خاندان اور خاندانی رسم ورواج کو برقرار رکھنے کیلئے لڑکوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ویدوں میں ہر جگہ خاندان کو ترقی دینے والے، بہادر اور ہونہار فرزندوں کی تمنا و دعا کی گئی ہے اور عورتوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ایسے لڑکوں کو جنم دیں، جس کا اظہار ویدوں میں اس طرح کیا گیا ہے:

अग्निर्वीरं श्रुत्यं कर्मनिःष्ठामं।

अग्निर्नारीं वीरकुक्षिं पुरंधिम्।। 65

(ایشور بیٹے کو لائقِ تعریف ہنر دیتا ہے۔ ایشور عورت کو بہادر اولاد سے مالامال اور دانشمند کرتا ہے۔)

क्रीडन्तौ पुत्रैर्नप्तृभिः मोदमानौ स्वगृहे।। 66

(تم دونوں بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے، اپنے اس گھر میں ہمیشہ مسرور رہو۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کے دور سے ہی بیٹے کی پیدائش کو اہمیت دی گئی ہے

اور بیٹی کے ساتھ غیر مساوی وغیر منصفانہ امتیاز برتا گیا ہے۔ اور بیٹا و بیٹی میں اس حد تک فرق کیا گیا ہے کہ بیٹے کی پیدائش پر جنت (स्वर्ग) کے حصول اور دوزخ (नर्क) سے نجات کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

पुत्रेण लोकाञ्जयति पौत्रेणानन्त्यमश्नुते।

अथ पुत्रस्य पौत्रेणा ब्रध्नस्याप्नोति विष्टपम।। 67

(بیٹے کے جنم سے انسان جنت وغیرہ پاتا ہے، پوتے کے جنم سے طویل زمانے تک جنت (स्वर्ग) میں رہتا ہے اور پرپوتے کے پیدا ہونے سے عالم سورج (सूर्यलोक) کو پاتا ہے۔)

पुंनाम्नो नरकाद्यस्मात्त्रायते पितरं सुतः।

तस्मात्पुत्र इति प्रोक्तः स्वयमेव स्वयंभुवा।। 68

(لڑکا پوں (पुं०) نامی جہنم (नर्क) سے آباؤاجداد کو نجات دلاتا ہے اس لئے خود برہما جی نے لڑکے کو پتر (पुत्र) کہا ہے۔)

لڑکیوں کے ساتھ اس طرح کا امتیاز صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے دیگر معاملات ودیگر شعبوں میں بھی اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً: شودر کے علاوہ سبھی قوموں کے مردوں کو پاک ہونے کیلئے تین بار آچمن 69 (आचमन) کرنا ضروری ہے لیکن لڑکی کو ایک بار، شودر کے علاوہ تمام ذاتوں کے مرد منتروں کے ساتھ اسنان (स्नान) کرتے ہیں لیکن لڑکیوں کو یہ حق حاصل نہیں، تمام طبقوں میں سے کسی بھی مرد کے قتل پر سخت سے سخت سزا (दण्ड) کا حکم ہے لیکن شودر اور لڑکی کے قتل کی سزا بہت معمولی ہے۔ اور ہر قوم کے لڑکے گواہ ہو سکتے ہیں لیکن شودر و لڑکیوں کو گواہی کا حق حاصل نہیں۔ اور یہ امتیاز ان کے ساتھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کو مذہبی، سماجی اور فکری لحاظ سے ناقص مانا گیا ہے۔ چنانچہ رام چرتر مانس (रामचरित्र मानस) میں شو جی (शिवजी) اور ستی جی (सतीजी) کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

नाथ कृपा अब गयेऊ विषादा। सुखी भयेऊ प्रभु चरन प्रसादा।।

अब मोहि आपानि किर जानी। जदपि सहज जड़ नारि अयनी।।70

(ستی جی نے شو جی سے کہا کہ اے ناتھ جی! آپ کی مہربانی سے میرا رنج وغم جاتا رہااور آپ کے قدموں کی برکت سے میں سُکھی ہوگئی، حالانکہ میں عورت ہونے کی وجہ سے عادت سے ہی بے وقوف اور جاہل ہوں۔)

ज्ञान विराग जोग विग्याना। ए सब पुरुष सुनहु हरिजाना।।

पुरुष प्रताप प्रबल सब भाँति। अबला अबल सहज जड़ जाती।।71

(اے گروڑ سنیے! علم، ترک دینا، تعلق اور سائنس یہ سب مرد (पुरुष) میں ہیں۔ مرد کا مقام سب طرح سے طاقت ور ہوتا ہے۔ عورت عادت سے ہی کمزور اور پیدائش سے ہی ناقص العقل (मूर्ख) ہوتی ہے۔)

اس طرح وید، اسمرتی اور رام چرتر مانس کے مندرجہ بالا منتروں و اشلوکوں کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں لڑکیوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا اور زندگی کے اہم معاملات و مسائل میں ان کے ساتھ کافی حد تک غیر مساویانہ وغیر منصفانہ سلوک کیا جاتا تھا۔

دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا منتروں میں لڑکیوں کے ساتھ ناانصافی، عدمِ مساوات اور ان کی توہین کا پہلو نظر آتا ہے۔ لیکن بہت سے منتر و اشلوک ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جن میں ان کو لڑکوں کے برابر درجہ دیا گیا ہے، ان کی حوصلہ افزائی کا ہر ممکن خیال رکھا گیا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا درس دیا گیا ہے اور ان کو خیر و برکت و دیوتاؤں کی آمد کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ لڑکا اور لڑکی مساوی ہیں لہٰذا لڑکیوں کے ساتھ ہمدردی و مہربانی سے پیش آنا چاہئے، اس کی تعلیم دیتے ہوئے منو اسمرتی میں کہا گیا ہے کہ:

यथैवात्मा तथा पुत्रः पुत्रेण दुहिता समा।

तस्यामात्मनि तिष्ठन्त्यां कथमन्यो धनं हरेत।।72

(جیسے روح (आत्मा) اور لڑکا برابر ہیں، اسی طرح لڑکا اور لڑکی برابر ہیں۔ اس لئے روح کے مثل لڑکی کے رہتے ہوئے دوسرا مال و دولت کیسے لے سکتا ہے؟)

छाया स्वो दासवर्गश्च दुहिता कृपणां परम्।

तस्मादे तैरधिक्षिप्तः सहेतासंज्वरः सदा।। 73

(خادم ونوکر طبقہ اپنے سائے کی طرح ہوتا ہے، بیٹی بہت ہی رحم کے قابل ہوتی ہے۔
اس وجہ سے یہ لوگ برا بھلا بھی کہیں تو بھی خاموشی سے سن لیں، جھگڑا نہ کریں۔)

ان اشلوکوں میں لڑکیوں کو روح اور لڑکوں کے ہم مثل اور قابلِ رحم بیان کیا گیا ہے اور دیگر اشلوکوں میں آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر فلاح و بہبود چاہتے ہو تو ان کی قدر و عزت افزائی کرو۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

पितृ भिर्भ्रातृमिश्चेताः पतिमिर्देवरैस्तथा।

पृज्या भूपयितव्याश्च बहुकल्याण मीप्सुभिः।। 74

(زیادہ بھلائی چاہنے والے، ماں باپ، بھائی بہن، شوہر اور دیوروں کو چاہئے کہ لڑکی کا پوجن (عزت) کریں اور زیورات وملبوسات سے آراستہ ومزین کریں۔)

यत्र नार्यस्तु पृज्यन्ते रमन्ते तत्र देवताः। 75

(جس خاندان میں لڑکیوں کا احترام ہوتا ہے اس سے دیوتا خوش ہوتے ہیں۔)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں لڑکیوں کی عزت افزائی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تعلیم دی گئی ہے بلکہ بعض ہندو محققین ومفکرین کا ماننا ہے کہ:

''ویدک دور میں لڑکیوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جاتا تھا لیکن منو اسمرتی شاید دنیا کی پہلی دستور تحریر ہے جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان تفاوت کی دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ منو اسمرتی تحریر کیے جانے سے قبل لڑکیوں کو مساوی حقوق حاصل تھے اور ان کا مساوی احترام کیا جاتا تھا۔ 76

ہندو دھرم میں عورت کا تعلیمی حق

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض منتروں واشلوکوں کی تعلیم کے مطابق عورت کو حصولِ علم کا حق حاصل نہیں تھا۔ ویدوں کی تعلیم کا دروازہ ان کے لئے بند تھا، نہ ہی

وہ ویدوں کے منتر سیکھ سکتی تھیں اور نہ ہی ان کو پڑھا سکتی تھیں۔ چنانچہ مختلف دھرم گرنتھوں میں عورت کی تعلیم کے تعلق سے جو دستور پیش کیا گیا ہے اس میں مذکور ہے کہ:

☆ ''عورت کو تعلیم سے آراستہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی عقل ناقص ہوتی ہے۔''[77]

☆ स्त्री शूद्र द्विज वन्धुना न श्रुति : गोचरः 78

(عورت، شودر اور کمینہ ان تینوں کو وید سننے کا حق نہیں۔)

☆ नास्ति स्त्रीणां क्रिया मन्त्रेरिति धर्म व्यवास्थितिः।

निरिन्द्रिया ह्यमन्त्राश्च स्त्रियो ऽ नृतमिति स्थितिः।। 79

(دھرم شاستروں کے نظام کے مطابق عورتوں کی پیدائش وغیرہ کے اعمال و رسوم منتروں سے نہیں کرنا چاہئیں۔ انہیں منتروں کا علم اور حق بھی نہیں ہے، ان کی چھوٹ ہی میں حیثیت ہے۔)

مذکورہ بالا منتروں و اشلوکوں سے یہی ثابت ہوتا ہے اور مشہور بھی یہی ہے کہ ہندو دھرم میں عورت کو تعلیم کا حق حاصل نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ویدوں اور دیگر دھرم شاستروں میں اس طرح کے شواہد و قرائن بھی بخوبی پائے جاتے ہیں کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل تھا، اگرچہ مخصوص طریقے و محدود پیمانے پر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ رگ وید میں ایک مقام پر عورت خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے:

अहं केतुरहं मूर्धाऽहमुग्रा विवाचनी

ममेदनु क्रतुं पतिः से हानाया उपाचरेत।। [80]

(میں اوّل درجے کی عالمہ ہوں، میں عورتوں میں اعلیٰ ہوں، میں اعلیٰ درجے کی واعظہ ہوں۔ مجھ کامیاب کی خواہش کے مطابق ہی میرا شوہر میرے ساتھ سلوک کرے۔)

اتھروید میں کہا گیا ہے:

इन्द्राण्येतु प्रथमाजीतामुषिता पुरः। [81]

(اندرانی (عورت) فوج کی قیادت کرے وہ ہمیشہ فاتح رہی ہے۔)

برہمن گرنتھ میں لکھا ہے:

अयज्ञो वा एषः। यो ऽ पत्नीकः। 82

(عورت کے بنا یگ (यज्ञ) نامکمل ہے اس لئے زوجہ کے ساتھ یگ کریں۔)

اس طرح مندرجہ بالا منتروں و اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں عورتوں کو بھی مردوں کی طرح پڑھنے، پڑھانے کا حق حاصل تھا، کیونکہ اعلیٰ درجے کی واعظہ وہی ہو سکتی ہے جو بہترین علم رکھتی ہو، فوج کی قیادت وہی کر سکتی ہے جس کو فوجی قیادت کے علم میں مہارت حاصل ہو اور یگ میں وہی حصہ لے سکتی ہے جس کو منتروں کے سننے کا حق حاصل ہو۔ اس کے علاوہ ہندو دھرم میں سرسوتی کو علم (ज्ञान) کی دیوی مانا گیا ہے اور وہ بھی ایک عورت ہی ہے جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔

ویدوں اور برہمن گرنتھوں کے عہد میں عورتوں کو تعلیم و تعلم اور منتروں کے پڑھنے کا حق حاصل تھا، اس کی تصدیق بعض دیگر ہندو مذہبی کتب کے مطالعہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسمرتی چندریکا (स्मृति चन्द्रिका) اور یم سنسکار پرکاش (यम संस्कार प्रकाश) میں لکھا ہے کہ:

पुराकल्पे कुमारीणों मौञ्जीवन्धन मिष्यते।

अध्यापनं च वेदानां सावित्री वाचनं तथा।।

पिता पितृव्यो भ्राता वा नैनामध्यापयेत्परः।

स्वग्रहे चैव कन्या या भैक्षचर्या विधीयते।।

वर्ज येदजिनं चीरं जटा धारणमेव च।। 83

(قدیم زمانے میں مونج کی میکھلا (کمر بند) باندھنا (उपनयन) عورتوں کے لئے بھی ایک ضابطہ تھا، انہیں وید پڑھایا جاتا تھا، وہ گائتری منتر (सावित्री) پڑھا کرتی تھیں۔ انہیں ان کے باپ، بھائی یا چاچا پڑھا سکتے تھے، کوئی غیر مرد نہیں پڑھا سکتا تھا۔ وہ گھر میں ہی بھیک مانگ سکتی تھیں۔ انہیں نہ ہی ہرن کی کھال اور پیڑوں کی چھال پہننی پڑتی تھی اور نہ ہی وہ

جتائیں رکھتی تھیں۔)

عورتوں کے تعلیمی حقوق کے سلسلے میں پیش کئے گئے مثبت و منفی پہلوؤں پر غور وخوض کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں عام طور سے عورتوں کو تعلیم کا حق حاصل نہیں تھا اور نہ ہی قدیم تہذیب میں وہ عموماً تعلیم سے آراستہ تھیں بلکہ ایک محدود حد تک انہیں اس کا حق حاصل تھا، اور چند مخصوص عورتیں ہی علمی صلاحیت ولیاقت کی حامل ہوتی تھیں۔ پنڈت آدبادت ٹھاکر (पण्डित आदिबादत्त ठाकुर) کی کتاب ''वेदों में भारतीय संस्कृति'' کے درج ذیل اقتباس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''عام طور سے عورتوں کو ویدوں کے مطالعے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مخصوص حالات میں ضرور ویدوں کا مطالعہ کرنے والی اور وید منتروں کا علم رکھنے والی رشیکاؤں (ऋषिका) کا تذکرہ ویدوں میں ملتا ہے۔ مگر یہ بطور استثناء ہی مانا جاتا ہے۔ یعنی اس میں شک نہیں کہ یہ مخصوص قابلیت والی خواتین بطورِ استثناء موجود تھیں، مگر عام طور سے عورتوں کو ویدوں کے حقوق سے دور ہی رکھا گیا تھا۔[84]

عورت گھر و خاندان میں اپنی صلاحیت و علمی لیاقت سے ہی عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اس لئے دھرم گرنتھوں میں بعض جگہ عورتوں کو تعلیم کے حصول کی ترغیب بھی دی گئی ہے، مثلاً:

स्वेदृक्षे दक्षपितेह सीद देवानां सुम्ने बृहते रणाय। [85]

(اے عورت! تم اپنی صلاحیت سے علم کا خزانہ ہوکر، دیووں (देवों) کی کامیابی اور بہترین لطف کیلئے اس گھر میں رہو۔)

جس عورت میں جتنی زیادہ علمی لیاقت و قابلیت ہوگی، اتنی ہی زیادہ اس کی گھر، خاندان و سماج میں حوصلہ افزائی ہوگی، اس لئے اس منتر میں تعلیم دی گئی ہے کہ عورتیں اگر ترقی و کامیابی چاہتی ہیں تو وہ علم و ہنر سے آراستہ ہوں۔

ہندو دھرم میں عورت کا حقِ وراثت

دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کی تعلیمات کی روشنی میں عورت عمر کے کسی بھی حصے میں آزاد نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ ایک غلام کی طرح زندگی کے ایام گزارتی ہے۔ بچپن میں وہ ماں باپ کے تابع ہوتی ہے، جوانی میں شوہر کے ماتحت ہوتی ہے اور بڑھاپے میں بیٹوں کی نگرانی میں رہتی ہے۔ اس طرح اس کی تمام زندگی کا دارومدار دوسروں پر ہوتا ہے۔ دوسروں کے رحم وکرم پر اس کی زندگی کے منحصر ہونے اور کسی صورت میں اس کے آزاد نہ ہونے کی وجہ سے ہی غالباً قدیم ہندو دھرم نے یہ دستور پیش کیا ہے کہ ''ماں باپ، شوہر اور دیگر اقربا کی جائداد و ملکیت میں عورت کا بطورِ وراثت کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر عورت کو کمزور و ناتواں قرار دے کر بھی وراثت کے حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی (मनु स्मृति) کا فرمان ہے:

भार्या पुत्रश्च दासश्च त्रय एवाधनाः स्मृता।

वत्ते समधिगच्छन्ति यस्य ते तस्य तद्धनम।। 86

(بیوی، لڑکا اور خادم یہ تینوں مفلس (निर्धन) کہے گئے ہیں، کیونکہ ان کا کمایا ہوا مال اس کا ہوگا، جس کے یہ بیٹے، بیوی اور عورت ہیں۔)

न निर्हारं स्त्रियः कुर्युः कुटुम्बादवहुमध्यगात्।

स्वकदापि च वित्ताद्धि स्वस्य भर्तुरनाज्ञया।। 87

(خاندان کے مختلف لوگوں کے مال میں سے عورتوں کو مال جمع نہیں کرنا چاہئے اور شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے بھی کچھ جمع نہیں کرنا چاہئے۔)

اصول دھرم شاستر میں ہے: ۸۷

''دولت جو فنون دستکاری کے ذریعہ سے حاصل کی جائے یا باستثنا واسطہ داروں کے کسی اور سے ازراہ محبت ملے اس پر ہمیشہ شوہر کا اختیار ہے۔''

,, بہن کا اپنے بھائی کی جائداد پر کچھ حق نہیں پہونچتا ہے۔

تیتریئے سنھتا (तैत्तिरीय संहिता) میں تعلیم دی گئی ہے:

तस्मात्स्त्रियो निरिन्द्रिया अदायादीरपि,

पापात्पुंस उपास्तितरं वदन्ति। 88

(عورتیں بغیر قوت کی ہیں، انہیں وراثت میں حصہ (दाय भाग) نہیں ملتا۔ وہ شریر سے بھی بڑھ کر بدتمیزی سے بولتی ہیں۔)

بودھاین دھرم سوتر (बौधायन धर्मसूत्र) کا قول ہے:

निरिन्द्रिया अदायाश्च स्त्रियो मता इति श्रुतिः। 89

(عورتیں بنا قوت کی ہیں، انہیں وراثت میں حصہ نہیں ملتا، اور نہ ہی انہیں ویدک منتروں کا ہی حق ہے۔)

شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राहमण) میں لکھا ہے کہ:

वज्रो वा आज्यमेतेन वेदेवा वज्रेणज्ये नाघ्नन्नेव

पत्नी निराक्ष्णु वंस्ता हता निरष्टा नात्मनश्च

नैशत न दावस्य च नैशत। 90

(عورتیں بجلی سے مارے جانے پر اور بنا شوہر کے ہونے پر نہ تو اپنے گھر پر راج کرتی ہیں اور نہ وراثت (दाय) پر، وہ ایسے کہ عورتوں کو تابعدار بنایا ہے اس لئے عورتیں ضروری طور سے مردوں پر منحصر ہوتی ہیں۔)

اسی طرح اتھروید (अथर्ववेद) اور یجروید (यजुर्वेद) میں قانون پیش کیا گیا ہے کہ:

''لڑکی باپ کی ملکیت کی حقدار نہیں۔'' 91

اس طرح مندرجہ بالا منتروں و اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں، باپ اور شوہر کی جائیداد و مال میں عورت کا وراثت کے طور پر کوئی حق نہیں ہوتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورت کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں تو پھر اس کا اپنا کون سا مال ہوتا ہے اور وہ کس مال کی مالک و مختار ہوتی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے منو اسمرتی کہتی ہے کہ:

अध्यग्न्य ध्यावांहनिकं दत्तं च प्रतिकर्मणि।

भ्रातृमातृपितृ प्राप्तं षड् विधं स्त्री धनं स्मृतम।। 92

(شادی (विवाह) کے موقع پر اگنی (अग्नि) کو گواہ (साक्षी) مان کر عورت کو دیا

جانے والا تحفہ یا مال (अध्याग्नि)، عورت کو اپنے باپ کے گھر سے شوہر کے گھر رخصت ہوتے وقت ملا ہوا مال (अध्यावाहनिक)، محبت سے دیا ہوا، بھائی، ماں اور باپ سے پایا ہوا مال یہ چھ قسم کے عورت کے مال ہوتے ہیں۔)

یہ چھ طرح کے عورت کے اپنے مال ہوتے ہیں ان کو اگر کوئی خرد برد کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دھرم گرنتھوں کے مطابق وہ سخت گنہ گار اور دوزخی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں تنبیہ کرتے ہوئے منو اسمرتی میں کہا گیا ہے:

स्त्री धनानि तु ये मोहादुव जीवान्ति बान्धवाः।

नारी यानानी वस्त्रं वा से पापा यास्त्योगतिम्।। 93

(جو شوہر، باپ، رشتے دار لالچ میں عورت کے مال زیور، کپڑے اور سواری وغیرہ فروخت کر کے گزارا کرتے ہیں، وہ گنہ گار (पातकी) اور جہنمی (नरकगामी) ہوتے ہیں۔)

پیش کردہ اشلوکوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں ماں، باپ یا شوہر کی ملکیت میں اگرچہ بطور وراثت عورت کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے لیکن ہمدردی و مہربانی کے طور پر وہ ماں، باپ، بھائی اور شوہر کے مال سے حصہ پا سکتی ہے۔ اس صورت میں عورت کو دھرم گرنتھوں میں کہیں متعیّن اور کہیں غیر متعیّن مقدار میں مال و دولت دینے کی بات کہی گئی ہے۔ رگوید میں ہے کہ:

अमाजूरिव पित्रोः सच सती समानादा सदसस्त्वामिये भगम्।

कृधि प्रकेतमुप मास्या भर दद्धि भागं तन्वो येन मामहः।। 94

(زندگی بھر باپ کے گھر رہنے والی عورت کی طرح، ماں، باپ کے ساتھ رہنے والی لڑکی آبائی گھر سے ہی دولت مانگتی ہے۔ غور کر کے اور حساب لگا کر اس کو مال دو۔ اسے زندگی گزارنے کے لئے اس کا حصہ دے دو، جس سے وہ مہمان کی خاطر و مدارات کر سکے۔)

اس منتر میں غیر شادی شدہ لڑکی کیلئے وراثت (दायभाग) کا بندوبست کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جو لڑکی شادی نہیں کرتی ہے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی زندگی گزارتی ہے، اس کو آبائی جائداد و ملکیت سے مناسب حصہ ملنا چاہئے۔ اس منتر سے جہاں غیر شادی شدہ

(अविवाहित) لڑکے کے تئیں وراثت پانے کا ثبوت ملتا ہے وہاں دوسری طرف یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ جن لڑکیوں کی شادی ہوگئی ہو اُن کو آبائی دولت سے وراثت کا حق (दायभाग) نہیں ملے گا۔ صرف غیر شادی شدہ لڑکی ہی لڑکوں کے مثل وراثت کی مستحق ہے۔ اور یہ دستور اس لئے ہے تا کہ وہ ضرورت کے مطابق آزادی کے ساتھ اپنی گزر بسر کر سکے اور کسی کی محتاج نہ رہے۔ ویدوں کے اس نظام کی وضاحت منواسمرتی سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

स्वेभयो ऽ शेभ्यस्तु कन्याभ्यः प्रदद्युर्भ्रातरः प्रथक्।

स्वात्स्वादशाच्चतुर्भाग पतिता स्युत दित्सवः।। 95

(لڑکی (غیر شادی شدہ بہنوں) کو بھی بھائی اپنے حصوں میں سے علیحدہ دیں۔ جو بھائی بہن کی شادی کیلئے اپنے مال کا چوتھا حصہ نہیں دیتے وہ ذلیل ہوتے ہیں۔)

जनन्यां संस्थितायां तु समं सर्वे सहोदराः।

मजेरन्मातृकं रिक्थं भगिन्यश्च सनाभयः।। 96

(ماں کے مرنے کے بعد بھی سگے بھائی اور کنواری بہنیں ماں کے ترکہ و مال کو برابر تقسیم کرلیں۔)

मातृस्तु यौतकं यत्स्यात्कुमारो भाग एव सः।

दोहित्र एव च हरेद पुत्रस्यारिवल धनम।। 97

(ماں کی شادی کے وقت زیورات وغیرہ جو اُن کے باپ وغیرہ سے ملے ہوں وہ سارے زیورات غیر شادی شدہ لڑکیوں کو ملنا چاہئیں اور لاولد نانا کا سارا مال نواسے کو لینا چاہئے۔)

منو نے کنواری لڑکیوں اور بہنوں کے علاوہ نواسیوں کو بھی نانی کے مال سے کچھ نہ کچھ مال بطورِ خوشی دینے کا مشورہ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

यास्तासां स्युर्दुहितरस्ता सामपि यथार्हतः।

मातामहमा धनात्किं चित्प्रदेयं प्रीतिपूर्वकम्।। 98

(بہن کی کنواری لڑکیوں کو بھی نانی کے مال میں سے اپنی خوشی سے ان کے

اطمینان کے لئے کچھ دینا چاہئے۔)

اس طرح دھرم گرنتھوں سے منقول منتروں واشلوکوں سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں عورت کیلئے اگرچہ ماں، باپ یا شوہر کی ملکیت ومال سے بطور وراثت کوئی خاص حصہ متعین نہیں ہے لیکن ان کی شادی، خوش حالی اور ضروریاتِ زندگی کے لئے ہمدردی ومہربانی کے طریقے پر مختلف مقدار میں وراثت کا حصہ دینے کا حکم ہے۔

معلوم ہو کہ ہندو دھرم میں وراثت (Inheritance) کے دو مذہب Two) (school of Thougths یا دو نظریے ہیں (۱) دائے بھاگا (दायभगा) (۲) متاکشرا (मिताक्षरा) دائے بھاگا آسام اور بنگال وغیرہ میں پایا جاتا ہے اور متاکشرا پوری انڈیا میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ترکہ وجائداد کیسے تقسیم ہوگی اس میں ہندو دھرم میں دو نظریات (View) ہیں ایک کے مطابق جیسے ہی بچہ گھر میں پیدا ہوا، پیدا ہوتے ہی اس کو پراپرٹی میں حصہ مل گیا اور دوسرا نظریہ کہتا ہے نہیں جب تک باپ زندہ ہے کسی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ باپ کے بعد ہی ملے گا۔ ۱۹۵۱ء میں ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا دونوں قوانین میں بیٹے کو حق وراثت ہے بیٹی کو نہیں ہے لہٰذا اب ہم یونیفارم سول کوڈ لائیں گے۔ اس کی سب سے پہلے ہندو مہاسبھا اور سردار ولبھ بھائی پٹیل نے مخالفت کی اور کہا یہ ہمارے دھرم میں مداخلت ہوگی جو ہمیں منظور نہیں۔

ہندو دھرم میں پردے کا حکم

عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے، اس تعلق سے قدیم ہندو تہذیب و دھرم گرنتھوں کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد دو موقف و دو نظریات سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ قدیم ہندو دھرم و تہذیب میں دلہنوں وعورتوں کو نہ ہی مذہبی لحاظ سے پردہ کرنے یا گھونگھٹ لگانے کا حکم تھا اور نہ ہی سماج میں اس کا معمول ورواج تھا، وہ بے پردہ یا بنا گھونگھٹ سب کے سامنے آمدورفت کرتی تھیں بلکہ خود شوہر اپنی نئی نویلی دولہن کی رونمائی کراتا تھا اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ آشولائن گرہ سوتر (आश्व लायन गृह्यसूत्र) میں حکم دیا گیا ہے کہ:

''دولہن کو اپنے گھر لے جاتے وقت دولھا کو چاہئے کہ وہ ہر ایک قیام کے مقام پر دیکھنے والوں کو رگ وید کے منتر (ऋग्वेद 10-85-33) کے ساتھ دکھائے۔''99

اسی طرح رگ وید (ऋग्वेद) میں لوگوں کو شادی (विवाह) کے وقت لڑکی کی جانب دیکھنے

کو کہا گیا ہے۔ رگوید میں ہے کہ:

सुमंगलीरियं वधुरिमा समेत पश्यत ।

सोभाग्यमस्यै दत्वायाथास्तं विपरेतन् ।। [100]

(یہ لڑکی خیر والی (मंगलमय) ہے۔ تمام لوگ جمع ہو کر اس کو دیکھو اور اس کو دعائیں ومبارکباد (आर्शीष) دے کر ہی تم لوگ اپنے گھر واپس جاؤ۔)

ان دونوں حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو تہذیب ومعاشرہ میں دولہنیں یا لڑکیاں پردے یا گھونگھٹ کا استعمال نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی یہ ان کے لئے مذہبی اعتبار سے ضروری تھا۔

دوسرا موقف یہ سامنے آتا ہے کہ پردہ کرنے اور گھونگھٹ لگانے کا وجود تھا جس کے لئے ویدوں میں اوگنٹھن (अवगुण्ठन) لفظ استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب گھونگھٹ یا پردہ ہوتا ہے۔ [101]

غرضیکہ دھرم گرنتھوں کے بہت سے منتروں واشلوکوں میں بڑے ہی واضح انداز میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ عورت گھر کی زینت (शोभा) ہے۔ بازار کی نہیں اس لئے، اس کو بے پردہ نہ کیا جائے کیونکہ بسا اوقات اس سے عورتیں بگڑ جاتی ہیں اور پورے سماج کا ماحول خراب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رگوید میں ہدایت ونصیحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

अधः पश्यस्व मोपरि, संतरां पादको हर ।

मा ते कशप्लकौ दृशन् स्त्री हि ब्रहमा वभूविथा ।। [102]

(اے عورت! تو نیچے کی طرف دیکھا کر اوپر کی جانب نہیں۔ اپنے پیروں کو ملا کر رکھا کر تیری رانیں دکھائی نہ پڑیں، اس لئے کہ عورت ہی اخلاقی تعلیم دینے والی ہے۔)

اس منتر میں بتایا گیا ہے کہ پردہ وشرم وحیا عورت کا قدرتی وصف ہے۔ اس لئے اس کو شرم وحیا کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے، چھاتی نکال کر نہیں چلنا چاہئے، اپنے اعضاء کی نمائش نہیں کرنا چاہئے اور پیروں کو کھول کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ خود کو چھپا کر بیٹھنا چاہئے۔

ویدوں کے علاوہ دیگر دھرم گرنتھوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم و تہذیب میں عورتیں پردے کے ساتھ زندگی گزارتی تھیں اور گھر ہو یا سماج ہر جگہ وہ شرم وحیا کا

خیال رکھتی تھیں۔ ایتریئے براہمن (ऐतरेय ब्राहमण) میں ایک مقام پر آیا ہے کہ:

''بہو اپنے سسر سے حیا کرتی ہے اور خود کو چھپا کر چلی جاتی ہے۔''[103]

اسی طرح رامائن اور مہابھارت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں پردے کا دستور تھا اور صرف عورتیں ہی نہیں بلکہ بعض مرد بھی ان کے پردے و شرم و حیا کا لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ رامائن میں لکھا ہے:

या न शक्या पुरा दृष्टं भूतैराकाशगैरपि

तामद्य सीतां पश्यन्ति राजमार्गगता जनाः । [104]

(بنواس کے وقت جب رام چندر سیتا کے ساتھ گھر سے نکلے تو لوگوں نے شور مچایا کہ کیا برا وقت آ گیا ہے کہ آج راہ میں چلتے ہوئے لوگ اس سیتا کو دیکھ رہے ہیں کہ جنہیں پہلے آسمانی پرندے بھی نہ دیکھ سکے تھے۔)

رامائن میں ہی یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب سیتا نے لچھمن سے کہا کہ میں حاملہ (गर्भवती) ہوں، مجھے اچھی طرح دیکھ لو اور میری یہ حالت رام چندر کو جا کر بتانا تو لچھمن (लक्ष्मण) نے جواب دیا تھا:

''پاک اور شوہر پرست میں نے پہلے بھی آپ کا پورا روپ کبھی نہیں دیکھا ہے صرف آپ کے پیروں کے ہی درشن کئے ہیں۔ پھر آج یہاں جنگل میں شری رام کی عدم موجودگی میں، میں آپ کی طرف کیسے دیکھ سکتا ہوں؟[105]

رامائن میں اسی طرح کے دیگر اور بھی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے، جس سے بحسن و خوبی پردے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً یُدھ کانڈ (युद्ध काण्ड) میں لکھا ہے:

''سیتا جی کو پالکی سے اُتار کر جب وبھیشن (विभीषण) رام چندر کے پاس لے کر چلے تو سیتا جی بے پردہ ہونے کی وجہ سے شرم و حیا سے دوہری ہوئی جاتی تھیں یعنی خود کو اپنے جسم کے اندر چھپاتی تھیں۔''[106]

کشکندھا کانڈ (किष्किन्धा) میں ذکر ہے کہ:

''ایک بار سگریو (सुग्रीव) نے خوف کے باعث اپنی جگہ اپنی رانی کو لچھمن سے بات کرنے کے لئے بھیجا لیکن عورت کو دیکھ کر لچھمن نے منہ پھیر لیا اور اپنا سر جھکا لیا۔''[107]

ایودھیا کانڈ (अयोध्या काण्ड) میں بیان کیا گیا ہے:

"رام اور سیتا نے بن جاتے وقت گرو (गुरु) کو کافی دان دیا تھا لیکن دان دینے کے لئے سیتا گرو کے سامنے نہیں آئی تھیں، انھوں نے رام کے ہاتھ کہلا کر دان پیش کروایا تھا۔ 108

رامائن کے مذکورہ بالا واقعات سے اظہر من الشمس ہے کہ شری رام کی زوجہ سیتا جی پردہ کرتی تھیں اور کسی بھی موقع پر شرم وحیا کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں۔ نیز ان کے دیور شری لچھمن بھی غیر عورتوں کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

رامائن کے علاوہ مہابھارت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ زمانۂ قدیم میں ہندوستانی عورتیں پردے کی قائل تھیں اور وہ حتی الامکان پردے یا گھونگھٹ کے ساتھ سماج میں رہتی تھیں۔ مہابھارت میں دروپدی رانی (द्रोपदी रानी) کا قول نقل کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

धर्म्यां स्त्रियं सभां पूर्वे न नयन्तीति नः श्रुतम।

स नष्टः कौरवेयेषु पूर्वा धर्मः सनातनः।। 109

(ہم نے سنا ہے کہ قدیم زمانے میں لوگ شادی شدہ عورتوں کو عام لوگوں کی محفلوں میں یا جماعت (समूह) میں نہیں لے جاتے تھے۔ قدیم دور سے چلی آئی ہوئی اس قدیم رسم کو کوروؤں (कौरवों) نے ختم کر دیا ہے۔)

انھیں دروپدی کے بارے میں مہابھارت میں لکھا ہے کہ ان کا درشن راجاؤں نے سوئمبر (स्वयंवर) کے وقت کیا تھا۔ اس کے بعد یدھشٹر (युधिष्ठर) کے ذریعے جوئے میں ہار جانے پر لوگوں نے ان کو دیکھا۔ 110

اسی طرح مہابھارت شلیے پرو (शल्यपर्व) میں مذکور ہے کہ:

"کوروؤں (कौरवों) کی مکمل شکست کے بعد ان کی عورتوں کو، جنھیں سورج بھی نہیں دیکھ سکتا تھا، راجدھانی میں آئے ہوئے عام لوگ دیکھ رہے تھے۔" 111

مہابھارت کے ان اشلوکوں سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی پردے و گھونگھٹ کا رواج تھا اور عورتیں پردے کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ صرف سوئمبر (स्वयंवर) اور کچھ خاص مواقع پر وہ بے پردہ نظر آتی تھیں اور یہ مذہبی اعتبار سے ان کے لئے گناہ نہیں بلکہ جائز تھا جیسا کہ رامائن کا حکم ہے:

व्यसनेपु न कृच्छ्रेपु न युद्धेपु स्वयंवरे।

न ऋतौ नो विवाहे वा दर्शनं दूष्यते स्त्रियः।। 112

(تکلیف کے وقت، جنگوں میں، سوئمبر (स्वयंवर) میں، یگ (यज्ञ) میں اور شادی میں عورت کا باہر عوام میں آنا کوئی گناہ نہیں ہے۔)

عورتوں کے پردے وگھونگھٹ کے سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں میں جو منتر و اشلوک پائے جاتے ہیں، ان کی روشنی میں بعض ہندو محققین کا نظریہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں صرف اعلیٰ خاندان کی عورتیں پردے وگھونگھٹ کا خیال رکھتی تھیں اور خاص مواقع کے علاوہ گھر سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔ باقی عام عورتوں میں اس کا کوئی چلن نہیں تھا، وہ عام طور سے بے پردہ رہتی تھیں۔ اس بات کو اگر تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ اس لئے لائق قبول نہیں کہ وہ تمام عورتیں کہ پردے کے تعلق سے جن کا دھرم گرنتھوں میں تذکرہ کیا گیا ہے، ہندو دھرم میں مہان دیویوں کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا قول وعمل ہر ہندو کے لئے نمونۂ عمل (आदर्श) وسند کی اہمیت رکھتا ہے اس لئے ہر ہندو عورت امیر ہو یا غریب، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی پیروی کرے اور اس کو اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل بنائے۔ دوسرے یہ کہ دھرم گرنتھوں میں پردے کے ثبوت میں صرف اعلیٰ خاندان کی عورتوں کے واقعات ہی نہیں ذکر کئے گئے ہیں بلکہ عام طور پر بھی اس کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ماقبل بیان کیا گیا۔ نیز منواسمرتی کے احکام سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ عورت ماں ہو یا بیوی، بہن ہو یا بیٹی اس کو کسی بھی صورت میں آزاد نہ چھوڑا جائے، ہمیشہ اس کو حفاظت و پردے کے ساتھ رکھا جائے۔ چنانچہ منومہاراج کہتے ہیں:

पिता रक्षति कौमारे भर्ता रक्षति यौवने।

रक्षन्ति स्थविरे पुत्रा न स्त्री स्वातन्त्र्यमर्हति।। 113

(عورت کی بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹا حفاظت کرے۔ عورت کبھی آزادی کے لائق نہیں۔)

एवं स्वभावं ज्ञात्वासां प्रजापति निसर्गजम्।

परम यत्न गातिष्ठेत्पुरुषो रक्षणं प्रति।। 114

(برہما (ईश्वर) نے فطرت سے ہی عورتوں کی ایسی عادت بنائی ہے۔ اس

لئے مرد کو ہمیشہ عورتوں کی حفاظت کرنی چاہئے)

اسی طرح رام چرتر مانس (रामचरित्र मानस) میں عورتوں کیلئے پردہ ضروری قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

महावृष्टि चलि फुलि कुआरि।

जिमि स्वतन्त्र भरं बिगरहिं नारी।। 115

(جیسے سخت بارش سے کھیتوں کی کیاریاں باہر نکل پڑتی ہیں اسی طرح آزاد ہونے سے عورتیں بگڑ جاتی ہیں۔)

اسلام اور ہندو دھرم میں عورت کے تعلق سے مماثلت

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی قدر و منزلت کے تعلق سے اگرچہ اسلام اور ہندو دونوں مذاہب کی تعلیمات و اخلاقی اقدار جداگانہ ہیں لیکن پھر بھی بعض باتیں دونوں مذاہب میں کافی حد تک ملتی جلتی نظر آتی ہیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

☆ اسلام میں عورت کو ناقص العقل کہا گیا ہے اور ہندو دھرم میں بھی اس کو ناقص العقل (मूर्ख) کہا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، جلد ا، کتاب الایمان، حدیث: ۱۹)

☆ اسلامی نقطۂ نظر سے عورتوں کے لئے پردہ ضروری ہے اور ہندو دھرم میں بھی یہ حکم موجود ہے جیسا کہ وید اور رامائن سے ظاہر ہے۔

☆ اسلام میں کہا گیا ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں اور ہندو دھرم میں کہا گیا ہے کہ مرد عورت کا مالک (स्वामी) ہے۔

☆ اسلام میں عورت کو گھر کی منتظمہ و محافظہ کہا گیا ہے اور ہندو دھرم میں اس کو گھر کی مالک (गृह स्वामिनी) بلکہ سراپا گھر کہا گیا ہے۔

☆ اسلام میں نیک عورت کو سب سے بڑی دولت قرار دیا گیا ہے۔ اولاد کا سب سے اولین مدرسہ واستاد بتایا گیا ہے تو ہندو دھرم میں عورت کو گھر کی دولت (गृहलक्ष्मी)، عالمہ (विदुषि) اور برہما یعنی بچے کی تعلیم و تربیت کیلئے اخلاقی معلّمہ (आचार शिक्षिका) کہا گیا ہے۔ (ऋग्वेद 8-33-19)

☆ اسلام میں لڑکیوں پر اللہ کی خصوصی رحمت ہوتی ہے تو ہندو دھرم میں عورتوں پر دیووں (देवों) کی نظرِ کرم (कृपा दृष्टि) ہوتی ہے۔ (ऋग्वेद 10-85-41)

☆ اسلام نے عورتوں کے تعلق سے حکم دیا کہ جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ، جو خود پہنو انہیں پہناؤ اور انہیں طعنہ مت دو بلکہ محبت کی نگاہ سے دیکھو اور ہندو دھرم نے کہا کہ شوہر اور اس کے گھر والوں کا فرض ہے کہ وہ طعام، لباس اور زیورات وغیرہ سے عورت کو خوش رکھیں اور شوہر و بیوی پیار سے رہیں۔ (अथर्व० 14-2-71, मनु० 3-56, 3-59, 3-62)

☆ اسلام میں جو شخص لڑکیوں کی عمدہ تعلیم و تربیت کرتا ہے وہ اللہ کے فضل، رسول کی رحمت اور جنت کا حقدار ہوتا ہے اور ہندو دھرم میں جس کے گھر لڑکیوں کی عزت و حوصلہ افزائی ہوتی ہے وہ دیوتاؤں (فرشتوں) کی آماجگاہ ہوتا ہے۔

☆ اسلام میں مرد و عورت کا چولی دامن اور جسم و روح جیسا تعلق بتایا گیا ہے اور ہندو دھرم میں بھی اس کو اردھانگنی (अर्धांगनी) یعنی روح و جسم کا آدھا حصہ قرار دیا گیا ہے۔
(तैत्ति० ब्रा० 3-3-3-5) अर्धो वा एष आत्मन: यत् पत्नी''

☆ اسلام میں بیوی کے بغیر دین نامکمل بتایا گیا ہے اور ہندو دھرم میں عورت کے بنا یگ (यज्ञ) جیسی عبادت ناقص بتائی گئی ہے اور اس کے بنا زندگی ناتمام بتائی گئی ہے۔
(तैत्तिरीय ब्रा० 2-2-2-6, शतपथ ब्रा० 5-2-1-10)

اسلام اور ہندو دھرم میں عورت کے حقوق میں مفارقت

دینِ اسلام اور ہندو مذہب نے صنفِ نازک کے انسانی و اخلاقی اور ذاتی حقوق کے سلسلے میں جو تعلیمات و ہدایات پیش کی ہیں ان میں ظاہری و حقیقی طور پر کافی حد تک انتہائی بُعد و فرق نظر آتا ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ اسلام میں لڑکی کی پیدائش سببِ رحمت اور ذریعۂ جنت ہے جبکہ ہندو دھرم میں لڑکے کا جنم سورگ (स्वर्ग) کا ذریعہ اور نرک (नर्क) سے نجات (मुक्ति) کا سبب ہے۔

☆ اسلام میں عورتوں کو صنفِ نازک سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان کو شیشے کی طرح نرم و نازک

کہا گیا ہے تو ہندو دھرم میں ان کو لکڑ بگھے کی طرح بے رحم، آوارہ اور سخت دل بتایا گیا ہے۔ (صحیح بخاری جلد 2، صفحہ 908)

☆ اسلامی نقطۂ نظر سے بلوغت کے بعد لڑکیوں کے لئے صرف پردہ واجب وضروری ہے، باقی وہ اپنی مرضی کی مالک ومختار ہیں لیکن ہندو دھرم میں عورت بچپن سے لے کر بڑھاپے تک عمر کے کسی حصّے میں آزاد اور اپنی مرضی کی مالک نہیں، اس کی زندگی ہمیشہ دوسروں کے تابع وماتحت ہے۔

☆ اسلام میں ماں، باپ کی ملکیت میں مذہبی لحاظ سے عورت کا وراثت میں حصہ مقرر ہے لیکن ہندو دھرم میں ان کا کوئی حق مقرر نہیں۔ صرف دوسرے انداز میں کچھ مال وزر دینے کا حکم ہے۔

☆ اسلام میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی پردے کے ساتھ عام طور سے تعلیم حاصل کرنے کا مکمل حق حاصل ہے لیکن ہندو دھرم میں عموماً عورتوں کو یہ حق حاصل نہیں۔ بلکہ مشہور قول پر ان کو علم ومنتر سیکھنے کا حق نہیں۔

☆ ہندو دھرم میں کنواری لڑکیوں کو ماں، باپ اور بھائی کی دولت سے مال دینے کا حکم ہے، شادی شدہ کو نہیں جبکہ اسلام میں یہ حکم سب کے لئے ہے۔

☆ اسلام میں عورت کو گواہی دینے کا حق حاصل ہے لیکن ہندو دھرم میں عورت گواہ نہیں ہوسکتی۔

☆ ہندو دھرم میں حائضہ عورت کا چھوا ہوا کھانا اور اس کے ساتھ بستر پر سونا ناجائز ہے جبکہ اسلام میں اس کا بنایا ہوا، چھوا ہوا کھانا بلکہ اس کے ساتھ کھانا اور سونا جائز ہے صرف اس کے ساتھ مباشرت (संभोग) کرنا سخت ممنوع وحرام ہے۔

☆ ہندو دھرم میں اولاد پیدا کرنے کی وجہ سے عورتیں لائقِ تعظیم بتائی گئی ہیں اور اسلام میں انسان، صنفِ نازک، لڑکی، بیوی اور ماں ہونے کے ناطے عزت افزائی واحترام کی حقدار بیان کی گئی ہیں۔

☆ ہندو دھرم کے مطابق عورتوں کا بدچلن ہونا اور مردوں کو عیب لگانا ان کی عادت بتائی گئی ہے جبکہ اسلام میں عورتوں کے لئے ایسی کوئی رائے قائم نہیں کی گئی ہے۔

☆ ہندو دھرم میں شوہر کے مرنے کے بعد عورت کے لئے ستی (جل کر راکھ) ہونے کا حکم اور اس پر ثواب (पुण्य) کا بھی تذکرہ ہے لیکن اسلام میں ایسا کرنا اشد حرام و باعثِ جہنم ہے۔

☆ اسلام میں عورت تجارت کر سکتی ہے، جائز طریقے سے مال کما سکتی ہے اور اپنی مرضی سے اس کو خرچ کر سکتی ہے۔ اس کی وہ خود مالک و مختار ہے، لیکن ہندو دھرم میں عورت شوہر کی اجازت کے بنا کچھ نہیں کر سکتی، اپنا مال بھی اپنی مرضی سے نہ تجارت میں لگا سکتی ہے نہ کہیں خرچ کر سکتی ہے کیونکہ اس کا کسی مال پر قبضہ و اختیار نہیں۔

☆ ہندو دھرم میں ہر جگہ بیٹا پیدا ہونے کی دُعا و آرزو کی گئی ہے اور مختلف انداز میں اس کی بشارت دی گئی ہے جبکہ اسلام میں سب سے زیادہ بیٹیوں کی پیدائش پر رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

☆ اسلام میں مرد و عورت کے قتل کی سزا کا ایک ہی حکم ہے جبکہ ہندو دھرم میں عورت کے قتل کی سزا شودر (शूद्र) کے مثل قرار دی گئی ہے۔

☆ اسلام میں لڑکی کو جنت کا سبب بتایا گیا ہے، اور ہندو دھرم میں ''द्वारं किमेकं नरकस्य नारी'' کہہ کر اس کو جہنم (नर्क) کا دروازہ بیان کیا گیا ہے۔

☆ اسلام میں بیوی کو مرد کے لئے رفیقۂ حیات، ہم سفر، ہم راہی اور راز داں بتایا گیا ہے جبکہ ہندو دھرم میں اس کو ''विश्वासपात्रं नकिमस्तिनारी'' کہہ کرنا قابلِ اعتبار قرار دیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ اسی طرح کی اور بھی بہت سی تعلیمات و معاملات ہیں کہ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے اخلاقی و سماجی اور انفرادی حقوق کے تعلق سے اسلام اور ہندو مذہب میں عظیم فرق پایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆
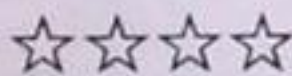
حوالہ جات

1؎ धर्म शास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 476 ،، इस्लाम दर्शन, पृ० 36

،، خاتونِ اسلام، صفحہ 15۔

2؎ ऋग्वेद मण्डल 10 सूक्त 95 मन्त्र 15,वेदामृतम वेदों में नारी पृ०124

3؎ ऋग्वेद मण्डल 8 सूक्त 33 मन्त्र 17,वेदामृतम वेदों में नारी पृ०126

4؎ ऋग्वेद मण्डल 5 सूक्त 39 मन्त्र 9

5؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 13

6؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 14

7؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 15

8؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 16

9؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 12

10؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 3

11؎ मनु स्मृति अध्याय 5 श्लोक 147

12؎ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 2

13؎ मनु स्मृति अध्याय 2 श्लोक 213

14؎ मनु स्मृति अध्याय 2 श्लोक 214

15؎ महाभारत आदि पर्व अध्याय 122 श्लोक 4-5

16؎ महाभारत आदि पर्व अध्याय 122, श्लोक 14

17 अत्रि स्मृति-190

18 महाभारत अनुशासन पर्व (19/6)

19 महाभारत अनुशासन पर्व (28/12-29)

20 महाभारत अनुशासन पर्व (19/93)

21 महाभारत अनुशासन पर्व (39/6-7, 28/24-25)

22 भागवत पुराण (1/14/57)

23 धर्म शास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 348

24 विष्णु धर्म सूत्र (25/14)

25 विष्णु पुराण (5/38/2)

26 रामायण अरण्य काण (48/29-30)

27 रामचरित्र मानस सुन्दर काण्ड (58/3)

28 रामचरित्र मानस अरण्य काण्ड, 34

29 रामचरित्र मानस अयोध्या काण्ड, (161-2)

30 रामचरित्र मानस अरण्य काण्ड - 44

31 रामचरित्र मानस अयोध्या काण्ड (46-4)

32 रामचरित्र मानस किष्किंधा काण्ड, (14/4)

33 ऋग्वेद मं० सू० 53, म० 4

34 ऋग्वेद मं० 10, सू० 85, म० 64 // अर्थवेद 14-1-44

35 अर्थवेद 14-1-43

36 अर्थवेद 14-2-26

37 यजुर्वेद 14-22,वेदामृतम सुखी परिवार पृ०56

38 ऋग्वेद मं० 10, सू० 85, म० 41, अयर्वेद 14-2-4

39 मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 26

40 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 52

41 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 55

42 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 56

43 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 59

44 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 57

45 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 58

46 मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 61

47 अथर्वेद (1-31-4),वेदामृतम सुखी परिवार पृ०33

48 ऋग्वेद मं० 5, सू० 43, म० 2

49 अथर्वेद (3-30-2)

50 मनुस्मृति अ० 2, श्लो० 145

51 महाभारत वन पर्व (313-60)

52 आत्रि स्मृति - 151

53 महाभारत शान्ति पर्व (267/31)

54 मनु स्मृति अध्याय 2, श्लोक 227

55 आपस्तम्ब धर्मसूत्र (10-10-18-9)

56 मनु-स्मृति अ० 2, श्लोक 235

57 मनु-स्मृति अ० 2, श्लोक 236

58 मनु-स्मृति अ० 2, श्लोक 228

59 मनु-स्मृति अ० 2, श्लोक 229

60 मनु-स्मृति अ० 2, श्लो० 232

61 मनु-स्मृति अ० 2, श्लो० 237

62 मनु-स्मृति अ० 2, श्लो० 234

وسिष्ट धर्मसूत्र (13-19) ؎63

ऋगवेद, मं० 3, सू० 23, मं 3 ؎64

ऋगवेद, मं० 1, सू० 80, मं 1 ؎65

अथर्ववेद (14-1-12) ؎66

मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 137 ؎67

मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 138 ؎68

؎69 کلہ کرنا، مذہبی پروگرام اور کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہتھیلی میں پانی لے کر گھونٹ گھونٹ پینا۔ کھانے کے بعد منھ دھونا اور پوجا کے پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے کر منتر پڑھنا۔ संस्कृत हिन्दी शब्दाकोष, पृ० 141

रामचरित्र मानस बाल काण्ड (119-2) ؎70

रामचरित्र उत्तरकाण्ड काण्ड 114 (क) ؎71

मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 130 ؎72

मनुस्मृति, अध्याय 4, श्लोक 185 ؎73

मनुस्मृति, अध्याय 3, श्लोक 55 ؎74

मनुस्मृति, अध्याय 3, श्लोक 56 ؎75

؎76 خاتونِ اسلام، ص:19

ऋगवेद, मं० 8, सू० 33, मं 17 ؎77

श्रीमद भागवत (2-4-24) ؎78

मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 18 ؎79

ऋगवेद, मं० 10, सू० 151, मं 2 ؎80

अथर्वेद (1-27-4) ؎81

तैत्तिरीय ब्राहमण (2-2-2-6) ؎82

यम संस्कार प्रकाश पृ० 402, 403 // स्मृति चन्द्रिका भाग 1, पृ० 24 ؎83

84ء مذاہب میں عورت کا مقام ص:264

85ء यजुर्वेद अध्याय 14, म० 3

86ء मनुस्मृति, अध्याय 8, श्लोक 416

87ء मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 199

88ء तैत्तिरीय संहिता (6-5-8-2)

89ء बौधायन धर्मसूत्र (2-2-53)

90ء शतपथ ब्राहमण (13-2-2-4) // शतपथ ब्राहमण (4-4-2-13)

91ء यजुर्वेद अध्याय 8, म० 5, अथर्वेद (1-17-1), धर्म शास्त्र के इब्तिदाई माखज प्र.43,44

92ء मनुस्मृति, अध्याय 9, श्लोक 194

93ء मनुस्मृति, अध्याय 3, श्लोक 52

94ء ऋगवेद, मं० 2, सू० 17, मं 7

95ء मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 118

96ء मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 192

97ء मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 131

98ء मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 194

99ء धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 336 // आश्वलायन गृह्यसूत्र (1-8-7)

100ء ऋग्वेद मं० 10, सू० 85, म० 33

101ء धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 336

102ء ऋग्वेद मं० 8, सू० 33, म० 19, वेदामृतम वेदों में नारी पृ०8,, वेदामृतम सुखी गृहस्थ, पृ०78

103ء ऐतरेय ब्राहमण (12-11)

104ء रामायण अयोध्या काण्ड (33-8)

रामायण उत्तर काण्ड (38-22)	105
रामायण युद्ध काण्ड सर्ग 114	106
रामायण किष्किन्धा काण्ड सर्ग 33	107
रामायण अयोध्या काण्ड सर्ग 22	108
महाभारत सभा पर्व (69-9)	109
धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 336	110
महाभारत शल्यपर्व (29-74)	111
रामायण युद्ध काण्ड (116-28)	112
मनु स्मृति अध्याय 5, श्लोक 148 // मनु स्मृति अध्याय 9, श्लोक 3	113
मनु स्मृति अध्याय 9, श्लोक 16	114
राम चरित्र मानस, (14-4)	115

☆☆☆☆
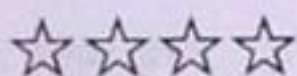
نکاح و وِواہ
اور
طلاق و تیاگ

اسلامی عقد و نکاح، طلاق اور نان نفقہ

نکاح کی اہمیت و پس منظر

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت و رسالت سے قبل زمانہ جاہلیت کے عربوں میں نکاح کا کوئی معقول اور متعین نظام نہیں تھا۔ مختلف اقوام، مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کے معاشرہ میں نکاح کی مروجہ گونا گوں اقسام کے ذریعے مرد و عورت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جاتے تھے۔ حدیث رسول اور اسلامی تاریخ و سیر کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم کی شادی (विवाह) کی آٹھ اقسام کی طرح دورِ جاہلیت کے عرب میں بھی نکاح کے تقریباً آٹھ طریقے رائج تھے جن میں سے چار کا تذکرہ کرتے ہوئے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجۂ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کرنے کے چار طریقے تھے۔ ایک نکاح تو اسی طرح کا تھا جیسے لوگ آج کرتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا بیٹی کے لئے پیغام بھیجتا، پھر مہر ادا کرتا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیتا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی عورت ایام حیض سے پاک ہوتی تو خاوند اس سے کہتا کہ تم فلاں کے پاس چلی جاؤ اور اس سے فائدہ حاصل کرو۔ چنانچہ شوہر اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاتا اور حمل کے ظہور تک اس کو ہاتھ نہ لگاتا۔ حمل کے ظہور کے بعد شوہر گھر واپس آ جاتا اور ایسا اچھا بچہ حاصل کرنے کی آرزو میں کیا جاتا تھا (اس لئے عموماً عورتوں کو معزز، سخی، بہادر اور قبیلے کے سردار کے پاس بھیجا جاتا تھا) اور اس طریقۂ نکاح کو وہ ''استبضاع''

کہتے تھے۔ نکاح کی تیسری قسم ''رھط'' تھی۔ اس میں دس سے کم افراد کی جماعت کسی عورت کے پاس جاتی تھی اور اس کے ساتھ جماع کرتی تھی۔ جب وہ حاملہ عورت بچہ جنتی تو چند روز بعد ان سب کو طلب کرتی، جن میں سے کوئی بھی آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ان سے کہتی کہ آپ اپنا معاملہ جانتے ہیں اور میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اس موقع پر عورت جس کو چاہتی اس سے کہتی کے اے فلاں یہ آپ کا بیٹا ہے۔ پس جو آپ کو پسند ہو اس کا نام رکھ دیجئے۔ لہٰذا وہ بچہ اس کا شمار ہوتا اور وہ شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ نکاح کی چوتھی صورت یہ تھی کہ بہت سے آدمی ایک عورت کے پاس جاتے رہتے تھے اور وہ کسی کو منع نہیں کرتی تھی۔ دراصل ایسی عورتیں طوائفیں ہوتی تھیں اور نشانی کے لئے اپنے دروازوں پر جھنڈا لگا دیا کرتی تھیں۔ جو چاہتا اُن سے مباشرت کرتا اور جب کسی کا حمل ٹھہر جاتا اور وہ بچہ پیدا کر لیتی تو وہ سارے لوگ اس کے پاس جمع ہو کر قیافہ شناس کو بلاتے اور وہ بچے کو جس کے مشابہ دیکھتا اس سے کہہ دیا جاتا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ وہ اسی کا فرزند کہہ کر پکارا جاتا اور وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔[1]

نکاح کا پانچواں طریقہ یہ تھا کہ عام طور سے باندیاں یا ادنیٰ حسب ونسب والی عورتیں مردوں کو دعوتِ مباشرت دیتی تھیں اور ان کی جسمانی خواہشات کی تکمیل کرتی تھیں۔ اس کو ''نکاح مخادنہ'' کہا جاتا تھا جو خفیہ زنا کے مترادف تھا۔ اس طریقۂ نکاح کو ممنوع اور باعث نفرت قرار دیتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ[2]

(تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو۔ بندھن میں آئی ہوئیں نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی ہوئیں۔)

چھٹی قسم ''نکاح بدل'' تھی۔ اس میں دو شخص آپس میں بیویوں کا ردو بدل کر لیتے تھے۔ ساتواں طریقہ متعہ کا تھا جس میں مرد کسی عورت سے خاص مدت ایک ماہ یا ایک سال وغیرہ کے لئے نکاح کرتا تھا اور اس کے عوض کچھ رقم بھی دیتا تھا۔ اس نکاح کا مقصد صرف عیاشی تک محدود تھا۔ اور آٹھواں طریقہ ''نکاح شغار'' کے نام سے معروف تھا۔ اس میں مرد اپنی یا اپنی

ماتحت لڑکی کی دوسرے مرد سے اس شرط پر شادی کرتا تھا کہ وہ بھی اپنی یا اپنے ماتحت لڑکی کی اس کے ساتھ شادی کردے۔ اس نکاح میں مہر کے طور پر کچھ نہیں ہوتا تھا[3] اس قسم کے بدلے کے نکاح کی حدیث شریف میں صراحۃً ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الشغار و الشغار ان یزوج الرجل ابنتہ علی ان یزوجہ الاخر ابنتہ لیس بینھما صداق"۔[4]

(بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلے کے نکاح (شغار) سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردے اور درمیان میں مہر نہ رکھا جائے۔)

مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام کے اعلان نبوت سے قبل اہل عرب میں نکاح کے آٹھ طریقے رائج تھے۔ اسلام نے مندرجہ بالا قسموں میں سے پہلی قسم کو بعض ضروری تبدیلیوں کے ساتھ باقی رکھا اور دیگر سات کو ناجائز وحرام قرار دیا۔ نکاح کی یہی اوّل قسم عرب کے شرفاء، بالخصوص قبیلۂ قریش اور خاندان بنی ہاشم میں رائج تھی اور یہ ملت ابراہیمی کی بہترین باقی ماندہ اشیاء میں سے ایک تھی۔ اسی کے مطابق دیگر انبیاء کرام، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اجداد و جدات کے نکاح انجام پائے تھے[5] اسی طریقۂ نکاح کی قرآن وحدیث میں مذہبی وسماجی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں کو خاص طور سے اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

فانکحو اما طاب لکم من النسآء۔[6]

(تم نکاح میں لاؤ، جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں۔)

"وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم و امائکم۔ ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ"۔[7]

(اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق لڑکوں اور لڑکیوں کا اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے ان کو خوش حال کر

دے گا۔)

دین اسلام میں نکاح کی کتنی عظیم اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ آپ مذکورہ بالا دونوں آیاتِ قرآنی سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ ان دونوں آیات میں نکاح کا حکم بصیغۂ امر دیا گیا ہے، جو وجوب اور تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ نکاح تمہارے لئے واجب وضروری ہے لہٰذا اے مسلمانوں جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ ان آیات میں قرآن کریم نے خود اپنی شادی کے بارے میں تاکید نہیں فرمائی ہے بلکہ جولڑکے، لڑکیاں اولاد یا غلام وخادم اور باندی وخادمہ کی حیثیت سے ہمارے ماتحت ہوں ان کا بھی نکاح کرنے کی ہمیں خاص نصیحت فرمائی ہے۔ کلامِ الٰہی کی اس ہدایت ونصیحت کی وضاحت حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یا معشر الشباب من استطاع البائة فلیتزوّج فانہٗ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصّوم فَاِنَّہٗ لہٗ وِجاء"۔[8]

(اے نوجوانو! جو تم میں سے عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ یہ ضرور نگاہ کو جھکاتا اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے تو اس کے لئے روزہ ہے کیونکہ یہ جسمانی خواہش کو کم کرتا ہے۔)

"واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہٗ لکنی اصوم و افطر و اصلی و ارقد و اتزوّج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس مِنّی"۔[9]

(اللہ کی قسم میں تمہاری بنسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اس سے ڈر کر گناہوں سے زیادہ بچنے والا ہوں، اس کے باوجود میں روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز راتوں کو پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جو میری سنت نکاح سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔)

"النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منّی"۔[10]

(نکاح میری سنت ہے، جو میری اس سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔)

اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح اللہ کی

ایک عظیم نعمت ہے، جس سے جائز طریقے سے جسمانی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، فضل الٰہی کا حصول ہوتا ہے، بدنگاہ اور شرم گاہ سے حفاظت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس کے عامل کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے قریب اور وابستہ بتایا ہے اور اس کے تارک کو وعید سنائی ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں بلکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت میں نکاح کو تکمیل ایمان کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔[11]

نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی

لفظ نکاح کا اصل مادہ ''ن ک ح'' ہے اور نکحاً مصدر سے مشتق ہے جس کے لفظی معنی ہیں عقد، ازدواج، شادی اور معاملہ تزویج وغیرہ۔ اور اسلامی شریعت کی اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے کہ ''ایک ایسا شرعی معاہدہ جس کے ذریعے مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلقات جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے اور زوجین کے درمیان دیوانی (عدالتی) حقوق و فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔[12]

اسلامی نکاح دستور و آئین کے بعض محققین نے کہا ہے کہ نکاح کا لغوی معنی ہے مرد اور عورت کا جسمانی معاہدہ اور اصطلاحی معنی ہیں وہ قانونی طریقہ جس کے ذریعے مرد و عورت کے مابین مباشرت، بچوں کی پیدائش اور خاندانی نسب مکمل طور پر صحیح اور قابل تسلیم ہوتے ہیں۔ نکاح دراصل مرد و عورت کی باہمی رضامندی پر قائم مستقل تعلق کا ایک معاہدہ ہے۔[13]

نکاح کے اغراض و مقاصد

اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح کا اصل مقصد انسان کی سیرت و کردار کو پاک و صاف رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ جائز و مہذب طریقے پر جسمانی خواہشات کی تکمیل، اولاد کی تخلیق، انسانی نسل کی ترقی، نسب و نسل کی حفاظت اور مرد و عورت کی باہمی محبت و تسکین بھی اس کے خصوصی و بنیادی مقاصد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نکاح ایک ایسا قانونی معاہدہ و ضابطہ ہے جو بہت سی ضرورتوں اور خوبیوں کے حصول اور بے شمار برائیوں اور خرابیوں سے تحفظ کے لئے اللہ رب العزت نے جاری فرمایا ہے۔ نکاح جہاں انسان کو ایک پاکیزہ زندگی دیتا ہے وہاں عورت اور مرد

کے ناموس وعزت کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ نکاح اگر ایک طرف بدکاری اور حرام کاری سے بچاتا ہے تو دوسری طرف انسان کی اصل نسل اور خاندانی نسب وخون کو بھی باقی رکھتا ہے۔ یہی نکاح انسانی نسل کی ترقی کا مہذب ودرست ذریعہ ہے تو یہی معاشرہ میں عزت وشرافت کی زندگی گزارنے کا باعث بھی ہے۔ اسی نکاح سے مذہبی وسماجی بہت سی اہم ضروریات ومقاصد کا حل ہوتا ہے اور اسی سے مردوعورت کو زندگی کا لطف، صالح محبت اور چین وسکون نصیب ہوتا ہے۔ بفرض محال اگر رب تبارک وتعالیٰ نکاح کا حکم نہ دیتا اور اس کا نظام قائم نہ فرماتا تو مردوعورت جہاں چاہتے، جس سے چاہتے جانوروں کی طرح جسمانی تعلقات بناتے، موج مستی نکالتے اور یہ پتہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوجاتا کہ فلاں عورت کے شکم میں کس شخص کا حمل اور کس مرد کا خون ہے؟

مختصر یہ کہ اسلامی قانونِ نکاح انسان کی انفرادی، سماجی، قومی اور مذہبی حیات کی ترقی و پاکیزگی کے لئے ایک نایاب نسخہ ہے جس میں نہ صرف انسان کی ذاتی وخانگی بلکہ پورے انسانی سماج کی طہارت وفلاح کا راز مضمر ہے۔ نکاح کے انہیں عظیم مقاصد کی نشاندہی فرماتے ہوئے اللہ رب العالمین اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً [۱۴]

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور دونوں سے بہت سے مردوعورت پھیلا دیئے۔)

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً [۱۵]

(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔)

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا [۱۶]

(پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے۔)

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ میں نکاح کی مذہبی وسماجی اہمیت اور اس کے مقاصد کو نہایت

واضح انداز میں بیان فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ خالق کائنات نے ہر شئی کا جوڑا بنایا ہے لہٰذا اس نے نوعِ انسانی میں بھی مرد وعورت کا جوڑا پیدا فرمایا ہے اور وہ اس لئے کہ نسل انسانی کی ترقی وبقا اور دنیاوی وخانگی زندگی کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے۔ گویا کہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے لئے ایک عظیم نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مرد وعورت کے اس فطری، قانونی اور جائز ومسنون وصل ومباشرت سے دنیا میں انسانی نسل کا آغاز وارتقاء ہوا ہے۔ نکاح ورشتۂ ازدواج کے مقاصد میں مرد وعورت کے باہمی راحت وسکون اور محبت ورحمت کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بعض آیات میں نکاح کے مقاصد کے تحت جسمانی، ذہنی اور فکری طہارت وپاکیزگی پر بھی خاص زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَ لَا مُتَّخِذِیْۤ اَخْدَانٍ [۱۷]

(اور پاک دامن عورتیں مسلمانوں میں سے اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، تو تم انہیں ان کے مہر دو نکاح میں لاتے ہوئے نہ مستی نکالتے ہوئے اور نہ رکھیل بناتے ہوئے۔)

نکاح انسان کی جسمانی اور ذہنی پاکیزگی کا سبب ہے۔ اس بات کی وضاحت حدیثِ پاک سے بھی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"یَا مَعْشَرَ الشباب من استطاع البَائَۃَ فلیتزوج فانہٗ اغضُّ للبصرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرَجِ"۔ [۱۸]

(اے جوانو! جو تم میں سے عورت کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ ضرور نکاح کرے اس لئے کہ یہ نگاہ کو جھکاتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔)

اسی طرح دیگر احادیث کریمہ میں نکاح کے مقاصد کے تعلق سے مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

☆ جو اللہ تعالیٰ سے پاک وصاف ہو کر ملنا چاہے وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔ [۱۹]

☆ تم زیادہ بچے جلنے والی عورتوں سے نکاح کرو کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ [۲۰]

اس طرح قرآن کریم اور حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح کو مذہبی وسماجی ضرورت، نسل انسانی کی بقاء وارتقاء، جسمانی وذہنی طہارت، آپسی محبت والفت، راحت و سکون، نفسانی خواہش کی تکمیل، اولاد کی تخلیق اور خانگی وسماجی زندگی اور خاندانوں کے استحکام کا محرک قرار دیا گیا ہے اور نکاح کے ذریعے ہر مسلمان کو اپنا گھر آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دولہا و دولہن کا معیارِ انتخاب

دولہا اور دولہن کے انتخاب کے تعلق سے انسانی سماج میں مختلف معیار پائے جاتے ہیں۔ کسی کی پسند کا معیار مال ودولت ہوتا ہے اور کسی کا حسب ونسب، کسی کا اعلیٰ خاندان وجاہ و منصب ہوتا ہے تو کسی کا حسن و جمال، کسی کا سیرت وکردار ہوتا ہے تو کسی کا دینداری و پارسائی۔ مرد وعورت کی ازدواجی زندگی کی فلاح و بقاء اور خوشگواری میں چونکہ دینی واخلاقی اقدار کا اہم کردار ہوتا ہے اس لئے اسلام نے خصوصی طور پر دینداری اور پارسائی کو اہمیت دی ہے اور واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ نیک سیرت و پاک طینت مرد یا عورت کے لئے پاک طینت اور نیک سیرت مرد یا عورت ہونا چاہئے اور بدکردار وناپاک خصلت مرد یا عورت کے لئے خبیث خصلت اور بدسیرت مرد یا عورت ہونا چاہئے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ [۲۱]

(خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔)

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ [۲۲]

(بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ نکاح میں عروس وعروسہ کے معیار کی صورت میں دینداری ونیکی کو ہی اہمیت دینی چاہئے کہ اس میں خیر وعافیت اور ان دونوں کے لئے بے انتہا برکت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"تنکح المرأۃُ لاربعٍ لِمالِها ولحسبها وجمالها وَلِدِینها فاظفر بذاتِ الدّین تَرِبَتْ یَدَاک"۔ [۲۳]

(عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ گردآلود ہوں تو دیندار کو حاصل کر، اللہ تجھے کامیاب فرمائے۔)

نیک و پارسا عورت گھر، خاندان اور اولاد کی اچھی تربیت وتعلیم میں بہترین کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجہ کے انتخاب میں نیک سیرت عورت کی نصیحت کی ہے بلکہ ایسی عورت کو دنیا کی سب سے بہترین دولت قرار دے کر لوگوں کو خاص طور سے اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ"۔ [۲۴]

(دنیا ساز وسامان کی جگہ ہے اور اس دنیا کی بہترین دولت نیک عورت ہے۔)

المؤمن بعد تقوی اللہ خیرًا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیہ سرّتہ وان اقسم علیھا ابرّتہ و ان غاب عنھا نصحتہ فی نفسِھا و مالِہ۔ [۲۵]

(مومن کے واسطے تقویٰ الٰہی کے بعد سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے، اگر اس کو حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی طرف دیکھے تو خوشی کا اظہار کرے، اس پر قسم کھائے تو پوری کرے، غائب ہو تو اس کے مال اور اپنی ذات کی حفاظت کرے۔)

اس طرح قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے دولہا اور دولہن کے انتخاب کے معیار وکسوٹی کے طور پر دینداری و پارسائی کو ترجیح دینی چاہئے، اس میں خیر وفلاح وبرکت ہے اور اس کے برخلاف ہلاکت ولعنت ہے۔ چنانچہ حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتزوجوا النسآء لحسنهن فعسی حسنهن ان یردیهن ولا تزوجواهن لاموالهن فعسی اموالهن ان تطغیهن ولکن تزوجواهن علی الدین ولامة خرماء سوداء ذات دین افضل"۔ [26]

(عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو کہ حسن انہیں ہلاک کر سکتا ہے۔ اور مال و زر کی وجہ سے بھی عقد نہ کرو کہ مال ان کو سرکشی میں مبتلا کر سکتا ہے۔ البتہ دینداری کی وجہ سے نکاح کرو۔ ایک بدصورت، کالی، دیندار لونڈی خوبصورت آزاد عورت سے کہیں بہتر ہے۔)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں دیندار عورت سے نکاح کرنے اور باقی تمام اقسام کی عورتوں سے اجتناب کرنے کی حکمت وفلسفہ بیان کرتے ہوئے آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جو شخص کسی عورت سے اس کے جاہ و منصب کی وجہ سے نکاح کرے گا تو اللہ جل شانہٗ اسے ذلت سے، اور جو مال و دولت کے سبب شادی کرے گا تو اس کو محتاجی سے اور جو حسب و نسب کی وجہ سے نکاح کرے گا اسے کمینے پن سے دوچار کرے گا۔ اور جو انسان کسی عورت سے صرف اس لئے شادی کرے کہ نظر نیچی رکھے، شرمگاہ کی حفاظت کرے اور صلہ رحمی کو بڑھاوا دے تو خدائے پاک اس کے لئے اس عورت میں اور عورت کے لئے اس مرد میں برکت دے گا"۔ [27]

مطلب یہ کہ لڑکی کے انتخاب میں دینداری و پارسائی کو اولین طور پر فوقیت دینی چاہئے اور اسی جذبے کے پیش نظر رشتہ تلاش کرنا چاہئے۔ دینداری و نیکی کے ساتھ اگر دوسری چیزیں موجود ہوں تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

کن سے نکاح حلال اور کن سے حرام؟

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل زمانہ جاہلیت میں عرب و عجم میں اس تعلق سے کوئی خاص دستور متعین نہیں تھا کہ کن سے شادی کی جائے اور کن سے نہ کی جائے؟ کن کا نکاح آپس میں حلال ہے اور کن کا حرام؟ اس لاقانونیت اور غلط آزادروش کا یہ نتیجہ تھا

کہ لوگ ان عورتوں سے بھی رشتۂ ازدواج قائم کرلیا کرتے تھے جو محرمات کے دائرے میں آتی ہیں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم مصریوں کے یہاں بھائی بہن کے مابین نکاح کا رواج تھا، بعض حالات میں باپ اور بیٹی کے مابین بھی رشتہ قائم ہو جاتا تھا۔ ایران کے بادشاہ کیقباد کی حکومت میں مزدک کا حکم تھا کہ عورت پر کسی ایک متعین شخص کا حق نہیں بلکہ ہر عورت سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے کیونکہ یہ سب کے لئے ہے۔ اسی قدیم ایران میں بہن، بیٹی کے ساتھ شادی کرنا مذہبی لحاظ سے جائز سمجھا جاتا تھا اور اس طرح کی شادی خویز وگدس کہلاتی تھی۔ بہمن بادشاہ نے بھی اپنی بہن یا بیٹی سے نکاح کیا تھا جس سے ایران کا مشہور پہلوان دارا پیدا ہوا تھا۔ [۲۸]

اسی طرح عہد جاہلیت کے عرب میں رواج تھا کہ کسی شخص کی موت کے بعد عورتیں زمین جائیداد کی طرح تقسیم کی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ کو بھی وراثت میں پاتا تھا اور اپنی سوتیلی ماں سے شادی کرلیا کرتا تھا۔ [۲۹]

مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام کی تشریف آوری سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بہت سی محرمات سے شادی کرنے کا رواج تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد سب سے پہلے غیر اخلاقی وغیر مہذب جاہلانہ رسموں کا خاتمہ کیا اور جن عورتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محرمات کی فہرست میں بیان کیا ہے ان سے نکاح وشادی کرنا سخت حرام قرار دیا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے جن عورتوں سے نکاح حرام اور قطعاً ناجائز ہے ان کی چند اقسام ہیں، (۱) بعض عورتیں نسب کی بنیاد پر حرام ہیں جیسے ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی وغیرہ چاہے وہ کتنی ہی پشت پہلے کی ہوں یا بعد کی ہوں۔ ان سے نکاح حرام اور ناجائز ہے۔ (۲) بعض وہ عورتیں ہیں جو رضاعت کی بنا پر حرام ہیں جیسے رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی وغیرہ۔ (۳) تیسری قسم رشتۂ ازدواج سے متعلق ہے اور وہ یہ کہ بیوی کی بیٹی یا باپ کی منکوحہ وغیرہ سے بھی نکاح کی حرمت ثابت ہے۔ اور (۴) چوتھی قسم ان عورتوں کی ہے جو کسی سبب سے حرمت کے دائرے میں آجاتی ہیں جیسے عدت گزارنے والی عورت یا کسی دوسرے کی زوجہ سے شادی کرنا یا پانچویں شادی کرنا، ایک ساتھ دو بہنوں یا کسی ایسی دو رشتے دار خواتین سے نکاح کرنا کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد اور دوسری کو عورت مان لیا جائے تو ان کا باہم نکاح

ناجائز وحرام ہو[۳۰]۔ مندرجہ بالا چاروں اقسام کی عورتوں کو اسلام نے محرمات کی فہرست میں بیان کیا ہے اور ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔

(اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو اس سے پہلے گزر چکا وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں اور ان بیویوں سے جن سے تم مباشرت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت (ہم بستری) نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں۔ اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنیں جمع کرنا مگر جو ہو گزرا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)[۳۱]

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔

(اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آ

جائیں۔ یہ اللہ کی طرف سے لکھا قانون ہے تم پر اور ان کے علاوہ جو رہیں وہ
تمہارے لئے حلال ہیں۔) ۳۲

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کا تیور بتا رہا ہے کہ قرآن کے نزول سے قبل دورِ جاہلیت میں بیان کردہ چاروں اقسام کی عورتوں سے نکاح وشادی کا رواج تھا لیکن اسلام نے ان تمام عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا جو محرمات سے وابستہ ہیں یا جو ناجائز طریقے سے نکاح میں آئی ہوں۔ ان کے علاوہ اپنی سوتیلی ماؤں سے بھی شادی کرنے کی قبیح رسم جاری تھی جس کا اسلام نے مکمل سدباب کیا۔

قرآن کریم نے نسب، رضاعت، ازدواج اور دیگر اسباب کی بناء پر جن عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے اس کی وضاحت احادیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

☆ عورتوں میں سے آزاد اور شوہر والی عورتیں حرام ہیں، علاوہ لونڈیوں کے اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص اپنی لونڈی کو اس کے غلام شوہر سے علیحدہ کردے۔

☆ چار سے زیادہ بیویاں اسی طرح حرام ہیں جیسے آدمی کی بیٹی اور بہن۔

☆ "حَرُمَ من النسب سبع و من الصِّهرِ سبع" سات رشتے نسب سے اور سات سسرال سے حرام ہیں، جو سورۂ نساء آیت ۲۳ میں مذکور ہیں۔ ۳۳

☆ "بناتُ ولدِ ھامن بناتِہٖ فی التحریم" بیٹے کی بیٹی حرام ہونے میں اپنی بیٹی کی طرح ہے۔ ۳۴

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سگی بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنے اور بیوی کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی کرنے کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد گرامی ہے: لایُجمع بین المرأۃ و عمّتِہا ولا بین المرأۃ و خالَتِہا۔ ۳۵
(کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کی بھتیجی یا اس کی بھانجی کو جمع نہ کرے۔)

شریعت اسلامی نے جن عورتوں سے نسبی رشتے کی بنیاد پر نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اسی طرح رضاعی رشتے کی وجہ سے بھی ان عورتوں سے شادی کرنا قطعاً ناجائز کہا ہے۔ اور حرمت کے لحاظ سے رشتۂ نسب اور رضاعت کو ہم مثل قرار دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں:

"نعم الرضاعة تحرم ماتحرم الولادة"۔ [۳۶]

(ہاں رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت سے حرام ہو جاتے ہیں۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے:

"قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الا تزوج ابنۃ حمزۃ رضی اللہ عنہ قال انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ"۔ [۳۷]

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کیوں نہیں فرمالیتے؟ ارشاد فرمایا وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں۔)

اس طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ بالامحرمات عورتوں سے نکاح قطعاً ناجائز وحرام ہے اوران کے علاوہ جو عورتیں ہیں ان سے شادی کرنا سنت اور باعث خیر وثواب ہے۔

نکاح کی عمر

قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں لڑکا یا لڑکی کے نکاح کی عمر کے تعلق سے دوطرح کے احکام پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب وہ بلوغ کی منزل کو پہنچ جائیں تو ان کا نکاح کیا جائے اور دوسرے یہ کہ نوعمر یا کمسن لڑکی کا عقد عمر رسیدہ مرد سے کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں وعلاقوں میں شادی کے تعلق سے مسلمانوں میں مختلف عمروں میں شادی کرنے کا رواج ہے۔ بعض طبقوں اور بعض علاقوں میں جوان ہونے کے بعد فوراً یا کچھ تاخیر سے شادی کرتے ہیں اور بعض مقامات پر کم سنی میں ہی شادی کردیتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بہتر یہ ہے کہ شادی بلوغت کے بعد کی جائے اوراس سلسلے میں عروس وعروسہ دونوں کی مرضی معلوم کرلی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَانکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ۔

(تم نکاح کروان عورتوں سے جو تمہیں اچھی لگیں۔)[۳۸]

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح میں انسان کی پسند و مرضی کو خاص اہمیت حاصل ہے، اور صحیح معنی میں اپنی پسند و عندیہ کا اظہار جوان یا بالغ انسان ہی کر سکتا ہے۔ نابالغ یا کم سن نہیں۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نکاح بلوغت کی عمر میں کرنا چاہئے۔

قرآن کریم میں ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔

(یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔)[۳۹]

اس آیت میں بلوغ اور نکاح کو مترادف قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کی صحیح عمر بالغ ہونا ہے، اس سے پہلے نکاح کرنا بہتر نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اسلام کے جملہ ارکان و احکام، واجبات و فرائض اور سنن کی ادائیگی کا حکم عموماً بالغ اور بالغہ مسلمان مرد و عورت کے لئے ہے، لہٰذا قیاس چاہتا ہے کہ اس معاملہ میں بھی اس کو ملحوظ رکھا جائے۔

قرآنی آیات کے علاوہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بلوغت کی منزل میں قدم رکھنے کے بعد ہی شادی کی جائے۔ چنانچہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"یامعشر الشباب من استطاع الباءة فلیتزوج"۔[۴۰]

(اے جوانو! جو تم میں سے عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ ضرور نکاح کرے۔)

اس حدیث سے بخوبی واضح ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے تعلق سے نوجوانوں اور ان میں بھی ان کو مخاطب فرمایا ہے جو زوجہ کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ شادی و نکاح جوان و بالغ ہونے کے بعد ہی کرنا مناسب ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن و سنت کی رو سے کم سن اور نابالغ کا نکاح ناجائز یا ممنوع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صغر سنی اور عدمِ بلوغت کی شادی اسلامی شریعت کے مطابق جائز بھی ہے اور سنت بھی۔ قرآن و حدیث دونوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

وَ الّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ

(اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور ان بیویوں کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔)[۴۱]

اس آیت کے آخری جملے سے بخوبی واضح ہے کہ قرآن کی نظر میں نابالغ اور کم سن لڑکیوں کا نکاح ناجائز نہیں وگرنہ وہ ان کی عدت بیان نہ فرماتا۔ اور خود صاحب قرآن پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس وقت نکاح فرمایا ہے جب کہ وہ کم سن اور نابالغہ تھیں جب کہ آپ کی عمر اس وقت تقریباً ۵۳ سال تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نوعمر یا نابالغ لڑکی کا عمر دراز مرد سے نکاح کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"اَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم تزوّجها وهی بنت ست سنین و ادخلت علیه وهی بنت تسع و مکثت عندهٗ تسعًا"۔[۴۲]

(بے شک جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب ان سے خلوت کی گئی تو عمر ۹ سال تھی اور یہ آپ کے پاس ۹ سال رہیں۔)

اور جب آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو آپ کی عمر ۲۳ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ۴۰ سال تھی۔ اس طرح قرآن و حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ صغر سنی اور نابالغ ہونے کی صورت میں بھی نکاح درست و جائز ہے۔ لیکن زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ جوانی اور بلوغت کی عمر میں ہی شادی کرنی چاہئے۔ لیکن زندگی میں بعض اوقات ایسی مجبوریاں و پریشانیاں سامنے آجاتی ہیں کہ جن کے پیش نظر نوعمری و کم سنی میں ہی ان کی شادی کر دینا ان کے روشن مستقبل اور کامیابی کا واحد ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے حالات کے مدنظر اسلام نے اس کی اجازت دی ہے اور عام حالات میں بلوغت و شباب کی شادی کو

اولین ترجیح دی ہے۔

اسلامی شادی کے اعمال وارکان

اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح یا رشتۂ ازدواج وہ اہم ترین اور مبارک تعلق ورشتہ ہے جو مرد وعورت کو دو مخلص رفیق، سچے ہمدرد اور محبوب ہمراہی کی حیثیت سے زندگی کی انتہائی قیمتی منازل کا سفر طے کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اور یہ قدرتی دستور ہے کہ جو کام جتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس کا اہتمام بھی اتنا ہی عظیم ہوتا ہے۔ نکاح بھی چونکہ انسانی معاشرہ کا ایک بنیادی واہم مسئلہ ہے لہٰذا اس عظیم رشتۂ نکاح کی تکمیل وانعقاد کے لئے بھی شریعت اسلامی نے چند اہم اعمال وارکان بجالانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً نکاح کا پیغام دینا، پیغام کی قبولیت کے بعد ہونے والی منکوحہ کو ایک نظر دیکھنا، ولی سے اجازت لینا، مہر طے کرنا، گواہوں کا ہونا، عورت سے اس کی رضامندی حاصل کرنا، خطبۂ نکاح پڑھنا، ایجاب وقبول کرانا اور شب زفاف کے بعد دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کرنا وغیرہ۔ مندرجہ بالا تمام امور وارکان کی نکاح میں کیا حیثیت ہے؟ اور کس کا کیا مطلب ہے اور اس کی ادائیگی کا سنت طریقہ کیا ہے؟ ان تمام باتوں کا ہم علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت جائزہ لیں گے تاکہ ہر ایک عنوان کے تعلق سے اسلامی موقف بخوبی واضح ہوجائے۔

منگنی بنام نکاح کا پیغام

منگنی، نکاح کا پیغام، نسبت اور خطبہ یہ سب مترادف الفاظ ہیں جو مختلف علاقوں اور مختلف طبقوں میں بولے جاتے ہیں، جن کا مطلب ہے کہ نکاح کا پیغام بھیجنے سے قبل فریقین یا ان کے رشتے دار واحباب کو ایک دوسرے کے حالات، اخلاق وعادات اور حسب ونسب وغیرہ کی اچھی طرح تحقیق کر کے شادی کا پیغام بھیجنا۔ نکاح کا جو مسنون طریقہ ہے اس کا یہ پہلا مرحلہ ہے جس میں مرد کسی عورت کے ساتھ عقد کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہے اور عورت بھی اپنی آمادگی ظاہر کرتی ہے یا ان دونوں کے ولی سے ان کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ جب دونوں

فریقین رشتے پر راضی ہو جاتے ہیں تو پھر نکاح کے باقی اعمال وارکان کی تیاری کی جاتی ہے۔ منگنی کے موقع پر اسلام نے مرد وعورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا بھی جائز قرار دیا ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے کے حالات سے بخوبی واقف ہو جائیں، اور اطمینان کامل کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ ان کا ایک ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا ممکن ہے یا نہیں۔ اور ایسا اس لئے کہا گیا ہے کہ ازدواجی زندگی خوشگوار و خوشحال بن جائے چوں کہ یہ حقیقت ہے کہ جو چیز دیکھنے، جانچنے، پرکھنے اور مطمئن ہونے کے بعد قبول کی جاتی ہے اس میں خرابی وانتشار کے آثار بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے نکاح میں حفظ ماتقدم کے طور پر اسلام نے سب سے پہلی شرط یہ لگائی ہے کہ شادی سے قبل مرد و عورت ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور پسند کرلیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ۔

(تم نکاح کرو ایسی عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں۔) ۴۴

اس آیت کریمہ میں پسندیدہ عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ پسند یا ناپسند کا فیصلہ عورت کو بغیر دیکھے کیا نہیں جا سکتا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح سے قبل عورت کو دیکھنا اور پسند کرنا دونوں ضروری ہیں۔ قرآن میں ضمناً دیکھنے کی بات کہی گئی ہے لیکن احادیث شریف میں بہت ہی واضح طور پر اس کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کے جو فوائد ہیں ان کی چرچا کر کے خاص طور سے اس کی تبلیغ وترویج کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الٰی مایدعوه الٰی نکاحها فلیفعل"۔ ۴۵

(جب تم کسی عورت کو شادی کا پیغام دینا چاہو پس اگر اس کو دیکھنا ممکن ہو تو نکاح سے پہلے دیکھ لو۔)

اس حدیث میں شادی سے قبل ہونے والی منکوحہ کو دیکھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس کا فلسفہ وحکمت کیا ہے؟ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے دیگر احادیث میں مروی ہے کہ:

"قال خطب رجل امرأة من الانصار فقال له رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم هل نظرت الیها قال لا فامرہ ان ینظر الیها"۔ [۴۵]

(ایک آدمی نے ایک انصاری عورت سے رشتہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم نے اس کو دیکھا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو دیکھ لو یہ تمہاری محبت والفت کو زیادہ مضبوط کرے گا۔)

"المغیرة بن شعبة انه خطب امرأة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انظر الیها فانه احری ان یودم بینکما"۔ (وفی روایة) ان یودم بینکما قال احری ان تدوم المؤدة بینکما"۔ [۴۶]

(مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، پس نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو دیکھ لو یہ تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لئے زیادہ مناسب ہے یا یہ تمہارے درمیان محبت کے ہمیشہ رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے۔)

اس طرح قرآن وسنت سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح سے قبل عورت کو دیکھنا اور پسند کر لینا چاہئے کہ اس سے آپس میں محبت والفت زیادہ ہوتی ہے اور تاحیات برقرار رہتی ہے۔

نکاح کے پیغام یا منگنی کے سلسلے میں اسلام نے ایک خاص نصیحت اور کی ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی عورت سے کسی شخص کا رشتہ چل رہا ہو تو کسی دوسرے شخص کو وہاں نکاح کا پیغام ہرگز نہیں بھیجنا چاہئے یہاں تک کہ پہلا شخص خود ہی کنارہ کشی اختیار کر لے یا اس کو نکاح کا پیغام دینے کی اجازت دے دے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ولا یخطب الرجل علیٰ خطبة اخیه حتیٰ یترک الخاطب قبلهٗ او یاذن له الخاطب"۔ [۴۷]

(اور کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ دے یہاں تک کہ پہلا خود سے منگنی کا ارادہ ترک کر دے یا اس کو پیغام بھیجنے کی اجازت دے۔)

"لایخطب احدکم علیٰ خطبة اخیه حتیٰ ینکح او یترک"۔ [۴۸]

(تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح

کر لے یا ترک کر دے۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے عورت کو دیکھنے اور پسند کرنے کے بعد رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کی تعلیم دی ہے تاکہ خانگی زندگی میں بعد میں کوئی بدمزگی اور اختلاف واقع نہ ہو اور زندگی ہمیشہ خوشگوار طریقے سے بسر ہوتی رہے۔ اور پیغام پر پیغام دینے کو اس لئے منع کیا ہے کہ یہ انسانی تہذیب و اخلاق کے سراسر خلاف ہے، اکثر اس سے نفرت و عداوت پیدا ہوتی ہے اور جھگڑا و فساد تک نوبت آجاتی ہے جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

ولایت نکاح

لڑکی یا عورت کا اس کے ولی کی اجازت سے نکاح کرنا، ولایت نکاح کہلاتا ہے، لڑکی کے نکاح میں جس کا لحاظ رکھنا قرآن وسنت کی رو سے انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں جہاں جہاں عورتوں کے نکاح کا تذکرہ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کے نکاح کے واسطے ولی کی موجودگی ضروری ہے اور بنا ولی کے انکا نکاح درست نہیں۔ اس کے برخلاف مرد اپنے نکاح میں خود مختار ہے، وہ اپنی مرضی سے بنا ولی کے اپنا نکاح کر سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَائِكُمْ۔

(اور نکاح کر دو اپنوں مین ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔)[۴۹]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

(تو اے عورتوں کے ولیو! انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضا مند ہو جائیں۔)[۵۰]

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

(تو ان (عورتوں) سے نکاح کرو ان کے سرپرستوں کی اجازت سے۔)[۵۱]

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی میں عورتوں کے نکاح کے تعلق سے ان کے ولیوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کی اجازت سے نکاح میں لانے کا حکم دیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام عورت کو اپنے ولی یا سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کی تعلیم نہیں دیتا ہے۔ ہاں مردوں کو اس کا پابند نہیں بنایا گیا ہے جیسا کہ قرآنی آیات سے مترشح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [52]

(اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔)

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ [53]

(تم نکاح کرو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند آئیں۔)

مختصر یہ کہ قرآن میں جہاں جہاں مردوں کے نکاح کا ذکر ہوا ہے، کہیں بھی ان کو ولی کا تابع نہیں بنایا گیا بلکہ عورتوں کی ولایت کا مستحق بنایا گیا ہے۔ اور واضح طور پر یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ جس طرح عورت کا نکاح بنا ولی کی اجازت کے درست نہیں اسی طرح اس کو ولی بنانا بھی جائز نہیں۔ ولایت کا فریضہ ادا کرنے کی ذمہ داری صرف مردوں کی ہے۔

قرآنی آیات کے اس موقف کی وضاحت احادیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها، فان الزانية هى التى تزوج نفسها"۔ [54]

(کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرائے اور نہ کوئی خود اپنا نکاح کرے، جس نے اپنا نکاح خود کیا بے شک وہ زنا کار ہے۔)

"ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل فنكاحها باطل فنكاحها باطل"۔ [55]

(جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔)

اور صحیح بخاری کتاب النکاح میں ایک باب کا عنوان ہی اس نام سے معنون ہے کہ

''لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ'' ولی کی بغیر اجازت نکاح درست نہیں۔

اس طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت ضروری ہے، ولی کی بنا اجازت اگر کوئی عورت نکاح کرتی ہے یا کوئی عورت ہی عورت کی ولایت کی ذمہ داری انجام دیتی ہے تو وہ زانیہ کہلانے کی حقدار ہے۔ اور مرد ہی عورت کے نکاح کی ولایت کا حقدار ہو سکتا ہے، عورت نہیں۔

اسلامی شریعت کے اعتبار سے ولایت کا اول حق باپ، دادا کا ہے لیکن اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو خاندان کا کوئی دوسرا فرد بھی یہ ذمہ داری نبھا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ مرد اس عورت سے مشورہ کرے اور اس کے بعد اس عورت کو کسی دوسرے مرد کے نکاح میں دے دے، اسی کا نام ولایت نکاح ہے۔ لیکن لڑکا یا لڑکی اگر نابالغ یا کم سن ہے تو باپ یا دادا کے علاوہ خاندان کے دیگر شخص کی ولایت کے تحت انعقاد پذیر نکاح میں دونوں کو بالغ ہونے کے وقت ''خیار بلوغ'' دیا جائے گا، جس سے فائدہ اٹھا کر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نکاح کو کالعدم قرار دے سکتا ہے۔[۵۶]

اسلام نے عورت کے نکاح کے لئے مرد کی ولایت کا ہونا ضروری اور عورت کی ولایت کو معدوم قرار دیا ہے، اس سے کوئی یہ قیاس آرائی نہ کرے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ حق تلفی کی ہے اور اس کو مرد کے بمقابل کم درجہ دیا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس نے بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں کے پیش نظر ایسا کیا ہے۔ مثلاً عورتیں اکثر گھر کے اندر رہتی ہیں، باہری دنیا کا تجربہ کم ہوتا ہے، وہ کسی مرد سے ہر قسم کی معلومات فراہم نہیں کر سکتیں، قوت برداشت بھی کم ہوتی ہے، مزاج میں پختگی نہیں ہوتی، لہٰذا وہ صحیح فیصلہ نہیں کر سکتیں، اسی قسم کی بہت سی وجوہات کے سبب ان کو ولایت کا حق نہیں دیا گیا ہے تا کہ نت نئی خاندانی و سماجی بدانتظامیاں نہ پیدا ہوں۔

عورت کے نکاح میں مرد کی ولایت کے تعلق سے بعض اکابرین اسلام کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ حکم صرف کنواری لڑکیوں کے لئے ہے، طلاق شدہ کے لئے نہیں۔ اور قرآن و حدیث میں جہاں کہیں اس کا حکم ہے اس سے مراد باکرہ ہے نہ کہ ثیبہ۔ لہٰذا اگر مرد عاقل بالغ ہو یا عورت شوہر

دیدہ (ثیبہ) ہو تو بالاتفاق ولی کی وساطت سے نکاح کا انجام پانا ضروری نہیں، مجلس میں عدم موجودگی کی صورت میں وہ دونوں اپنا وکیل مقرر کرنے کے مجاز ہیں لیکن اگر لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوں تو ان کے نکاح کے لئے بالاتفاق ولی کا توسط ضروری ہے۔ [57]

عورت کی اجازت ورضامندی

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے عورت کے نکاح کی صحت و جواز کو مرد کی ولایت پر موقوف کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نے عورت کو مجبورِ محض بنایا ہے اور اس کی رضا کا کوئی پاس نہیں رکھا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اسلام نے اس بابت بڑی وسعت سے کام لیا ہے اور ولی کی اجازت کے ساتھ عاقل، بالغ لڑکی کی اجازت اور رضامندی کو بھی ضروری قرار دیا ہے اور آج کل اکثر و بیشتر اسلامی ممالک میں اسی پر عمل بھی ہوتا ہے۔ [58]

اسلام نے لڑکی کی رضامندی اور اجازت کو کس قدر اہمیت دی ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں عورتوں کے ساتھ جبراً نکاح کرنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور ان کی رضا و اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی زبردستی یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے نکاح کی جرأت کرتا ہے تو اس کو فسخ کرنے کا مکمل اختیار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رب تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا [59]

(اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔)

قرآن کریم کے اس موقف کی وضاحت احادیث شریف میں بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتنکح الایم حتی تستامر و لاتنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ و کیف اذنہا قال ان تسکت"۔ [60]

(بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی بالغہ کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بنا نہ کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

کنواری کی اجازت کیسے معلوم ہوتی ہے؟ فرمایا اگر پوچھنے پر وہ خاموش ہو جائے تو یہ بھی اجازت ہے۔)

"الثیب احق بنفسها من ولیها و البکر لیستاذنها ابوها فی نفسها و اذنها صماتها"۔ [61]

(شوہر دیدہ (ثیبہ) عورت کا اپنے نفس کے متعلق اپنے ماں باپ یا سرپرست سے زیادہ حق ہے اور دوشیزہ لڑکی کے باپ کو بھی چاہئے کہ اس کے نکاح کی بابت اس کی اجازت حاصل کرے اور اس کی خاموشی بھی اجازت ہے۔)

ان احادیث سے کامل طور پر واضح ہے کہ عورت خواہ کنواری ہو یا شوہر دیدہ، بہر حال اس کی اجازت لازمی ہے۔ قرآن وحدیث کے اس موقف کے خلاف اگر کوئی اس کو اپنے نکاح میں لاتا ہے تو عورت کو مکمل اختیار دیا گیا ہے، چاہے تو وہ اس نکاح کو باقی رکھے اور چاہے کالعدم قرار دے۔ چنانچہ صحیح بخاری ودیگر کتب حدیث میں ہے کہ:

"عن خنساءَ بنت خذ ام الانصاریۃ انَ اباها زوّجها وهی ثیب فکرهت ذالک فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرد نکاحہ"۔ [62]

(حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جب کہ یہ شوہر دیدہ (ثیبہ) تھیں اور اس نکاح کو ناپسند کرتی تھیں۔ پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں، آپ نے فرمایا کہ وہ نکاح نہیں ہوا۔)

"عن ابن عباس قال اِنَ جاریۃ بکرًا اتت رسول للہ صلی اللہ علیه وسلم فذکرت اِن اباها زوّجها وهی کارهة فخیرها النبیَ صلی اللہ علیه وسلم"۔ [63]

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے

خلاف اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ نے اس کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ نکاح کو باقی رکھے اور چاہے تو اس کو توڑ دے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح ہرگز جائز نہیں اور اگر بغیر اس کی اجازت کے زبردستی اس کا نکاح کسی شخص سے اس کی رضامندی کے خلاف کر دیا جاتا ہے تو اس کو اس نکاح کے رد کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

مہر

اسلام نے نکاح میں مرد کے لئے سب سے پہلی جو چیز ضروری قرار دی ہے وہ مہر ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مہر محض فرضی، رسمی یا کوئی زبانی جمع خرچ کی چیز نہیں بلکہ یہ نکاح کے موقع پر عورت کو مرد کی طرف سے دیا جانے والا وہ عطیہ وحق ہے جو مرد کے حق زوجیت کو جائز قرار دیتا ہے، جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب وضروری ہے۔ علاوہ ازیں کہ عورت اس کو خود ہی معاف کر دے یا کم کر دے۔ خیال رہے کہ اسلامی رو سے مہر کی رقم عورت کی قیمت یا معاوضہ نہیں ہے بلکہ زوجین کے درمیان الفت ومحبت اور ایثار وصلہ رحمی کی ایک عمدہ نشانی ہے جس سے عورت کی عزت افزائی اور دلجوئی مقصود ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ نکاح کا تعلق برابری کی بنیاد پر طے پاتا ہے اور اس میں فریقین کی رضا ورغبت کو مساوی طور پر حق حاصل ہوتا ہے اور جس طرح عورت پر مرد کے کچھ حقوق متعین کئے گئے ہیں اسی طرح مرد پر عورت کے کچھ حقوق مقرر کئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسلام نے چونکہ مرد کو عورت پر حاکم مقرر کیا ہے، گھر کی نگرانی کا اس کو حق دیا ہے، اس بات سے عورت کو اپنی کمتری کا احساس پیدا نہ ہو اور وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کسی غلط فہمی وبد دلی کا شکار نہ ہو، اس مصلحت کے پیشِ نظر اس کی حوصلہ افزائی کے لئے مہر کی صورت میں تحفہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ مرد پر اضافی بار ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ اپنی زوجہ اور ہونے والی اولاد کو عمر بھر رہنے سہنے، کھانے پینے اور تعلیم وتربیت وغیرہ کی سہولت مہیا کرنے کا پابند ہوتا ہے اور دوسری طرف نکاح کے وقت اپنی منکوحہ کو ایک معقول رقم یا اس کے برابر مالیت کی کوئی شئی ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس اضافی مال یا رقم کا مقصد عورت کی دلجوئی وخوشنودی

نہیں تو پھر کیا ہے؟

بعض فقہائے اسلام نے مہر کو مرد کے عورت سے جسمانی منفعت کا حصول و قیمت قرار دیا ہے لیکن مہر کا مفہوم اس سے وسیع و بلند تر ہے۔ اس لئے کہ بعض صورتوں میں ملک بضع یا جسمانی منفعت سے قبل بھی مہر کی ادائیگی کا حکم ہے جیسے رخصتی سے قبل طلاق دینے کی صورت میں، اگر مہر مقرر ہے تو بنا حصول جسمانی منفعت بھی اس کے نصف کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے اور اگر کوئی پورا ادا کرنا چاہے تو سبحان اللہ۔[٦٣]

مہر کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

اسلامی شریعت میں وہ رقم یا چیز جو مرد اپنی منکوحہ عورت کو بلا کسی معاوضہ و منفعت کے نکاح کے وقت بطور ہدیہ دیتا ہے، مہر کہلاتی ہے۔ اس کے لئے عربی زبان میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں، مثلاً: (۱) النحلۃ (۲) الصِداق (۳) العقر (۴) الاجرۃ (۵) الصَدقۃ (۶) العلائق (۷) الحباء اور (۸) الفریضۃ۔[٦٤] ان ساتوں ناموں میں سے چند نام قرآن کریم میں بھی مذکور ہیں، مثلاً (۱) النحلۃ (۲) الفریضۃ اور (۳) الصَدقَۃ۔[٦٥] عربی زبان میں مہر کے لئے اگرچہ مختلف نام استعمال ہوئے ہیں لیکن عوام میں اس مقصد کے لئے لفظ مہر بھی مشہور و معروف ہے۔ اور اس کے فقہائے اسلام نے مختلف اصطلاحی و شرعی معانی بیان کئے ہیں۔ بعض اکابرینِ اسلام نے کہا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح کے موقع پر عورت کو مرد کی طرف سے لازمی طور پر عطیہ بطور دیا جاتا ہے تاکہ مرد کا حق زوجیت جائز ہو جائے اور بعض فقہاء نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ ''مہر وہ مال ہے جو عورت سے بالفعل یا بالقوہ نفع اٹھانے کے بدلے کے طور پر دیا جاتا ہے اور یہ تعریف محض عقد صحیح کی صورت میں واجب ہونے والے مال پر صادق آتی ہے۔[٦٦]

مہر کی اقسام

شریعت اسلامی کے مطابق مہر کی تین قسمیں ہیں (۱) مہر معجّل یا مہر نقد، (۲) مہر موجل

یا مہر اُدھار اور (۳) مہر موخر یا مہر مطلق۔ مہر معجّل وہ مہر ہے جو اپنی منکوحہ کو شب زفاف سے قبل دیا جائے یا اس سے پہلے دیا جانا طے پائے۔ اس صورت میں عورت کو مکمل اختیار ہے کہ جب تک شوہر سے مکمل مہر وصول نہ کرلے اپنے جسم سے مرد کو فائدہ حاصل نہ کرنے دے اور اس درمیان میں نان نفقہ بھی مرد کے ذمہ ہوگا۔ مہر موجل وہ مہر ہے جس کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر کی جائے، مثلاً سال یا دو سال وغیرہ۔ اور یہ اسی طرح واجب الادا ہوتا ہے اور اس میں مرد عورت سے اس درمیان جسمانی منفعت حاصل کرسکتا ہے۔ اور مہر موخر یا مطلق وہ مہر ہے جو بوقت طلب دینا ضروری ہوتا ہے۔ اس میں کوئی میعاد مقرر نہیں ہوتی ہے۔[۶۷]

مہر کی مقدار

اسلام نے کم سے کم مہر کی مقدار کی تو تعیین فرمائی ہے لیکن زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی ہے، کیونکہ معاشرہ میں نکاح کرنے والوں کے معاشی و مالی حالات یکساں نہیں ہوتے اور ان کی وسعت و استطاعت جدا جدا ہوتی ہے، لہٰذا مناسب تھا کہ سب کے لئے مساوی طریقے پر زیادہ سے زیادہ مقدار میں مہر نہ متعین کیا جائے۔ خود شارع علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بنات طیبات اور ازواج مطہرات کا مختلف مہر مقرر و ادا کیا ہے اور امت کو اس کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا اور بعض روایات کے مطابق حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو مہر میں جو اپنی زرہ دی تھی وہ چار سو اَسّی درہم میں فروخت ہوئی تھی۔ موجودہ زمانے میں اس کا تخمینہ پانچ سو درہم کے مطابق ایک سو اکتیس تولے تین ماشہ چاندی یا اس کی رائج الوقت قیمت ہے جو مہر کے طور پر نہ تو اتنی کم ہے کہ شرمندگی محسوس ہو اور نہ اتنی زیادہ ہے کہ ادائیگی مشکل ہو بلکہ درمیانی ہے۔[۶۹]

اسی طرح صحیح مسلم شریف کی روایت کے مطابق باقی ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے لئے مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا اور یہ پانچ سو درہم تھے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے لئے یہ مہر ہوتا تھا۔[۷۰] آپ کی جملہ ازواج مطہرات کا تقریباً یہی مہر تھا

لیکن حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم یا چار ہزار دینار تھا جو شاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان خود فرماتی ہیں:

"کانت تحت عبیداللہ ابن جحش فمات بارض الحبشة فزوجها النجاشی النبی ﷺ وامهرها عنه اربعة آلاف"۔ [1]

(وہ عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، ان کا ملک حبشہ میں انتقال ہو گیا تو نجاشی بادشاہ نے ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور آپ کی طرف سے چار ہزار درہم مقرر کیا۔)

دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اس سے کم اور زیادہ بھی مہر باندھے جاتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کا جو مہر تھا اس کی پابندی کسی پر ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تزوج ولو بخاتم من حدید۔ نکاح کرو اگرچہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا۔ [2]

مذکورہ بالا احادیث شریف کی روشنی میں پتا چلتا ہے کہ اسلام نے مہر کے مسئلہ میں کسی کو کمی بیشی پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ مختلف مثالیں پیش کر کے یہ سبق دیا ہے کہ ہر شخص اپنی استطاعت اور صوابدید کے لحاظ سے مہر کا انتخاب کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اتنا کم بھی نہ ہو کہ عورت اپنی حق تلفی محسوس کرے یا وہ اسلامی شریعت کی مقررہ مقدار سے کم حیثیت کا ہو۔ کیونکہ اسلام نے زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے لیکن کم سے کم مہر کی مقدار متعین فرما دی ہے جس کو مہرِ مثل کہا جاتا ہے اور وہ دس درہم چاندی یا اس کی قیمت کا مال ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا مهر دون عشرة دراهم"۔ [3]

(دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔)

"لا صداق دون عشرة دراهم"۔ [4]

(کوئی مہر نہیں ہے دس درہم سے کم کی مالیت میں۔)

فقہائے اسلام کے نزدیک ایک درہم شرعی تین ماشہ ۵/ ارتی ہوتا ہے۔ اس حساب سے دس درہم کا وزن دوتولے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوا، لہٰذا فقہ حنفی کی رو سے ضروری ہے کہ مہر کی کم سے کم قیمت دوتولے ساڑھے سات ماشہ چاندی کی مالیت سے کم نہ ہو۔ ۵ے

مہر کے وجوب کا ثبوت

اسلام نے عورتوں کی دلجوئی، حوصلہ افزائی اور ان کی معاشرتی حیثیت کو بلند کرنے کے لئے بطور تحفہ جو مہر ادا کرنے کی تعلیم دی ہے وہ قرآن وسنت کے مطابق واجب ہے جس کا ادا کرنا ہر ناکح پر لازمی وضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً

(اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔) ۶ے

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر انہیں دو۔) ۷ے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

(بے شک ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں۔) ۸ے

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

(اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو جب کہ ان کے مہر انہیں دے دو۔) ۹ے

مذکورِ بالا آیاتِ قرآنیہ میں مہر کی ادائیگی کا حکم بصیغۂ امر دیا گیا ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے اور ایک مقام پر فرض کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے بھی فقہاء اسلام نے وجوب ہی مراد لیا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ نکاح کی صحت وجواز کے لئے مہر واجب ہے، اگر کوئی نکاح بنا مہر کی تعیین یا بغیر اظہار کے ہوا تب بھی بالاتفاق مہر مثل ادا کرنا واجب ہے۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریف سے بھی واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کرنے والے کے لئے مہر ادا کرنا واجب ہے۔ بغیر اس کے نکاح درست نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"ایما رجل تزوّج امرأةً علی ماقلّ من المهر او کثر لیس فی نفسه ان یؤدی الیها حقها لقی اللہ یوم القیمة وهو زانٍ"۔ [80]

(جو شخص کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جب قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا تو زنا کار کی حیثیت سے پیش ہوگا۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے جواز و درستگی کے لئے عورت کو مہر ادا کرنا واجب ہے۔ مہر کی جو بھی رقم یا مال ہوگا وہ اس کا اپنا ذاتی مال ہوگا، جس پر اس کو مکمل حق حاصل ہوگا چاہے وہ اس کو خرچ کرے، کسی کو ہدیہ کرے یا کسی کے نام وصیت کے طور پر لکھے۔ کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔

شہادت و گواہی

نکاح دراصل انسانی زندگی کا ایک اہم ترین باہمی لین دین و سماجی معاہدہ ہے، اور ہر اہم لین دین و معاہدہ کا دستور ہے کہ وہ گواہوں کی موجودگی میں انجام پذیر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر معمولی اشیاء بنا تحریر اور بنا گواہوں کے خریدی و بیچی جاتی ہیں لیکن زمین، جائیداد وغیرہ کے لین دین اور دشمنی و عداوت اور مصالحت کے عظیم معاہدے بنا گواہوں کے نہیں ہوتے تاکہ مستقبل میں کوئی پریشانی و فساد پیدا نہ ہو۔ نکاح بھی چونکہ ایک عظیم الشان لین دین و معاہدہ ہے، جس میں فتنہ و فساد کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسلام نے اس میں بھی شہادت کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ مرد و عورت اور ان کے خاندانوں کے درمیان کسی طرح کی کوئی بدمزگی و خرابی پیدا نہ ہو۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زنا اور نکاح میں امتیاز ہو جائے کیونکہ زنا کا تعلق خفیہ طریقے پر بنا گواہوں کے قائم ہوتا ہے اور نکاح کا رشتہ کم سے کم دو لوگوں کی شہادت میں علی الاعلان طے پاتا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی شریعت کے اعتبار سے نکاح میں کم سے کم دو گواہوں کی شہادت کا ہونا انتہائی ضروری ہے، اور یہ نکاح کے شرائط میں داخل ہے اور شرع کا اصول ہے "اذا فات الشرط فات المشروط" یعنی جب شرط ختم ہو جاتی ہے تو شرط والی شئی بھی فوت ہو جاتی ہے۔ اس اصول کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ شہادت کے بغیر نکاح ہرگز درست نہیں ہوگا۔

نکاح کے لئے گواہوں کی شہادت کتنی اہم ہے؟ اس کا احساس احادیث شریف کی ان روایات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جن میں بغیر گواہوں کے نکاح والی عورتوں کو زانیہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ"۔ [81]

(وہ عورتیں زنا کار ہیں جو گواہوں کے بغیر نکاح کرتی ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی یہی روایت ہے کہ:

"لا نکاحَ الا ببینۃ"۔ [82]

(بغیر گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا۔)

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے بھی اس تعلق سے کافی تحقیق کی ہے، اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ نکاح میں گواہوں کا ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"علماء، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء کا اسی پر عمل ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا سلف میں سے کسی کا اس مسئلے میں اختلاف نہیں، البتہ علماء متاخرین کی ایک جماعت کا اس میں اختلاف ہے۔ پھر علماء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر ایک گواہ دوسرے کے بعد گواہی دے تو کیا حکم ہے؟ چنانچہ اکثر علماء کوفہ اور دیگر علماء کا قول ہے کہ اگر دونوں گواہ بیک وقت نکاح کے وقت موجود نہ ہوں تو ایسا نکاح جائز نہیں۔ بعض اہل مدینہ کہتے ہیں کہ اگر دونوں بیک وقت موجود نہ ہوں اور یکے بعد دیگر گواہی دیں تو نکاح صحیح ہے بشرطیکہ نکاح کا اعلان کیا جائے اور بعض اہل علم کے نزدیک نکاح میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ [83]

خطبہ نکاح

اسلام میں نکاح کے موقع پر عربی زبان میں ایک خاص قسم کا خطبہ پڑھنے کا بھی حکم ہے، جو شریعت اسلامی کے مطابق سنت ہے اور سامعین پر اس کا سننا واجب ہے۔[۸۴] یہ خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود و سلام، توحید و رسالتؐ کے اقرار و شہادت، گناہوں پر ندامت و طلب مغفرت، چند پند و نصائح اور نکاح سے متعلق مختلف قرآنی آیات اور احادیث پر مشتمل ہونا چاہئے کہ اس کی تعلیم خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص دی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"کل خطبة لیس فیھا تشھُد فھی کالید الجزمای"۔[۸۵]

(جس خطبے میں تشہد نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے کوڑھی کا ہاتھ۔)

"کل امرٍ ذی بال لا یبدأفیه بالحمد للہ فھو اقطع"۔[۸۶]

(ہر اہم کام جو اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا جائے، وہ ناقص ہے۔)

ان احادیث میں صرف حمد و ثنا اور تشہد کو خطبے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے لیکن بعض احادیث میں بالتفصیل اس کا مکمل طریقہ بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"علَمنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التشھَد فی الصلوٰۃ والتشھد فی الحاجة۔ والتشھد فی الحاجة ان الحمد للہ نستعینه و ونستغفره و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیاٰتِ اعمالنا فمن یھد اللہ فلا مضل له و من یضلل فلا ھادی له و اشھد ان لا اله الا اللہ و اشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسوله و یقر أثلث أیات یا ایھا الذین أمنوا اتقو اللہ حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون یآ ایھا الذین أمنوا اتقو اللہ الذی تسآءلُون به و الا رحام ان اللہ کان علیکم رقیباً یا ایھا الذین أمنوا اتقو اللہ وقولوا قولا سدیدًا یصلح لکم اعمالکم و

یغفر لکم ذنوبکم و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ [۸۷]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز اور حاجت کے لئے تشہد سکھایا۔ اور حاجت جیسے نکاح کا تشہد یہ ہے کہ تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہیں ہم اس سے مدد مانگتے اور بخشش چاہتے ہیں، اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تین آیتیں پڑھتے تھے۔ اے ایمان والو اللہ سے اس طرح ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور ہرگز انتقال نہ کرنا مگر مسلمان ہو کر۔ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور فرشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو، وہ تمہارے اعمال تمہارے لئے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے موقع پر ایک خاص قسم کا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور محفل میں موجود سامعین کے لئے اس کا سننا واجب ہے۔ کیونکہ اس میں حمد وثنا، درود وسلام، شہادت، مغفرت و بخشش اور پند ونصائح پر مبنی قرآنی آیات اور احادیث کی تلاوت ہوتی ہے، اور اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

(اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔)[۸۸]

ایجاب وقبول

اسلامی شادی ونکاح میں ایجاب وقبول انتہائی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور نکاح کے دو اہم رکن مانے جاتے ہیں۔ انہیں دو ارکان پر رشتۂ نکاح یا رشتۂ ازدواج کی تکمیل کا دارومدار ہوتا ہے۔ نکاح کے موقع پر گواہان کی موجودگی میں عورت بنفس نفیس یا بذریعہ وکیل جو اپنے نفس یا نکاح کا اذن واختیار مقررہ مہر کے عوض ناکح مرد کو دیتی ہے وہ ایجاب کہلاتا ہے اور انہیں گواہان اور وکیل وغیرہ کے سامنے متعینہ مہر کے بدلے مرد اس عورت کو اپنے عقد وزوجیت میں جب قبول کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قبول کہلاتا ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے ان دونوں ارکان کا باہم مربوط ہونا یعنی ایک ہی مجلس یا ایک ہی موقع پر دونوں کا انجام پذیر ہونا ضروری ہے۔[۸۹]

ایجاب وقبول کو نکاح کے ارکان اور اس کی تکمیل کے لئے لازمی وضروری قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح مرد وعورت کا ایک ایسا سماجی وقانونی معاہدہ ہے کہ جس میں لین دین بھی ہوتا ہے۔ جیسے مرد مہر دیتا ہے اور عورت لیتی ہے، اور ہر وہ چیز جو جائز طریقے پر لی دی جاتی ہے اس کے لئے ایجاب وقبول ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی مکان، زمین یا جانور وغیرہ کے اردگرد آپ سو چکر بھی لگالیں یا کسی جانور وغیرہ کے گلے میں سو بار ہار بھی ڈال دیں تب بھی آپ اس کے مالک نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس چیز کا مالک یہ نہ کہے کہ فلاں چیز اس قیمت کے عوض میں نے آپ کو دی اور جواب میں آپ کہیں میں نے قبول کی۔ اس کے بعد آپ اس چیز کے مالک کہلانے کے حقدار ہو جائیں گے، بلاتمثیل اسی پر اسلامی نکاح اور اس کے ارکان ایجاب وقبول کو قیاس کیجئے۔ اور یہ ایسا حکمت ودانائی سے معمور ضابطہ وقانون ہے کہ دنیا کی تمام عدالتوں کے منصفوں اور حاکموں کے سامنے دنیا کے ہر مذہب وہر قوم کا انسان اسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ وہاں ہندوؤں کی طرح نہ سات چکر لگوائے جاتے ہیں، نہ عیسائیوں کی طرح گلے میں ایک دوسرے کے ہار ڈلوائے جاتے ہیں بلکہ صرف اور صرف اسلامی آئین کے مطابق مرد وعورت سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی نکاح کی تکمیل اور درستگی کے لئے ایجاب وقبول اشد ضروری ہے۔

اگر نکاح میں لڑکی کی رضامندی نہیں پائی گئی اور اس نے اپنے نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح فسخ کرنے کے لائق ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے عورت کو قبول نہیں کیا تو وہ بھی نکاح کالعدم ہوگا۔
چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

"لا یحل لکم ان ترثوا النسآء کرھاط۔ (سورۃ النساء، آیت ۱۹)

(تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن بیٹھو۔) [۹۰]

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ایجاب وقبول کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لاتنکح الثیب حتی تستأمر ولا البکر الا باذنہا قالوا یا رسول اللہ وما اذنہا قال ان تسکت"۔ [۹۱]

(شوہر دیدہ (ثیبہ) کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے اور نہ باکرہ کا نکاح کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔ لوگوں نے معلوم کیا یا رسول اللہ وہ اجازت کیسے دے گی؟ آپ نے فرمایا اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ:

"ان جاریۃ بکراً اتت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ [۹۲]

(بے شک ایک کنواری لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی کہ اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ نے اس کو اختیار دیا چاہے وہ نکاح ختم کو دے یا باقی رکھے۔)

معلوم ہوا کہ نکاح میں لڑکی کی رضا اور اجازت اشد ضروری ہے اس لئے ایجاب وقبول کی صورت میں اسلام نے اس کو واجب اور نکاح کا رکن قرار دیا ہے۔

دعوتِ ولیمہ

نکاح انسانوں کے لئے اللہ کی عطا کردہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ جو بہت سی نعمتوں کے

حصول کا باعث ہے۔ جیسے اولاد و مخلص و ہمدرد رفیقۂ حیات کا حصول، ماں، باپ ہونے کا شرف، سماج میں عزت و وقار اور خانگی زندگی کے لطف ولذت وغیرہ کا حصول۔ گویا کہ نکاح بذات خود ہی نعمت نہیں بلکہ دیگر دنیاوی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ اور انسان کو جب کوئی عظیم نعمت حاصل ہو تو پروردگار عالم کا حکم ہے کہ وہ بطور شکر اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا [۹۳]

(اے نبی آپ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے اس پر چاہئے کہ خوشی مناؤ۔)

نکاح سے چونکہ ایک نہیں بلکہ بہت سی نعمتیں ورحمتیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے اس موقع پر خوشی کا اظہار دعوت ولیمہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔ دعوتِ ولیمہ دراصل وہ خوشی کی دعوت ہے جو خاوند اپنی زوجہ کے ساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد اپنے دوست واحباب اور اعزہ و اقارب کو کھلاتا ہے اور یہ قرآن سے ثابت اور سنت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ ولیمہ کا صرف حکم ہی نہیں دیا ہے بلکہ خود بھی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزً والحماً"۔ [۹۴]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے نکاح فرمایا تو لوگوں کو روٹی اور گوشت سے شکم سیر کردیا۔)

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتق صفیة و تزوجها و جعل عتقها صداقها و اولم علیها بحیس"۔ [۹۵]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کرکے ان کے ساتھ نکاح کیا اور آزادی ان کا مہر قرار دیا اور آپ نے حیس کے ساتھ ان کا ولیمہ کیا۔)

حضرت صفیہ بنت شیبہ سے مروی ہے:

"اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض نسائہ بمدین من شعیر"۔ ۹۶

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کا دو مد جو کے ساتھ ولیمہ کیا۔)

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے ولیمے کے اہتمام کے ساتھ صحابہ کرام کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف پر زردی کا اثر دیکھا تو فرمایا اے عبدالرحمن یہ کیا ہے؟ عبدالرحمن نے عرض کیا یہ شادی کرنے کا نشان ہے میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے کھجور کی گٹھلی بھر سونے کے مہر پر۔ آپ نے فرمایا:

"فتبارک اللہ لک اَوْلِمْ ولو بشأۃ"۔ ۹۷

(اللہ تم کو برکت دے ولیمہ کرو اگر چہ ایک بکری کا ہو۔)

احادیث شریف کے مطابق نکاح کے موقع پر دعوتِ ولیمہ کرنا ہی سنت نہیں ہے بلکہ اس کی دعوت قبول کرنا اور اس میں شریک ہونا بھی سنت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتھا"۔

(جب تم میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اس میں حاضر ہو جائے۔)

دعوت ولیمہ میں دوست واحباب اور اقارب کے ساتھ غرباء وفقراء کو بھی مدعو کرنا چاہئے کہ یہی مسنون ومستحسن طریقہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"شر الطعام طعام الولیمۃ یدعیٰ لھا الاغنیآء ویترک الفقرآء ومن ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہٗ"۔ ۹۹

(سب کھانوں سے براوہ ولیمے کا کھانا ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔)

دعوت ولیمہ میں شرکت کرنے والے دوست واحباب وخویش واقارب دعوت تناول

کر کے یوں ہی نہ چلے جائیں بلکہ زوجین کو اپنی نیک دعاؤں سے بھی نوازیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نکاح کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مبارک باد دیتے اور اس کے لئے یوں دعا فرماتے:

"بارک اللہ لک و بارک علیک و جمع بینکما فی الخیر"۔ [100]

(اللہ تمہیں مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں کو بھلائی میں جمع کرے۔)

دف اور گیت

اسلامی نقطۂ نظر سے شادی کے موقع پر اعلانِ نکاح اور خوشی کے طور پر دف بجانا اور جائز کلام پر مشتمل منظوم نغمہ وگیت گانا جائز ہیں۔ احادیث شریف کی بہت سی روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں بھی اس کا رواج و معمول تھا۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

"جاء النبی صلی اللہ علیہ و سلم فدخل حین بنی عَلَیَّ مجلس علیٰ فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف و یندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت إحدٰھن و فینا نبیٌ یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ و قولی بالذی کنت تقولین۔ [101]

(جب میری رخصتی ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس طرح میرے بستر پر آ کر جلوہ افروز ہوئے جیسے آپ بیٹھے ہیں۔ پس کچھ لڑکیاں دف بجا کر اپنے ان بزرگوں کے کارنامے بیان کر رہی تھیں جو جنگ بدر میں جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے۔ جب ان میں سے ایک لڑکی نے کہا: اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور نے فرمایا، یہ بات چھوڑ دو اور وہی بیان کرو جو تم کر رہی تھیں۔)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت رخصت ہو کر اپنے انصاری شوہر کے پاس گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماکان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو"۔ [102]

(تمہارے پاس کوئی کھیل نہیں تھا کیونکہ انصار کھیل کو پسند کرتے تھے۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أعلِنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد و اضربوا علیہ باالدّفوف"۔ [103]

(تم لوگ نکاح کی تشہیر کرو، اس کو مسجدوں میں کیا کرو اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو۔)

اس طرح مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے موقع پر نکاح کے اعلان و تشہیر اور مسرت و شادمانی کی غرض سے عمدہ و اچھے کلام پر محمول نغمات کی نغمہ سرائی اور دف کا بجانا جائز ہے۔ لیکن اس میں یہ احتیاط کرنا انتہائی ضروری ہے کہ وہ ناجائز لہو ولعب کے طریقے پر ہرگز نہ ہو۔

شادی یا رشتۂ ازدواج کا مسنون طریقہ

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی نکاح وشادی کا جو ماقبل تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اس کے مطابق شادی کا سنت طریقہ یہ ہے کہ نکاح کا پیغام بھیجنے سے قبل فریقین یا ان کے اقارب ایک دوسرے کے اخلاق و عادات کی اچھی طرح تحقیق کرلیں اور اس میں مذہبی و دینی رجحان کو خاص طور سے پیش نظر رکھیں۔ اور اگر زیادہ اطمینان قلبی مقصود ہو تو استخارہ کی مدد لیں۔ نکاح کا پیغام قبول ہونے کی صورت میں دونوں فریقین کی رضامندی سے نکاح کا دن و تاریخ متعین کرنی چاہیے۔ مسنون و مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن اور مسجد میں سادگی کے ساتھ ادا کیا جائے۔ نکاح کی مجلس میں اگر غیر لوگ شریک ہوں تو دولہن کو محفل میں شریک نہ کیا جائے بلکہ اس کا ولی یا عاقلہ بالغہ ہونے کی صورت میں اس کا باختیار وکیل اس کی نیابت کا فریضہ انجام دے۔ اس موقع پر دولہن کنواری ہو یا ثیبہ بہر صورت اس کی رضا و اجازت ضروری ہے اور مہر کی تعیین بھی۔ پھر اس

کا ولی یا وکیل یا قاضی نکاح کا خطبہ پڑھے جس کا سننا حاضرین پر واجب ہے۔ اس کے بعد مقررہ گواہان کی موجودگی میں دولہا سے ایجاب وقبول کرایا جائے۔ یہ ایجاب وقبول بصیغۂ ماضی ہونا چاہئے، یا ایک ماضی اور دوسرا مستقبل یا ایک امر اور دوسرا مستقبل۔ ایجاب وقبول کے وقت دولہا کے سامنے دلہن اور اس کے والد اور مہر کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ تمام حاضرین جان لیں کہ کس عورت سے دولہا کا نکاح ہورہا ہے اور کتنے مہر کے عوض ہورہا ہے۔ مہر اپنی طاقت اور بساط کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس کے بعد دعا کی جائے اور چھوارے یا کوئی میٹھی چیز حاضرین میں تقسیم کرنی چاہئے۔ اس کے بعد حاضرین کو چاہئے کہ وہ زوجین اور ان کے اقارب کو مبارک بادی پیش کریں۔ شب زفاف گزارنے کے بعد مسنون ہے کہ دولہا اپنے دوست واحباب اور خویش و اقارب کو دعوت ولیمہ کھلائے جس کا کھانا اور کھلانا دونوں ثواب ہیں۔ لیکن اس میں غرباء وفقراء کو ہرگز فراموش نہ کرے۔ اس موقع پر نکاح کے اعلان، اور مسرت وشادمانی کے اظہار کی غرض سے دف بھی بجایا جاسکتا ہے اور جائز وبہترین اشعار وغیرہ پر مشتمل منظوم کلام اور نغمات کی نغمہ سرائی بھی کی جاسکتی ہے۔

بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح

اسلام نے شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ عورت اور طلاق کے بعد مطلقہ عورت کو دوسرا نکاح کرنے کی مکمل آزادی عطا فرمائی ہے اور ان سے نکاح کرنا اور ان کو سہارا دینا عظیم نیکی قرار دی ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا ساری بیوہ عورتوں سے اسی لئے نکاح فرمایا تاکہ آپ کی سنت سمجھ کر لوگ بیواؤں سے نکاح کریں، ان کو حوصلہ وسہارا دیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح ان کو منحوس وناپاک تصور نہ کریں۔

اسلام نے بیوہ ومطلقہ عورتوں کے ساتھ کتنا منصفانہ وعمدہ سلوک کیا ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے بیوہ، مطلقہ اور کنواری عورتوں کے حقوق میں کوئی بھید بھاؤ نہیں کیا ہے بلکہ دونوں کو یکساں حقوق ومراعات فراہم کی ہیں۔ کسی مرد کے پاس اگر کنواری اور بیوہ دونوں عورتیں ہوں تو اسلامی تعلیم کی رو سے ضروری ہے کہ وہ خرچ، مکان، کھان،

پان، رہن سہن اور رات گزارنے میں دونوں کو برابر سمجھے وگرنہ خدائے پاک کے یہاں اس کی سخت پکڑ ہوگی اور جہنم کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح نکاح میں کنواری لڑکی کی طرح بیوہ اور مطلقہ عورت کی اجازت و رضا لازمی قرار دی ہے، ماں، باپ اور شوہر کی وراثت و ترکہ میں ان کا مکمل خیال رکھا ہے بلکہ ان کی ضروریات پر خرچ کرنا بہترین صدقہ قرار دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَا اَدُلُّکم عَلٰی افضل الصَّدقة ابنتک مر دودة الیک لیس لها کاسبٌ غیرک۔ [۱۰۴]

(کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے بہتر صدقہ کیا ہے؟ فرمایا وہ اپنی اس لڑکی پر خرچ کرنا ہے جو تمہاری طرف لوٹ آئی یعنی اس کا شوہر مر گیا ہو یا اس کو طلاق دے دی گئی ہو اور تمہارے علاوہ اس کا کوئی کمانے والا بھی نہ ہو۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے بیوہ یا مطلقہ عورتوں کو یونہی در بدر کی ٹھوکریں کھانے اور لاچاری و مجبوری کی زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ عدت گزارنے کے بعد ان کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے کا مکمل حق دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ [۱۰۵]

(اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔)

وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [۱۰۶]

(اور تم میں جو لوگ مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو تم پر کوئی مواخذہ نہیں اس

کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شرع کے مطابق کریں۔ یعنی دوسرا نکاح۔)

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ بیوہ یا مطلقہ عورت عدت کے ایام گزارنے کے بعد دوسرے نکاح کا مکمل اختیار رکھتی ہے اور اس سے منع کرنے یا روکنے کا اس کے ولی یا کسی سرپرست کو شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔ قرآن کے اسی موقف کی وضاحت حدیث پاک کی مشہور و معروف کتب سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کے کتاب النکاح میں مذکور مختلف روایات سے ثابت ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے علاوہ باقی تمام بیوہ و مطلقہ عورتوں سے ہی عقد فرمایا تا کہ ان کو لوگ حقارت و ذلت کی نظر سے نہ دیکھیں اور میری محبوب سنت سمجھ کر اس پر عمل کریں اور پریشاں حال بیوہ یا مطلقہ عورتوں کا سہارا بنیں۔

خلاصہ یہ کہ اسلام نے مردوں کے لیے بیوہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز و سنت قرار دیا ہے اور بطور خاص لوگوں کو اس کی طرف راغب فرمایا ہے۔ اور عورتوں کو ان کی رضا و اجازت کا مالک و مختار بنایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو دوسری شادی کریں اور نہ چاہیں تو انکار کردیں۔ شریعت اسلامی کی طرف سے ان پر کوئی جبر یا دباؤ نہیں ہے بلکہ اگر جبراً ان کی مرضی کے کوئی نکاح کرتا یا کراتا ہے تو وہ نکاح فاسد ہوگا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"لاتنکح الثیب حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن واذنہا الصموت"۔ [۱۰۷]

(بیوہ یا مطلقہ اور کنواری کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔)

اسی حدیث کے درمیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ان الثیب لاتزوج حتی تستأمر وان زوجہا الاب"۔ [۱۰۸]

(بے شک بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اگرچہ اس کا باپ ہی اس کا نکاح کرنا چاہے۔)

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کی روایات سے بھی یہی ثابت ہے کہ بیوہ و مطلقہ کا نکاح نہ کرایا جائے یہاں تک کہ اس کی اجازت لے لی جائے اور اسی

طرح کنواری کا بھی نہ کیا جائے یہاں تک کہ اجازت لے لی جائے اور اگر والد یا ولی نے کنواری بالخصوص بیوہ یا مطلقہ کی رضامندی کے بغیر نکاح کر دیا تو وہ فاسد ہوگا۔ ۱۰۹

صحیح بخاری میں حضرت خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جب کہ یہ شوہر دیدہ (بیوہ یا مطلقہ) تھیں اور اس نکاح کو ناپسند کرتی تھیں:

"فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحہ"۔ ۱۱۰

(پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نکاح نہیں ہوا۔)

معلوم ہوا کہ اسلام نے جس طرح کنواری لڑکی کی اجازت و رضا کو شادی میں لازمی قرار دیا ہے اس سے زیادہ بیوہ اور مطلقہ کی مرضی و اجازت کو ضروری بیان کیا ہے اور اسی پر ان کے نکاح کی صحت و درستگی کو موقوف رکھا ہے۔ کنواری اور بیوہ یا مطلقہ عورتوں میں مساوات کا یہ اسلامی نظام صرف نکاح میں رضا و اجازت تک ہی محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کے لئے یہی دستور قائم ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اذا کان عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جآء یوم القیمۃ و شقہ ساقط۔ ۱۱۱

(جب کسی شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل و انصاف نہ کرتا ہو تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے بدن کا آدھا حصہ مفلوج ہوگا۔)

اسی طرح حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل۔ ۱۱۲

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان راتیں برابر تقسیم فرماتے تھے۔)

اس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے بیوہ اور مطلقہ عورتوں کو دوسری شادی کی مکمل اجازت عطا فرمائی ہے۔ اور کنواری عورتوں سے زیادہ ان کی رضامندی و اجازت اہم قرار دی ہے اور زندگی کے دیگر معاملاتِ ظاہری میں بھی ان کے ساتھ مساوات اور عدل کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے۔

بیوہ کی عدت وسوگ

نیک وباوفا عورت کے لئے اس کا شوہر ایک ناخداومسیحا کی حیثیت رکھتا ہے، جو زندگی کے ہر موڑ پر رنج والم میں اس کا مونس ومددگار رہوتا ہے۔ ایسے محسن ومخلص مہربان شوہر کی اگر اچانک موت واقع ہوجائے تو یقیناً یہ عورت کے لئے اس کی زندگی کا سب سے عظیم سانحہ ہوگا۔ کیونکہ دنیاوی زندگی میں اس کا سب سے بڑا سہارا، اور اس کی ضروریات کا کفیل ومحافظ شوہر تھا، جو آج اس سے رخصت ہوگیا۔ ایسے رفیق حیات اور ہمدم کی مفارقت سے یقینا عورتوں کو بے انتہا مصیبت وتکلیف ہوتی ہے اور فطری وطبعی طور پر رنج وغم منانے کو دل کرتا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس نے ایسی صورت میں بیوہ عورتوں کو چار ماہ دس دن کی عدت گزارنے کا حکم دیا ہے اور اس دوران زینت وآرائش کی چیزوں کو ممنوع قرار دیا ہے تاکہ سوگ و رنج وغم کے طور پر شوہر سے محبت ووفاداری کا اظہار ہوجائے اور اگر حاملہ ہے تو اس کے حمل کا انکشاف ہوجائے، ساتھ ہی ساتھ اعزا واقرباء اور اولاد کی دل شکنی بھی نہ ہو اور کسی کو یہ بھی کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ عورت دوسری شادی کے لئے کتنی بے قرار تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا [۱۳]

(اور تم میں جو مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔)

اس آیت میں عام حالات میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن بتائی گئی ہے لیکن اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل قرار دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [۱۴]

(اور حمل والیوں کی میعاد (عدت) یہ ہے کہ وہ اپنا حمل پیدا کرلیں۔)

مذکورہ بالا قرآنی احکام کی وضاحت حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لایحلُ لِامرأة تؤمن باللہ والیوم الاخر ان تحِدَّ علٰی مَیِتٍ فوق ثلاث لیالٍ اِلّا علٰی زوجٍ اربعۃ اشھر و عشراً" ۔ ۱۱۵

(کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی میت کا سوگ کرے علاوہ اپنے خاوند کے کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن ہے۔)

صحیح بخاری میں حاملہ عورت کی عدت کے تعلق سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم کی سبیعہ نامی ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا اور وہ اس وقت حاملہ تھی پس ابوالسنابل بن بعک نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو اس نے نکاح سے انکار کر دیا۔ ابوالسنابل نے کہا خدا کی قسم تیرے لئے نکاح کرنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک تو عدت پوری نہ کر لے۔ چنانچہ ابھی دس روز ہی گزرے تھے کہ بچہ پیدا ہوگیا:

"ثم جاءت النبیَ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اَنکحی" ۔ ۱۱۶

(پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا تم نکاح کر لو۔)

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں ہے:

"وضعت سبیعۃ الاسلمیۃ بنت الحارث حَملَھا بعد وفاۃِ زوجھا ببضع و عشرین لیلۃ فلما تعلت من نِفاسِھا تشوفت فعیب ذلک علیھا و ذکر امرھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان تفعل فقد مضیٰ اجلھا" ۔ ۱۱۷

(سبیعہ اسلمیہ جو حارث کی بیٹی تھی اپنے شوہر کے انتقال کے بیس دن بعد بچہ جنی۔ جب نفاس سے فارغ ہوئی تو اس نے بناؤ سنگار کیا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی اور انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا، بے شک وہ سِنگار کرے، اس کی عدت مکمل ہو چکی۔)

اس طرح قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بیوہ کی عدت معمولی حالات میں چار

ماہ دس دن اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل ہے۔ اور عدت کے انہیں ایام میں سوگ کے طور پر بناؤ سنگار کرنے اور اس سے متعلق اشیاء کا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحدَّ فوق ثلث الا علیٰ زوجٍ فانھا لاتکتحل ولا تلبس ثوباً مصبوغاً الا ثوب عصبٍ۔ (وفی روایۃ) ولا تمسّ طیباً اِلا ادنیٰ طھرھا اذا طھرت نبذۃ من قسط و اظفارٍ۔ [۱۱۸]

(کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ کرے علاوہ شوہر کے۔ پس وہ نہ سرمہ لگائے، نہ رنگ دار کپڑے پہنے مگر جو پہلے سے رنگا ہوا ہو۔ (اور ایک روایت میں ہے) اور نہ خوشبو استعمال کرے مگر پاک ہونے کے قریب تھوڑی سی قسط یا اظفار کا استعمال کرسکتی ہے۔)

"لا تحد امرأۃ علی میّت فوق ثلث اِلا علیٰ زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ اشھر و عشراً ولا تلبس ثوباً مصبوغًا ولا ثوب عَصبٍ ولا تکتحل ولا تمشط ولا تمسُّ طیبًا الّا عند طھرھا حین تطھر نبذا من قسط و اظفار"۔ [۱۱۹]

(کوئی خاتون کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ غم نہ منائے لیکن شوہر کی وفات پر وہ چار ماہ دس دن عدت گزارے اور اس دوران نہ رنگ دار کپڑے پہنے نہ دھاری دار، نہ سرمہ ڈالے، نہ کنگھی کرے اور نہ ہی خوشبو لگائے۔ البتہ اگر وہ حیض سے پاک ہونے پر خون کی بدبو زائل کرنے کے لئے کچھ قسط یا اظفار لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔)

اسی طرح ایک حدیث میں حضرت اُمِّ سلمہ جب کہ وہ بیوہ ہوئیں تو ان سے ارشاد فرمایا:

"ولا تمتشِطی بالطیب ولا بالحناءِ فانہ خضاب قلتُ بای شیءٍ

امتشط یا رسول اللہ قال بالسدر تغلفین بہ رأسکِ" ۔ ۱۲۰

(تم خوشبودار شئی یا مہندی سے سر نہ دھویا کرو۔ اس لئے کہ یہ خضاب ہے۔ میں نے عرض کیا پھر کس چیز سے سر دھوؤں؟ آپ نے فرمایا تم بیری کے پتوں سے سر دھویا کرو۔)

اسلام نے بیوہ عورت کو چار ماہ دس دن عدت گزارنے اور اس دوران بناؤ سنگار اور اس سے متعلق اشیاء کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ عورتوں پر ظلم و زیادتی ہے بلکہ بہت سی مصلحتوں کے ساتھ اس میں عورتوں پر اسلام کا احسان عظیم بھی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں جہاں ایک طرف بیوہ عورت کو لعنت و نحوست کا ذریعہ قرار دے کر اس پر طرح طرح کے ظلم وستم کئے جاتے تھے وہاں دوسری طرف عدت و سوگ کے نام پر بھی اس کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز سلوک کئے جاتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

"جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو وہ ایک کوٹھری میں داخل ہو جاتی، خراب سے خراب کپڑے پہن لیتی اور خوشبو کو ہاتھ تک نہ لگاتی۔ یہاں تک کہ ایک سال گزر جاتا۔ پھر اس کے پاس گدھا، بکری یا پرندہ کوئی جانور وغیرہ لایا جاتا اور وہ اس پر ہاتھ پھیرتی تو شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ وہ مر نہ جاتا۔ پھر اس کے پاس مینگنیاں لائی جاتیں تو وہ انہیں پھینکتی ہوئی چلی جاتی اور اس کے بعد خوشبو وغیرہ جس چیز کو استعمال کرنا چاہتی کر سکتی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام میں سوگ چار ماہ دس دن ہے حالانکہ زمانۂ جاہلیت میں عورت ایک سال بعد مینگنیاں پھینکتی تھی"۔ ۱۲۱

اسی طرح بعض روایات میں ذکر ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ پھٹے، پرانے، گندے کپڑے پہن کر بری جگہ میں رہتی تھی۔ اس مدت میں نہ تو کبھی کپڑے تبدیل کرتی، نہ غسل کرتی، نہ بال سنوارتی اور نہ ناخن تراشتی تھی۔ وہ غلاظت کا سراپا مجسمہ بن جاتی تھی۔ عالم یہ تھا کہ ایک سال کی عدت کے بعد جب یہ باہر نکلتی، اور جو بھی جانور کتا، گدھا وغیرہ سامنے آتا اور اس سے یہ اپنا جسم رگڑتی یا پونچھتی تو اس کی

بدبو سے اکثر وہ مرجاتا تھا۔[۱۲۲]

اسلام نے دور جاہلیت کی ان تمام بیہودہ رسومات وخرافات کا مکمل خاتمہ کر دیا اور عورت کو حکم دیا کہ وہ شوہر کے انتقال کے بعد صرف چار ماہ دس دن کا سوگ منائے اور اس دوران وہ صرف بناؤ سنگار کی اشیاء کے استعمال سے اجتناب کرے۔

مطلقہ کی عدت

باہمی اختلاف وتنازع یا کسی دیگر وجہ سے اگر مرد اپنی عورت کو طلاق دے دے تو ایسی صورت میں اسلام نے عورت پر تین ماہ کی عدت گزارنا واجب قرار دی ہے، جس کی چند حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ممکن ہے کہ اس دوران مرد یا عورت یا دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ اپنے اپنے جرم وخطا پر نادم وشرمندہ ہو کر مصالحت کے لئے راضی ہو جائیں اور مراجعت کر کے پھر سے ازدواجی زندگی راضی خوشی گزارنے لگیں۔ دوسرے یہ کہ اگر مطلقہ عورت حمل سے ہے تو وہ ظاہر ہو جائے کیونکہ تین ماہ گزرنے کے بعد عورت کا حاملہ ہونا بخوبی ثابت ہو جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ رشتۂ ازدواج کتنی عظیم نعمت ہے اور اس کے تقاضوں کو پامال کرنا کتنی اذیت ناک زحمت ہے اس کا بخوبی تجربہ ہو جائے۔ چنانچہ اسی قسم کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

> يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا[۱۲۳]
>
> (اے نبی (آپ فرما دیجئے) کہ جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو۔ عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں

سے آگے بڑھا، بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے یعنی مصالحت پیدا فرمادے۔)

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ طلاق بے وجہ نہیں دینی چاہئے، دوسرے یہ کہ طلاق میں عدت کا شمار ہوگا اور تیسرے یہ کہ اگر عورت نے کوئی بے حیائی یا حرام کاری کا کام نہیں کیا ہے تو وہ عدت کی مدت تک شوہر کے گھر میں ہی رہے گی۔ نہ ہی شوہر اس کو گھر سے باہر نکالے گا اور نہ ہی وہ خود نکلے گی، تاکہ اس درمیان خوب اچھی طرح غور و فکر کرلیا جائے کہ ہم غلط روی کا شکار تو نہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اجمالی طور پر عدتِ طلاق کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بعض دیگر آیات میں واضح طور پر اس کی مدت و میعاد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ [۱۲۴]

(اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا۔)

اس آیت میں مطلقہ عورت کی عدت تین حیض یعنی تین ماہ قرار دی گئی ہے اور حمل یا خون حیض کے چھپانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے رجعت اور ولد میں جو شوہر کا حق ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا [۱۲۵]

(اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے درمیان ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں۔)

یعنی مرد نے اگر عورت کو طلاق رجعی دی ہے تو عدت کے درمیان عورت سے مراجعت کرنے کا مرد کو مکمل حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل سے قبل وہ دوبارہ اس کو اپنی زوجیت میں لا سکتا ہے۔ نیز اپنی اولاد پر جو اس کا حق ہے وہ بھی برقرار رہے گا۔ اس طرح اس آیت سے جہاں عدت کی چند مصلحتوں کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تین حیض کی

مدت اس مطلقہ عورت کی عدت ہے جس کو حیض آتا ہے۔ لیکن اگر عورت کو حیض ہی نہ آتا ہو مثلاً وہ بوڑھی ہو، نابالغہ ہو یا بانجھ ہو تو ایسی صورت میں عدت کی میعاد کیا ہوگی؟ ان تمام صورتوں میں عدت کے تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ١٢٥

(اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔)

مطلقہ عورت کے بارے میں قرآن نے جو حکم صادر کیا ہے اس کی توضیح و تشریح حدیث پاک میں بھی کافی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی جب کہ وہ حائضہ تھیں۔ پس اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"مُرْهُ فليراجعها ثم ليمسكها حتىٰ تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم ان شآء امسک بعد وان شآء طلق قبل ان يَمَسَّ فتلک العدة التی امر الله ان تطلق لها النسآء۔" ١٢٦

(اسے روکے رکھو اور رجوع کرنے کا حکم دو تاکہ ٹھہری رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے اب اگر چاہو روک لو اور چاہو طلاق دے دو لیکن اس کو ہاتھ لگانے سے قبل، پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس طرح دی جائے۔)

صحیح بخاری میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ:

"ان لم تعلموا تحضنَ واللّائی قعدن عن الحیض واللّائی لم

تحضن فعدتهن ثلثة اشهر"۔ ۱۲۷

(اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ فلاں عورت کو حیض آتا ہے یا نہیں اور جن کا حیض آنا بند ہوگیا اور جنہیں حیض آتا ہی نہیں، ان کی عدت تین ماہ ہے۔)

عدت کے تعلق سے اس امر کا بھی لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ اگر مطلقہ عورت دوسرے نکاح کی خواہش مند ہے یا کوئی مرد اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اسلامی شریعت کے حکم سے عدت کے درمیان نکاح ہرگز نہ کیا جائے کہ حرام ہے۔ اور نہ ہی ظاہری طور پر نکاح کا پیغام دیا جائے۔ ہاں اشارۃً پیغامِ نکاح دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۱۲۸

(اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں کہ جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپائے رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کا کام پکا نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔)

مطلقہ عورت کے ساتھ حسن سلوک کے طور پر اسلام نے ایک حکم یہ بھی دیا ہے کہ وہ عدت کے ایام اسی گھر میں گزارے اور وہاں سے نکلنے کی ہرگز کوئی کوشش نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی خطرہ لاحق ہے یا سخت مجبوری ہے تو جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک کی بہت سی روایات سے ثابت ہے اور شوہر کا یہ مذہبی واخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اس درمیان اس کی ضروریات کا مکمل خیال رکھے، کسی طرح کی پریشانی وتکلیف نہ ہونے دے اور عدت کے اختتام تک مکمل اس کی حفاظت کرے جیسا کہ سورۃ الطلاق آیت ۱ اور سورۃ الطلاق آیت ۶ سے ظاہر ہے:

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ۱۲۹ .

(اور میعاد کے اختتام تک ان کی حفاظت کرو اور اپنے رب سے ڈرو، انہیں ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو۔)

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ٥ [130]

(انہیں اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق اپنے مکان میں رکھو اور انہیں پریشان کرنے کی نیت سے تکلیف نہ دو۔)

تعدد ازدواج

اسلام نے بعض حکمتوں و مصلحتوں کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ مسلمان مرد کو اپنے نکاح میں بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس اصول وضابطے پر بعض اہل علم کو سخت اعتراض ہے، حالانکہ یہ صرف اسلام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب دنیا کے تمام بڑے مذاہب اور مشہور اقوام میں ایک ساتھ ایک سے زیادہ عورتیں رکھنے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ:

"قدیم ایران میں خاندان کی بنیاد چند بیویوں پر قائم تھی، ایک مرد کو چند عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت تھی اور ہر شخص اپنی آمدنی کے حساب سے عورتیں رکھ سکتا تھا"۔ [131]

یہودی مذہب میں بھی تعدد ازدواج کی اجازت ہے اور تعداد کی کوئی قید یا حد نہیں۔ توریت میں جن انبیاء کرام کا تذکرہ ہے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام، ان سب کے حرم میں ایک سے زیادہ ازواج مطہرات تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقد میں تین بیویاں تھیں (۱) سیدہ ہاجرہ، (۲) سیدہ سارہ اور (۳) حضرت قتورہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں (۱) لیاہ، (۲) زلفہ، (۳) راحل اور (۴) بلہہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

بھی چار ازواج تھیں (۱) حضرتِ سفورہ، (۲) حبشیہ، (۳) قینی اور (۴) حباب۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ۹ بیویاں اور کچھ باندیاں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عقد میں سات سو آزاد عورتیں اور تین سو باندیاں تھیں۔ [۱۳۲]

عیسائی مذہب میں بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۵ میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اپنی تشریف آوری کی خبر میں دس کنواری لڑکیوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی، گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی تھیں ان کے لئے دروازہ نہ کھولا گیا۔ [۱۳۳]

قدیم عیسائی تاریخ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ عیسائی لوگ ایک سے زیادہ عورتیں رکھتے تھے۔ ویسٹر مارک (Wester Mark) کو تاریخ ازدواج کا مستند عالم تسلیم کیا جاتا ہے، اس نے لکھا ہے کہ کلیسا کی منظوری و مرضی سے سترہویں صدی تک تعدد ازواج کا دستور تھا اور اکثر ان حالات میں ہوتا تھا جو کلیسا اور حکومت کے شمار میں نہیں آتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض عیسائی فرقوں کے نزدیک تعدد ازواج ضروری تھا۔ [۱۳۴]

اسی طرح ہندو دھرم میں بھی ایک مرد کے بیک وقت ایک سے زیادہ غیر محدود تعداد میں بیویاں رکھنے کے واضح ثبوت موجود ہیں۔ چنانچہ رگوید منڈل ۸، سوکت ۹، منتر ۱۳۸ور منڈل ۵، سوکت ۹۴ اور منتر ۱۶ میں ذکر ہے کہ راجہ ترسدسیو (त्रसदस्यु) نے سوبھری کو ۵۰ عورتیں وداع میں دی تھیں۔ رگوید منڈل ۱، سوکت ۲۶، منتر ۱۳ور منڈل ۷، سوکت ۱۸ منتر ۲۲ میں ہے کہ کک چھی وان (कक्षीवान) نے راجہ سونے بھاویوے ''स्वनय 'भावयव्य''' کے یہاں سے شادی میں ۱۰ لڑکیاں حاصل کی تھیں۔ رگوید منڈل ۱۰، سوکت ۹۵ اور ۱۵۹ اور اتھروید کانڈ ۳، سوکت ۱۰ سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں تعدد ازواج کی رسم جاری تھی اور راجہ اندر کے کئی رانیاں تھیں۔ رگوید کے مشہور ایتریے براہمن ۱/۳۳ (ऐतरीय ब्राहमण) میں لکھا ہے کہ راجہ ہرش چندر کی سو بیویاں تھیں۔ یجروید ادھیائے ۳۲، منتر ۲۴ اور ادھیائے ۲۶ منتر ۲۸ میں ہے کہ اشومیگھ یگ کے وقت کئی کئی بیویاں یگ میں حصہ لیتی تھیں۔ شت پتھ براہمن (۱۳-۴-۱-۹) میں آیا ہے کہ اشومیگھ (अश्वमेघ) یگ میں ۴ بیویاں خدمت کرتی ہیں۔ بھاگوت پران اسکندھ ۹،

ادھیائے ۶، اشلوک ۲۵ تا ۳۰ میں راجہ یوناشو (यवनाश्व) کے متعلق مذکور ہے کہ اس کے ۱۰۰ رانیاں تھیں۔ اور اسی پران (पुराण) میں لکھا ہے کہ راجہ ششی بندو (गजाशशी विन्दु) کے دس ہزار رانیاں تھیں۔ جن میں ہر ایک سے ایک ایک لاکھ لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ شری کرشن کے ۸ رانیاں اور سیکڑوں گوپیاں تھیں۔ ان کے علاوہ تعدد ازواج کے ثبوت میں ہندو دھرم گرنتھوں میں اور بھی بہت سے حوالہ جات و دلائل موجود ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں ہم ان سے گریز کر رہے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے ''ہندو دھرم میں تعدد ازواج'' عنوان کا مطالعہ کریں جہاں کافی شرح وبسط کے ساتھ اس پر گفتگو کی گئی ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے علاوہ قدیم ہندوستانی تاریخ سے بھی اس کی ترجمانی ہوتی ہے کہ قدیم ہندو لوگ کافی بڑی تعداد میں عورتیں رکھتے تھے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ راجہ اشوک کے ۵ بیویاں تھیں۔ مارواڑ کے راجہ اجیت سنگھ کے ۶۴ رانیاں تھیں۔ بوندی کے راجہ بدھ (बुद्ध) سنگھ کے ۸۴ رانیاں تھیں۔ مڈررے کے راجہ کے ۱۶۱۱ رانیاں تھیں اور مڈررے کے ہی دوسرے راجہ کی ۱۶۲۰ رانیاں تھیں اور ۱۷۲۳ء میں مارواڑ کے راجہ کی ۵۰۰ رانیاں تھیں۔

تعدد ازواج یا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا دستور ایران، ہندوستان، یہود اور نصاریٰ میں ہی نہیں تھا بلکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل زمانۂ جاہلیت میں خود عرب کا یہ حال تھا کہ لوگ اپنی جسمانی ہوس، موج مستی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ عورتوں سے شادی کرتے تھے اور اس سلسلے میں کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ یہ عورتیں جب اپنی ضروریات اور اخراجات کے لئے مطالبہ کرتیں تو ان کو تکالیف دیا کرتے تھے، ان پر ظلم و ستم کرتے تھے اور انصاف و دیانت داری کے ساتھ سب کے حقوق برابر ادا نہیں کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب وممالک اور مشہور اقوام بالخصوص اہل عرب میں تعدد ازواج کا دستور رائج تھا اور اس بارے میں کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ جس سماج وماحول میں کثیر تعداد میں عورتیں رکھنے کا رواج ہو، ظاہر ہے کہ وہاں یکا یک اس پر قدغن لگانا ممکن نہ تھا اس لئے اسلام نے بڑی مصلحت سے اس برائی کا سدباب کرنے اور انتہائی بگڑے ہوئے معاشرہ کو سدھارنے کے لئے بیویوں کی تعداد کو محدود کر دیا اور چار سے زیادہ عورتیں بیک وقت اپنے نکاح

میں رکھنا حرام قرار دے دیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والوں کے لئے یہ شرط و پابندی بھی عائد کردی کہ تعدد ازواج اسی صورت میں جائز ہے جب کہ کسی بیوی کا جسمانی و مالی کسی طرح کا کوئی حق نہ مارا جائے، سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا جائے، کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں یکساں حسن سلوک کیا جائے۔ اس قانون و پابندی کا یہ اثر ہوا کہ دھیرے دھیرے تعدد ازواج کا رواج بھی خود بخود ختم ہونے کے کگار پر پہنچ گیا۔ یہ اسی تدبیر کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں میں چار یا تین بیویاں تو دور کی بات ہے، دو بیویاں بھی بمشکل نظر آتی ہیں۔ چنانچہ حکمت و مصلحت سے معمور تعدد ازواج کے دستور کو پیش کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۱۳۵[1]

(تم نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ دو یا تین یا چار بیویوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ یا باندیاں رکھو جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔)

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کے لئے شرط وضروری ہے کہ سب کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے اور سب کے حقوق برابر ادا کئے جائیں ورنہ ایک ہی عورت کو اپنے نکاح میں رکھا جائے۔

تعدد ازواج کے بارے میں قرآن نے جو موقف بیان کیا ہے اس کی وضاحت حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا کان عندالرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جآء یوم القیمة وَ شِقُّہٗ ساقط"۔ ۱۳۶[1]

(جب کسی شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ عدل و مساوات کا سلوک نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک

حصہ گرا ہوا ہوگا۔)

اسی طرح ایک حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

"ان النبی کان یقسم بین نسائہ فیعدل و یقول اللھم ھذا قسمتی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا املک"۔ ۱۳۷

(بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے یہاں باری باری رہتے تھے اور پورے انصاف سے برتاؤ کرتے تھے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے کہ یا اللہ یہ میری تقسیم ہے، ان معاملات میں اور عملی برتاؤ میں جو میرے اختیار میں ہے۔ پس ملامت نہ کر اور محاسبہ نہ فرما اس معاملہ میں جو میرے اختیار میں نہیں بلکہ تیرے اختیار میں ہے۔)

اس طرح قرآن وسنت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ضرور دی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی نافذ کی ہے کہ ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے اور غذا، خوراک، مکان، سامان، لباس، زیور اور دیگر ضروریات میں برابری رکھی جائے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام نے ساری ازواج میں عدل وانصاف اور حقوق میں مساوات کی شرط کے ساتھ مرد کو بیک وقت چار عورتیں اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے اور چار سے زیادہ بیویاں رکھنے یا عدم مساوات کے ساتھ چار سے کم بیویاں رکھنے کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ اور صرف منع ہی نہیں فرمایا ہے بلکہ کہیں سختی اور کہیں پیار کے ساتھ لوگوں سے اس پر عمل بھی کرایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

"اَنَّ غیلان بن سلمه الثَّقفی اسلم و له عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمنَ معهٗ فامرهٗ النبی صلی الله علیه وسلم ان یتخیر اربعًا مِنهنَّ"۔ ۱۳۸

(غیلان بن سلمہ، مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں وہ بھی ان

کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ان میں چار کا انتخاب کرلو۔)

اسی طرح حضرت قیس بن حارث فرماتے ہیں کہ:

"اسلمتُ و عندی ثمان نسوۃ فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبیﷺ اختر منھن اربعًا"۔ [139]

(میں مسلمان ہوا اور اس وقت میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ان میں سے چار چن لو۔)

معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کے عربوں میں تعدد ازدواج کے تعلق سے کوئی حد متعین نہیں تھی۔ کوئی دس رکھتا تھا تو کوئی آٹھ۔ لیکن اسلام نے اس بری رسم ورواج کا نہ صرف خاتمہ کیا بلکہ سب سے پہلے یہ اصلاح کی کہ تعداد ازواج میں چار عورتوں کی قید لگادی اور یہ حکم نافذ کردیا کہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت کوئی اپنے عقد میں نہیں رکھ سکتا۔

اسلام کے اس اصول وقانون میں کیا مصلحت وکیا حکمت ہے؟ اس تعلق سے جب غور وفکر کیا جاتا ہے تو ایک نہیں بلکہ چند مصلحتیں وحکمتیں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ جس معاشرہ وقوم میں زیادہ سے زیادہ بیویاں رکھنا لوگوں کی عادت ہو ایسے سماج اور ماحول میں اگر صرف ایک عورت رکھنے کا حکم دیا جاتا تو بہت سے لوگ اس پر عمل بمشکل ہی کر پاتے اور اگر کر بھی لیتے تو چوری چھپے ان کے قدموں کے بہک جانے کا خطرہ تھا۔ ایسی صورت میں اسلام کا جو اصل مقصد ہے یعنی انسان اور انسانی معاشرہ کو پاک وصاف بنانا اور بے حیائی، بے شرمی اور زنا جیسی انتہائی غلیظ بیماریوں سے حفاظت کرنا وہ ایک دم فوت ہو جاتا۔ اس لئے اسلام نے انسان کی ضرورت، عادت اور حالات کے پیش نظر ایسا قانون بنایا تاکہ لوگ جائز وحلال طریقے سے اپنی جسمانی ضرورت وخواہش کی تکمیل بھی کرلیں اور زنا کاری وحرام کاری سے بھی محفوظ رہیں۔

دوسری یہ کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کو اپنی زندگی میں کبھی کبھی ایک سے زیادہ بیویوں کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے بلکہ کبھی یہ ضرورت اس کی مجبوری بن جاتی

ہے۔ اور یہ ضرورت کبھی انسان کی ذاتی ہوتی ہے تو کبھی سماجی و خاندانی اور کبھی قومی و ملکی۔ کیونکہ کبھی مرد کی مردانگی قدرتاً بہت زیادہ ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنی زیادتی عمر، ضعف اور بیماری کی وجہ سے شوہر کا حق ادا کرنے کے لائق نہیں ہوتی۔ اسی طرح حیض ونفاس اور حمل کے بہت سے ایام میں عورت مباشرت کے قابل نہیں ہوتی۔ ان حالات میں مرد اگر اپنی مردانگی یا جسمانی خواہشات پر کنٹرول نہیں کرسکتا ہے تو ایک سے زیادہ بیویوں کا نکاح میں رکھنا انسان کی ذاتی ضرورت ہے۔ اور اگر کسی قدرتی آفت، وبائی مرض، مہاماری یا خطرناک جنگ کے باعث مردوں کی تعداد بہت کم ہو جائے اور عورتوں کی زیادہ، تو ایسی صورت میں ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا ایک قومی اور ملکی و خاندانی ضرورت بن جاتی ہے۔

تیسری یہ کہ پیدائش کے لحاظ سے اگرچہ مرد و عورت کی تعداد تقریباً برابر ہوتی ہے لیکن موت کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ روز مرہ کے حادثات میں مرد ہی زیادہ ہلاک ہوتے ہیں، فوج میں بھی مرد ہی شہید ہوتے ہیں اور عام موتوں میں بھی مرد ہی زیادہ ختم ہوتے ہیں۔ اور اس طرح مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے۔ اب آپ خود ہی غور کریں کہ اگر ایک مرد پر ایک ہی بیوی رکھنے کی پابندی لگا دی جائے تو کتنی عورتیں بیوہ یا کنواری رہ جائیں گی۔ اور شادی نہ ہونے کی صورت میں کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ غلط راہ پر چلی جائیں۔ اس کے برخلاف نکاح وعقد ہونے کی حالت میں بیوہ عورتوں کو سہارا بھی مل جائے گا، ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت بھی ہو جائے گی اور معاشرہ بے حیائی و زنا کاری سے بھی محفوظ رہے گا۔

مختصر یہ کہ انہیں سب حالات اور معاشرتی، خاندانی، ذاتی، قومی اور ملکی مجبوریوں و ضرورتوں کے تحت اسلام نے یہ اصول وضابطہ پیش کیا ہے کہ ایک انسان بیک وقت اپنی زوجیت میں چار عورتیں رکھ سکتا ہے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ان کے مابین عدل و مساوات کا مکمل لحاظ رکھا جائے، نہیں تو ایک ہی بہتر وضروری ہے۔

جہیز

والدین لڑکی کی شادی کے موقع پر حتی المقدور جو ساز و سامان دیتے ہیں، عرف عام

میں اس کو جہیز کہا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ واجب وضروری یا سنت نہیں بلکہ ایک مناسب رسم کی حیثیت سے جائز ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ اس کے اندر کوئی اسراف یا فضول خرچی اور نام ونمود نہ ہو اور قرض وغیرہ لے کر اس کا بندوبست نہ کیا گیا ہو۔ ان تمام افعالِ قبیح سے اجتناب کرتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو نکاح کے موقع پر اس کی ضرورت کا ساز و سامان بطور تحفہ یا جہیز کی شکل میں دیتا ہے تو اسلام اس کو منع نہیں کرتا بلکہ جائز قرار دیتا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ خود پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے وقت ان کو ضرورت کا سامان فراہم کیا تھا۔

چنانچہ سنن نسائی شریف میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"جَهَّزَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة فی خمیل و قربة و وسادة حشوها اذخر"۔ [۱۴۰]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا کو جہیز کے طور پر ایک کالے رنگ کی چادر اور ایک مشک اور ایک تکیہ دیا تھا۔ اور اس تکیے میں اذخر (عرب میں پیدا ہونے والی) ایک قسم کی گھاس بھری ہوئی تھی۔)

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں ہے کہ:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی علیًا و فاطمة و هما فی خمیل لهما قد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَهَّزَ هما بها و وسادة فحشواة اذخر أو قربة" [۱۴۱]

(بے شک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان دونوں کے پاس ایک چادر تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہیز کے طور پر دی تھی اور ایک تکیہ تھا جس میں عرب کی اذخر گھاس بھری ہوئی تھی اور ایک مشکیزہ تھا۔)

ان دونوں احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو چند ضرورت کی چیزیں جہیز کے طور پر دی تھیں اور اس کا آپ سے کسی

نے مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ ازراہِ محبت و ہمدردی ایسا کیا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی بساط کے مطابق بنا کسی مطالبے وسوال، بنا کسی ریا کاری اور بنا کسی قرض و پریشانی کے ضرورت کا ساز و سامان اپنی بیٹی کو دیتا ہے تو وہ مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں جائز و مباح ہے۔

حدیث شریف میں مذکور لفظ "جَهَّزَ" کے تعلق سے بعض اہل علم کا ماننا ہے کہ یہاں اس لفظ سے "جہیز" مراد نہیں بلکہ اس سے مقصود ضروری ساز و سامان کا انتظام و بندوبست کرنا ہے، اس لئے کہ لفظ جہیز تو عربی زبان و ادب اور معاشرے میں متعارف ہی نہیں ہے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو جو سامان دیا تھا وہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں دیا تھا بلکہ آپ نے حضرت علی کے پیسے سے ہی کچھ ضرورت کا سامان منگا کر اس کا انتظام کیا تھا۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس کو جہیز کا نام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ وہ آپ کے ہونے والے داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مال سے خریدا گیا تھا۔ چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں ذکر تزویج علی بفاطمۃ رضی اللہ عنہا کے عنوان کے تحت مذکور ہے کہ:

"حتی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت تزوجنی فاطمہ؟ قال عندک شیئی؟ فقلت فرسی و برقی قال اَمّا فرسک فلا بر لک منھا و اما بدنک فبعھا فبعتھا من عثمان بن عفان باربع مائۃ و ثمانین درھماً ثم ان عثمان ردّ الدرع اِلٰی علی فجآء بالدرع والدراھم الی المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم فدعالعثمان بدعوات کما فی روایۃ۔ فجئتہ بھا فوضعتھا فی حجرہ فقبض منھا قبضۃ فقال ای بلال ابتع لنا بھا طیبًا و فی روایۃ ابن ابی خیشمۃ من علی: امر صلی اللہ علیہ وسلم ان یجعل ثلث الاربعۃ مائۃ و ثمانین فی الطیب و امرھم ان یجھز وھا فجعل لھا بسریر مشروط و وسادۃ من ارم حشو ھالیف"۔ [۱۴۲]

(حضرت علی فرماتے ہیں سب کے بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا حضور حضرت فاطمہ کو میرے نکاح میں دینا

پسند فرمائیں گے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا، میرا گھوڑا ہے اور میری زرہ ہے۔ فرمایا، گھوڑے کی تو تمہیں بہر حال ضرورت ہے، رہی تمہاری زرہ تو اس کو فروخت کردو۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کے ہاتھ وہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کردی۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے وہ زرہ بھی واپس کردی۔ حضرت علی وہ زرہ اور رقم لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے حق میں دعائے خیر فرمائی جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ پھر میں (علی) رقم لے کر آیا اور حضور کی گود میں رکھدی۔ حضور ﷺ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فرمایا کہ بلال! اس رقم کی خوشبو خرید کر ہمارے پاس لے آؤ۔ ابن ابی خیثمہ نے حضرت علی کی زبانی جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: حضور نے حکم فرمایا کہ ان چار سو اسّی درہموں کی تہائی ایک سو ساٹھ درہم خوشبو میں خرچ کی جائے۔ پھر حضور نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان (حضرت فاطمہ) کا سامان مہیا کریں۔ چنانچہ ان کے لیے ایک بنی ہوئی چار پائی اور ایک چرمی تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، تیار کیے گئے۔)

مذکورہ بالا اشکال واعتراض کے توضیحی جواب کے طور پر ہم بتانا چاہیں گے کہ یہ بات درست ہے کہ لفظ ''جہیز'' عربی زبان وادب اور عربی معاشرے میں متعارف نہیں ہے اور نہ ہی یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کا عربی زبان وادب سے گہرا تعلق ہے اور یہ عربی زبان کے لفظ جَہاز سے ماخوذ ہے اور فارسی وار دو زبان میں اسی لفظ جہیز سے متعارف ہے۔ غیاث اللغات فارسی میں ہے کہ:

''جہیز بکسر تین و یائے مجہول وزائے معجمہ امالۂ جہاز بمعنی ساختگی اسباب و رخت برائے دختر و مردہ''۔ [۱۴۳]

(لفظ جہاز کو امالہ کر کے جہیز بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں بیٹی اور مردے کے

واسطے ساز و سامان تیار کرنا)

اور کریم اللغات فارسی میں جہیز کا معنی اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''وہ سامان اور اسباب جولڑکی کو بروقت شادی کے دیا جائے''۔ [۱۴۴]

مختصر یہ کہ جہیز فارسی اور اردو زبان کا لفظ ہے جو عربی لفظ جہاز سے ماخوذ ہے اور یہ لفظ جہاز جیم کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ مستعمل ہے اور اس کے مختلف معانی ہیں جیسے: جہاز العروس (دولہن کی ضرورت کی چیزیں)، جہاز المسافر (مسافر کی ضرورت کی چیزیں)، جہاز الجیش (فوج کی ضرورت کی چیزیں) اور جہاز المیت (مردے کی ضرورت کی چیزیں)۔ یعنی ضرورت کے ساز و سامان کے لئے عربی زبان میں جہاز کا لفظ بولا جاتا ہے اور اسی سے مشتق ہے فعل جَهَزَ اور یہ بھی ساز و سامان کی تیاری وانتظام کے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب کسی قوم کے لئے سفر کا سامان تیار کیا جائے تو کہا جاتا ہے ''جهز القوم''، دولہن کے ساز و سامان کے انتظام کے لئے بولا جاتا ہے ''جَهَزَ العروس'' اور مردے کے کفن دفن کے سامان کے بندوبست کے لئے کہا جاتا ہے ''جَهَزَ المَيِّت''۔ گویا کہ جہاز، تجہیز اور جہز کے معنی ہیں وہ سامان جو کسی کے لئے ضروری ہو یا کسی مقصد وکام کے لئے انتظام وانصرام کرنا۔ [۱۴۵] اور یہی معانی قرآن پاک میں استعمال ہوئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ [۱۴۶]

(جب حضرت یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا۔)

اور عربی زبان وادب کی مشہور لغت البستان میں ہے کہ:

''الجهاز للميت والعروس والمسافر بالكسر والفتح ما يحتاجون اليه''۔ [۱۴۷]

(جہاز جیم کے زیر اور زبر کے ساتھ میت، دولہن اور مسافر کے لئے وہ اشیاء ہیں جس کی ان تینوں کو ضرورت ہے۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مرد، ایک مسافر یا ایک دولہن کی جو ضرورت کی چیزیں ہو سکتی ہیں ان کے لئے عربی لغت میں عمومی طور پر جہاز کا لفظ مستعمل ہے اور اسی سے لفظ جہیز نکلا

ہے، لہٰذا اس کے بھی وہی معانی ہیں جو لفظ جہاز کے ہیں یعنی میت، مسافر اور دولہن کی ضرورت کی چیزیں۔ لیکن عرف عام اور فارسی و اردو زبان و ادب میں یہ لفظ دولہن کے ساز و سامان کے لئے مخصوص کرلیا گیا ہے، جس کے اصطلاحی معنی ہیں وہ ساز و سامان جو لڑکی کی شادی کے موقع پر اس کے باپ یا سرپرست کی جانب سے اس کو دیا جاتا ہے۔ اور یہ ساز و سامان اگر بقدر ضرورت اور والدین کی حسب حیثیت ہو تو اسلامی نقطہ نظر سے یہ جائز ہے کیونکہ قرآن و سنت میں کہیں بھی اس کی ممانعت کا حکم وارد نہیں ہوا ہے بلکہ حدیث رسول سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے لئے جو سامان دیا تھا وہ حضرت علی کی رقم سے خریدا گیا تھا اور وہ جہیز نہیں بلکہ ضرورت کا سامان تھا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی جانب سے مہیا فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں ہم کہنا چاہیں گے کہ دولہن کی ضرورت کا ساز و سامان اور جہاز یا جہیز دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے جیسا کہ ان دونوں الفاظ کی تحقیق سے واضح ہوا۔ لہٰذا اگر حدیث میں لفظ جہز سے دولہن کی ضرورت کی اشیاء مراد لی جائیں یا ضرورت کے ساز و سامان کی جگہ لفظ جہیز یا جہز استعمال کئے جائیں تو شرعاً کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے۔ نیز زرقانی شرح مواہب کی روایت میں جہاں یہ مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ کی ضرورت کا سامان حضرت علی کی زرہ کی رقم سے خریدا گیا، وہاں یہ بھی مرقوم ہے کہ:

”و امرھم ان یجھز وھا فجعل لھا سریر مشروط و وسادۃ من ادم حشوھا لیف“۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کا جہیز یا ضرورت کا سامان مہیا کریں۔ چنانچہ ان کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، تیار کئے گئے۔ اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے لئے خود ہی بندوبست نہیں فرمایا تھا بلکہ لوگوں کو بھی اس کے انتظام و تیاری کا حکم دیا تھا۔ رہی یہ بات کہ حضرت علی کی طرف سے آپ نے اس سامان کا انتظام کیا تھا، کسی کی طرف سے کیا ہوا صاحبزادی کے لئے ضرورت کی اشیاء کا بطور جہیز دینا بہر صورت

ثابت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے، آپ ہی کے ساتھ رہتے تھے اور اولاد کی طرح ان کو محبت و پیار سے رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر دونوں کے لئے آپ انتظام نہ فرماتے تو کون فرماتا؟ اس لئے کہ ایک طرف اگر آپ حضرت فاطمہ کے والد بزرگوار ہیں تو دوسری طرف حضرت علی کے مربی، مشفق اور ولیٔ ذی وقار ہیں۔

جہیز کے تعلق سے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے اس کو لازمی وضروری یا سنت قرار نہیں دیا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دیگر صاحبزادیوں کو بھی جہیز دیتے لیکن حضرت فاطمہ کے علاوہ آپ نے کسی کے ساتھ اس کا اہتمام نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی حدیث میں آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی منع فرمایا ہے اس لئے یہ صرف اور صرف جائز ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ جب دلہن کا باپ حسب حیثیت اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کو دے، جس میں کوئی نام ونمود یا فضول خرچی نہ ہو، دولہا یا اس کے متعلقین کی طرف سے کوئی مطالبہ نہ ہو، کسی تکلیف و پریشانی کا باعث نہ ہو اور قرض وغیرہ لے کر اس کا بندوبست نہ کیا گیا ہو۔

نان نفقہ

اسلام نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے اور اس کو عورت پر کسی قدر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے تو اس پر ذمہ داری بھی اسی حساب سے مقرر کی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ یہ مسلم ہے کہ جب مرتبہ ومقام بڑا ہوتا ہے تو ذمہ داری بھی بڑی ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر کہا جاتا ہے ع

"جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے"

اگر مرد کو ایک طرف عظمت و برتری عطا فرمائی ہے تو دوسری طرف اسی اعتبار سے اس پر مشقت و پریشانی کی ذمہ داری بھی نافذ کی ہے۔ اور مرد کی اگر عورت پر حکومت متعین کی ہے تو عورت کو مرد کے گھر میں بے انتہا سہولت عطا کی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ عورت سے نکاح صحیح ہونے کے بعد جب تک وہ اس کے نکاح میں رہے اس کا نان نفقہ شوہر پر واجب کیا ہے۔ یعنی مرد پر ضروری ہے کہ عقد صحیح کے بعد وہ عورت کی غذا وخوراک، سکونت ورہائش اور لباس وزیورات وغیرہ کا اپنی حیثیت وآمدنی کے بموجب مناسب انتظام کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مرد اپنی قیمتی

کمائی سے عورت پر مال خرچ کرتا ہے اور اس کی جسمانی و معاشی ضروریات اور نان نفقے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اور اس نان نفقے کا مہر کی رقم و مال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ مہر تو ایک تحفہ ہے جو نکاح کے ساتھ ہی زوجہ کو دیا جاتا ہے اور نان نفقہ وہ فریضہ ہے کہ جب تک عورت اس کے نکاح میں ہے تب تک اس کی غذا و خوراک، رہائش و سکونت اور لباس وغیرہ کا بندوبست کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔

مختصر یہ کہ اللہ رب العلمین مدبر کائنات ہے وہ اپنی ہر ایک مخلوق کی فطرت و طبیعت سے بخوبی واقف ہے، لہٰذا اس نے مرد کے خلقتاً و طبیعتاً مستحکم و قوی ہونے کے باعث اگر اس کو حاکم بنایا ہے تو محنت و مشقت کا بار گراں بھی اس پر ڈالا ہے اور عورت کو صنف نازک ہونے کی حیثیت سے اس مشقت و پریشانی سے آزاد رکھا ہے اور تاحیات مرد پر اس کا نان نفقہ واجب فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا ۱۴۸

(مال دار انسان اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے وہ اس میں خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دی ہے۔)

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۱۴۹

(عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہو، اپنی طاقت بھر اور انہیں تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔)

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۱۵۰

(جس کا بچہ ہے اس شخص پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے دستور کے موافق کسی

جان پر تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی گنجائش کے لائق۔ ماں کو اس کے بچے
کے سبب ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب۔ اور جو باپ کے
قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے صاف صاف ظاہر ہے کہ عورتوں کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے وغیرہ کا انتظام کرنا احکامِ خداوندی کے مطابق مردوں کے لئے واجب و ضروری ہے۔ قرآنی آیات میں عورتوں کے نان نفقے کے تعلق سے اجمالی طور پر ہدایت و تعلیم دی گئی ہے لیکن حدیث شریف میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا انفق المسلم نفقةً علٰی اهلِه وهو يحتسبها كانت لہ صدقةً"۔ ۱۵۱

(جب کوئی مسلمان اپنے اہل و عیال پر خدا کا حکم سمجھ کر خرچ کرتا ہے تو وہ مال
اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔)

"اِنک لن تنفق نفقة تبتغی بها وجه اللهِ اِلَّا اُجرَت علیها، حتّٰی ما تجعل فی امراَتِک"۔ ۱۵۲

(تم جو کچھ خرچ کرتے ہو کہ جس سے تمہارا مقصود رضائے الٰہی ہو تو تمہیں اس پر
اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس پر
بھی تمہیں اجر دیا جاتا ہے۔)

"کفٰی بالرّجل اثمًا ان یحبس عمن یملک قوتہ وفی روایةٍ کفٰی بالمرئِ اثمًا ان یضیعَ من یقوت"۔ ۱۵۳

(انسان کی بربادی کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی اس کے ذمے ہو
اس کو روکے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آدمی کے تباہ ہونے کے لئے یہی گناہ
بہت ہے کہ جو رزق اس کو دیا جاتا ہے اس کو ضائع کردے۔)

ان احادیث میں اہل و عیال کے نان نفقے کو صدقہ اور ذریعۂ اجر و ثواب قرار دے کر

لوگوں کو اس کی طرف رغبت کی تعلیم دی گئی ہے اور ان پر خرچ نہ کرنے کی صورت میں گناہِ عظیم اور ہلاکت کی وعید سنا کر ہدایت و نصیحت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بعض احادیث میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ نان نفقہ عورت کا حق ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان خاوند پر انتہائی ضروری ہے۔
چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! ماحق زوجة احدنا علیه؟ قال! ان تطعمها اذا طعمتَ، وتکسوھا اذا کتسیتَ''۔ [154]

(یارسول اللہ! ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ۔)

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا اعطی اللہ احدکم خیرًا فلیبدأ بنفسه واهلِ بیته''۔ [155]

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے تو خرچ کی ابتداء اپنی جان اور اپنے گھر والوں سے کرے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے نان نفقے کو مردوں پر کتنا ضروری قرار دیا ہے اور اس کو کتنی اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شوہر بیوی بچوں کے اخراجات کے لئے صحیح مال نہیں دیتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی بنا اجازت حسب ضرورت مال لینے کی بیوی کو اجازت عطا فرمائی ہے بلکہ بعض احادیث میں ایسا کرنے پر ثواب کی بشارت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ہند بنت عتبہ نے بارگاہِ رسول میں عرض کیا:

''یا رسول اللہ انّ ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی مایکفینی وولدی الّا ما اخذت منه وھو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف''۔ [156]

(یارسول اللہ بے شک ابوسفیان (ان کے شوہر) ایک کنجوس آدمی ہیں اور مجھے

اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو۔ چنانچہ میں ان کی بے خبری میں کچھ مال لے لیا کرتی ہوں۔ فرمایا: صرف اتنا لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو۔)

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا انفقت المرأۃ من کسب زوجھا عن غیر امرہٖ فلہ نصف اجرہ"۔ ۱۵۷

(جب عورت اپنے شوہر کی کمائی کے مال سے بغیر اس کی اجازت کے خرچ کرے تو اس کو ایسا کرنے پر آدھا ثواب ملے گا۔)

اس طرح قرآن وسنت کے آئینے میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے نان نفقے کا ہر ممکن خیال رکھا ہے اور مردوں پر اس کو واجب وضروری قرار دیا ہے اور اگر کوئی مرد اہل و عیال کے اخراجات ادا نہیں کرتا ہے یا اس میں کمی وکوتاہی کرتا ہے تو بنا شوہر کی اجازت واطلاع کے حسب ضرورت اس کی کمائی سے مال لینے کا اختیار دیا ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے نان نفقے کے سلسلے میں لوگوں کو صرف حکم ہی نہیں دیا ہے یا دوسروں کو اس کی طرف راغب ہی نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس پر کماحقہٗ عمل کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ابن عیینہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کانَ یبیع نخل بنی النضیر ویجلس لاھلہٖ قوتَ سنتھم"۔ ۱۵۸

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے درختوں کو بیچ دیا کرتے اور اپنی ازواجِ مطہرات کے لئے ایک سال کی خوراک روک لیا کرتے تھے۔)

اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت سے جو حصہ ملا کرتا تھا اس کے تعلق سے مروی ہے کہ:

"فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق عَلٰی اھلہٖ نفقۃ سنتھم

من هذا المال ثم یاخذ ما بقی فیجعله فجعل مال الله، فعمل بذالک رسول الله صلی الله علیه وسلم حیاته"۔ [۱۵۹]

(پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مالِ غنیمت سے اپنی ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچتا اس کو لے کر راہِ خدا میں خرچ فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں اسی طرح کرتے رہے۔)

طلاق

طلاق اسلام کے عقد ومناکحت اور عائلی قانون کا ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے، جو مرد و عورت کی نہیں بلکہ سماج کی بھی ایک سخت ضرورت ہے اور جس طرح اسلام میں نکاح کا ایک خاص اور بہت ہی پاک مقصد ہے اسی طرح طلاق کا بھی ایک مقصد ہے۔ پیغمبر اسلام کی آمد سے قبل ساری دنیا میں یہ دستور تھا کہ مرد چاہے کیسا بھی ظالم و بدکار ہو، عورت کے حقوق ادا کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اس کے ساتھ کتنا ہی غیر انسانی و جانوروں جیسا سلوک کرتا ہو، عورت کو کسی بھی صورت میں اس سے نجات پانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں طلاق کا رواج تھا لیکن بہت ہی عجیب وغریب انداز میں۔ اور قدیم ہندوستان میں یہ حال تھا کہ جب ایک عورت کسی مرد کے ساتھ اگنی کے سات پھیرے لے لیا کرتی تھی تو پھر بری سے بری حالت میں بھی اس کو ظالم شوہر سے آزادی حاصل کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ ہاں تیاگ کا رواج تھا یعنی جب چاہا عورت کو گھر میں رکھ لیا اور جب چاہا چھوڑ دیا۔ اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا بھی انتہائی افسوس ناک حال تھا۔ اہل عرب عورتوں کو تکلیف دینے اور نقصان پہنچانے کے لئے کثرت سے طلاق کا استعمال کرتے تھے اور جب چاہتے، جتنی چاہتے اتنی طلاق دے دیا کرتے تھے اور پھر واپس کر لیا کرتے تھے۔ ان کا یہ حق کبھی ختم نہیں ہوتا تھا، اس طرح وہ عورت کو نہ چھوڑتے تھے، نہ ہی چین سے رہنے دیا کرتے تھے اور نہ ہی ان کے حقوق ادا کئے کرتے تھے۔ [۱۶۰]

اسلام نے اس غیر انسانی، ظالمانہ اور ذلت آمیز دستور اور پراگندہ رسم کا سد باب

کرنے، عورتوں کو اس ظلم سے نجات دلانے اور ان کے واجب حقوق کی بازیابی کے لئے طلاق کا قانون نافذ فرمایا۔ مرد کو طلاق دینے کا حق دیا تو عورت کو طلاق لینے اور مانگنے کا اختیار دیا۔ لیکن کسی بھی حالت میں اسلام نے طلاق کی عام اجازت نہیں دی بلکہ سب سے آخر میں اس صورت میں اس کے استعمال کی اجازت مرحمت کی کہ جب شوہر اور بیوی کے درمیان صلح وصفائی اور اتحاد کے سارے راستے بند ہو گئے ہوں۔ چنانچہ اللہ رب العلمین اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۱۶۱

(اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری فرماں بردار ہو جائیں تو ان پر ہرگز سختی نہ کرو۔ بے شک اللہ بلند اور بڑا ہے۔ اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔)

اسی سورۃ میں دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا وَ لَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ۱۶۲

(اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ

نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔ اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں۔ اور اگر تم نیکی و پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو۔ تو کم سے کم یہ تو نہ کرو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا چھوڑ دو۔ اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشادگی سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ اور اللہ وسعت والا حکمت والا ہے۔)

معلوم ہوا کہ قرآن نے مرد و عورت کو باہمی نفرت و اختلاف کی صورت میں زیادہ سے زیادہ صلح و صفائی اور اتحاد کی ہدایت و تاکید کی ہے، پنچ مقرر کرنے کی بات کہی ہے، سمجھانے، کنارہ کشی اختیار کرنے اور ہلکی سختی کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ اپنی غلطیوں کا احساس ہو جائے اور آپسی میل محبت کی راہ پھر سے ہموار ہو جائے۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود اگر زوجین صلح و صفائی کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہو سکیں اور صلح کا کوئی راستہ ممکن نہ ہو تو بحالت مجبوری، مخدوش حالات میں اسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بھی اگر اسلام طلاق کی اجازت نہیں دیتا تو پھر عورت یا مرد پر ظلم و ستم مزید بڑھ سکتا تھا اور نفرت و اختلاف خطرناک فساد کی شکل میں تبدیل ہو سکتا تھا۔

ان خاص حالتوں اور مجبوریوں میں طلاق کی اجازت کے باوجود اسلام طلاق کو کبھی پسند نہیں کرتا ہے بلکہ آخری قدم کے طور پر اس کی اجازت بدرجۂ مجبوری عطا کرتا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مَا احلَّ اللہ شَیْئًا ابغض الیہ من الطلاق"۔ [۱۶۳]

(اللہ نے جتنی چیزیں انسانوں کے لئے حلال کی ہیں، ان میں سے طلاق اس کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔)

"ابغض الحلال اِلَی اللہ الطلاق"۔ [۱۶۴]

(اللہ تعالیٰ کو حلال اشیاء میں طلاق سب سے ناپسند ہے۔)

اس طرح اسلام نے جہاں طلاق کی اجازت دی ہے وہاں یہ ہدایت و نصیحت بھی کی ہے کہ یہ اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض و ناپسند چیز ہے۔ لہٰذا چھوٹی چھوٹی باتوں، معمولی غلطیوں اور بے وجہ کی ناراضگیوں پر طلاق کا استعمال ہرگز نہ کیا جائے، اس لئے کہ اس کا مقصد خانگی و عائلی زندگی کو برباد کرنا نہیں بلکہ نفرت و اختلاف اور فساد کا دروازہ بند کر کے مامون و خوشحال زندگی کا از سرِ نو موقع فراہم کرنا ہے۔ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ [165]

(اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس بات سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں، جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔)

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ [166]

(تو جب وہ (مطلقہ عورتیں) اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔)

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۪ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا۟ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ [167]

(اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں تکلیف دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے طلاق کے آئین کی ترتیب و تنظیم میں انتہائی مصلحت و حکمت سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق پر بہت سی پابندیاں عائد کی ہیں، یکبارگی تین طلاق کے استعمال کو منع کیا ہے اور تین ماہ میں تین طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ شوہر اور بیوی میں جدائی نہ ہو اور وہ آپس میں صلح کر لیں۔ اور اگر کسی بھی طرح

ایسا ممکن نہ ہو تو پھر نیکی اور بھلائی کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلیں۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ [۱۶۸]

(یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں جائز نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو۔ مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ پھر اگر اس کو تیسری طلاق دی تو اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے۔ پھر اگر وہ دوسرا اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں، اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے عقلمندوں کے لئے۔)

سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیات سے طلاق کے چند اصول وقوانین واضح ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ:

- ☆ دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد یا تو عورت کو واپس رکھ لے یا پھر اچھے سلوک کے ساتھ اس کو آزاد کردے۔
- ☆ تیسری بار اگر طلاق دی تو پھر بیوی سے رجعت کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔
- ☆ شادی کے موقع پر عورت کو مہر وغیرہ کی جو رقم دی ہے اس کا لینا جائز نہیں۔

☆ عورت پریشانی کی صورت میں رقم یا مال دے کر طلاق یعنی خلع حاصل کرسکتی ہے۔

☆ طلاق اور اس کی عدت گزارنے کے بعد اگر عورت پھر سے شوہر اول کے پاس آنا چاہتی ہے یا شوہر اس کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور یہ دوسرا مرد مباشرت کے بعد اپنی مرضی سے اس کو طلاق دے، پھر یہ اس کی عدت گزارے اس کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاں طلاق کے ضروری اصول بیان کئے ہیں وہاں طلاق سے متعلق بہت سے جاہلانہ طور طریقوں میں اصلاحات بھی کی ہیں اور وہ اس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ عورت کو طلاق دیتے اور عدت گزرنے سے پہلے رجعت کر لیتے۔ یعنی جب جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوتی تو رجعت کر لیتے اور پھر طلاق دے دیتے۔ اس طرح عمر بھر اس کو قید رکھتے تھے۔ قرآن پاک نے اس جاہلانہ وظالمانہ دستور کا خاتمہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ وہ طلاق کہ جس میں بیوی سے رجعت ممکن ہے صرف دو بار تک ہے اس کے بعد طلاق دینے پر رجعت کا حق بالکل نہیں۔ [۱۶۹]

اسی طرح اگر کسی عورت کو شوہر سے نفرت ہوتی یا اس کے ظلم وستم کا شکار ہوتی تو اس کو آزادی پانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اسلام نے ایسی صورت میں اس کو پریشانی سے نجات دلانے کے لئے خلع یعنی کچھ رقم یا مال کے عوض طلاق مانگنے کا اختیار عطا فرمایا جیسا کہ آیاتِ قرآنی میں ارشاد فرمایا گیا اور اسی کی وضاحت کرتے ہوئے حدیث شریف میں بیان کیا گیا کہ:

"جاء ت امرأة ثابت بن قیس بن شماس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ ما انقم علی ثابت فی دین ولا خلق الا انی اخاف الکفر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فترد ین علیہ حدیقتہ فقالت نعم فرد ت علیہ و امرہ ففار قھا"۔ [۱۷۰]

(ثابت بن قیس بن شماس کی اہلیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ثابت کے دین اور اخلاق کی بنا پر ان کے پاس رہنے سے منع نہیں کرتی بلکہ مجھے کفر کا ڈر ہے۔ اس پر حضور انور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کا باغ واپس کر دوگی؟ جواب دیا ہاں۔ پس اس نے وہ باغ واپس کر دیا اور آپ نے اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے طلاق کا قانون و دستور مرد و عورت اور سماج کی انتہائی اہم ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نافذ فرمایا ہے اور صلح وصفائی کو ہر جگہ اولین مقام عطا فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ طلاق کی جملہ اقسام میں بھی انہیں کو فوقیت بخشی ہے کہ جن میں صلح واتحاد کا گوشہ برقرار ہے۔

اسلامی شریعت کے مطابق طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) طلاق احسن: یعنی وہ طلاق کہ جو بیوی کو ایسی پاکی کی حالت میں صرف ایک بار دی جائے جس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور پھر عدت گزرنے تک اس ایک طلاق پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے، یہاں تک کہ عدت گزرنے کے بعد نکاح خود بخود ختم ہو جائے۔ (۲) طلاق حسن: یعنی ایسی تین طلاقیں کہ جو تین مختلف طہروں (پاکی) میں علیحدہ علیحدہ کر کے دی جائیں۔ اور (۳) طلاق بدعت: یعنی وہ طلاق کہ جس میں طلاق دینے کے لئے کوئی غیر شرعی طریقہ اختیار کیا گیا ہو، مثلاً تین طلاق بیک وقت دینا۔ [۱۷۱]

آخر الذکر طلاقِ بدعت کو شریعت اسلامی نے ناجائز و ناپسند قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں صلح وصفائی کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ہے۔ اور مبغوض و ناجائز ہونے کے باوجود اس سے ایسی طلاق واقع ہوتی ہے کہ جس سے زوجین کے درمیان کلی طور پر علیحدگی واجب و فرض ہے اور اوّل الذکر دونوں اقسام میں چونکہ مصالحت و اتحاد کا پہلو باقی رہتا ہے اس لئے اس کو نہ صرف پسند کیا گیا ہے بلکہ سنت کہا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

"و طلاق السُنَّةِ ان یطلقها طاهِرًا من غیرِ جماعٍ و یشهد شاهدین"۔ [۱۷۲]

(اور طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور دو گواہ مقرر کر لئے جائیں۔)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی جب کہ وہ حائضہ تھیں۔ پس اس بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"مرہ فلیراجعھا ثم لیمسکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ثم ان شآء امسک بعد و ان شآء طلق قبل ان یمسّ فتلک العدۃ التی امر اللہ ان تطلّق لھا النسآء"۔ ۱۷۳؎

(اسے رو کے رکھو اور رجوع کرنے کا حکم دو تا کہ ٹھہری رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے اب اگر چاہو روک لو اور چاہے طلاق دے دو لیکن اس کو ہاتھ لگانے سے قبل۔ بس یہی وہ عدت ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس طرح طلاق دی جائے۔)

حدیث پاک کے اس موقف کی تائید و تصدیق کلامِ الٰہی سے بھی ہوتی ہے جس کو قرآنِ پاک اس طرح بیان کرتا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّۃَ ۱۷۴؎

(اے نبی آپ فرما دیجئے! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔)

طلاق سے متعلق اسلام نے جو اصول و ضابطہ پیش کیا ہے اس کے بارے میں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے طلاق سے قبل یا طلاق کے درمیان عورت سے حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت و نصیحت نہیں کی ہے بلکہ طلاق کے بعد بھی اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ ۱۷۵؎

(عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔)

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِکُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ ۱۷۶؎

(انہیں (طلاق شدہ عورتوں) اپنی حسب حیثیت اپنے مکان میں رکھو اور انہیں پریشان کرنے کے خیال سے تکلیف نہ دو۔)

اس طرح قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا قانونِ طلاق مرد و عورت اور انسانی سماج کے لئے باعث تکلیف یا زحمت نہیں بلکہ سراپا رحمت ہے۔

اسلامی قانونِ طلاق سے متعلق ایک ضروری وضاحت

اسلام میں طلاق کا حق مرد کو دیا گیا ہے اور عورت کو طلاق لینے اور مانگنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس طرح اسلام نے عورتوں کے ساتھ زیادتی کی ہے اور صرف مردوں کو طلاق کا حق دے کر اور عورتوں کو اس سے محروم رکھ کر حق تلفی و ناانصافی کی ہے۔

اس مسئلے پر اگر سنجیدگی سے غور وفکر کیا جائے اور انصاف کی نظروں سے اس کا جائزہ لیا جائے تو ہر ایک ذی علم و دانشمند پر یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جائے گی کہ اسلام نے جو اصول و ضابطہ بنایا ہے وہ اپنی جگہ مکمل صحیح ہے اور اسی میں ہماری اور ہمارے انسانی معاشرے کی بھلائی و عافیت ہے۔ اور اس بارے میں اس سے بہتر کوئی قانون و دستور ہو ہی نہیں سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جو مرد کو طلاق دینے کا حق دیا ہے، اس کے پس پشت بہت سی مصلحتیں و حکمتیں کارفرما ہیں۔ اور وہ یہ کہ نکاح اور ازدواجی زندگی کی تقریباً ساری ذمہ داری مرد کے کاندھوں پر ہوتی ہے، اسے نکاح اور عائلی زندگی کے حقوق ادا کرنے اور اس کو صحیح و خوشحال بنانے کے لئے بہت زیادہ مالی وجسمانی بار اٹھانا پڑتا ہے۔ ایک طرف اگر وہ نکاح اور مہر وغیرہ میں حسب حیثیت مال خرچ کرتا ہے تو دوسری طرف تاحیات اس رشتے کو صحیح سالم رکھنے کی مکمل جد و جہد کرتا ہے۔ کیونکہ طلاق دینے کی صورت میں اس کو بہت بڑا مالی وجسمانی نقصان اور پریشانی کا سامنا کرنا ہوگا، مہر ادا کرنا ہوگا، عدت کے اخراجات برداشت کرنا ہوں گے، اس کا بنا بنایا آشیانہ برباد ہوگا، زندگی کا سارا چین وسکون غارت ہوگا اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ طلاق کے بعد اس کو کوئی اور اچھی شریک حیات مل جائے۔ ان تمام مصائب و تکالیف کا خیال کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے مرد طلاق سے بچنے کی ہی کوشش کرتا ہے اور غصے کی حالت میں بھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا ہے۔ اور جب اس کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آتا تب وہ بحالت مجبوری اس حق کا استعمال کرتا ہے۔ ان تمام وجوہات کے پیش نظر اسلام نے مرد کو طلاق دینے کا حق دیا ہے جب کہ عورتوں کا معاملہ یہ ہے کہ مرد کے بمقابل ان میں غصہ زیادہ ہوتا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے، دور اندیشی کا مادہ کم ہوتا ہے، نازک مزاج ہونے کی وجہ سے

برداشت کرنے اور معاف کرنے کی طاقت بھی کم ہوتی ہے، مرد کے مقابلے میں ان کے اندر انتقام کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے، دوسروں کی غلط باتوں کا اثر بھی بہت جلد قبول کرتی ہیں اور پھر ان پر کسی طرح کی مالی ذمہ داری بھی نہیں ہوتی ہے اور طلاق واقع ہو جانے کے بعد ان پر وہ مالی اخراجات بھی نہیں ہوتے جو مردوں پر ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے انہیں طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ اگر عورتوں کو طلاق کا حق دے دیا جاتا تو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کا آزادی سے استعمال کرتیں، جس کا نتیجہ انتہائی خطرناک و تکلیف دہ ہوتا۔ اس لئے کہ جن مغربی ممالک نے طلاق کا حق مردوں و عورتوں کو برابر دیا ہے جب ہم ان کے طلاق کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کچھ عورتوں نے صرف اس وجہ سے مرد کو طلاق دے دی کہ اس کا خاوند سوتے وقت خراٹے لیتا ہے۔ اور ایک عورت نے طلاق کا سبب یہ بتایا کہ اس کا شوہر گھر میں دیر سے آتا تھا اور ایک عورت نے صرف اپنے کتے کی خاطر مرد کو طلاق دے دی۔ تائیوان میں ایک خاتون نے اپنے شوہر کو اس لئے طلاق دے دی کیوں کہ وہ اس کے میسیج کا جواب نہیں دیا کرتا تھا۔ (انقلاب، دہلی، ۱۹ر جولائی ۲۰۱۷ء) اور کبھی اس سے بھی چھوٹی و معمولی بات پر طلاق دے دی جاتی ہے۔ اس طرح انہوں نے طلاق کو ایک کھلونا بنالیا اور اتنی زیادہ طلاقیں واقع ہونے لگیں کہ وہاں کا معاشرہ بھی اس کو آج ایک مصیبت خیال کر رہا ہے۔

عورتوں کو مردوں کے برابر طلاق کا حق دینے کی وکالت کرنے والوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کے حقوق برابر ہونا چاہئیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسانی معاشرے یا مذہبی و ملکی قوانین میں مساوات کا کیا مطلب ہے؟ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ سماجی، قومی و ملکی آئین میں ہر شخص اور ہر باشندے کی ذمہ داریاں ایک جیسی ہوں اور ہر ایک کے لئے ایک ہی طرح کے اعمال و فرائض ہوں؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ تمام انسان اور سبھی باشندے اپنی عادات، نسل، ذات اور صلاحیت و لیاقت کے لحاظ سے الگ الگ ہیں۔ اس لئے ان کے حقوق یا فرائض بھی ایک جیسے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی انسانی عقل اور انصاف اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ کیونکہ حاکم یا رہبر و قائد کے حقوق عوام کو، اہل علم و دانش کے اختیارات جہلاء کو

والدین کے حقوق اولاد کو اور اسی طرح شوہر کے حقوق زوجہ کو دے دیئے جائیں یا اس کے برعکس کردیا جائے تو انسانی معاشرہ اور انسانی زندگی کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے عقل اور انصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ ہر ایک کو اس کی عادت، طبیعت اور صلاحیت ولیاقت کے مطابق ہی حقوق دیئے جائیں۔ اور مساوات وعدل یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنے حقوق حاصل کرنے میں برابر مواقع فراہم ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد کو شوہر ہونے کی بنیاد پر جو اختیارات دیئے ہیں وہ زوجہ کو نہیں دیئے جاسکتے، مثلاً اسلام نے خاوند پر اپنے اہل وعیال کا خرچ اٹھانا ضروری قرار دیا ہے۔ اب ایسا نہیں کیا جاسکتا کہ خاص یہی ذمہ داری بیوی پر متعین کی جائے اور وہ مرد اور بچوں کے اخراجات کا بار اٹھائے یا جس طرح ایک مرد ایک ساتھ دو، تین یا چار بیویاں رکھ سکتا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک عورت کو بھی چند شوہر رکھنے کی اجازت دی جائے۔ نیز عورت اگر بچہ جنتی ہے تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرد بھی بچہ جنے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتوں میں مرد وعورت کے درمیان برابری کسی بھی طرح ممکن نہیں اور نہ ہی برابری کا یہ مطلب ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے مرد اور عورت کے مزاج، طبیعت، نسل اور عادت کے تحت جو قوانین وحقوق مرتب کئے ہیں ان میں کسی طرح کی مداخلت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لئے کہ یہ فطری وطبعی قوانین ہیں جو اسلام کی صورت میں رب العلمین نے بنی نوع انسان کو ودیعت فرمائے ہیں۔

☆☆☆☆
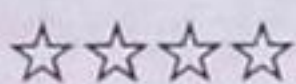
حوالہ جات

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی، جلد ۳، حدیث ۱۱۴
۲۔ سورۃ النساء، آیت ۲۵
۳۔ خاتون اسلام، ص: ۱۳۳ رر المرأۃ فی التاریخ والشرائع ص: ۱۵۰
۴۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب الشغار، حدیث ۱۰۱
۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)، جلد ۲۲، ص: ۲۳۹
۶۔ سورۃ النساء، آیت ۳
۷۔ سورۃ النور، آیت: ۳۲
۸۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب من استطاع منکم الباءۃ، حدیث ۵۸/۵۹
۹۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: ۵۶
۱۰۔ السنن الکبریٰ، البیہقی، حدیث ۷/۷۷
۱۱۔ مستدرک حاکم، حدیث: ۲/۱۶۲
۱۲۔ مجموعہ قوانین اسلام، جلد ۱ ص ۵۶، دفعہ ۴ وغیرہ
۱۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)، جلد ۲۲، ص ۴۳۹
۱۳۔ मुस्लिम विधि, पृ. 37
۱۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱
۱۵۔ سورۃ الروم، آیت ۲۱
۱۶۔ سورۂ یٰس، آیت ۳۶

۱۷ سورۃ المائدہ، آیت ۵

۱۸ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ، حدیث ۵۹

۱۹ سنن ابن ماجہ، جلد ۱، باب ۵۹۶، حدیث ۱۹۲۹

۲۰ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث ۱۹

۲۱ سورۃ النور، آیت ۲۶

۲۲ سورۃ النور، آیت ۳

۲۳ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، حدیث ۸۱

۲۴ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، ۲/ ۱۰۹۰، حدیث ۱۴۶۷

۲۵ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، حدیث ۱۹۲۲

۲۶ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ۵۹۴، حدیث ۱۹۲۵

۲۷ مجمع الزوائد، جلد ۴، ص ۲۵۴

۲۸ سیرت الرسول ضیاء النبی، جلد ۱، ص: ۸۱

۲۸ خاتونِ اسلام، ص: ۲۵

۲۹ عورت اور اسلامی تعلیم، ص: ۵۹

۳۰ مجموعہ قوانین اسلام، جلد ۱، ص: ۱۵۵ تا ۱۸۰

۳۱ سورۃ النساء، آیت ۲۲ / ۲۳

۳۲ سورۃ النساء، آیت ۲۴

۳۳ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء وما یحرم

۳۴ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۵۶ / ۵۷، حدیث ۹۷ / ۹۸

۳۵ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۵۷، حدیث ۹۹

۳۶ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۵۰، حدیث ۹۰

۳۷ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۵۰، حدیث ۹۱

۳۸ سورۃ النساء، آیت: ۳

۳۹۔ سورۃ النساء، آیت:۶
۴۰۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، حدیث:۵۹
۴۱۔ سورۃ الطلاق، آیت:۴
۴۲۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۶۸، حدیث ۱۲۰
۴۳۔ سورۃ النساء، آیت:۳
۴۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، حدیث:۲۱۴۳
۴۵۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، حدیث:۳۱۴۶
۴۶۔ سنن ترمذی، کتاب النکاح، حدیث:۱۰۷۸
۴۷۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۷۵، حدیث:۱۲۹
۴۸۔ سنن نسائی، کتاب النکاح، حدیث:۳۱۵۳
۴۹۔ سورۃ النور، آیت:۳۲
۵۰۔ سورۃ البقرہ، آیت:۲۳۲
۵۱۔ سورۃ النساء، آیت:۲۵
۵۲۔ سورۃ البقرہ، آیت:۲۲۱
۵۳۔ سورۃ النساء، آیت:۳
۵۴۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، حدیث ۱۱/۳۰۰۲
۵۵۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، حدیث ۶/۲۹۹۷
۵۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۲، ص:۴۴۱
۵۷۔ دائرہ معارفِ اسلامی، جلد ۲۲، ص:۴۴۱
۵۸۔ دائرہ معارفِ اسلامی، جلد ۲۲، ص:۴۴۱
۵۹۔ سورۃ النساء، آیت:۱۹
۶۰۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۷۱، حدیث:۱۳۳
۶۱۔ مشکوۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، حدیث:۲/۲۹۹۳

۶۲۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۲۷، حدیث: ۱۲۵
۶۳۔ سنن ابوداؤد، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث: ۳۲۸
۶۳۔ دائرہ معارف اسلامی (اردو)، جلد ۲۱، ص: ۸۸۶
۶۴۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۳، ص: ۱۵۲
۶۵۔ سورۃ النساء، آیت ۴ اور ۲۴
۶۶۔ الفقہ علی المذاہب الاربع، جلد ۴، ص ۹۴ تا ۱۰۰، بذیل لفظ مہر
۶۷۔ دائرہ معارف اسلامی، جلد ۲۱، ص: ۸۸۸ // بہار شریعت، حصہ ہفتم، ص: ۴۸/۴۷
۶۸۔ شرح المواہب اللدنیہ، جلد ۲، ص: ۴
۶۹۔ ارجح الاقاویل، ص: ۱۰
۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث: ۹۹۵
۷۱۔ سنن ابوداؤد، جلد دوم، کتاب النکاح، حدیث ۳۳۹
۷۲۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۷۹، حدیث ۱۳۴، باب ۸۱، حدیث: ۱۳۶
۷۳۔ سنن دار قطنی، جلد ۲، ص ۲۴۵ تا ۲۴۷
۷۴۔ سنن بیہقی، جلد ۷، ص: ۲۴۰
۷۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، ص:
۷۶۔ سورۃ النساء، آیت: ۴
۷۷۔ سورۃ النساء، آیت: ۲۵
۷۸۔ سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۰
۷۹۔ سورۃ الممتحنہ، آیت: ۱۰
۸۰۔ مذاہب میں عورت کا مقام، ص: ۶۹
۸۱۔ سنن ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث: ۱۰۹۴
۸۲۔ سنن ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث: ۱۰۹۵
۸۳۔ سنن ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث: ۱۰۹۵

۸۴ے دائرہ معارف اسلامی، جلد ۲۲، ص:۴۴۱

۸۵ے سنن ترمذی، جلد ا، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۹۷

〃 مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۱/۳۰۱۵

۸۶ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۲/۳۰۱۶

۸۷ے سنن ترمذی، جلد ا، کتاب النکاح، حدیث:۱۰۹۶

〃 مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث:۱۰/۳۰۱۴

۸۸ے سورۃ الاعراف، آیت:۲۰۴

۸۹ے دائرہ معارف اسلامی، جلد ۲۲، ص:۴۴۲

۹۰ے سورۃ النساء، آیت:۲۹

۹۱ے سنن ابوداوٗد، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث:۳۲۴

۹۲ے سنن ابوداوٗد، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث:۳۲۸

۹۳ے سورۂ یونس، آیت:۵۸

۹۴ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث ۳/۳۰۷۴

۹۵ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث ۴/۳۰۷۵

۹۶ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث۶/۳۰۷۷

۹۷ے صحیح مسلم، جلد ۴، کتاب النکاح، حدیث:۳۴۹۰ 〃 سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث۱۲۸۶

۹۸ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث ۷/۳۰۷۸

۹۹ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث۹/۳۰۸۰

۱۰۰ے جامع ترمذی، جلد اول، حدیث:۱۰۸۲

۱۰۱ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، حدیث:۱۳۳

۱۰۲ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، حدیث:۲/۳۰۰۶

۱۰۳ے جامع ترمذی، جلد اول، کتاب النکاح، حدیث:۱۰۸۰

۱۰۴۔ سنن ابن ماجہ، جلد ۳، کتاب الاداب، حدیث ۵۴۸

۱۰۵۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۲

۱۰۶۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۴

۱۰۷۔ جامع ترمذی، جلداو، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۹۸

۱۰۸۔ جامع ترمذی، جلداول، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۹۸

۱۰۹۔ جامع ترمذی، جلداول، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۹۸

۱۱۰۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۲۷، حدیث ۱۲۵

// سنن ابن ماجہ، جلد دوم، کتاب النکاح، حدیث ۲۹

۱۱۱۔ جامع ترمذی، جلداول، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۳۷

۱۱۲۔ جامع ترمذی، جلداول، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۳۶

۱۱۳۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۴

۱۱۴۔ سورۃ الطلاق، آیت ۴

۱۱۵۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۲۰۱، حدیث ۳۰۷

۱۱۶۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۱۹۴، حدیث ۲۹۵

۱۱۷۔ سنن ابن ماجہ، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۸۴

// صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، حدیث ۲۹۷

۱۱۸۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، حدیث ۳۱۱

۱۱۹۔ سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۴۷۴

۱۲۰۔ سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۳۵۴

۱۲۱۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، حدیث ۳۰۷

۱۲۲۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۲۰۲، حدیث ۳۰۸

// سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۴۴۱

۱۲۳۔ سورۃ الطلاق، آیت ۱

۱۲۴ سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۸

۱۲۵ سورۃ الطلاق، آیت ۴

۱۲۶ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۱۵۶، حدیث ۲۳۵

۱۲۷ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النکاح، باب ۱۹۳

۱۲۸ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۵

۱۲۹ سورۃ الطلاق آیت ۱

۱۳۰ سورۃ الطلاق، آیت ۶

۱۳۱ سیرت الرسول، ضیاء النبی، جلد اول، ص ۷۹

۱۳۲ رحمۃ للعٰلمین، جلد ۲، ص ۱۲۸

۱۳۳ رحمۃ للعٰلمین، جلد دوم، ص ۱۳۰

۱۳۴ خاتونِ اسلام، ص ۲۱۰

۱۳۵ سورۃ النساء، آیت ۳

۱۳۶ جامع ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۳۷

۱۳۷ جامع ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۳۶

۱۳۸ جامع ترمذی، جلد ۱، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۲۳،

〃 سنن ابن ماجہ، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۱۰

۱۳۹ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، جلد دوم، حدیث ۱۷۴

〃 سنن ابن ماجہ، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۹

۱۴۰ سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، حدیث ۱۲۹۶

۱۴۱ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ضجاع آل محمد، حدیث ۵۲

۱۴۲ اشراق مصابیح السیر المحمدیہ بمزج اسرار المواہب اللدنیہ (المعروف شرح زرقانی) جلد دوم، ص ۳/ ۲،

۱۴۳ غیاث اللغات، ص ۱۶۲

۱۴۴ کریم اللغات، ص ۴۸

۱۴۵ے لسان العرب بعنوان لفظ جہاز // البستان بعنوان لفظ جہز تجہیزاً

۱۴۶ے سورۂ یوسف، آیت ۷۰

۱۴۷ے البستان بعنوان لفظ جہاز

۱۴۸ے سورۃ الطلاق، آیت ۷

۱۴۹ے سورۃ الطلاق، آیت ۶

۱۵۰ے سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۳

۱۵۱ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النفقات، حدیث ۳۱۹

۱۵۲ے صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجآء ان الاعمال بالنیۃ، حدیث ۵۶

// صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، حدیث ۱۶۲۸

۱۵۳ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، باب النفقات، حدیث ۵ / ۳۲۰۲

۱۵۴ے سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجہا ۲ / ۲۴۴، حدیث ۲۱۴۲

۱۵۵ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، باب النفقات، حدیث ۲ / ۳۱۹۹

۱۵۶ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النفقات، باب ۲۱۷، حدیث ۳۳۲

۱۵۷ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النفقات، باب ۲۱۳، حدیث ۳۲۸

۱۵۸ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النفقات، باب ۲۱۱، حدیث ۳۲۵

۱۵۹ے صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب النفقات، باب ۲۱۱، حدیث ۳۲۶

۱۶۰ے دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، ص ۴۹۹ تا ۵۰۶

۱۶۰ے خاتونِ اسلام، ص: ۲۲۶ تا ۲۲۸

۱۶۱ے سورۃ النساء، آیت ۳۴ / ۳۵

۱۶۲ے سورۃ النساء، آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰

۱۶۳ے سنن ابوداؤد، جلد ۲، کتاب الطلاق، حدیث ۴۱۰

۱۶۴ے مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، حدیث ۱۱ / ۳۱۴۳

۱۶۵ے سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۲

۱۶۶۔ سورۃ الطلاق، آیت ۲

۱۶۷۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۱

۱۶۸۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۹ / ۲۳۰

۱۶۹۔ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۹

۱۶۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۲، ص ۴۹۹ تا ۵۲۷

۱۷۰۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الطلاق، باب ۱۶۷، حدیث ۲۵۵

۱۷۱۔ دائرہ معارف اسلامی، جلد ۱۲، ص ۵۲۰ / ۵۲۱

۱۷۲۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الطلاق، باب ۱۵۶

۱۷۳۔ صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الطلاق، باب ۱۵۶، حدیث ۲۳۵

۱۷۴۔ سورۃ الطلاق، آیت ۱

۱۷۵۔ سورۃ الطلاق، آیت ۱

۱۷۶۔ سورۃ الطلاق، آیت ۶

☆☆☆☆

ہندو دھرم کی شادی، نکاح، طلاق اور نان نفقہ

विवाह, विवाह विच्छेद और त्याग

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق شادی، وِواہ (विवाह) سولہا مذہبی سنسکاروں میں سے ایک مذہبی (धार्मिक शुद्धि कार्य) سنسکار ہے۔ جس کے بعد ہندو لوگ خانگی زندگی کی شروعات کرتے ہیں۔ دھرم گرنتھوں میں ہندوؤں کے لئے آٹھ قسم کی شادیاں (विवाह) بیان کی گئی ہیں، (۱) برھم، (۲) دیو، (۳) آرش، (۴) پرجاپتے، (۵) آئسر، (۶) گاندھرو (۷) راکچھس اور (۸) پیشاچ۔ ان آٹھوں اقسام کا ہم آئندہ سطور میں تحقیقی جائزہ لیں گے۔

ہندو وِواہ سنسکار میں بہت سے اصول واحکام کی تکمیل کی جاتی ہے، جیسے وِواہ اپنے ہی طبقے (वर्ण) کی لڑکی سے کیا جاتا ہے، اس کے لئے لڑکی کے گوتر (गौत्र) یعنی خاندان دیکھنے پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا ہے کیونکہ لڑکی کا اپنا کوئی گوتر نہیں ہے، اس کا وہی گوتر ہوتا ہے جس میں وہ بیاہ کر جاتی ہے۔ ہندو وِواہ میں نام، عمر، وقت، سیرت و کردار، حسن وخوبصورتی، جسمانی صحت وسلامتی اور مال ودولت وغیرہ کو بھی خاص طور سے دیکھا جاتا ہے اور اچھے خاندان کو اہمیت دی جاتی ہے۔ وِواہ کے خاص اعمال ورسومات برہمن کی موجودگی میں ادا کئے جاتے ہیں، بہت سے دیوتاؤں کی پوجا ہوتی ہے اور مختلف منتر پڑھے جاتے ہیں۔

شادی، وواہ کے مندرجہ بالا احکامات ورسومات اوران کے علاوہ دیگر ضروری اعمال کا ہم علیحدہ علیحدہ ذیلی وضمنی عناوین کے تحت تحقیقی تجزیہ پیش کریں گے۔

وِواہ کالغوی واصطلاحی مفہوم

وِواہ (विवाह) کے لغوی معانی ہیں شادی، بیاہ، پانی گرہن (पाणिग्रहण) اور پرنے (परिणय)۔ ان کے علاوہ ہندو دھرم گرنتھوں وشاستروں میں شادی کے لئے چند الفاظ اور استعمال ہوئے ہیں، مثلاً (۱) اُدْواہ (उद्वाह)، جس کا معنی ہے لڑکی کو شرافت کے ساتھ اس کے باپ کے گھر سے لے جانا، (۲) پرنین (परिणयन)، یعنی آگ کے چاروں طرف طواف (अग्नि प्रदक्षिणा) کرنا اور (۳) اپیم (उपयम)، یعنی قریب (सन्निकट) لے جانا اور اپنا بنالینا۔[1] اور اس کا اصطلاحی معنی و مذہبی مفہوم (धार्मिक परिभाषा) ہے، مخصوص قاعدہ وقانون سے مختلف اعمال کے واسطے جیسے عمل، مذہب، مال، جسمانی خواہش، نجات اور اولاد کی تکمیل کے لئے عورت اور مرد کا ایک دوسرے کو قبول کرنا یا سہارا دینا اور مکمل طریقے سے باہمی ذمہ داریوں کو نبھانا۔[2] ہندو مذہبی کتب میں اس کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ وِواہ (विवाह) اس کو کہتے ہیں کہ جو مکمل پاکدامنی (पूर्ण ब्रह्मचर्यव्रत)، تعلیم، طاقت کے حصول، ہر طرح سے اچھے اعمال، عمدہ صفات و عادات میں برابری (तुल्य)، آپسی رضامندی سے اولاد پیدا کرنے اور اپنے اپنے طبقے ونسل (वर्णाश्रम) کے مطابق اچھے کام کرنے کے لئے عورت اور مرد کا تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے مرد و عورت کو چاہئے کہ حقیقی طور پر بہتر انداز میں پاکی وریاضت (ब्रह्मचर्य) اور تعلیم کو حاصل کرے۔ برہمن، چھتری اور ویش (ब्रह्मण, क्षत्री, वैश्य) اپنی اپنی نسل کی اچھی خوبیوں والی لڑکی سے شادی کرے۔[3]

شادی کا مقصد (विवाह का उद्देश्य)

دھرم گرنتھوں بالخصوص ویدوں میں وِواہ کے بہت سے اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں، مثلاً: (۱) شادی شدہ (ग्रहस्थ) ہوکر دیووں کے لئے یگ کرنا، (۲) اولاد پیدا کرنا، کہ بنا اس کے مرد کی زندگی نامکمل ہے۔ شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राहमण) میں ہے:

अर्धोह वा एष आत्मनो यज्जाया तस्माद्यावज्जाया न विन्दते नैव तावत्प्रजायते

असर्वोहि तादद् भवति। अथ यदैव जाया विन्दते थतहिहि सर्वो भवति। [۴]

(بیوی شوہر کی نصف (अर्धांगिनी) ہے۔ اس لئے جب تک مرد وِواہ نہیں کرتا ہے اور جب تک اولاد پیدا نہیں کرتا ہے تب تک وہ کامل نہیں ہے۔)

(۳) گھر و خاندان کی دیکھ بھال کرنا، (۴) اہل و عیال کی پرورش و تربیت کرنا، (۵) شوہر کی خدمت کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کو راحت و سکون پہنچانا، (۶) بزرگوں و مہمانوں کی عزت و توقیر اور ان کی خاطر و تواضع کرنا، اور (۷) پریشانی یا ضعیفی کے عالم میں باہمی دلجوئی کرنا اور ایک دوسرے کو سہارا دینا۔ [۵] بعض اہل علم کا قول ہے کہ وِواہ کے دو خاص مقاصد ہیں، (۱) بیوی شوہر کو مذہبی کاموں کے لائق بناتی ہے، (۲) وہ لڑکا یا لڑکوں کی ماں ہوتی ہے اور لڑکے ہی نرک (नरक) سے حفاظت کرتے ہیں۔ [۶]

منو مہاراج نے بھی انہیں سے ملتے جلتے کچھ مقاصد بیان کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

उत्पादनमपत्यस्य जातस्य परिपालनम्।

प्रत्यहं लोकयात्रायाः प्रत्यक्षं स्त्री निबन्धनम।। [۷]

(اولاد پیدا کرنا، پیدا ہوئے کی پرورش کرنا، روزانہ گھر کا کام کرنا، ان تمام چیزوں کی براہ راست ضرورت عورت ہی ہے۔)

अपत्यं धर्मकार्याण शुश्रू ष रतिरूत्तमा।

दाराधीनस्तथा स्वर्गः पितहणामात्मनश्चह।। [۸]

(اولاد، مذہبی عمل، خدمت، اعلیٰ آباؤ اجداد اور اپنے لئے سورگ (स्वर्ग) کا سامان، یہ تمام کام عورت سے ہی متعلق ہیں۔)

شوہر اور اس کا خاندان کیسا ہو؟

شوہر کیسا ہو؟ اچھے شوہر میں کیا خوبیاں و کیا عمدہ اوصاف ہوں اور شوہر کا انتخاب کس طرح کرنا چاہئے؟ اس تعلق سے ہندو دھرم گرنتھوں میں بہت سی ہدایات دی گئی ہیں۔ اشولائن گرہ سوتر (अश्वलायन गृहसूत्र) کا قول ہے کہ:

''عقلمند شوہر کو ہی لڑکی سپرد (कन्यादान) کرنی چاہئے'' ۔9

آپستنب گرہ سوتر (आपस्तंब गृह सूत्र) میں کہا گیا ہے:

''اچھے شوہر کی علامات (लक्षण) ہیں اچھا خاندان، نیک سیرت (सतचरित्र)، اچھے اوصاف جیسے علم، حسن اور تندرستی'' ۔10

یم (यम) نے شوہر کے لئے سات صفات بیان کی ہیں (۱) خاندان، (۲) عادت، (۳) جسم، (۴) نیکی (यश)، (۵) تعلیم، (۶) دولت اور (۷) رشتے داروں اور دوستوں سے تعلقات۔ اسی طرح برھت پراشر (बृहत्पराशार) نے آٹھ اوصاف کا تذکرہ کیا ہے جو ایک اچھے شوہر میں ہونے چاہئیں: مثلاً: (۱) ذات، (۲) تعلیم، (۳) جوان، (۴) طاقت، (۵) صحت و تندرستی، (۶) دوسرے لوگوں سے میل جول، (۷) اچھی خواہش (अभिकांक्षा) اور (۸) دھن دولت ۔11

اچھے شوہر (श्रेष्ठ वर) کے تعلق سے جن صفات کا پایا جانا ضروری بتایا گیا ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت خاندان کو دی گئی ہے۔ اشولائن گرہ سوتر (۱-۵-۱) نے خاندان کو سب سے اعلیٰ مقام دیا ہے۔ اسی طرح منومہاراج نے حسب ذیل خاندانوں سے رشتہ قائم کرنے کو منع کیا ہے، (۱) جہاں سنسکار (संस्कार) نہ کئے جاتے ہوں، (۲) جہاں لڑکے نہ پیدا ہوتے ہوں، (۳) جہاں ویدوں کا مطالعہ نہ ہوتا ہو، (۴) جس کے افراد کے جسموں پر بال زیادہ تعداد میں ہوں، (۵) جہاں لوگ بواسیر یا ٹی بی یا مرگی یا کوڑھ وغیرہ سے متاثر ہوں، (۶) پاگل ہوں، (۷) مجرم ہوں، (۸) نامرد ہوں، (۹) اندھے یا بہرے ہوں، اور (۱۰) اسی خاندان (गौत्र) کے ہوں۔ ان تمام امور کو منو اسمرتی (मनुस्मृति) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

महान्तयापि समृद्धानि गोजावि धन धान्यतः।

स्त्री संबन्धे दशैतानि कुलानि परिवर्जयेत।। ۱۲

(گائے، بیل، بکری، بھیڑ اور مال و اناج سے مکمل خوش حال ہونے پر بھی ان خاندانوں (कुलों) میں رشتہ نہ کرے۔)

हीन क्रियं निष्पुरुषं निश्छन्दो रोमशार्शसम।

क्षय्यामयान्य पस्मारिश्वे त्रिकुष्ठि कुलानि–चे।। ۱۳

(جو عمل سے عاری (क्रियाहीन) یا کاہل و نکمے ہوں، جن میں اولاد نرینہ نہ ہوتی ہو، جو وید کے پڑھنے پڑھانے سے دور ہوں، جن میں مرد و عورت کے جسموں پر بہت اور لمبے بال ہوں، جن میں بواسیر، ٹی بی، ہاضمہ، کمزوری، مرگی، سفید داغ اور کوڑھ جیسے مرض ہوتے ہوں۔)

ان اشلوکوں میں منو نے حکم دیا ہے کہ جن خاندانوں (कुलों) میں مذکورہ بالا عیوب ونقائص پائے جاتے ہوں، اگرچہ وہ مالی اعتبار سے کتنے ہی مضبوط ومشہور کیوں نہ ہوں، پھر بھی ان میں رشتہ قائم نہ کریں۔ اسی طرح منو نے ایک دوسرے مقام پر کہا ہے کہ لڑکی کا تاحیات اپنے باپ کے گھر رہنا نااہل شوہر سے شادی کرنے سے بہتر ہے۔ منو اسمرتی میں ہے:

काममामरणात्तिष्ठेदगृहे कन्यर्तुमत्यपि।

नचै वैनां प्रयच्छेत्तु गुणहीनाय कर्हिचित्।। (मनुस्मृति अ0 9 श्लोक 89)

(شادی لائق (ऋतुमती) ہوتے ہوئے بھی لڑکی کا تاعمر باپ کے گھر میں کنواری رہنا بہتر ہے لیکن بے وقوف (मूर्ख) اور جاہل، گنوار (गुणहीन) کے ساتھ کبھی اس کی شادی نہ کرے۔)

کیسی لڑکی اور کیسے خاندان سے شادی کریں؟

کس لڑکی سے شادی کریں اور کس سے نہ کریں؟ کس خاندان سے دولہن کا انتخاب بہتر ہے اور کس سے نہیں؟ اس سلسلے میں ہندو دھرم گرنتھوں میں بہت سی ہدایات دی گئی ہیں۔ مہابھارت میں کہا گیا ہے کہ دولہن اور اس کا خاندان دولت اور علم میں دولہا اور اس کے خاندان کے مثل ہونا چاہئے۔ ۱۴

اشولائن گرہ سوتر (अश्वलायन गृहसूत्र) نے ایسی لڑکی کے ساتھ شادی (विवाह) کرنے کو کہا ہے جو دانشمند ہو، خوبصورت ہو، نیک سیرت ہو، اچھے اوصاف والی ہو اور صحت مند ہو۔ ۱۵

وشنو دھرم سوتر (विष्णु धर्मसूत्र) میں لکھا ہے کہ زیادہ بالوں والی، زیادہ اعضاء والی، ٹوٹے پھوٹے اعضا والی، باتونی اور پیلی آنکھوں والی لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہئے بلکہ بے عیب اعضا والی، ہنس یا ہاتھی (गज) کی طرح مستی سے چلنے والی، جس کے جسم پر بال چھوٹے ہوں، جس کے دانت چھوٹے چھوٹے ہوں اور جس کا جسم نرم ہو اس سے شادی کرنی چاہئے۔[16]

وشنو پران (विष्णु पुराण) کا نظریہ ہے کہ لڑکی کے نیچے کے ہونٹ (अधर) یا ٹھوڑی (चिबुक) پر بال نہیں ہونے چاہئیں، اس کا سر کوے کی طرح سخت (कर्कश) نہیں ہونا چاہئے، اس کے گھٹنوں اور پیروں پر بال نہیں ہونے چاہئیں، ہنسنے پر اس کے گالوں میں گڈھے نہیں پڑنے چاہئیں اور اس کا قد نہ تو بہت چھوٹا اور نہ ہی بہت لمبا ہونا چاہئے۔[17]

اس سلسلے میں منو مہاراج نے بڑا تفصیلی و توضیحی دستور قلمبند کیا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

असपिण्डा च या मातु रसगोत्रा च या पितुः।

सा प्रशस्ता द्विजातीनां दारकर्मणि मैथुने।। [18]

(جو لڑکی ماں کی سات پیڑی کے درمیان کی نہ ہو، باپ کے خاندان یا قبیلے کی نہ ہو، وہ دو جاتیوں (द्विजाति) یعنی برہمن، چھتری اور ویش کے شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کے لائق ہوتی ہے۔)

उत्तमैरुत्तमैर्नित्यं सम्बन्धाना चरेत्सह।

निनीषुः कुलमुत्कर्ष मघमान घमांसत्यजेत।। [19]

(اپنے خاندان کو ترقی دینے کی خواہش رکھنے والا آدمی اچھے خاندان، اخلاق، تعلیم اور کردار والوں کے ساتھ رشتہ قائم کریں مگر ذلیلوں کے ساتھ کبھی تعلق قائم نہ کریں۔)

اسی طرح شوہر کے خاندان کے بارے میں جو چیزیں منع کی گئی ہیں وہ زوجہ کے خاندان پر بھی چسپاں ہوتی ہیں جیسا کہ منو اسمرتی ادھیائے ۳ اشلوک ۷ کے حوالے سے ماقبل بیان کیا گیا ہے اور دیگر دھرم شاستروں میں ہے کہ:

उन्मत्तः पतितः क्लीवो दुर्भगस्त्यक्तबान्धवः।

कन्यादोषौ च यौ पूर्वावेष दोषगणो वरे।। ۲۰

مذکورہ بالا اشلوکوں میں لڑکی کے خاندان کے بارے میں تجویز پیش کی گئی ہے کہ اس کا خاندان ان ان خوبیوں کا حامل ہو اور ان عیوب سے پاک ہو لیکن بعض اشلوکوں میں اس بات کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ وہ ذاتی طور سے کن نقائص سے پاک اور کن اوصاف سے آراستہ ہو۔ منواسمرتی میں مذکور ہے:

नोद्वहेत्कपिलां कन्या नाधि काग्डीं न रोगिणीम।

नालोमिकां नातिलीमां न वाचालां न पिंगलाम्।। ۲۱

(جس لڑکی کے بال بھورے ہوں، جس کے اعضاء زیادہ ہوں (مثلاً ہاتھ، پیر میں چھے یا زیادہ انگلیاں ہوں)، جو مریض یا کمزور ہو، جس کے جسم پر روئیں نہ ہوں یا بہت ہوں، جو بہت بولنے والی ہو جس کی آنکھیں پیلی ہوں، اس کے ساتھ شادی نہ کرے۔)

अव्यड.गड.गी सौम्यनाम्नी हंसवारणगामिनीम्।

तनुलोमकेश दशनां मृद्वड.गी मृद्वहेत्स्त्रियम्।। ۲۲

(جس کا کوئی عضو بگڑا نہ ہو، جس کا خوبصورت نام ہو، ہنس یا ہاتھی کی طرح چال ہو، نازک رواں، بال اور چھوٹے دانتوں والی نازک و حسین اعضاء والی ہو، اس سے شادی کرے۔)

नक्षं वृक्ष नदी नाम्नीं नान्त्य पर्वत नामिकाम्।

न पक्ष्यहिप्रेष्यनाम्नीं न च भीषणानामिकाम्।। ۲۳

(ستاروں (नक्षात्र)، پیڑ، ندی، ملیچھ (म्लेक्ष)، پہاڑ، پرندے، سانپ، اور خادمہ (दासी) کے نام پر جس کا نام ہو، اس سے اور ڈراؤنے نام والی لڑکی سے شادی نہ کرے۔)

منو (मनु) نے مندرجہ بالا نام اور جسمانی عیوب والی لڑکی سے ہی رشتہ ازدواج قائم کرنے کو منع نہیں کیا ہے بلکہ جس کا بھائی نہ ہو، جس کے باپ کو کوئی جانتا نہ ہو یا جو لڑکے کی جگہ مانی

گئی ہو اس سے بھی شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے:

यस्ययास्तु न भवेद्भ्राता न विज्ञायेत वापिता।

नोप्यच्छेत तां प्राज्ञ पुत्रिका धर्म शङ्कया। ۲۴

(جس کے بھائی نہ ہو یا جس کے باپ کو کوئی جانتا نہ ہو اور لڑکے کی جگہ مانی ہوئی لڑکی (पुत्रिका) سے، دھرم کے اندیشے سے عقلمند انسان ایسی لڑکی کے ساتھ شادی نہ کرلے۔)

جملہ احکام و احوال پر غور و فکر کے بعد بعض دھرم شاستروں (शास्त्रों) و دھرم گروؤں (धर्मगुरू) نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر ان تمام باتوں کا پایا جانا ممکن نہ ہو تو شادی کرتے وقت چار باتیں ضرور ملحوظ رکھنی چاہئیں، (۱) دولت، (۲) خوبصورتی، (۳) عقل، اور (۴) خاندان۔ اگر یہ چاروں خوبیاں بھی نہ مل سکیں تو دولت (धन) کی فکر نہیں کرنی چاہئے اور اس کے بعد خوبصورتی کی بھی۔ اس سلسلے میں گوتم اسمرتی (۴-۱)، وسشٹھ اسمرتی (۸-۱)، یاگیہ و لکے اسمرتی (याज्ञवल्कय) (۱-۵۲)، منو اسمرتی (۳-۴ اور ۱۲) اور دیگر مذہبی پیشواؤں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کی شرم گاہ محفوظ (अक्षत योनि) ہونی چاہئے اور وہ اپنی ہی ذات سے ہونی چاہئے۔ دیگر ذات کی لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہئے۔ ۲۵

دھرم گرنتھوں کی روشنی میں ۱۹۵۵ء ہندو میرج لا کہتا ہے کہ ایک ہندو لڑکا اور ہندو لڑکی میں شادی تبھی ہو سکتی ہے جب باپ کی طرف سے سات گوتروں میں اور ماں کی طرف سے پانچ گوتروں میں کوئی رشتے داری نہ ہو۔ لیکن جن علاقوں میں اس کے برخلاف ہوتا ہے ان کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ ساؤتھ انڈیا کے چار اسٹیٹس، کیرلا، تمل ناڈو، کرناٹک اور آندھرا میں یہ قانون نہیں۔ یعنی ان چار صوبوں میں ہندو لڑکا اپنی چچیری بہن یا پھوپھیری بہن سے شادی کر سکتا ہے اسی طرح ماما بھانجی سے شادی نہیں کر سکتا لیکن ان چار صوبوں میں کر سکتا ہے۔ بلکہ ماما کا پہلا حق ہوتا ہے بھانجی پر۔ ماما نہ بولے گا تبھی وہ کسی دوسرے سے شادی کر سکتی ہے۔ حالانکہ ان چار صوبوں کے علاوہ پورے ہندوستان میں یہ قانون نہیں۔

شادی کس عمر میں ہونی چاہئے؟

شادی (विवाह) کے لئے مذہبی اعتبار سے دولہا (वर) اور دولہن (वधु) کی کتنی عمر ہونی چاہئے اس تعلق سے ہندو دھرم گرنتھوں میں مختلف اقوال ملتے ہیں جن کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندو دھرم میں شادی کی کوئی ایک عمر متعین نہیں ہے۔ ۸ سال سے لے کر ۶۰ سال کی عمر تک شادی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح نابالغ و کم عمر بچی کی بزرگ وضعیف شخص سے شادی کی جاسکتی ہے۔ ہندو دھرم کے مشہور محقق و مفکر ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانڑے (डॉ0 पाँडव रंग वामन काण्डे) لکھتے ہیں کہ:

> ''اس بارے میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ تمام عہدوں میں، مختلف صوبوں میں اور مختلف ذاتوں میں شادی کی عمر جدا جدا مانی جاتی رہی ہے۔ مرد کے لئے کوئی متعین مدت نہیں رکھی گئی ہے۔ وید کی تعلیم کے بعد مرد شادی کرسکتا تھا، حالانکہ وید کی تعلیم سے فراغت کے اوقات میں بھی اختلاف رہا ہے، جیسے ۱۲، ۲۴، ۳۶، ۴۸ یا اتنے سال کہ جن میں ایک وید یا اس کا کوئی ایک جز پڑھ لیا جاسکے۔ زمانہ قدیم میں اکثر ۱۲ رسال تک تجرد وریاضت (ब्रहमचर्य) کا دور چلتا تھا اور برہمنوں کا اپنین سنسکار (उपनयन संस्कार) آٹھویں سال میں ہوتا تھا اس لئے برہمنوں میں ۲۰ سال کی عمر شادی (विवाह) کے لئے ایک عام مدت مانی جانی چاہئے۔[۲۶]

دھرم شاستروں و دھرم گروؤں نے عام طور سے دولہا و دولہن کی عمروں کے تعین میں کافی فرق رکھا ہے اور تناسب کے لحاظ سے مختلف اعداد کا اظہار کیا ہے۔ وشنو پران (विष्णु पुराण) کا قول ہے:

वर्षैरेकगुणां भार्यामुद्वहेत् त्रिगुणः स्वयम्। ۲۷

(لڑکی اور لڑکے کی شادی کی عمر کا تناسب (अनुपात) ایک، تین ہے۔)

انگرا رشی (अंगिरा) کا ماننا ہے کہ:

"لڑکی شوہر سے ۲، ۳، ۵ یا اس سے زیادہ سال چھوٹی ہو سکتی ہے"۔ ۲۸ے

مہابھارت میں اس سلسلے میں کئی خیالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً:

☆ ایک مقام پر آیا ہے کہ شوہر کی عمر ۱۶ سال کی ہونی چاہئے۔ اور گوتم اپنی لڑکی کا بیاہ اتنک (उत्तंक) سے کرنے کو تیار ہے اگر اس کی عمر ۱۶ سال ہو۔ ۲۹ے

☆ ایک ایسی لڑکی کی مثال پیش کی گئی ہے جو ساٹھ سال کے مرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ساٹھ سال کے آدمی سے بھی لڑکی کی شادی کرنا ممکن تھی۔ ۳۰ے

☆ ایک مقام پر ہے کہ شوہر اور لڑکی کی شادی کی عمر کا تناسب تیس اور دس یا اکیس اور سات سال ہے۔ ۳۱ے

منواسمرتی (मनुस्मृति) میں بھی دولہا و دولہن کی عمروں کا جو نظام پیش کیا گیا ہے اس میں کافی بُعد رکھا گیا ہے۔ منو کہتے ہیں:

त्रिशदषो द्वहेत्कन्या हृद्यां द्वादश वार्षिकीम्।

त्रयष्ट वर्षो ऽ ष्टवर्षा वा धर्मे सीदति सत्वरः।। ۳۲ے

(تیس سال کا مرد بارہ سال کی لڑکی سے یا ۲۴ سال کا مرد ۸ سال کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ اس میں جلدی کرنے والا دھرم میں پریشانی پاتا ہے۔)

उत्कृष्टायाभिरूपाय वराय सदृशाय च।

अप्राप्ता भपिता तस्मे कन्या दद्याद्यथाविधि।। ۳۳ے

(ہم قوم و اعلیٰ خاندان اور خوبصورت شوہر حاصل ہو جائے تو شادی کے لائق لڑکی کے نہ ہوتے ہوئے بھی ایسے شوہر کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کر دینی چاہئے جیسا کہ حکم ہے۔)

اس طرح دھرم شاستروں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے لئے لڑکے کے بمقابل لڑکی کی عمر کافی کم یعنی ۷، ۸، ۱۰ سال اور زیادہ سے زیادہ بارہ سال ہونی چاہئے۔ حالانکہ دھرم گرنتھوں میں بعض مقامات پر ان سے زیادہ عمر میں شادی کا بھی ثبوت ملتا ہے لیکن اولیت و

اہمیت قول اول کو ہی حاصل ہے بلکہ چھوٹی عمر میں لڑکی کی شادی کے لئے خاص طور سے زور دیا گیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر بہت سی دنیوی و اخروی لعنتوں کا خوف دلایا گیا ہے۔ چنانچہ وسشٹھ اسمرتی (वसिष्ठ स्मृति) میں لکھا ہے:

पितुः प्रभादान्तु यदीह कन्या वयःमाण समतीत्य दीयते साहन्ति दातारमु दीक्षभाषा कालातिरिक्ता गुरू दक्षिणे व प्रयच्छेन्मग्निकां कन्या मृतु काल भ्यत्पिता ऋतुमत्यां हि तिष्ठन्त्यादोष पितर मृच्छति। ۳۴

(ماں باپ کی لاپرواہی سے شادی کے پہلے ہی لڑکی کا اگر حیض (माहवारी) شروع ہو جاتا ہے تو اس لڑکی کی شادی (कन्यादान) کرنے والے کو دیکھنے سے ہی پاپ لگتا ہے۔ وہ صرف نظر سے ہی ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لئے ماہواری آنے سے قبل ہی لڑکی کی شادی (विवाह) کر دیں۔ ایسا نہ کرنے پر ماں باپ کو گناہ ہوتا ہے۔)

سنورت اسمرتی (संवर्त स्मृति) میں مذکور ہے:

अष्ट वर्षा वेद गौरी नव वर्षात रोहिणी,
दश वर्षा भवेत कन्या अतः ऊदर्ध्व रजस्वला।।
माता चैव पिता चैव ज्येष्ठो भ्राता तथैवच,
यस्ते नरकं यान्ति दृष्टवा कन्या रजस्वलाम।।
तस्माद विवाह येत्कन्या यावन्तुर्तुमति भवेत,
विवाहो ह्यष्ट वर्षोयाः कन्या यास्तु प्रशस्यते।।۳۵

(آٹھ سال کی لڑکی کی شادی سب سے بہتر ہے۔ دس سال سے پہلے لڑکی کی شادی نہ کرنے والے ماں، باپ اور بھائی نرک میں جاتے ہیں۔)

گوتم دھرم سوتر میں کہا گیا ہے:

प्रदानं प्रगृतोर प्रयच्छ दोषी।। ۳۶

(ماہواری شروع ہونے سے قبل ہی لڑکی کی شادی کر دینی چاہئے جو ایسا

نہیں کرتا وہ پاپی (दोषी) ہے۔)

پراشر اسمرتی (पराशर स्मृति) کا بیان ہے:

माता चैव पिता चैव ज्येष्ठो भ्राता तथैव च।

त्रयस्ते नरकं यान्ति दृष्ट्वा कन्यां रजस्वलाम्।।

यस्तां समुद्व हेत्कन्या ब्राह्मणोऽ ज्ञानमोहितः।

असंभाष्यो ह्यपांक्तेयः सविप्रो वृषलीपतिः।। ۳۷

(ماں باپ اور بڑا بھائی حائضہ لڑکی (रजस्वलाकन्या) کو دیکھنے سے نرک (नरक) کے مستحق ہوتے ہیں۔ اگر کوئی برہمن اس لڑکی سے شادی کرلے تو اس سے بات چیت نہیں کرنا چاہئے، اس کے ساتھ قطار میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھانا چاہئے اور وہ اس ورشلی (वृषली) گھوڑی یا شودرہ کا شوہر ہو جاتا ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مذہبی اعتبار سے لڑکی کی شادی قبل بلوغت اور ایام کم سنی میں ہی کردینی چاہئے۔ ایسا نہ کرنے سے ماں، باپ اور بھائی پاپ اور نرک (नरक) کے حقدار بن جاتے ہیں۔ ہندو دھرم کے اس موقف کی تصدیق ویدوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ رگ وید (ऋगवेद) منڈل ۱، سوکت ۱۲۶ اور منتر ۶، ۷ سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکیاں جوان ہونے سے قبل شادی شدہ ہوتی تھیں۔ اسی طرح رگ وید منڈل ۱، سوکت ۵۱ اور منتر ۱۳ میں آیا ہے کہ اِندر نے بڈھے کک چھی وان (कक्षीवान) کو وِرچیا (वृचया) نامی بیوی دی جو ابھی کم سن تھی۔

ویدوں اور دیگر دھرم گرنتھوں میں اس طرح کے منتر و اشلوک بھی مطالعے میں آتے ہیں کہ جن سے بالغ اور جوان ہونے کے بعد لڑکیوں کی شادی کا مزاج ملتا ہے۔ مثلاً: ”رگ وید میں ہے کہ جب لڑکی خوبصورت ہے اور زیورات سے آراستہ ہے تو وہ خود مردوں کی جماعت میں سے اپنا دوست (मित्र) ڈھونڈ لیتی ہے“۔ ۳۸ اس سے ظاہر ہے کہ لڑکیاں اتنی بالغہ (प्रौढ) ہونے پر شادی کرتی تھیں جب کہ وہ خود اپنے شوہر کا انتخاب کرسکیں۔ رگ وید کے شادی (विवाह) منتروں میں ہے کہ شادی شدہ لڑکیاں بچی نہیں بلکہ کافی جوان ہوتی تھیں۔ ۳۹

ہندو دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا شواہد و دلائل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ہندو دھرم میں بلوغت و شباب کے بعد بھی لڑکی کی شادی کی جاسکتی ہے لیکن بنیادی طور پر ضروری یہی ہے کہ بلوغت سے قبل شادی کردی جائے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے بلوغت سے قبل شادی نہ ہو سکے تو پھر اس کے بالغ و جوان ہونے کی صورت میں شادی کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بلوغت و شباب کی منزل میں پہنچنے کے بعد اگر ماں، باپ یا اس کے سرپرست اس کی شادی میں کاہلی و سستی سے کام لیں تو حکم ہے کہ وہ خود اپنے لئے اپنے شوہر کا انتخاب کرلے۔ منواسمرتی میں ہے:

त्रीणि वर्षाण्युदीक्षेत कुमार्यतुमती सती।

उर्ध्वतु कालादेतस्माद्विन्देत सदृशं पतिम्।। ۴۰

(شوہر پرست (सतीकन्या) لڑکی بالغ ہونے پر تین سال تک اچھے شوہر کا انتظار کرے اس کے بعد اپنی ذات اور خوبی والے شوہر کا خود انتخاب کرے۔)

अदीयमाना भर्तारमधिगच्छैद्यादि स्वयम्।

नैनः किंचिद वापनोति न च यं साधिगच्छति।। ۴۱

(اپنے بزرگوں (ماں، باپ، بھائی وغیرہ) کے ذریعے شادی نہ کرنے کی صورت میں اگر لڑکی خود شادی کرے تو ایسی صورت میں اس کو یا اس کے شوہر کو کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے۔)

یہی بات مہابھارت، بودھاین دھرم سوتر، وسشٹھ دھرم سوتر اور گوتم نے کہی ہے کہ "جوان (युवती) ہونے پر باپ اگر لڑکی کی شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو خود لڑکی اپنی شادی (विवाह) رچا سکتی ہے۔ اس پر بیوی و شوہر کو کوئی پاپ نہیں ہوگا۔ ہاں ماں، باپ کو بالغ ہونے سے پہلے شادی نہ کرنے کی وجہ سے پاپ لگے گا۔ اس میں وسشٹھ اور بودھاین نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ "لڑکی کے غیر شادی شدہ رہنے پر باپ یا سرپرست لڑکی کی ہر ماہواری (मासिक धर्म) پر حمل (गर्भ) گرانے کے پاپ کا سزاوار ہوتا ہے۔ ۴۲

دھرم گرنتھوں کے جملہ شواہد و دلائل کا تحقیقی و تاریخی تجزیہ کرنے کے بعد ہندو محققین و مفکرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ۷ سال سے ۱۲ سال کے درمیان لڑکی کی شادی کی رسم و دستور

۶۰۰ قبل مسیح یا چھٹی وساتویں صدی سے لے کر دورِ جدید تک کسی نہ کسی صورت میں جاری رہے ہیں۔ لیکن آج بہت سی وجوہات کے پیش نظر، بالخصوص سماجی اور معاشی ومالی مشکلات کے سبب شادی کی عمر کافی بڑھ گئی ہے۔ یہاں تک کہ آج کل وقت پر جہیز کا انتظام نہ ہونے اور تعلیم سے فراغت نہ پانے کی وجہ سے بھی بہت سی لڑکیوں کی شادی میں کافی تاخیر ہو جاتی ہے۔ ۴۳ اور اب تو قانون بھی بنا دیا گیا ہے جس میں نابالغ یا ۱۸ سال سے قبل لڑکی کی شادی کرنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ہندوؤں کے مذہبی دستور کے سراسر خلاف ہے۔

کون کس سے اور کہاں شادی کا مجاز؟

ہندو دھرم گرنتھوں کی تعلیمات کے مطابق تمام ہندو چار ذاتوں (वर्णों) یا چار طبقوں میں منقسم ہیں (۱) برہمن، (۲) چھتری، (۳) ویش اور (۴) شودر۔ انہیں چار کے طبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) پر ہندو دھرم کے جملہ ذاتی وانفرادی، خانگی وسماجی اور مذہبی ودنیاوی احکام ومسائل کی بنیاد قائم ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات میں بھی اس کو اولین حیثیت حاصل ہے، اس لئے دھرم شاستروں نے ہر ذات اور ہر طبقے (वर्ण) کو اپنی ہی ذات، برادری میں شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور دیگر ذات وطبقات میں رشتہ جوڑنے پر نہ صرف سخت لعنت وملامت کی ہے بلکہ اس کو گناہِ عظیم (महापाप) اور باعث جہنم (नरक) قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں قریب قریب سبھی دھرم گرنتھوں کا ایک ہی موقف ہے اور وہ یہ کہ اپنی ہی ذات ونسل کی لڑکی سے شادی (विवाह) کرنا چاہئے، یہی بہتر وافضل اور یہی مذہبی حکم ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر انہوں نے جو اپنا موقف بیان کیا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

☆ آپستنب دھرم سوتر (आपस्तम्ब धर्मसूत्र) نے اپنی ہی ذات کی لڑکی سے شادی کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور دوسری ذات سے شادی (असवर्ण विवाह) کرنے کی مذمت کی ہے۔ ۴۴

☆ منو، شنکھ اور نار درشیوں نے بھی اپنے ہی طبقے (वर्ण) میں شادی کی بات کہی ہے اور اس کو سب سے اچھا مانا ہے، اس لئے اس کو سب سے اچھا طریقہ (पूर्व कल्प) کہا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے کم اچھی (अनुकल्प) شادی کا بھی ذکر کیا ہے جیسے برہمن کسی بھی

ذات کی لڑکی سے، چھتری (क्षत्री) اپنی، ویش یا شودر ذات کی لڑکی سے، ویش (वैश्य) اپنی یا شودر ذات کی لڑکی سے اور شودر (शूद्र) اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے۔ ۴۵

☆ پارسکر گرہ سوتر (पारस्कर गृहयसूत्र) اور وسشٹھ دھرم سوتر نے لکھا ہے کہ بعض دھرم آچاریوں (धर्माचार्यों) کے قول کے مطابق دوجوں (द्विजों) یعنی برہمن، چھتری اور ویش کو شودر ناری سے شادی کرنی چاہئے لیکن بنا منتروں کے پڑھے۔ لیکن وسشٹھ نے اس کی مذمت کی ہے، کیونکہ اس سے نسل (वंश) خراب ہوجاتی ہے اور مرنے کے بعد سورگ (स्वर्ग) حاصل نہیں ہوتا۔ ۴۶

☆ وشنو دھرم سوتر (विष्णु धर्मसूत्र) کا ماننا ہے کہ ایسے وِواہ سے مذہبی وعمدہ اوصاف حاصل نہیں ہوتے ہاں جسمانی ہوس کی تکمیل ضرور ہوجاتی ہے۔ ۴۷

☆ یاگیہ ولکے (याज्ञवल्क्य) نے برہمن یا چھتری کو اپنے یا اپنے سے نیچے طبقے (वर्ण) سے شادی کرنے کو کہا ہے، لیکن یہ بات زوردار طریقے سے لکھی گئی ہے کہ اعلیٰ ذات (द्विजातियों) والوں کو شودر لڑکی سے شادی کبھی نہ کرنی چاہئے۔ لیکن پھر بھی اگر کسی نے شادی کر لی یا کسی برہمن نے چار شادیاں چار ذات سے کرلیں اور پھر ان بیویوں سے لڑکے پیدا ہوں تو برہمنی لڑکے کو دس میں سے چار حصے، چھتری بیوی کے فرزند کو تین، ویش عورت کے بیٹے کو دو حصے اور شودر بیوی سے پیدا لڑکے کو ایک حصہ جائیداد سے ملتا ہے۔ ۴۸

مذکورہ بالا احکام واقوال کی تائید منو اسمرتی (मनुस्मृति) سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں بڑے واضح انداز میں اس پر گفتگو کی گئی ہے۔ منو کہتے ہیں:

शूद्रैव भार्या शूद्रस्य सा च स्वा चविशः स्मृते।

ते च स्वा चैव राज्ञश्च चाश्च स्वा चाग्रजन्मनः ।। ۴۹

(شودر (اچھوت، دلت) کی شودرا ہی بیوی ہوتی ہے، ویش کو ویش ذات کی اور شودرا، چھتری کو چھتریا، ویشیا اور شودرا اور برہمن کو چاروں ذاتوں (वर्णों) کی لڑکیوں سے شادی کرنے کا حق ہے۔)

न ब्राहमण क्षत्रिय योराप द्यपि हि तिष्ठतोः ।

कस्मिश्चिदपि वृत्तान्ते शूद्रा भार्योपदिश्यते।। ۵۰

(برہمن اور چھتری کو اپنی ذات کی بیوی نہ ملنے پر بھی شودرا کو عورت بنانے کا کسی بھی تاریخ میں حکم نہیں پایا جاتا ہے۔)

دھرم شاستروں کے منع کرنے کے باوجود اگر کوئی شخص شودرا(शूद्रा) لڑکی سے رشتہ قائم کرتا ہے تو اس کا خطرناک نتیجہ بیان کرتے ہوئے منو کہتے ہیں:

हीन जाति स्त्रियं मोहादुद्वहन्तो द्विजातयः।

कुलान्येव नयन्तयाशुससंतानानि शूद्रताम।। ۵۱

(جو اعلیٰ ذات والا (द्विज) لالچ میں کسی حقیر ذات کی لڑکی سے شادی کرتا ہے وہ اولاد کے ساتھ اپنے خاندان کو جلد شودر (अछूत) بنا دیتا ہے۔)

शूद्रां शयनमारोप्य ब्राहमणो यात्यद्योगतिम्।

जनयित्वा सुतं तस्यां ब्राहमण यादेव हीयते।। ۵۲

(برہمن شودرا کے ساتھ سونے سے نرک (नरक) کو جاتا ہے اور اس سے لڑکا پیدا کر کے برہمن کے مقام سے بھی خالی ہو جاتا ہے۔)

शूद्रावेदी पतत्यत्रे रूतथ्यतनयस्य च। ۵۳

(شودرا سے شادی کرنے والا برہمن کمینہ و ذلیل ہوتا ہے۔)

دھرم گرنتھوں کے مندرجہ بالا اشلوکوں میں ہم ذات لڑکی سے شادی کرنے کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے اور دیگر ذات بالخصوص شودر ذات کی لڑکی سے شادی کرنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور اگر کہیں بطور رعایت کچھ اجازت دی بھی گئی ہے تو اس کو بھی انتہائی حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد کو وراثت میں کافی نقصان پہنچایا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ دوسری ذات (वर्ण) بالخصوص شودرا لڑکی سے ادنیٰ وارذل ذات کی بنا پر دھرم گرنتھوں نے شادی سے منع کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض وہ لڑکیاں بھی ہیں کہ جن سے خاندان اور قریبی رشتہ ہونے کی وجہ سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی کا فرمان ہے:

एतास्ति सस्तु भार्यार्थे नोपयच्छेत्तु बुद्धिमान।

ज्ञातित्वेनानुपेयास्ता पतति ह्युपयन्नधः।। ۵۴

(عقلمند ان تینوں (پھپھیری، موسیری اور ممیری بہنوں) کو عورت بنانے کے لئے (شادی کے لئے) استعمال نہ کرے۔ کیونکہ یہ بہن ہونے کے سبب شادی کرنے کے لائق نہیں ہیں۔ اگر کوئی کر لیتا ہے تو وہ جہنمی (नरकगामी) ہوتا ہے۔)

पैतृष्वसेयी भगिनी स्वस्त्रीया मातुरेव च।

मातुश्च भ्रातुस्तनयां गत्वा चाद्रायणं चरेत्।। ۵۵

(پھپھیری، موسیری اور ممیری بہنوں کے ساتھ تعلق و مباشرت (प्रसंग) کر کے (کفارے و پراشچت کے لئے) چندرائن ورت (चन्द्रायणव्रत) کرے۔)

منو اسمرتی کے اس نظریے کی تصدیق دوسرے دھرم شاستروں سے بھی ہوتی ہے۔ آپستنب دھرم سوتر (आपस्तम्ब धर्मसूत्र) نے اپنے ماں، باپ اور اولادوں کے مثل بہنوں، ماؤں سے مباشرت کرنے کو مہاپاپ شمار کیا ہے۔ اس اصول کے تحت اپنے ماما اور پھوپھی کی لڑکی سے شادی کرنا مہاپاپ ہے۔ ۵۶

منو اسمرتی اور دیگر دھرم گرنتھوں و شاستروں نے مذکورہ بالا تینوں رشتوں کی لڑکیوں سے شادی کرنا اس لئے ناجائز و گناہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ سپنڈ (सपिण्ड) کے دائرے میں آتی ہیں۔ اور ہندو دھرم میں سپنڈ لڑکی سے رشتہ ازدواج قائم کرنا سبھی ذاتوں (वर्णों) میں مہاپاپ ہے۔ سپنڈ (सपिण्ड) کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وہی پنڈ (पिण्ड) یعنی جسم یا جسم کا جز واصل (अवयव) ہے۔ اور دو لوگوں کے سپنڈ رشتے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں ایک قسم کے جسم کے اجزاء (अवयव) ہیں۔ اس طرح بیٹے کا باپ اور ماں سے، پوتے کا دادا اور دادی سے، نواسے کا نانا سے جسمانی و خونی رشتہ (सपिण्डय सम्बन्ध) ہے کیونکہ ان کے جسم کے اجزاء اپنے بعد والوں میں آتے ہیں۔ اسی طرح موسی، ماما، چاچا اور پھوپھی سے بھی جسمانی و خونی رشتہ (सपिण्डता सम्बन्ध) ہے۔ علی

ہذ االقیاس جہاں بھی کہیں سپنڈ لفظ آتا ہے اس کو ایک ہی پنڈ کے باپ بیٹے یا دادا پوتے کے طور پر سمجھنا چاہئے۔ اس طرح اگر سپنڈتا کی تشریح وتوضیح کی جائے تو ساری دنیا کے لوگ ایک ہی پنڈ سے تعلق رکھنے والے ثابت ہو سکتے ہیں اس لئے دھرم گرنتھوں اور دھرم گروؤں نے اس کی ایک حد مقرر کردی ہے کہ سپنڈ کا لحاظ اس پیڑی تک کیا جائے گا اور اس حد میں آنے والے شخص سے رشتۂ ازدواج ہرگز نہیں جوڑا جائے گا۔ اس بارے میں انہوں نے جو ماں اور باپ کی طرف سے حد قائم کی ہے اس میں کچھ اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ یاگیہ ولکیے رشی (याज्ञ वल्क्य ऋषि) کا قول ہے کہ پانچویں پیڑی ماں کے خاندان میں اور ساتویں پیڑی باپ کے خاندان میں سپنڈتا (सपिण्डता) کی آخری حد مانی جانی چاہئے۔ اس لئے والد سے چھ پیڑیاں اوپر اور لڑکے سے چھ پیڑیاں نیچے کی نسل کے لوگ (वंशज) سپنڈ کہے جائیں گے۔ کسی بھی شخص سے چھ پیڑیاں اوپر یا نیچے اور خود اس کو لے کر سات پیڑیاں گنی جاتی ہیں۔ اسی طرح کسی لڑکی کے بارے میں پانچویں پیڑی اوپر ماں کے خاندان میں اور ساتویں پیڑی نیچے باپ کے خاندان میں گنی جاتی ہیں۔

☆ پیٹھینسی (पैठीनसि) کے مطابق ماں سے تیسری پیڑھی کی اور باپ سے پانچویں پیڑھی کی لڑکی سے شادی (विवाह) کی جاسکتی ہے۔

☆ وسشٹھ دھرم سوتر (वसिष्ठ धर्मसूत्र) کے مطابق ایک شخص ماں کے خاندان سے پانچویں اور باپ کے خاندان سے ساتویں خاندان میں شادی کرسکتا ہے۔ ۵۷

منو کہتے ہیں:

असपिण्डा च या मातुरसगोत्रा च य पितु।

सा प्रशस्ता द्विजातीनां दारकर्मणि मैथुने।। (मनु. 3–5)

(جو لڑکی ماں کے خاندان کی چھ پشتوں میں نہ ہو اور باپ کے گوتر کی نہ ہو اس لڑکی سے شادی کرنی جائز ہے۔)

دھرم گرنتھوں اور رشیوں (ऋषियों) نے بیوی اور شوہر کے درمیان بھی سپنڈتا کا تعلق مانا ہے اس لئے کہ شادی کرنے اور لڑکا پیدا کرنے کی وجہ سے یہ دونوں ایک گوتر (खानदान) کے ہو

جاتے ہیں اور دونوں کا پنڈ (पिण्ड) ایک ہو جاتا ہے۔ ۵۸

سپنڈ لڑکیوں کے علاوہ ماموں کی لڑکی (मातुलकन्या) سے شادی کرنا بعض دھرم آچاریوں (धर्माचार्यों) نے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی پرزور مذمت کی ہے۔ جواز کے قائلین کی دلیل ہے کہ ''ویدوں واسمرتیوں کے بعض جملوں اور کچھ اخلاقوں نے اسے منظوری دی ہے، اس لئے ایسے وواہ اخلاق وشرافت کے دائرے میں آتے ہیں۔ اور منکرین کا کہنا ہے کہ آپستنب دھرم (आपस्तम्ब धर्मसूत्र) سوتر ۲-۵-۱۱-۶ وغیرہ نے ممیری بہن (मातुलकन्या) سے شادی کرنے پر چاندراین ورت (चान्द्रायण) کا حکم دیا ہے تاکہ اس گناہ کا کفارہ (प्रायश्चित) ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ ایسی لڑکی سے شادی (विवाह) کرنا جائز نہیں وگرنہ کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں ہوتا۔ ۵۹

ہندوؤں میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ جو اپنی بہن کی لڑکی سے شادی کر لیتے ہیں۔ دکھن (दक्षिण) میں کچھ لوگ اس طرح کے ہیں جن میں برہمن بھی شامل ہیں۔ خاص طور سے ویلم (वेलम) ذات کے لوگ اپنی بہن کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔ ۶۰

اس طرح بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں کس لڑکی اور کس خاندان سے رشتہ ازدواج قائم کیا جا سکتا ہے اور کس سے نہیں۔ ہندو دھرم کے مطابق اپنی لڑکی دے کر دوسرے کی لڑکی اپنے لڑکے کے لئے لینا، ایک ہی شخص کو دو لڑکیاں دینا اور اپنی دو لڑکیاں دو بھائیوں کو ایک ساتھ دینا بھی ممنوع (वर्जित) ہے لیکن آج یہ ضابطہ صرف کتابوں کی زینت بن کر رہ گیا ہے اور عمل اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے۔ ۶۱

ہندو شادی کے ایام

ہندوؤں کے ورت، پرو (व्रत–पर्व) و تیوہار اور سومات کی طرح سنسکار وغیرہ بھی اکثر باعتبار چاند منعقد ہوتے ہیں۔ شادی (विवाह) بھی ہندو دھرم کا ایک اہم مذہبی سنسکار ہے۔ لہٰذا یہ بھی باعتبار چاند واقع ہوتا ہے۔ بہت سے دھرم آچاریوں و دھرم گروؤں کے نزدیک وِواہ کبھی بھی کیا جا سکتا ہے لیکن دھرم شاستروں نے اس سلسلے میں مختلف احکام وقوانین سے مرجع دستور پیش کیا ہے۔ چنانچہ آشولائن گرہ سوتر (आश्वलायन गृहय सूत्र) کے مطابق سورج کے اترائن

(उत्तरायण) میں، شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) میں، کسی چاند سیارہ (नक्षत्र) میں، چول (चौल)، اپنین (उपनयन)، گودان (गोदान) اور وِواہ منعقد ہوتے ہیں۔ ۶۲

آپستنب گرہ سوتر (आपस्तम्ब गृहय सूत्र) کا کہنا ہے کہ سردی (शिशिर) کے دو ماہ یعنی ماگھ اور پھاگن چھوڑ کر اور گرمی (ग्रीष्म) کے دو ماہ جیٹھ اور آساڑھ چھوڑ کر بھی موسم (ऋतु) شادی کے لائق ہیں۔ اس طرح سبھی اچھے سیارے (शुभ नक्षत्र) بھی اس کے لئے مناسب ہیں۔ اسی سوتر نے سواتی نکچھتر (स्वाति नक्षत्र) کو شادی کے لئے بہت بہتر مانا ہے اور روہنی (रोहिणी)، مرگ شیس (मृगशीर्ष)، اترا پھالگنی (उत्तरा फाल्गुनी) کو بھی اچھے نکچھتروں (नक्षत्र) میں شمار کیا ہے۔ لیکن پنروسو (पुनर्वसु)، تشئے (तिष्य)، ہست (हस्त)، شرون (श्रवण) اور ریوتی (रेवती) کو دوسرے جشنوں (उत्सवों) کے لئے بہتر مانا ہے۔ ۶۳

رامائن (रामायण) اور مہابھارت (महाभारत) نے بھگدیوتا (भगदेवता) کے سیارہ (नक्षत्र) کو شادی کے لئے صحیح تسلیم کیا ہے۔ ۶۴

کوشک سوتر (कौशिक सूत्र) نے دورِ جدید کی طرح ہی کہا ہے کہ کارتک پورنما (कार्तिक पूर्णिमा) کے بعد سے بیساکھ پورنماشی تک شادی کرنا چاہئے، یا کبھی بھی لیکن چیت (चैत्रा) کے نصف حصے کو چھوڑ دینا چاہیے۔ ۶۵

بعض ہندو محققین نے لکھا ہے کہ سوتروں (सूत्रों)، اسمرتیوں (स्मृतियों) میں نیک گھڑی (शुभ मुहूर्त) کے بارے میں اختلاف ہے اس لئے اپنے ملک کے ماحول کے حساب سے ہی کام کرنا چاہئے۔ جیٹھ ماہ میں بڑے لڑکے (ज्येष्ठ पुत्र) کی بڑی لڑکی (ज्येष्ठ पुत्री) سے شادی نہیں کرنی چاہئے اور بڑے فرزند اور دختر کی شادی ان کی پیدائش کے دن، ماہ یا نکچھتر (नक्षत्र) میں بھی نہیں کرنی چاہئے۔ ہفتے میں بدھ، پیر، جمعہ اور جمعرات اچھے دن ہیں لہٰذا ان میں یا کسی بھی دن کی رات میں شادی کرنی چاہئے، کہ رات میں شادی کرنے سے سبھی دن اچھے ہیں۔ لیکن لڑکیوں کی شادی میں چاند کا طاقت ور مقام میں رہنا ضروری ہے۔ ۶۶

ہندو نجومیوں (ज्योतिष विद्वान) نے لڑکا اور لڑکی کے جنم کے وقت کے سالگرہ (नक्षत्र) اور راشی (राशि) سے علم نجوم سے متعلق (ज्योतिष सम्बन्धी) تقسیم آٹھ طرح سے کی ہے جسے کوٹ

(कूट) کہا گیا ہے اور وہ کوٹ اس طرح ہیں، ورن (वर्ण) ، وشے (वश्य)، نکچھتر (नक्षत्र)، یونی (यौनि)، گرہ (ग्रह)، گن (गण) ، راشی (राशि) اور ناڑی (नाड़ी)۔ ان میں سے ہر ایک بعد والا اپنے پہلے والے سے زیادہ طاقتور کہا جاتا ہے۔ ٦٧

نکچھتروں کی تعداد ۲۷ ہے جن کو شادی کی بہتری و نابہتری کے لئے تین حصوں (दलों) میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک دَل دیوگن (देवगण)، منشے گن (मनुष्यगण) اور راکچھس گن (राक्षसगण) کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اگر شوہر اور لڑکی ایک ہی دل کے نکچھتروں میں پیدا ہوئے ہوں انہیں سب سے اچھا مانا جاتا ہے۔ اگر ان کی پیدائش کے نکچھتر مختلف دَلوں میں واقع ہوتے ہیں تو حسب ذیل اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ اگر ان کے نکچھتر دیوگن اور منشے گن (मनुष्यगण) میں پڑتے ہیں تو اس کو درمیانی (मध्यम) مانا جاتا ہے۔ اگر شوہر کا نکچھتر دیوگن یا رکچھس گن میں پڑے تو لڑکی کا منشے گن میں مانا جاتا ہے۔ لیکن اگر لڑکی کا نکچھتر راکچھس گن میں واقع ہو اور شوہر کا منشے گن میں تو موت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر شوہر اور لڑکی کے نکچھتر ترتیب سے دیو اور راکچھس گنوں (गणों) میں پڑیں تو دونوں میں جھگڑا ہوگا۔ اگر شوہر اور لڑکی کے نکچھتر ایک ہی ناڑی میں پڑیں تو موت ہوتی ہے اس لئے شادی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس کے لئے دونوں کے جنم نکچھتر (जन्म नक्षत्र) علیحدہ علیحدہ ناڑیوں میں ہونے چاہئیں۔ ٦٨

ہندو شادی (विवाह) کی اقسام

ہندو دھرم گرنتھوں و شاستروں میں شادی کی آٹھ اقسام بیان کی گئی ہیں، لیکن بعض دھرم گرنتھوں نے اس سے کم کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً آپستنب دھرم سوتر (आपस्तम्ब धर्म सूत्र) نے چھ کا ذکر کیا ہے اور پرجاپتے (प्रजापत्य) و پیشاچ (पैशाच) کو ترک کر دیا ہے۔ مانو گرہ سوتر (मानव गृहय सूत्र) نے صرف براہم (ब्राहम) اور آئسر (आसुर) وِواہ کی چرچا کی ہے اور وسشٹھ دھرم سوتر نے براہم، دیو، آرش، گاندھرو، راکچھس اور آئسر کے نام لئے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کے دور میں یہی وواہ رائج ہوں۔ ٦٩

مختصر یہ کہ مشہور و معروف طور پر ہندو وِواہ کی آٹھ اقسام ہیں (۱) براہم، (۲) دیو،

(۳) آرش، (۴) پرجاپتے، (۵) آئر، (۶) گاندھرو، (۷) راکھس اور (۸) پیشاچ۔ ان میں سے کس ذات وکس طبقے کے لئے کتنی طرح کے وِواہ جائز وبہتر ہیں اور کتنی اقسام کے ناجائز و ممنوع، اس کو منواسمرتی (मनु स्मृति) میں کافی توضیح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ منو کہتے ہیں:

ब्राहमो दैवस्त थैर्वार्षः प्रजापत्यस्तथासुरः।

गान्धर्वो राक्षसश्चैव पैशाचश्चाष्टमोऽधमः।। ۲۰

(۱۔ براہم (ब्राहम)، ۲۔ دیو (देव)، ۳۔ آرش (आर्ष)، ۴۔ پرجاپتے (प्रजापत्य)، ۵۔ آئر (आसुर)، ۶۔ گاندھرو (गान्धर्व)، ۷۔ راکھس (राक्षस) اور ۸۔ پیشاچ (पैशाच) ہے جو سب میں ذلت آمیز ہے۔)

ان آٹھوں اقسام کی تعریف وعلامات کو منو نے علیحدہ علیحدہ طریقے پر بیان کیا ہے جس کی تفصیل ووضاحت حسب ذیل ہے:

(۱) براہم (ब्राहम) وواہ:

आच्छाद्य चार्चयित्वा च श्रुति शीवते स्वयम्।

आहूय दानं कन्याया ब्राहमो धर्माः प्रकीतितः।। ۲۱

(جس شادی میں قیمتی زیوروں اور لباسوں سے آراستہ، ہیروں سے مزین لڑکی کو وید پنڈت اور اچھی عادت واخلاق مند شوہر کو خود بلا کر عزت کے ساتھ دی جاتی ہے اس کو براہم وواہ کہتے ہیں۔)

(۲) دیو (देव) وواہ:

यज्ञे तु वितते सम्यगृत्विजे कर्म कुर्वते।

अलंकृत्य सुतादानं दैवं धर्म प्रच्छते।। ۲۲

(جب باپ زیور اور لباس سے آراستہ لڑکی کسی پجاری (पुरोहित) کو یگ کرتے وقت دے تو اس کو دیو (देव) وواہ کہتے ہیں۔)

(۳) آرش (आर्ष) وواہ:

एकं गोमिधुनं द्वे वा वगदादाय धर्मतः।

कन्या प्रदानं विधिवदार्षो धर्मः स उच्चयते।। ۸۳ے

(شوہر سے ایک یا دو جوڑے گائے و بیل دھرم کی نیت سے لے کر احکام و قوانین کے ساتھ لڑکی کی شادی کرنے کو آرش وواہ کہتے ہیں۔)

(۴) پرجاپتے(प्रजापत्य) وواہ:

सहोभों चरतां धर्ममिति वाचानुभाष्य च।

कन्या प्रदानभ्यर्च्य प्रजापत्यो विधिः स्मृतः।। ۸۴ے

(''تم دونوں ایک ساتھ گھر کے دھرم (فرائض) کی حفاظت کرو'' یہ کہہ کر اور پوجا کر کے جو کنیادان (कन्यादान) یعنی بیٹی کو داماد کے سپرد کیا جاتا ہے وہ پرجاپتے وواہ کہلاتا ہے۔)

(۵) آسُر (आसुर) وِواہ:

ज्ञातिभ्यो द्रविणां दच्वा कन्यायै चैव शक्तित।

कन्या प्रदानं स्वाच्छन्द्या दासुरो धर्म उच्चयते।।۸۵ے

(لڑکی کے باپ اور لڑکی کو حسب طاقت مال دے کر بے باکی و آزادی کے ساتھ لڑکی کو قبول کرنا آسُر وواہ کہلاتا ہے۔)

(۶) گاندھرو(गान्धर्व) وواہ:

इच्छयन्योन्यसंयोगः कन्यायाश्च वरस्य–च।

गान्धर्वः स तु विज्ञेयो मैथुन्यः कामसंभवः।। ۸۶ے

(لڑکی اور لڑکے کی مرضی و پسند سے دونوں کا معاہدہ واتحاد ہونا گاندھرو وواہ کہلاتا ہے۔ یہ جسمانی خواہش (संभोग) کے مقصد سے ہوتا ہے اور یہ مباشرت(मैथुन क्रिया) کے لئے مفید ہے۔)

(۷) راچھس (राक्षस) وِواہ:

हत्वा छिच्वा च–मित्वा च–क्रोशन्तीं रूदती गृहात्।

प्रप्तहय कन्याहरणं राक्षसो विधिरूच्यते।। ۸۷ے

(مزاحمت کرنے والوں کو مار کر، زخمی کر کے گھر کے دروازے وغیرہ توڑ کر روتی ہوئی لڑکی کو گھر سے زبردستی اٹھا کر لے جانے کا نام راچھس وواہ ہے۔)

(۸) پیشاچ (पेशाच) وواہ:

सुप्तां मत्तां वा रहो यत्रोपगच्छति।

स पापिष्ठो विवाहानां पेशाचश्चाष्टमोऽधमः।। ۸ے

(سوئی ہوئی، نشے میں چور، یا جو لڑکی پاگل ہو اس کے ساتھ تنہائی میں جماع ومباشرت (संभोग) کرنا وواہوں میں انتہائی ذلیل گناہوں سے بھرپور آٹھواں پیشاچ وواہ ہے۔)

ان آٹھوں وواہوں میں سے کون سا وواہ کس طبقے وکس ذات کے لئے ہے اس کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے منو کہتے ہیں:

षडानुपूर्व्या विप्रस्य क्षत्रस्य चतुरोऽ वरान्।

विट्शूद्रयोस्तु तानेव विद्याद्धर्म्यानराक्षसान्।। ۹ے

(برہمن کو روزِ اول (आदि) سے چھ طرح کے وواہ، چھتری کو آسر وغیرہ ترتیب سے چار طرح کے اور ویش اور شودر کو راچھس (राक्षस) وِواہ چھوڑ کر تین طرح کے وواہ دھرم کے مطابق کہے گئے ہیں۔)

کون سی ذات وکون سے طبقے (वर्ण) کے لئے کون کون سے وواہ جائز ہیں اس اشلوک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے اور اُن میں کس کے لئے کون سا بہتر واچھا ہے اس کو منو اس طرح ذکر کرتے ہیں:

चतुरो ब्राहमणस्याद्यान्प्रशस्तान्कवयो विदुः।

राक्षसं क्षत्रियस्यैकमासुरं वैश्यशूदयोः।। ۸۰

(برہمن کے لئے ابتدائی چار وواہ (یعنی براہم، دیو، آرش اور پرجاپتے)، چھتری کے لئے صرف راچھس اور ویش اور شودر کے لئے آسر وواہ کو عالم و

گیانی (विद्वान) لوگ اچھا و بہتر مانتے ہیں۔)

دھرم شاستروں کے مطابق مذکورہ بالا آٹھ وواہوں میں سے بعض بالترتیب انتہائی عظمت و فضیلت کے مصداق ہیں ور بعض حقارت و ذلت کے حامل ہیں۔ چنانچہ منو کہتے ہیں کہ: براہم وواہ سے پیدا اچھی سیرت والا بیٹا دس پیڑی پیچھے اور دس پشتیں آگے کے آبا و اجداد کو اور اکیسویں خود کو نرک (नरक) سے آزاد کراتا ہے۔ دیو وواہ سے جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ سات پشتیں پیچھے کے اور سات آگے کے اور آرش وواہ سے پیدا لڑکا تین پیچھے اور تین آگے کے اور پرجاپتے وواہ (प्रजापत्य विवाह) سے پیدا لڑکا چھ پیچھے اور چھ آگے کے مردوں کی (मुक्ति) نجات کراتا ہے۔ علی الترتیب ابتدائی چار وواہوں سے خدائی جلال، باوقار اور مہذب انسانوں میں محترم بیٹے پیدا ہوتے ہیں، جو خوبصورت، نیک، خوش صفات، دولت مند، مشہور، خوشحال، مذہبی اور سو سال کی عمر والے ہوتے ہیں۔ اور آخر کے چار وواہوں سے پیدا شدہ لڑکے ظالم، بے رحم، جھوٹے، ویدوں کی مذمت کرنے والے اور دھرم کے دشمن ہوتے ہیں۔ بیان کردہ اچھی عورتوں کے ساتھ شادی (विवाह) کرنے سے اچھی اولاد پیدا ہوتی ہے اور قابل مذمت شادی کرنے سے بری اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اچھے وواہ کرنا چاہئیں۔ ۸۱

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم کے مطابق ہندوؤں کے لئے آٹھ طرح کی شادیاں ہیں، جن میں سے ہر ذات و ہر طبقے (वर्ण) کے لئے بعض جائز و بہتر ہیں اور بعض ناجائز و ممنوع ہیں۔ لیکن دورِ حاضر میں عام طور سے براہم اور آسر وواہ رائج ہیں۔ براہم میں کنیادان (कन्यादान) ہوتا ہے لیکن آسر میں لڑکی کے باپ یا سرپرستوں و قریبی رشتے داروں کو ان کے فائدے کے لئے مال دینا پڑتا ہے۔ ماڈرن ماحول میں تربیت یافتہ نوجوان لڑکے و لڑکیاں آج گاندھرو وواہ کی سمت رخ کر رہے ہیں۔

شادی کے اعمال و رسوم (विवाह के धार्मिक कृत्य)

وواہ (विवाह) ہندوؤں کے ۱۶ سنسکاروں میں سے ایک اہم و امتیازی سنسکار ہے، جس کے تحت مختلف قسم کے اعمال و رسوم ادا کئے جاتے ہیں تب کہیں جا کر یہ شادی کا سنسکار مکمل

ہوتا ہے اور مذہبی وسماجی لحاظ سے مرد وعورت کو ازدواجی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

دھرم شاستروں (धर्मशास्त्रों) ودھرم آچاریوں (धर्माचार्यों) نے شادی کے موقع پر بہت سے احکام ورسومات کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، جن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ کچھ ایسے اعمال ورسوم ہیں کہ جن کو ابتدائی (आरम्भिक) کہا جا سکتا ہے اور کچھ ایسے ہیں کہ جنہیں ہم سنسکار کا ماحصل (सार–तत्व) کہہ سکتے ہیں، جیسے لڑکی کا ہاتھ پکڑنا (पाणिग्रहण)، ہوم اور سات پھیرے (सप्तपदी)۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جو مذکورہ خاص اعمال ورسوم کا نتیجہ (प्रतिफल) ہیں، جیسے دھروتارا (ध्रुवतारा) اور اروندھتی (अरुन्धती) وغیرہ کا درشن۔ ان تینوں اقسام میں اول و آخر میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن خاص اعمال میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ ۸۲

مختصر یہ کہ مذہبی نقطۂ نظر (धार्मिक दृष्टि) سے ہندو شادی وواہ کے موقع پر جو اعمال ورسوم ادا کئے جاتے ہیں یا جو باتیں رائج ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) شوہر اور زوجہ کی صفات وعادات وغیرہ کی جانچ پڑتال۔ اس تعلق سے گزشتہ صفحات پر ہم کافی تفصیلی تحقیقی جائزہ لے چکے ہیں۔ اس کو ہندی میں ''वधुवर–गुणपरीक्षा'' کہتے ہیں۔

(۲) ''वर–प्रेषण'' یعنی لڑکی کے لئے بات چیت کرنے یا دیکھنے کے لئے لوگوں کو بھیجنا ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق زمانۂ قدیم (प्राचीन काल) اور درمیانی عہد (मध्य काल) میں لڑکی کے پاس لوگ بھیجے جاتے تھے۔ ۸۳ لیکن آج موجودہ زمانے میں ہندوؤں کی اکثر قوموں و طبقوں میں لڑکی کا باپ دولہا تلاش کرتا ہے وراس کی تلاش میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ لیکن شودروں (शूद्रों) میں کسی حد تک یہ طریقہ آج بھی رائج ہے۔ ۸۴

(۳) ''वाग्दान'' یعنی شادی وواہ طے کرنا۔ اس کو دن تاریخ طے کرنے کے دن کے نام سے بھی جانتے ہیں۔

(۴) ''मण्डप करण'' اس کا مطلب ہے شادی کے لئے پنڈال بنانا۔ کیونکہ اکثر دھرم شاستروں کا ماننا ہے کہ وواہ گھر کے باہر منڈپ میں کرنا چاہئے۔

(۵) ''वधु गृह गमन'' یعنی شوہر کا بارات کی صورت میں دولہن کے گھر جانا۔

(۶) ''मधु पर्क'' اس کا مطلب ہے شوہر کا دولہن کے گھر میں استقبال ''स्वागत'' وغیر

مقدم کرنا۔

(۷) ''स्नापन, परिधापन एवं सन्नहन'' یعنی دولہن کوغسل (स्नान) کرانا، نیا لباس دینا، اس کی کمر (कटि) میں دھاگہ یا کانس جیسی گھاس (कुश) کی رسی باندھنا۔ اس سلسلے میں پارسکر (۱-۴) نے صرف دو زیور پہنانے کو کہا ہے۔ گوبھل (गोभिल) ۲-۱-۱۷، ۱۸ نے غسل کے بعد دوسرے کپڑے پہننے کو کہا ہے۔ اور (۲-۱-۱۰) میں لڑکی کے سر پر شراب (सुरा) چھڑکنے کو کہا ہے۔

(۸) ''समञ्जन'' یعنی دولہا اور دلہن کو ابٹن یا خوشبو لگانا۔

(۹) ''प्रतिसरबन्ध'' یعنی دولہن کے ہاتھ میں کنگنا باندھنا۔

(۱۰) ''वधुवर निष्क्रमण'' یعنی گھر کے اندر (अन्तः कक्ष) سے دولہا اور دولہن کا منڈپ (मण्डप) میں آنا۔

(۱۱) ''परस्पर समीक्षण'' اس کا مطلب ہے دولہا اور دولہن کا ایک دوسرے کی طرف دیکھنا۔ اس بارے میں دھرم شاستروں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے دولہا اور دولہن کے درمیان میں ایک کپڑے کا پردہ (वस्त्र खण्ड) رکھا جانا چاہئے اور جیوتشی (ज्योतिषी) کے حساب سے ہٹا لیا جانا چاہئے، تب دولہا اور دولہن ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ عمل آج بھی شادی میں کیا جاتا ہے۔ جب بیچ میں کپڑا رکھا جاتا ہے اس وقت برہمن لوگ منتروں (मंगलाष्टक) کو پڑھتے ہیں۔ ۸۵

(۱۲) ''कन्यादान'' اس کا مطلب ہے باپ کی ذمہ داری کا بوجھ اور لڑکی کی حفاظت و نگرانی کا بوجھ شوہر کو دے دیا گیا ہے۔ دھرم شاستروں نے کنیادان کرنے کے جملے (वाक्य) کو چھ طرح سے کہنے کا طریقہ بتایا ہے۔ اس عمل میں باپ شوہر سے کہتا ہے کہ وہ دھرم، ارتھ (अर्थ) اور کام میں لڑکی کے لئے جھوٹا نہ ہو۔ شوہر جواب دیتا ہے کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ یہ عمل آج بھی جاری ہے۔

(۱۳) ''अग्निस्थापन एवं होम'' یعنی آگ کو قائم کرنا اور آگ میں گھی (आज्य) کی آہوتیاں ڈالنا۔ اس موقع پر کتنی آہوتیاں ڈالی جائیں گی اور کتنے منتر پڑھے جائیں گے، اس

بارے میں اتفاق نہیں ہے۔ آشولائن (۱-۷-۳) اور آپستنب (۵-۱) میں ۱۶ آہوتیاں اور ۱۶ منتر پڑھے جانے کا تذکرہ ہے۔

(۱۴) ''पाणिग्रहण'' اس کا مطلب ہے لڑکی کا ہاتھ پکڑنا۔

(۱۵) ''लाजहोम'' یعنی لڑکی کے ذریعے آگ میں دھان کی کھیلوں (लावे) کی آہوتی (आहूति) دینا یعنی منتر کے ساتھ آگ میں ڈالنا۔ دھرم شاستروں کے مطابق لڑکی تین آہوتیاں شوہر کے ذریعے منتر پڑھتے وقت آگ میں ڈالتی ہے اور چوتھی آہوتی خاموشی کے ساتھ دیتی ہے۔ کچھ گرنتھوں نے صرف تین آہوتیاں دینے کی بات کہی ہے۔ ۸۶

(۱۶) ''अग्नि परिणयन'' شوہر دولہن کو لے کر آگ (अग्नि) اور کلش کا طواف (प्रदक्षिणा) کرتا ہے۔ چکر لگاتے وقت ''अमोऽ हमस्मि'' وغیرہ کا ورد کرتا ہے۔

(۱۷) ''अश्मारोहण'' یعنی دولہن کو پتھر پر چڑھانا۔ لاج ہوم، اگنی پری نین اور اشماروہن (लाजहोम, अग्नि परिणयन, अश्मारोहण) ایک کے بعد دوسرا تین بار کئے جاتے ہیں۔

(۱۸) ''सप्तपदी'' اس کا معنی ہے شوہر اور بیوی کا ساتھ ساتھ سات قدم چلنا۔ یہ آگ کے شمال (उत्तर) جانب کیا جاتا ہے۔ چاول کی سات راشیاں (राशियां) رکھ کر دولہا دولہن کو ہر ایک پر چلاتا ہے۔ مغربی سمت (पश्चिम दिशा) سے پہلے داہنے پیر سے چلنا شروع ہوتا ہے۔

(۱۹) ''मूर्धाभिषेक'' اس کا مفہوم ہے دولہا دولہن کے سر پر کچھ لوگوں کے مطابق صرف دولہن کے ہی سر پر پانی (जल) چھڑکنا۔

(۲۰) ''सूर्योदीक्षण'' اس کا مطلب ہے دولہن کو سورج کی طرف دیکھنے کو کہنا۔

(۲۱) ''हृदय स्पर्श'' یعنی منتر کے ساتھ دولہن کے دل کو چھونا۔

(۲۲) ''प्रेक्षकानुमन्त्रण'' نئے شادی شدہ جوڑے کی طرف اشارہ کر کے حاضرین کو مخاطب کرنا۔ اس موقع پر رگ وید کے منتر (۱۰-۸۵-۳۳) کے پڑھنے کی بھی بات کہی گئی ہے۔

(۲۳) ''दक्षिणादान'' یعنی گرو (आचार्य) کو تحفہ دینا یا نذر پیش کرنا۔ پارسکر اسمرتی (۸-۱) اور شاکھاین (۱-۱۴-۱۳، ۱۷) میں دونوں نے برہمنوں کو وواہ میں ایک گائے، راجاؤں اور بڑے لوگوں کے وواہ میں ایک گاؤں اور ویش (वैश्य) کے وواہ میں ایک گھوڑا وغیرہ

دینے کو کہا ہے۔ اور بودھاین نے صرف ایک گائے کی بات کہی ہے۔ ۸۷

(۲۴) ''गृह प्रवेश'' دولہن کا دولہا کے گھر میں دخول۔

(۲۵) ''गृह प्रवेशनीय होम'' یعنی شوہر کے گھر میں داخل ہوتے وقت ہوم کرنا۔

(۲۶) ''ध्रुवारुन्धती दर्शन'' یعنی شادی کے دن دولہن کو دھرو (ध्रुव) اور اروندھتی (अरुणधती) تاروں کی طرف دیکھنے کو کہنا۔ اس بارے میں شاستروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۲۷) ''आग्येय स्थालीपाक'' اس کا مطلب ہے آگ میں پکے ہوئے اناج کی آہوتی دینا۔

(۲۸) ''त्रिरात्रव्रत'' یعنی وواہ کے بعد تین راتوں تک کچھ اصولوں کی پابندی کرنا، جیسے نئے دولہا دلہن زمین پر ایک ہی بستر پر تین راتوں تک سوئیں گے، لیکن اپنے درمیان اُدمبر (उदुम्बर) کی لکڑی رکھیں گے، جس پر خوشبو (गंध) کا لیپ ہوا رہے گا، کپڑا یا پلو (सूत्र) بندھا رہے گا۔ اور چوتھی رات کو وہ لکڑی رگ وید کے (۱۰-۸۵-۲۱، ۲۲) منتر کے ساتھ پانی میں پھینک دی جائے گی۔

(۲۹) ''चतुर्थीकर्म'' یعنی شادی کے بعد چوتھی رات کو مختلف مذہبی عمل کئے جاتے ہیں۔

(۳۰) ''सीमान्त पूजन'' یعنی دولہن کے گاؤں پر شوہر اور بارات کے پہنچنے پر ان کا احترام کرنا۔ دورِ جدید میں یہ عمل واگدان (वागदान) سے پہلے کیا جاتا ہے۔

(۳۱) ''हर–गौरी पूजा'' یعنی شوا اور گوری (पार्वती) کی پوجا۔ دھرم شاستروں میں مذکور ہے کہ گوری اور ہر کی مورتیاں سونے یا چاندی کی ہوں یا ان کی تصاویر دیوار پر آویزاں رہیں یا کپڑے یا پتھر (प्रस्तर) پر تصویر بنا دی گئی ہوں۔ ۸۸

(۳۲) ''इन्द्राणी पूजा'' اس کا مطلب ہے اندر کی رانی کی پوجا کرنا۔ مذہبی لحاظ سے یہ کافی قدیم پوجا ہے جس کا آج رواج نہیں ہے۔

(۳۳) ''तैल हरिद्रारोपण'' یعنی دولہن کے جسم پر تیل اور ہلدی کے لیپ کے بعد بچے ہوئے حصے سے دولہا کے جسم کا لیپ کرنا۔

(۳۴) ''आर्द्राक्षताा रोपण'' یعنی دولہا اور دولہن کے ذریعے بھیگے ہوئے بنا ٹوٹے چاولوں یا کھیلوں (अक्षतों) کو ایک دوسرے پر چھڑکنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک چاندی جیسی

دھات (धातु) کے برتن میں تھوڑا دودھ چھوڑ کر اس پر تھوڑا گھی چھڑک دیا جاتا ہے۔ تب اس میں بنا ٹوٹے ہوئے چاول چھوڑے جاتے ہیں۔ شوہر دودھ اور گھی دولہن کے ہاتھوں میں دو بار لگاتا ہے اور تین مرتبہ بھیگے ہوئے چاول اس طرح ڈالتا ہے کہ اس کا چلو (अंजली) بھر جاتا ہے اور پھر دو بار گھی چھڑکتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص یہی عمل دولہا کے ہاتھ میں کرتا ہے اور لڑکی کا باپ دونوں کے ہاتھ میں سنہرے ٹکڑے رکھ دیتا ہے۔

(۳۵) "मगल सूत्र बन्धन" یعنی دولہن کے گلے میں سونے یا دوسری طرح کے دانے دھاگے میں لگا کر باندھنا۔ دورِ جدید میں یہ ایک مستقل زیور ہو گیا ہے جس کو شوہر کے زندہ رہنے تک استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳۶) "उत्तरीय प्रान्त बन्धन" اس کا مطلب ہے شوہر اور زوجہ کے کپڑے کے کونے میں ہلدی اور پان باندھ کر دونوں کونوں کو ایک میں باندھنا۔

(۳۷) "एरणिदान" یعنی ایک بڑے سے ٹوکرے (डला या दौरा) میں جلتے ہوئے چراغ کے ساتھ طرح طرح کی نذر (भेंट) سجا کر شوہر کی ماں کو دینا، جس سے کہ وہ اور دوسرے رشتے دار دولہن کو پیار سے رکھیں۔ بانس کا بنا ہوا ٹوکرہ اس بات کی علامت ہے کہ نسل (वंश) بہت دنوں تک چلی جائے۔ اور یہ عمل تب کیا جاتا ہے جب دولہن اپنے شوہر کے گھر جانے لگتی ہے۔[۸۹]

(۳۸) "देवकोत्थापन एवं मण्डोपद्वासन" اس کا مطلب ہے بلائے گئے دیوی، دیوتاؤں سے چھٹی لینا اور منڈپ کو ہٹانا۔

مذکورہ بالا اعمال و رسوم کے علاوہ اس موقع پر بعض اعمال اور ادا کئے جاتے ہیں جیسے پردھان ہوم (प्रधान होम)، پورن آہوتی (पूर्णाहूति)، ددھی پراشن (दधि प्राशन)، ابھیوادن نمسکار (अभिवादन नमस्कार) یعنی دولہا ور دولہن دونوں کے ماں باپ اور بزرگوں کا ادب و احترام بجالانا اور ان کو نمسکار کرنا۔ پروہت دکچھنا (पुरोहित दक्षिणा) یعنی پجاری و برہمن کو تحفہ و نذر پیش کرنا، ابھیاگت ستکار (अभ्यागत सत्कार) یعنی کام کاج کرنے والے باپ، چاچا، بھائی وغیرہ کا مردوں کو اور ماں، چاچی، بہن وغیرہ کا عورتوں کو عزت و احترام کے ساتھ وداع کرنا اور

اس کے بعد اگر کسی خاص وجہ سے سسر کے مکان میں گربھادھان سنسکار (गर्भाधान संस्कार) یعنی استقرار حمل کی رسم ادا نہ ہو سکے تو دولہا دولہن چوتھے دن اس کو انجام دیں۔ ۹۰

وواہ سنسکار کا طریقہ (विवाह संस्कार विधि)

دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کی روشنی میں وواہ سنسکار کی ادائیگی کا جو طریقہ ہندو مذہبی کتب میں بیان کیا گیا ہے اس میں سب سے زیادہ اہمیت وشہرت اس طریقے کو حاصل ہے جو آشولاین گرہ سوتر (आश्वलायन गृहय सूत्र) میں ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ:

''آگ کے پچھم آٹا پیسنے والی چکی اور اُتر میں پورب کی طرف پانی کا گھڑا رکھ کر دولہا کو ہوم (होम) کرنا چاہئے، تب تک لڑکی شوہر کے داہنے ہاتھ کو پکڑے رہے۔ پھر اپنا منہ پچھم (पश्चिम) کی طرف کر کے کھڑے ہو کر جب کہ لڑکی پورب کی سمت منہ کئے بیٹھے رہتی ہے اس کا انگوٹھا پکڑ کر رگ وید (۱۰-۸۵-۳۶) کا یہ منتر پڑھنا چاہئے: ''میں تمہارا ہاتھ سکھ کے لئے پکڑ رہا ہوں''۔ ایسا وہ صرف لڑکوں کی پیدائش کے لئے کہے گا۔ اگر وہ لڑکیاں بھی چاہے تو دوسری انگلیاں بھی پکڑے گا۔ اور اگر وہ لڑکے، لڑکیاں دونوں چاہے تو وہ ہاتھ کے بال والے حصے کی طرف سے انگوٹھا پکڑے گا۔ دولہن کے ساتھ شوہر آگ (अग्नि) اور کلش کی داہنی سمت سے تین بار طواف (प्रदक्षिणा) کرے گا اور کہے گا ''میں یہ ہوں تم عورت، تم سا (عورت) ہو اور میں ام (یہ) ہوں، میں سورگ (स्वर्ग) ہوں، تم زمین (पृथ्वी) ہو، میں سام ہوں، تم رِک (ऋक) ہو۔ ہم دونوں وواہ کرلیں۔ ہم اولاد پیدا کریں۔ ایک دوسرے کو پیارے، چمکیلے، ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوئے ہم لوگ سو سال تک جئیں۔ جب دولہا دولہن کو آگ کے چکر لگواتا ہے تب پتھر پر پیر رکھواتا ہے اور کہتا ہے: ''اس پر چڑھو، اسی کی طرح قائم ہو جاؤ، دشمنوں پر فتح حاصل کرو اور انہیں کچل دو۔ پھر پہلے لڑکی کے چلّو میں گھی چھوڑ کر اس کا بھائی یا جو کوئی بھائی کے قائم مقام ہو، دو بار بھنا ہوا اناج یعنی دھان کی کھیل چھوڑتا ہے، جس کا گوتر (गोत्र) جمد گنی (जमदग्नि) ہو یعنی اگر شوہر کا یہ گوتر ہو تو اس کے لئے تین بار یہ کیا جاتا ہے۔ تب وہ آہوتی دیئے جانے والے (हवि)

بقیہ سامان پر یا جو چھوٹ گیا ہے اس پر گھی چھوڑتا ہے اور شوہر یہ منتر پڑھتا ہے: ''اریما (अर्यमा) دیوتا کے لئے لڑکیوں نے یگ (यज्ञ) کیا، وہ دیوتا اریما (अर्यमा) اس لڑکی کو باپ سے آزاد کریں۔ لیکن اس مقام سے (شوہر سے) نہیں، سواہا (स्वाहा)۔ ورون دیوتا (वरूण देवता) کے لئے لڑکیوں نے یگ کیا وہ دیوتا بھی ان کو آزادی دیں۔ پوشا دیوتا (पूषा देवता) کے لئے لڑکیوں نے یگ کیا، اگنی دیوتا کے لئے بھی یگ کیا وہ اس کو نجات دیں۔ ان کے ساتھ لڑکی اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر لاوا (دھان کی کھیل) کی آہوتی آگ میں دے۔ بنا آگ کا چکر لگائے لڑکی لاوا کی ہوی (हवि) یعنی آہوتی چوتھی بار خاموشی کے ساتھ دیتی ہے۔ اور یہ کام وہ سوپ کو اپنی طرف کر کے کرتی ہے۔ کچھ لوگ سوپ میں سے لاوا کو گراتے وقت اگنی (अग्नि) کا چکر بھی لگواتے ہیں جس سے کہ آخری دو ہوی لگاتار نہ پڑ جائیں۔ پھر شوہر لڑکی کے سر کے دو بال کچھ ڈھیلے کرتا ہے اور داہنے کو ڈھیلا کرتے وقت کہتا ہے: ''میں تمہیں ورون (वरूण) کے بندھن سے آزادی دیتا ہوں۔ یہ منتر وہ رگ وید (۱۰-۸۵-۲۴) سے پڑھتا ہے۔ پھر وہ اس کو اُتر کی پورب سمت سے سات قدم ان لفظوں کے ساتھ لے جاتا ہے: ''تم ایک قدم (पग) رس (द्रव) کے لئے، دوسرا قدم طاقت کے لئے، تیسرا دولت کے لئے، چوتھا آرام کے لئے، پانچواں اولاد کے لئے، چھٹا موسموں (ऋतुओं) کے لئے رکھو اور میری دوست بنو اس لئے ساتواں قدم رکھو، تم میری محبوبہ (प्रिय) بنو، ہم بہت سے لڑکے پائیں اور وہ لمبی عمر والے ہوں۔ پھر شوہر اور لڑکی کے سر کو ساتھ ملا کر آچاریہ (پنڈت) کلش سے ان پر جل چھڑکتا ہے۔ اس رات میں لڑکی ایسی بوڑھی برہمنی کے گھر میں قیام کرتی ہے جس کے شوہر اور لڑکے زندہ رہتے ہیں۔ جب وہ دھروتارا (ध्रुव तारा) دیکھ لے اور اروندھتی تارا اور سپترشی منڈل (सप्तर्षि मण्डल) دیکھ لے تو اس کو اپنا سکوت توڑنا چاہئے اور کہنا چاہئے: ''میرا شوہر جئے اور میں اولاد حاصل کروں''۔ اگر شادی شدہ جوڑے کو سدور گرام (सुदूर ग्राम) میں جانا ہو تو دولہن کو رتھ (रथ) میں اس منتر کے ساتھ بیٹھائے: ''پوشا (पूषा) تمہیں یہاں سے ہاتھ پکڑ کر لے چلے''۔ رگ وید (۱۰-۸۵-۲۶) کے اس منتر کے بعد وہ اس کو ناؤ میں بیٹھائے اور رگ وید (۱۰-۵۳-۸) کے مطابق آدھا اشلوک (श्लोकार्ध) پڑھے: ''پتھروں کو ڈھوتی ندی بہتی ہے تیار ہو جاؤ''۔ اگر دولہن روتی ہے تو اس کو

رگ وید (۱۰-۴۰-۱۰) کے مطابق یہ کہنا چاہئے کہ وہ جینے والے کے لئے روتے ہیں۔ ساتھ میں وواہ کی اگنی (आग) آگے آگے لے جائی جاتی ہے۔ دلکش مقامات (रमणीक स्थान)، پیڑوں، چوراہوں پر شوہر رگ وید (۱۰-۸۵-۳۲) کا یہ منتر کہتا ہے: ''راستے میں ڈاکو نہ ملیں۔ اور راستے میں بستیاں پڑنے پر دیکھنے والوں کو دیکھ کر رگ وید (۱۰-۸۵-۳۳) کا یہ منتر پڑھے: ''یہ نئی شادی شدہ دولہن نصیب (भाग्य) لا رہی ہے۔ شوہر زوجہ کو گھر میں داخل کراتے وقت رگ وید (۱۰-۸۵-۲۷) کا یہ منتر کہے: ''یہاں اولاد کے ساتھ تمہارا سکھ بڑھے''۔ وواہ کی آگ میں لکڑیاں چھوڑ کر اور اس کے پچھم بیل کی کھال بچھا کر اس کو آہوتیاں دینی چاہئیں، تب تک اس کی دولہن اس کے پہلو (पार्श्व) میں بیٹھ کر شوہر کو پکڑے رہتی ہے اور ہر ایک آہوتی کے ساتھ ایک منتر کہا جاتا ہے اور اس طرح چار منتروں کو پڑھا جاتا ہے۔ جیسے رگ وید کا (۱۰-۸۵-۴۳) منتر ''پرجاپتی (प्रजापति) ہمیں اولاد دے''۔ پھر شوہر دہی کھاتا ہے اور رگ وید کا (۱۰-۸۵-۴۷) منتر کہتا ہے: ''تمام دیوتا ہمارے دلوں کو جوڑ دیں''۔ باقی دہی وہ دولہن کو دے دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں نمکین پانی (क्षार)، نمک (लवण) نہیں کھائیں گے۔ ریاضت کے ساتھ (ब्रह्मचर्य) سے رہیں گے، زیورات نہیں پہنیں گے، زمین پر سوئیں گے چٹائی پر نہیں۔ یہ عمل تین راتوں، بارہ راتوں یا کچھ لوگوں کے مطابق سال بھر تک چلے گا، تب ان کا ایک گوتر (गोत्र) ہو جائے گا۔ جب یہ تمام اعمال مکمل ہو جائیں تو دولہا کو چاہئے کہ وہ دولہن کے کپڑے کسی ایسے برہمن کو دے دے، جو سوریہ سوکت (सूर्यासूक्त) یعنی وواہ میں پڑھا جانے والا رگ وید کا (۱۰-۸۵) منتروں والا سوکت جانتا ہے۔ پھر وہ برہمنوں کی ضیافت کرائے، اس کے بعد شوہر برہمنوں سے شُبھ سواستی واچن (शुभ स्वास्ती वाचन) کے کلمات یعنی ویدوں کے منتر سنے۔[91]

دورِ حاضر میں ہندو شادی کی رسمیں اور ان کا طریقۂ کار

دھرم گرنتھوں نے ہندو شادی (विवाह) کی تکمیل و ادائیگی کے تعلق سے جو اعمال و رسوم بیان کئے ہیں آج ان میں قدرے تبدیلی واقع ہوگئی ہے اور ان کے نام و انداز نے کچھ نیا روپ

اختیار کرلیا ہے۔ دور حاضر میں ہندو شادی کے اعمال و رسوم کو کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اور شادی سے متعلق کن امور کو انجام دیا جاتا ہے اور کس کس طرح انجام دیا جاتا ہے اس کی مختصر تفصیل کچھ اس طرح ہے:

منگنی کی رسم

ہندوؤں میں عام طور سے کم عمر میں ہی رشتے آنا شروع ہو جاتے ہیں اور اکثر یہ کام نائی بلکہ آج شادی کے پروفیشنل آفس، اخبارات، میگزین اور شادی کی نیٹ ویب سائٹیں کرتی ہیں۔ اگر لڑکے و لڑکی کی جنم پتری (जन्म पत्री) مل جاتی ہے تو منگنی طے ہو جاتی ہے۔

سندھارا کی رسم

منگنی طے ہو جانے کے بعد ساون کے مہینے میں لڑکے کے گھر والے لڑکی کے لئے کپڑے، مٹھائی اور دیگر تحائف بھجواتے ہیں اور یہ بالخصوص تیجوں کے تیوہار پر بھیجا جاتا ہے۔ اس موقع پر گیت بھی گائے جاتے ہیں۔

لگن کی رسم

منگنی کے کچھ وقت بعد جب بھی شادی کا ارادہ ہوتا ہے تو لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے والوں کو تحریری خبر دی جاتی ہے جس کو لگن لکھوانک (लगुन लिखवानक) کہتے ہیں۔ اس میں شادی کی تاریخ اور اس سے قبل ادا کی گئیں دیگر رسموں کی تاریخ بھی لکھی ہوتی ہے اور ایک زائچہ بنا کر لڑکا و لڑکی کے موجودہ بزرگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

مروٹ کی رسم

لگن کی رسم کے بعد پنڈت صاحب لگن کے کاغذ پر چاروں طرف رولی یعنی ہلدی اور چونے سے بنے ہوئے لال رنگ سے بڑے بڑے نقطے بنا کر کچھ رولی حروف پر بھی چھڑک

دیتے ہیں۔ پھر اس کاغذ پر تھوڑی سی دوب، ہلدی کی پانچ گانٹھ، چھالی کی دو ڈلی، کچھ رنگے ہوئے چاول اور نقد روپیہ رکھ کر کاغذ کو لپیٹ کر اس کے اوپر کلاوہ باندھ دیتے ہیں۔ جس کے بعد لڑکی کو بلا کر اس سے گنیش (गणेश) جی اور پھر لگن کی پوجا کرنے کے بعد لگن کو ایک ناریل اور کچھ نقدی کے ساتھ لڑکی کی گود میں رکھ دیا جاتا ہے اور لڑکی کے منہ پر رولی سے مروٹ بنادی جاتی ہے۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد لڑکی کا ماموں اس کو گود میں اٹھا کر عورتوں کے پاس لے جاتا ہے اور وہاں خاندانی دیوتاؤں کے سامنے اعلان کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کی گود کی ساری چیزیں لے کر مردوں میں اعلان کرتے ہوئے لڑکی کے سسرال والوں کے یہاں بھیج دی جاتی ہیں۔ جس کو مروٹ کی رسم کہا جاتا ہے۔

آرتی کی رسم

مروٹ کی رسم کا سامان جیسے ہی لڑکے والوں میں پہنچتا ہے تو لڑکے سے پوجا کرانے کے بعد اس کے ماتھے پر ٹیکہ لگا کر ناریل، لگن اور نقدی اس کے دامن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد لڑکے کا ماموں اس کو گود میں اٹھا کر عورتوں میں لے جاتا ہے جہاں لڑکے کی بہن اس کی آرتی اُتارتی ہے۔ جس کے بعد لڑکے کی گود سے ساری چیزیں باہر لائی جاتی ہیں۔ برہمن لگن کو کھلواتا ہے۔ تاریخ کا کاغذ پڑھ کر سب چیزیں دوبارہ اس میں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ البتہ نقدی نکال لی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی شادی باضابطہ شروع ہو جاتی ہے۔

تھاپے کی رسم

اس کے بعد دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور سات دن تک گیت وسنگیت اور رقص کی محفلیں گرم ہوتی ہیں۔ اس موقع پر ایک دیوار کو لیوا کر اس پر گیرو پھیرا جاتا ہے اور خشک ہونے پر کوئی عورت ہلدی سے پنجے کا نشان بناتی ہے اور پھر سب عورتیں اس کی پوجا کرتی ہیں۔ پھر ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی جاتی ہے، اس کو تھاپے کی رسم کہا جاتا ہے۔

کنگنا کی رسم

اس موقع پر لڑکے کو کھارے پر بٹھا کر ایک لال کلاوہ میں لوہے کا چھلا، منکا، سوراخ کی ہوئی چھالی کی ڈلی اور رائی کی پوٹلی باندھ کر اس کی پوجا کے بعد لڑکا یا لڑکی کے ہاتھ اور پاؤں میں باندھ دیتے ہیں تاکہ نظر نہ لگے۔

بان بیٹھنے کی رسم

کنگنا پہنانے کے بعد چار عورتیں رنگین کپڑے کا سایہ لڑکے پر کرتی ہیں اور مٹی کے سات پیالوں میں رولی، مہندی، ہلدی، تیل، دہی، دودھ اور ابٹن لے کر لڑکے کے پاؤں، گھٹنوں، کندھوں اور ماتھے سے مس کرتی ہیں جس کے بعد ابٹن سے دولہا کو غسل دیا جاتا ہے اور جو ابٹن بچ جائے وہ کنواروں کے مل دیا جاتا ہے تاکہ ان کی بھی شادی ہو جائے۔ نئے کپڑے بدلنے کے بعد لڑکے کی بہن ایک تھالی میں آٹے کا چراغ بنا کر اس میں چار بتیاں جلا کر اس کی آرتی (आरती) کرتی ہے اور ہاتھ میں لوھے کا گرز دے دیا جاتا ہے تاکہ بھوت، شیاطین ڈر جائیں، یہ رسم عام طور سے چار دن جاری رہتی ہے۔

اتنے دن تیل چڑھایا پھر اتارا کی رسم

بان کی رسم کی ادائیگی کے موقع پر چار دن تک ساری چیزیں پاؤں سے لگا کر سر پر ختم کرتے ہیں لیکن پانچویں دن برات کی روانگی کے وقت وہ ساری چیزیں سر سے شروع کر کے پاؤں پر ختم کرتے ہیں اور اس کام کو "اتنے دن تو تیل چڑھایا پھر اتارا کی رسم" کہتے ہیں۔

طریقہ روانگی بارات

لڑکے کو شادی کے موقع پر پہننے کے لئے سارے کپڑے ماموں کی جانب سے دیئے جاتے ہیں۔ ماموں نہ ہونے یا حالات خراب ہونے کی صورت میں بھی ماموں کی طرف سے ہی

سمجھے جاتے ہیں۔ ان کپڑوں کی برہمن سب سے پہلے پوجا کراتا ہے پھر پہنا تا ہے اور پگڑی باندھتا ہے جس کے اس کو پیسے دیئے جاتے ہیں۔ دولہا کی تیاری کے بعد بہن ماتھے پر ٹیکہ لگاتی ہے اور گود میں لڈو، ناریل اور نقدی رکھتی ہے اور پھر باقی رشتے دار بھی ٹیکہ لگا کر روپے دیتے جاتے ہیں۔ رشتے داروں میں سے ایک عورت لڑکے کو سرمہ لگاتی ہے جس پر لڑکا اسے نقدی دیتا ہے۔ اور پھر لڑکا اپنی ماں اور دایہ سے دودھ بخشوا کر ان کو نقدی دیتا ہے اور اس طرح بارات روانہ ہوتی ہے اور لڑکا گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے گدھے پر پاؤں رکھتا ہے۔

طریقہ استقبال بارات

دولہن کے گھر والے دولہا اور بارات کے استقبال (स्वागत) کے لئے بستی سے باہر موجود رہتے ہیں۔ گھر پہنچنے پر دولہا پر مسکے (मखाने) نچھاور کئے جاتے ہیں۔ ساس آرتی کرتی ہے اور پھر تمام باراتی ایک خاص مکان یا مقام میں قیام کرتے ہیں جس کو جنواسا (जनावासा) کہا جاتا ہے۔ اور گانا وغیرہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر لڑکے کے لئے بہترین لباس اور دیگر سامان لایا جاتا ہے اور لڑکے کو چاندی کی چوکی پر بٹھا کر پوجا کروائی جاتی ہے اور رات کو لڑکے کو بان کی رسم کے لئے عورتوں میں لے جاتے ہیں۔ جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ [92]

دولہا اور بارات کی روانگی اور ان کے دولہن کی بستی و مکان پر پہنچنے کے موقع پر چند رسمیں اور ادا کی جاتی ہیں جو ہندوؤں میں مختلف ناموں سے مشہور و رائج ہیں، مثلاً

بری کی رسم

اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے موقع پر لڑکے والے کچھ زیور، لباس، شیرینی، پھل اور دیگر ضروری سامان اپنے ساتھ لے جا کر لڑکی والوں کے یہاں برات کے مقام تک پہنچنے سے کچھ وقت پہلے بھیج دیتے ہیں۔ جس سامان سے زیور اور ایک دو جوڑے کپڑے دولہن کے لئے خاص کر لئے جاتے ہیں باقی سامان دولہن کے ماں، باپ کی ملکیت میں آ جاتا ہے۔ اس رسم میں ہندو شادی کی آٹھ اقسام میں سے پانچویں قسم آسر وواہ (आसुर विवाह) کی جھلک نظر آتی ہے۔

اس لئے کہ اس میں لڑکی کے باپ اور لڑکی کو حسب حیثیت مال دے کر لڑکی کو قبول کیا جاتا ہے۔
۹۳ آج یہ رسم عام طور سے شادیوں میں مذہبی وقومی ضرورت تصور کی جاتی ہے۔ ۹۴

سہاگ پٹارے کی رسم

لڑکے والے برات کے ساتھ چند ضروری چیزیں لے جاتے ہیں جیسے خشک میوہ جات، ناریل، بادام، کشمش، چھوہارہ، اخروٹ وغیرہ۔ ان کے علاوہ سرمہ دانی، کنگھی، سرخی ٹیکہ لگانے کے لئے، مہندی، رنگا ہوا دھاگہ، سرخ چادر، دیگر ضروری کپڑے، موم، مولی، زعفران، جوتی وغیرہ۔ ان تمام چیزوں کو ایک پٹارے میں رکھ کر لے جاتے ہیں جو شادی سے پہلے اور شادی کے وقت مختلف شگون (शाकुन) ادا کرتے وقت استعمال کئے جاتے ہیں۔ خاص طور سے اگنی کنڈ (अग्नि कुण्ड) یعنی آتش کدہ میں جس کے چاروں طرف زوجین (دولہا و دولہن) چکر لگاتے ہیں اس وقت انہیں چیزوں کو جلایا جاتا ہے۔ ۹۵

رسم ست پوڑہ

شادی کی مقررہ تاریخ سے پہلے دولہا کے گھر والے ایک کاغذ کی تھیلی میں کیسر، جوتی، دنداسہ، قرنفل، جوز بویا، سپاری، الائچی، تج، سک اور موتھ وغیرہ ڈال کر اس کا منہ بند کر کے بری کے ساتھ شادی کے دن لڑکی والوں کے گھر پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر یہ چیزیں سہاگ کا ایک ضروری حصہ قرار پاتی ہیں اور جنہیں لڑکی کی شادی کی زینت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور کپڑے خوشبودار بنائے جاتے ہیں۔ اور بقیہ سامان دولہن کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو وہ سسرال لے جا کر استعمال کرتی ہے۔ اس کو رسم ست پوڑہ (सतपूणह) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۹۶

رسم برہتری

اس کا مطلب ہے شادی کی جو تاریخ مقرر کر کے دولہن والے ایک کاغذ پر باراتیوں کی تعداد لکھ کر پہنچتے ہیں اور پھر اس کے مطابق برات کی تعداد قائم کرتے ہیں۔ اس موقع پر جس دن

دولہا کی بارات دولہن کے گھر جاتی ہے اور جس جگہ برات کا قیام ہوتا ہے وہاں خفیہ طور پر کچھ اشیاء کھانے پینے کی رکھی جاتی ہیں تا کہ ایک یا دو وقت کھانے پینے کی زحمت سے آزاد رہیں۔ اور دولہن والوں کی پسندیدہ و مروجہ رسموں کے مطابق بلانے اور ملنے سے فراغت کے بعد حسب موقعہ دولہن والوں کی دعوت کے وقت تک بے فکر رہیں۔ یہ رسم برات والوں کے آرام وخوشی کے لئے کی جاتی ہے، جو دولہن والوں کی کشادہ قلبی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ۹۷

رسم شوالہ

شوالہ کی رسم (शिवाला) عام طور سے ہندوؤں کی تمام قوموں میں رائج ہے جس کا مطلب ہے دولہا کا ساتھی یا ہمردیف بنانا جسے عرف عام میں شہ بالا کہا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر دولہا کے بھائی یا کسی دوسرے قریبی رشتے دار کو بنایا جاتا ہے۔ غالباً یہ رسم قدیم راکھس وواہ سے ماخوذ ہے کہ اگر کسی وجہ سے دولہا ختم ہو جائے تو شادی کی رسم میں شریک ساتھی کو مذہبی اعتبار سے دولہن کا مالک بنا دیا جائے۔ ۹۸

رسم پراشچت

لڑکی کی شادی یا کنیادان (कन्यादान) کرنے کے بعد پراشچت (प्रायश्चित) کی رسم لڑکی کے والد کے لئے مقرر ہے۔ یہ رسم تھوڑے اختلاف کے ساتھ بہت سی قوموں میں پائی جاتی ہے۔ بالخصوص کشمیری برہمنوں میں تو لڑکی کی شادی کے لئے یہ لازمی رسم خیال کی جاتی ہے۔ اس کی موجودہ صورت یہ ہے کہ بوقت شادی اپنی لڑکی کو جو شخص پانی کا چلو زمین پر گرا کر دان کرتا ہے اور پھر اس طرح کی اجازت گویا شادی کی اجازت متصور ہوتی ہے۔ پھر شادی کی فراغت کے بعد دولہن کا دان دینے والا اس پراشچت کا مرتکب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو اپنی پاکی (शुद्धि) کے لئے برہمن سے منتر پڑھوا کر اور کچھ ڈنڈ (جرمانہ) وغیرہ دے کر غسل کرنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر حسب توفیق جو پراشچت کے طور پر برہمن کو دان دیا جاتا ہے، اس کا برہمن کو دینا اور اس کا پوجا کرانا ہی شدھی (शुद्धि) کا ذریعہ سمجھا گیا ہے اور اس کو پراشچت کی رسم کا نام دیا گیا ہے۔ ۹۹

شادی یا لگن

شادی یا لگن دولہا اور دولہن کے اس عقد یعنی قول وقرار کا نام ہے جو ایجاب وقبول کے مثل سمجھا جاتا ہے۔ برات کے ساتھ دولہا جب دولہن کے گھر جاتا ہے تو مروجہ چند رسموں کی ادائیگی کے بعد شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ چند مٹی کی پیالیوں میں تھوڑی سی ہری گھاس یا خشک گھاس اور کچھ پھول اور سوکھے چاول یا جو وغیرہ رکھ کر گنیش (गणेश) کی پوجا کرائی جاتی ہے۔ اس کے بعد یگ (यज्ञ) شروع ہوتا ہے اور ایک اگنی کنڈ (अग्निकुण्ड) یعنی آتش کدہ بنا کر اس میں آگ روشن کرتے ہیں جس کے برابر زمین پر کچھ بیل بوٹے یا نقش دھرم کے اصول کے مطابق بنا کر کے ہون (हवन) کرایا جاتا ہے۔ اس موقع پر لڑکے کے آتے ہی اس کا ہاتھ منہ دھلوا کر مولی باندھ دی جاتی ہے اور پوجا کرانے کے بعد لڑکی کو وہاں لایا جاتا ہے اور اس سے بھی پوجا کرائی جاتی ہے۔ پھر پنڈت ہون کنڈ پر بیٹھ کر منتر پڑھتا ہے۔ یہیں پر باپ اپنی بیٹی کے ہاتھ میں رولی (रोली) ملتا ہے، جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ لڑکی کے ہاتھ پیلے ہو گئے۔ اس موقع پر عورتیں گیت گاتی ہیں اور پنڈت لڑکے اور لڑکی دونوں کی نسل (वंश) کی حقیقت بیان کرتے ہیں جس کے بعد لڑکی کا باپ لڑکی کا ہاتھ لے کر لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے اور اسی کو کنیا دان (कन्यादान) کہا جاتا ہے۔ اور پھر دولہا دولہن ہون کنڈ (हवन कुण्ड) کے گرد باہم ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر یا ایک دوسرے کے کپڑے میں گرہ لگا کر چکر لگاتے ہیں۔ پہلے چار چکر ہوتے ہیں اور پھر کچھ دیر بعد تین چکر لگائے جاتے ہیں۔ ان تین میں لڑکی آگے رہتی ہے اور چار میں لڑکا۔ پھیروں کے بعد دولہا دولہن بیٹھ جاتے ہیں اور عہد و پیمان کرتے ہیں۔ پھیروں کے درمیان برہمن قوم کے گرو حضرات دونوں جانب کے وکیل سمجھے جاتے ہیں اور سنسکرت زبان میں منتر پڑھتے رہتے ہیں۔ اس موقع پر ایجاب وقبول کی صورت میں دولہا اور دولہن کی اہم گفتگو پنڈت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ جو اس طرح ہے:

لڑکی کے مطالبات

میں سات باتیں چاہتی ہوں اگر تم ان کو قبول کر لو تو میں بائیں طرف آ جاؤں۔

(۱) یگ (यज्ञ) میری اجازت (आज्ञा) کے بنا نہ کریں۔

(۲) ورت (व्रत) کرنے پر مجھ سے پوچھ لیں۔

(۳) بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں میری خبر وخیریت لیتے رہیں۔

(۴) جو بھی کمائیں وہ میرے سامنے لاکر رکھیں۔

(۵) جانور خریدتے وقت مجھ سے مشورہ کرلیں۔

(۶) عیش وعشرت کی باتیں ہر ایک موسم میں میرے بغیر نہ کریں۔

(۷) جب میں سہیلیوں میں بیٹھی ہوں تو میری بے عزتی نہ کریں۔

لڑکی کے مذکورہ بالا مطالبات سننے کے بعد لڑکا کہتا ہے "وشنو (विष्णु) بھلا کریں گے"۔ اوراس کے جواب میں لڑکے کی جوابانہ گفتگو بزبان پنڈت اس طرح ہوتی ہے:

لڑکے کے جوابات

مجھے یہ تمام مطالبات منظور ہیں لیکن میں بھی تم سے پانچ باتوں کا مطالبہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ:

(۱) کبھی میری اجازت (आज्ञा) کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھنا۔

(۲) کسی شرابی یا مست ہاتھی کے سامنے کبھی نہ جانا۔

(۳) اپنے باپ کے گھر مجھ سے اجازت لے کر جانا۔

(۴) میری کسی بات کو نہ ٹالنا۔

(۵) ہمیشہ میری خدمت (सेवा) کرنا اور مجھ سے محبت رکھنا۔

مذکورہ قول وقرار کے بعد دولہا دولہن کو خواتین کے پاس لے جایا جاتا ہے جہاں دولہا کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کے بعد لڑکا اور اس کے رشتے دار واپس اپنی قیام گاہ پر آجاتے ہیں۔[100]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنڈت و برہمن کا ایجاب وقبول ہی دولہا دولہن کا ایجاب وقبول تصور کرلیا جاتا ہے۔ گویا کہ ہون کنڈ کا تصدق تو دولہا ودلہن کا کام ہے اور ایجاب وقبول برہمن پجاری کا فعل۔ گویا کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں خصوصیت سے دولہا دولہن کی نیت سے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے۔

رسم کنگنا کھیل

شادی (विवाह) کے دوسرے دن دوپہر کو دولہا چند دوستوں کے ساتھ سسرال میں کنگنا کھیلنے جاتا ہے۔ جہاں دولہا اور دولہن کے کنگنے ایک دوسرے سے کھلوائے جاتے ہیں۔ کنگنے خوب کسے ہوتے ہیں اور اگر لڑکے کو کھولنے میں پریشانی ہو تو عورتیں خوب مذاق اڑاتی ہیں۔ کھل جانے کے بعد ملازمہ انہیں روپیہ کے ساتھ تھالی میں ۷ بار اچھالتی ہے اور دولہا دولہن میں سے ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے ہاتھ آئے۔ اور دوسرے لوگوں کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ دولہا کے ہاتھ لگے تاکہ یہ دولہن پر حاوی رہے۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد دولہا اور اس کے دوست وغیرہ کھانا کھا کر واپس قیام گاہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس موقع پر تمام باراتیوں کی خاص دعوت کا اہتمام ہوتا ہے، پنڈت سنسکرت کے مختلف منتر پڑھتے ہیں اور اس کے بعد بارات اور دولہن کی رخصتی کا انتظام کیا جاتا ہے۔[۱۰۱]

ہندو دھرم میں بیوہ کا مقام

قدیم انسانی تاریخ وتہذیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دنیا کے تمام مذاہب، تمام اقوام اور تمام ممالک میں بیوہ عورت کو حقارت واہانت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ہر جگہ اس کو لعنت ونحوست کا حقدار سمجھا جاتا تھا اور گناہ وشرمندگی کا ذریعہ قرار دیا جاتا تھا۔ گویا کہ اس کی زندگی مظلومی وغلامی کی آئینہ دار تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اس کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔

بیوہ عورت (विधवा) کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ اور ذلت آمیز سلوک کرنے میں قدیم ہندوستان بھی پیچھے نہیں تھا۔ یہاں بھی وہ نحوست ولعنت کی ایک علامت تھی۔ اس کی زندگی جہنم (नरक) کے مترادف تھی، ہر جگہ وہ ظلم وستم کا اک نشانہ تھی اور کہیں بھی وہ محبت وپیار اور عزت وچاہت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ مختلف ہندو مذہبی کتب میں بیان کیا گیا ہے کہ:

”ہندو بیوہ عورت کی حالت انتہائی قابل افسوس تھی اور اس کا نصیب تو کسی بھی صورت

میں چاہت کے لائق نہیں مانا جاتا تھا۔ وہ نامرادی و ناکامی کی علامت تھی اور کسی بھی جشن (उत्सव) یا شادی میں کسی طرح کا حصہ نہیں لے سکتی تھی۔ اس کو صرف مکمل طور سے شوہر پرست (साध्वी) رہنا پڑتا تھا چاہے وہ بچپن کی عمر میں ہی کیوں نہ بیوہ ہوگئی ہو بہرصورت اسے سنیاسی کی طرح رہنا پڑتا تھا۔ کم کھانا اور کم لباس پہننا پڑتا تھا۔ وراثت میں بھی اس کا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا، اس کو صرف پرورش پانے کا حق تھا، زنا کے ارتکاب کی صورت میں وہ بھی ختم ہو جاتا تھا اور توبہ (प्रायश्चित) کی صورت میں وہ حق دوبارہ حاصل ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بیوہ کے سر کا منڈن ہو جایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات اس کو شوہر کی چتا کے ساتھ جل جانا پڑتا تھا[۱۰۲]۔ اور جو بچ جاتی تھیں ان کو سماج کے ظلم وستم، زنا کاری وحرام کاری کا شکار بننا پڑتا تھا جس کو سوچ کر وہ کانپ جاتی تھیں جیسا کہ رگ وید (ऋगवेद) میں مذکور ہے:

प्रैषामज्मेषु विथुरेव रेजते भूमिर्यामेषु यद्ध युञ्जते शुभो [۱۰۳]

(ہواؤں کی انتہائی تیز رفتار سے زمین بیوہ عورت کی طرح کانپتی ہے۔)

اس منتر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیوائیں یا تو مصیبت کے خوف سے یا زنا کاری کے ڈر سے کانپتی تھیں۔

رگ وید کے اس خیال کی تائید مہابھارت سے بھی ہوتی ہے۔ مہابھارت میں ہے کہ:

उत्सृष्ट मामिषं भूमौ प्रार्थयन्ति यथा खगाः।

प्रार्थयन्ति जनाः सर्वे पतिहीनां तथा स्त्रियम।। [۱۰۴]

(جس طرح زمین پر پڑے ہوئے گوشت کے ٹکڑے پر پرندے ٹوٹ پڑتے ہیں اسی طرح بیوہ عورت پر مرد ٹوٹ پڑتے ہیں۔)

सर्वापि विधवा नारी बहुपुत्रापि शोचते।। [۱۰۵]

(بہت سے بیٹوں کے رہتے ہوئے بھی سبھی بیوہ عورتیں تکلیف میں ہیں۔)

اسی طرح بیوہ عورت کی انتہائی افسوس ناک حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے اسکندھ پران (स्कन्ध पुराण) میں کہا گیا ہے کہ:

''منحوس وناپاک (अमंगल) چیزوں میں بیوہ (विधवा) سب سے زیادہ منحوس ہے۔ بیوہ

کے دیکھنے (दर्शन) سے کامیابی (सिद्धि) حاصل نہیں ہوتی۔ بیوہ ماں کو چھوڑ سبھی بیوائیں نحوست کی علامت ہیں۔ بیوہ کے دعائیہ کلمات (आशीर्वादोक्ति) کو عقلمند قبول نہیں کرتے مانو وہ سانپ کے زہر کی طرح ہو۔[106]

اسی پران میں دوسرے مقام پر لکھا ہے:

''بیوہ عورت کے سر کے بالوں (केशों) کو سنوار کر باندھنے سے شوہر قید و بند میں پڑتا ہے، اس لئے بیوہ کو اپنا سر گنجا (मुण्डित) رکھنا چاہئے، دن میں صرف ایک بار کھانا چاہئے، اس کو مہینے بھر کا روزہ (उपवास) رکھنا چاہئے۔ اور زمین پر لیٹنا چاہئے کیونکہ جو عورت پلنگ وغیرہ پر لیٹتی ہے وہ اپنے شوہر کو جہنم (नरक) میں ڈالتی ہے''۔[107]

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم و تہذیب میں بیوہ عورت کی انتہائی افسوس ناک حالت تھی۔ وہ لعنت و نحوست کا سراپا مجسمہ تھی جس کی وجہ سے اس کو انتہائی حقارت و توہین کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

بیوہ کی عدت یا سوگ

قدیم ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں بیوہ عورت کے ساتھ صرف اسی حد تک غیر انسانی و غیر اخلاقی سلوک نہیں ہوتا تھا جو گذشتہ سطور میں ہم نے بیان کیا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظالمانہ و جابرانہ برتاؤ اس کے ساتھ کئے جاتے تھے۔ مثلاً عدت یا سوگ کے نام پر اس کو ایسے احکام پر عمل کرنا ضروری تھا جس کو پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ چنانچہ وردھاریت (वृद्धहारीत) اسمرتی میں دستور پیش کیا گیا ہے کہ:

''कैशरंजनतां बूलगन्धपुष्पादिसेवनं, भूषणं रंगवस्त्रं च कांस्यपात्रेपु भोजनम् द्विवार भोजनम् चाक्ष्णोरंजनं वर्जयेत्सदा शुक्लांबरधरा, नित्यं संपूजयेद हरिम क्षितिशायी भवेद रात्रो कुशोत्तरे तपश्चरण सुंयुक्ता यावज्जीवं समाचरेत तावतिष्ठेन्निराहारा भवेद यदि रजस्वला। [108]

(بیوہ عورت کو بال سنوارنا، پان کھانا، خوشبو لگانا، جسم پر پھول لگانا،

زیورات اور رنگیلے کپڑے پہننا چھوڑ دینا چاہئے۔ وہ نہ تو پیتل، کانسے کے برتن میں کھانا کھائے، نہ دن میں دو بار کھائے، نہ آنکھوں میں کاجل لگائے۔ وہ ہمیشہ سفید لباس پہنے، ایشور کی پوجا کرے، رات کو کانس کی گھاس کی چٹائی بچھا کر زمین پر سونا چاہئے۔ جب تک زندہ رہے تپسیا (तप) کرتی رہے۔ ماہواری کے دنوں میں وہ بھوکی رہے۔)

بودھاین دھرم سوتر میں بیوہ کے لئے حکم نافذ کیا گیا ہے کہ:

"संवत्संर प्रेतपत्नी लवणानि वर्जयेदधिशयीत्।।" ١٠٩

(بیوہ ایک سال کے لئے نمک تک نہ کھائے اور نیچے زمین پر سوئے۔)

اسی بودھاین دھرم سوتر (۲-۲-۶۶-۶۸) میں ایک سال تک شہد اور گوشت کھانے کو بھی منع کیا گیا ہے۔ ١١٠

بعض دھرم گرنتھوں میں بیوہ عورت کو شوہر کی چتا کے ساتھ ستی ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے اور جو عورت ستی ہونے سے انکار کرے اس کے سر کے بال کاٹ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ویاس اسمرتی (व्यास स्मृति) کا فرمان ہے کہ:

जीवंती चेत् त्यक्तकेशा तपसा शोधवेत वपु:।। ١١١

(اگر بیوہ عورت ستی نہ ہو تو اس کے بال کاٹ دینا چاہئے اور وہ تپسیا (तप) کر کے اپنے جسم کو نحیف و ناتواں بنا کر رہے۔)

بیوہ عورتوں کے ستی ہو جانے کے ثبوت تو وید، پران، رامائن اور مہابھارت وغیرہ میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مثلاً رگ وید کا یہ منتر دیکھئے:

इमानारीर विधवा: सुपत्नीरांजनेन सर्पिषा संविशंतु,

अनश्रवोऽ नमीवा: सुरत्ना आरोहंतु जनयो योनिमग्ने।। ١١٢

(یہ عورتیں (شوہر کے ساتھ جل رہی ہیں۔ اس لئے شوہر کی وجہ سے) بیوہ نہیں ہیں۔ ان کے جسموں پر گھی ملا ہوا ہے، آنکھوں میں سرمہ لگا ہے، یہ بنا آنسوؤں کے ہیں۔ اے آگ! یہ تم میں داخل ہو رہی ہیں تاکہ یہ بے

عیب اور خوبصورت عورتیں اپنے شوہروں سے جدا نہ ہوں۔)

اس طرح مندرجہ بالا منتروں و اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں عدت یا سوگ کی حالت میں بھی بیوہ عورت کو بہت سی ظالمانہ غیر انسانی تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

ہندو دھرم میں بیوہ کی شادی کا حکم

ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد بیوہ عورت کی شادی (विवाह) کے تعلق سے دو رخ اور دو طرح کے احکام سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ دھرم گرنتھ بیوہ عورت کو ذلت و توہین آمیز زندگی گزارنے کے لئے مجبور نہیں کرتے ہیں وہ چاہے تو دوسری شادی کر سکتی ہے، زندگی کا عیش و آرام اٹھانے کے لئے وہ پوری طرح آزاد ہے۔ دوسرے یہ کہ بیوہ عورتوں (विधवा) کی دوسری شادی دھرم شاستروں کے دستور کے خلاف ہے۔ اگر کوئی بیوہ اپنے طور پر کسی مرد سے شادی کر لیتی ہے تو وہ ناجائز ہوتی ہے کیونکہ یہ سنسکار کی تکمیل کے بغیر ہوئی ہے اس لئے سماج میں پُنر بھو (पुनर्भु) کہہ کر مذمت کرنے کے لائق ہے۔ ہندو دھرم شاستروں نے بیوہ عورت کی شادی کی ممانعت و مخالفت کا معاملہ وہم و گمان پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ انہوں نے بڑے اعتماد و یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ ناجائز و ممنوع ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی (मनु स्मृति) ہدایت و نصیحت کرتی ہے کہ:

कामं तु क्षपयेद्देहं पुष्पमूल फलैः शुभैः।

नतु नामापि गृहणीयात्पत्यौ प्रेते परस्य तु।। ۱۱۳

(شوہر کے مرنے پر عورت پاک پھل، پھول اور جڑ کھا کر جسم کو کمزور کرے لیکن دوسرے آدمی کا کبھی نام نہ لے۔)

आसीतामरणात्क्षान्ता नियता ब्रहमचारिणी।

यो धर्म एकपत्नीनां काङ्क्षन्ती तमनुत्तमम्।। ۱۱۴

(بیوہ عورت شوہر پرستی کے اعلیٰ فرائض کو چاہتی ہوئی مرتے دم تک معافی

چاہتے ہوئے اصول وضابطے (उत्तम धर्म) کے ساتھ تنہا زندگی گزارنے والی (ब्रहमचारिणी) بن کر رہے۔)

شوہر کے مرنے کے بعد اگر کوئی بیوہ دھرم گرنتھوں کے اصول وقوانین کی پیروی کرتے ہوئے شادی نہیں کرتی ہے تو وہ سورگ (स्वर्ग) جنت کی مستحق کہلاتی ہے۔ منو کہتے ہیں:

भृते भर्तारि साध्वी स्त्री ब्रहमचर्ये व्यवस्थिता।

स्वर्गगच्छत्य पुत्रापि यथा ते ब्रहमचारिणाः।। [۱۱۵]

(جو شوہر پرست عورت شوہر کے مرنے پر بنا مرد کے زندگی گزارتی ہے وہ لاولد ہونے پر بھی مجرد انسانوں کی طرح سورگ (स्वर्ग) کو پاتی ہے۔)

اسی طرح منواسمرتی ادھیائے ۹ میں منومہاراج لکھتے ہیں کہ:

नविवाह विधावुक्तं विधवावेदनं पुनः।। [۱۱۶]

(شادی (विवाह) کا دستور بیان کرنے والے دھرم شاستروں میں بیوہ کی شادی کے تعلق سے کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔)

منواسمرتی میں بیوہ کی شادی کے تعلق سے جو مذہبی نظام دیا گیا ہے وہ قریب قریب سبھی اسمرتیوں (स्मृतियों) میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کاتیاین (कात्यान) نے کہا ہے:

अपुत्रा शयनं भर्तुः पालयन्ती गुरौ स्थित।

भुञजीतामरणात्क्षान्ता दायादा उर्ध्वमाप्नुयुः।।

व्रतोपवासनिरता ब्रहमचर्ये व्यवस्थिता।

दमदानरता नित्यमपुत्रापि दिवं व्रजेत्।। [۱۱۷]

(لاولد بیوہ اگر اپنے شوہر کے بستر کو ناپاک نہ کر کے گھر کے بزرگوں کے ساتھ رہتی ہے اور خود پر قابو رکھتی ہے تو اس کو مرنے کے وقت شوہر کی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے شوہر کے حقدار لوگ جائیداد کے مستحق ہوتے ہیں۔ مذہبی فرائض، روزوں (उपवास) اور اصولوں میں مشغول، تنہائی کی زندگی کے قواعد سے معمور، حواس پر صبر وضبط کرتی ہوئی،

دان دیتی ہوئی بیوہ عورت بیٹا نہ ہونے پر بھی سورگ (स्वर्ग) کو جاتی ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دھرم شاستروں کے مطابق بیوہ کی دوسری شادی کرنا سخت ناجائز و موجب ہلاکت ہے۔ اور اس سے باز رہنا باعث جنت (स्वर्ग) و مذہبی سعادت ہے۔

مذہبی اعتبار (धार्मिक दृष्टि) سے بیوہ عورت کی شادی کی ممانعت اور اس پر پابندی سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیوہ اگر جوان یا اولاد پیدا کرنے کے لائق ہے اور وہ اولاد کی سخت خواہش مند ہے تاکہ وہ اس کی زندگی کے لئے ایک سہارا بنے اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون و قرار حاصل ہو تو اس کے لئے وہ کیا کرے؟ کیا زندگی بھر اس طرح کسمپرسی اور ذلت کی حالت میں دوسروں کی مرہون منت رہے؟ اس سوال کا جواب ویدوں و اسمرتیوں وغیرہ میں بڑے صاف اور واضح طور پر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنے دیور یا خاندان کے کسی فرد کے ساتھ نیوگ (न्योग) یعنی ہم بستری (संभोग) کر کے صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ نیوگ کرنے اور اپنا نطفہ و بیج ڈالنے والوں کے لئے بھی اولاد پیدا کرے لیکن دوسری شادی (विवाह) کا ہرگز نام نہ لے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ضابطہ و اصول پیش کیا گیا ہے کہ:

देवरादा सपिण्डदा स्त्रिया सम्यङ् नियुक्तया।

प्रजेप्सिताधिगन्तव्या संतानस्य परिक्षये।। ۱۸

(اولاد نہ ہونے پر عورت اپنے گھر کے بزرگوں (गुरुजन) کی اجازت سے دیور یا سپنڈ (सपिण्ड) یعنی سات مردوں تک ایک ہی نسل کے کسی شخص سے مطلوبہ اولاد کو پیدا کرے۔)

विधवायां नियुक्तस्तु घृताक्तो वाग्यतो निशि।

एक मुत्पाद पेत्पुत्रं न द्वितीयं कथं चन।। ۱۹

(مذکورہ طریقے سے مقرر شخص اپنے جسم میں گھی لگا کر رات میں خاموش رہ کر بیوہ عورت میں ایک ہی فرزند کو پیدا کرے دوسرے کو نہیں۔)

द्वितीयमेके प्रजनं मन्यन्ते स्त्रीषु तद्विदः।

अनिवृतं नियोगार्थं पश्यन्तो धर्मतस्तयो।। ۲۰

(اس دھرم کو جاننے والے مہرشیوں کا ماننا ہے کہ دو فرزند پیدا کرنا چاہئیں کیونکہ ایک فرزند کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس لئے دھرم کے ساتھ دوسرا فرزند بھی پیدا کرے۔)

منو اسمرتی میں نیوگ کے ذریعے ایک یا دو بچے پیدا کرنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن وید جو کہ ہندو دھرم کے سب سے عظیم وقدیم گرنتھ ہیں وہ دس بچے تک پیدا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ رگ وید میں ہے کہ:

इमा त्वमिन्द्र मोदवः सुपुत्रां सुभगां कृणु।

दशास्यां पुत्रानाधेहि पति मेकादशं कृधि।। ۱۲۱

(اے پانی کے سینچنے کے قابل اقبال مند انسان! تو اس شادی شدہ عورت یا بیوہ عورت کو اچھے لڑکوں والی اور خوش نصیب کر، اس عورت سے دس لڑکے پیدا کرا اور گیارہویں عورت کو مان۔ اے عورت! تو بھی شادی شدہ اور نیوگ کرنے والے مرد سے دس بچے پیدا کرا اور گیارہواں مرد کو سمجھ۔)

सोमः प्रथमो विविदे गन्धर्वो विविद उत्तरः।

तृतीयो अग्निष्टो पतिस्तुरीयस्तं मनुष्यजा।। ۱۲۲

(اے عورت! تجھے شادی میں جو شوہر پہلے ملتا ہے اس کا نام سکمارتا وغیرہ صفات کے ہونے کے سبب سے ''سوم'' ہے جو دوسرا نیوگ سے حاصل ہوتا ہے وہ ''گندھرو'' (गन्धर्व) ہے۔ ایک عورت سے جماع (संभोग) کرنے سے گندھرو جو دو کے بعد تیسرا شوہر ہوتا ہے، وہ بہت سی حرارت والا ہونے سے ''اگنی'' (अग्नि) نام سے موسوم ہوتا ہے اور تیسرے سے لے کر گیارہویں تک نیوگ سے جو شوہر ہوتے ہیں وہ ''منشے'' (मनुष्य) نام سے پکارے جاتے ہیں۔)

بیوہ عورت سے نیوگ کرا کے اولاد پیدا کرانے سے متعلق ہندو دھرم گرنتھوں میں کثیر منتر و اشلوک پائے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر دھرم گرنتھوں کے مشہور ومعروف محققین کا بھی یہی

ماننا ہے کہ بیوہ کی دوسری شادی نہ کی جائے اگر اولاد کی ضرورت ہو تو نیوگ کے ذریعہ حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ سوامی دیانند سرسوتی لکھتے ہیں کہ:

''ایک بیوہ عورت دو اپنے لئے اور دو دو دیگر چار نیوگ کرنے والے مردوں کے لئے اولاد پیدا کر سکتی ہے''۔ ۱۲۳

دیانند سرسوتی نیوگ (न्योग) کو گناہ یا شرم کی بات نہیں مانتے ہیں بلکہ وہ اس کو شادی کے مثل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''جس طرح ظاہر ہے سب کے سامنے شادی (विवाह) ہوتی ہے اسی طرح نیوگ ہونا چاہئے۔ جس طرح شادی میں معزز آدمیوں کی منظوری اور دولہا دولہن کی رضامندی ہوتی ہے، اسی طرح نیوگ میں بھی۔ یعنی جب عورت اور مرد کا نیوگ ہونا ہو تب اپنے خاندان (कुम्बे) میں مرد اور عورتوں کے سامنے اقرار کریں کہ ہم دونوں نیوگ اولاد پیدا کرنے کے لئے کرتے ہیں، جب نیوگ کا مقصد پورا ہو جائے گا ہمارا تعلق ختم ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف کریں تو گنہ گار اور برادری یا حاکم سے سزا کے حقدار ہوں گے۔ اور مہینے میں ایک بار حمل ٹھہرانے (गर्भाधान) کا کام کریں۔ اس کے بعد ایک سال تک علیحدہ رہیں۔'' ۱۲۴

اسی سے ملتی جلتی تعلیم منو مہاراج دیتے ہوئے نظر آتے ہیں:

विधवायां नियोगार्थे निर्वृत्ते तु यथा विधि।

गुरूवच्च स्नुषावच्च वर्तेयातां परस्परम।। ۱۲۵

(بیوہ عورت میں مذہبی احکام کے مطابق نیوگ (حمل ٹھہرانے) کے بعد وہ دونوں مرد و عورت (آپس میں) گرو اور لڑکے کی بہو (पुत्र वधु) کی طرح سلوک کریں۔)

دوسرا رخ

بیوہ عورتوں کی شادی (विवाह) کے بارے میں ہندو دھرم گرنتھوں کا جو دوسرا رخ سامنے آتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ دھرم گرنتھوں کے مطابق بیوہ عورت کی شادی کرنا جائز ہے کیونکہ

ویدوں میں اس طرح کی شادی کے کئی واقعات وثبوت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ:

उदीर्ष्व नार्यभि जीवलोकं गतासुमेतमुप शेष एहि।

हस्तग्राभस्य दिधिषोस्त्त वेदं पत्युर्जनित्वमभिसं बभूया।। [۱۲۶]

(اے عورت! تو اس مردہ شوہر کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ آ زندوں کی دنیا میں آنے کے لئے اٹھ۔ تیرا پانی گرہن (पाणिग्रहण) یعنی شادی کرنے والے اور پرورش کرنے والے شوہر کی اولاد کو تو پا چکی ہے۔ انہیں کی پرورش وتربیت میں تو دل لگا۔)

اتھروید میں ہے کہ:

इयं नारी पतिलोकं वृणाना नि पद्यत उप त्वा मर्त्य प्रेतम्।

धर्मं पुराण मनुपालयन्ती तस्यै प्रजां द्रविणं चेहधेहि।। [۱۲۷]

(اس منتر میں مردہ شوہر کو خطاب کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ زمانۂ قدیم سے چلی آرہی رسم کے مطابق ہم تیری بیوی کو شوہر کے گھر (पतिगृह) میں رکھیں گے۔ اب تیری اولاد اور ملکیت کی حقدار یہی ہوگی۔ یہ حق اسی حالت میں حاصل ہوگا جب وہ دیور کے ساتھ شادی کر کے یا بنا شادی کے اسی گھر میں زندگی گزارے گی۔ لیکن اگر وہ دوسری شادی کر کے اس گھر کو چھوڑ دیتی ہے تو وہ اس حق سے محروم ہوجائے گی۔

ویدوں کے محققین ومفکرین کے نزدیک بیوہ عورت کی دوسری شادی کا دستور ونظام حسب ذیل منتروں میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ اتھروید (अथर्व वेद) میں ہے کہ:

या पूर्व पति वित्त्वाथान्यं विन्दतेऽपरम्।

समान लोको भवति पुनर्भुवाप़रः पतिः।। [۱۲۸]

(جو عورت پہلے شوہر کو حاصل کر کے دوبارہ اس کے علاوہ شوہر کو پاتی ہے، دوبارہ بیوی ہونے والی عورت کے ساتھ یہ دوسرا شوہر ایک ہی گھر میں قیام کرنے والا ہوجاتا ہے۔)

अपश्यं युवतिं नीयमानां जीवां मृतेभ्यः परिणीयमानाम्।

अन्धेनयत् तमसा प्रावृतासीत् प्राक्तो अपाचीमनय तदेनाम।। ۱۲۹

(میں نے بیوہ لڑکی کو شمشان سے زندہ لے جائی جاتی ہوئی اور دوسری شادی کرتی ہوئی کو دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ شوہر کی جدائی کے غم سے سخت پریشانی میں تھی، اس وجہ سے اسے گذشتہ شوہر کے پاس سے ہٹا کر دوسرا رشتہ ازدواج میں نے حاصل کرا دیا ہے۔)

ہندو دھرم میں بیوہ عورت کی شادی جائز ہے اس بات کی وضاحت وتصدیق اتھر وید کے ان منتروں سے بھی ہوتی ہے جن میں کہا گیا ہے:

उत यत्पतयो दश स्त्रियाः पूर्वे अब्राहमणाः।

ब्रहमा चेद्धस्तम ग्रहीत्स एव पतिरेकधा।।

ब्राहमण एव पतिर्न राजन्यो न वैश्यः।

तत्सूर्यः पवुवन्नेति पंञ्चभयो मानवेभ्यः।। ۱۳۰

(اگر کوئی عورت پہلے دس ایسے شوہروں سے شادی کرے جو برہمن نہ ہو، مگر آخر میں وہ برہمن سے شادی کرے تو وہی اس کا اصل شوہر ہے۔ صرف برہمن ہی حقیقی شوہر ہے نہ کہ چھتری (क्षत्रीय) اور ویش (वैश्य)۔ یہ بات پانچ طرح کے انسانوں میں مشہور ہے۔)

یعنی اگر عورت کا پہلے چھتری یا ویش میں سے ۹ بار شوہر رہا ہو اور ان سب کی موت کے بعد آخر میں وہ برہمن سے شادی کرلے تو یہی اس کا اب حقیقی شوہر کہلائے گا۔

اس طرح مندرجہ بالا منتروں کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں بیوہ عورت کی دوسری شادی کرنا جائز ہے۔ اور اس سلسلے میں وہ آزاد ہیں، وہ چاہیں تو شادی کر کے دنیاوی زندگی کا عیش وآرام حاصل کرسکتی ہیں اور چاہیں تو اسی بیوگی کے عالم میں زندگی گزار سکتی ہیں۔

ہندو دھرم کے وہ محققین وعلماء جو بیواؤں کی شادی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ مندرجہ بالا منتروں اور اس طرح کے دیگر تمام منتروں سے بیواؤں کی شادی کا جواز نہیں ملتا ہے

بلکہ ان سے یا تو نیوگ (न्योग) کا ثبوت ملتا ہے یا ایک شوہر کے ذریعے چھوڑی ہوئی لڑکی کو دوسرے شوہر کے ذریعے اپنانے کا پتہ چلتا ہے جس کے لئے دھرم شاستروں میں پُنر بھو (पुनरभु) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح کہیں کہیں شادی کا لفظ نیوگ کی جگہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ منو اسمرتی ادھیائے ۹ کے اشلوک ۶۹ اور ۷۰ سے ظاہر ہے۔

ہندو دھرم میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا حکم

ایک سے زیادہ شادیاں کرنے اور ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت صرف اسلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہندو دھرم میں بھی اس کو جائز اور بوقت ضرورت واجب وضروری قرار دیا گیا ہے۔ دھرم گرنتھوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وید، پران، اسمرتی اور مہابھارت وغیرہ میں سے کوئی ایسا گرنتھ نہیں کہ اس میں یا اس کے زمانے میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا تذکرہ و ثبوت نہ ملتا ہو۔ مثلاً رگ وید (۱۰-۱۴۵-۱) اور اتھر وید (۳-۱۸-۱) میں ایک بیوی کے ذریعے اپنی سوتن کے لئے شوہر کی محبت کم کرنے کے لئے منتر پڑھا گیا ہے جو اس طرح ہے:

इमां खनाम्योषधिं वीरुधां वलवत्तमाम्।

यथा समत्नीं बाघते यया संविन्दते पतिम्।। ۱۳۱

رگ وید (۱۰-۱۵۹) میں ذکر ہے کہ ''اندر (इन्द्र) کی کئی رانیاں تھیں، کیونکہ اس کی رانی شچی (शची) نے اپنی بہت سی سوتنوں کو شکست سے دوچار کیا تھا یا ہلاک کر دیا تھا۔ ۱۳۲

شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राहमण) میں آیا ہے:

چار بیویاں خدمت میں لگی ہیں۔ منتروں کے ذریعے پاک شدہ (महिषी) بیوی، چہیتی بیوی (वावाता)، چھوڑی ہوئی بیوی (परिवृक्ता) اور ادنیٰ ذات کی بیوی (पालागली)۔ ۱۳۳

ایتریئے براہمن (ऐतरेय ब्राहमण) میں کہا گیا ہے:

''ایک مرد کے کئی عورتیں ہیں لیکن ایک عورت ایک ساتھ کئی شوہر حاصل نہیں کر سکتی''۔ ۱۳۴

تیتریے براہمن (तैतिरीय ब्राहमण) میں اشومیگھ یگ (अश्वमेघ यज्ञ) کا تذکرہ

کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''بیویاں گھوڑے کے اُبٹن لگاتی ہیں، بیویاں حقیقت میں جائیداد کی طرح ہیں''۔ ۱۳۵

اس طرح مذکورہ بالا دلائل وحوالہ جات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ویدوں اور اس کے بعد کے زمانے میں ایک ایک مرد کے کئی کئی بیویاں ہوا کرتی تھیں اور عورتوں کا اکثر وقت شوہر کی خدمت کرنے یا اپنی سوتنوں کو ذلیل کرنے یا ان کی محبت شوہروں سے ختم کرنے یا کم کرنے میں گزرتا تھا۔

ویدوں اور برہمن گرنتھوں کے علاوہ سوتروں، اسمرتیوں، رامائن اور مہابھارت میں بھی ایک ایک مرد کے کئی کئی عورتیں ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں نہ صرف کئی کئی بیویاں ہونے کا تذکرہ ملتا ہے بلکہ ایک سے زیادہ شادیاں وبیویاں کب کی جائیں اور کیوں کی جائیں؟ اس کا پورا ایک نظام ودستور پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ منومہاراج اصول وضابطہ دیتے ہیں:

वन्ध्याष्ट मेऽधिवेधाब्दे दंशमे तु मृत प्रजा।

एकादशे स्त्री जन्नी सधस्त्व प्रिय वादिनी।। ۱۳۶

(اگر عورت بانجھ ہو (یعنی پہلی ماہواری سے سات سال تک اولاد نہ ہو)، آٹھویں سال میں اولاد زندہ نہ رہتی ہو، دسویں سال میں صرف لڑکی ہو اور گیارہویں سال میں بے اولاد ہو تو جلد ہی دوسری شادی کر لینی چاہئے۔)

या रोगिणी स्यात्तु हितासंपन्ना चैव शीलतः।

सानुज्ञाप्याधि वेत्तव्या नावमान्या च कर्हिचित्।। ۱۳۷

(جو خوش اخلاق اور بیمار عورت اپنے شوہر سے محبت رکھتی ہو تو ایسی عورت کا شوہر اپنی بیوی سے اجازت لے کر اپنی دوسری شادی کرے اور کبھی بھی پہلی بیوی کو حقیر نہ جانے۔)

منو کی اس بات سے بخوبی واضح ہے کہ آدمی کو دوسری شادی کرنے اور دوسری بیوی رکھنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ دوسری شادی اور بیوی کی اگر پہلی بیوی مخالفت کرے تو اس کا علاج منو اس طرح بتاتے ہیں:

अधिविन्ना तु या नारी निर्गच्छेद्रुषिता गृहात।

सा सधः संनिरोद्धव्या त्याज्या वा कुलसंन्निधौ।। ۱۳۸

(جو عورت شوہر کے دوسری شادی کرنے پر ناراض ہو کر گھر سے بھاگے تو اس کو پکڑ کر گھر میں بند کر دینا چاہئے یا اس کو اس کے باپ کے گھر پہنچا دینا چاہئے۔)

اسی طرح شادی کے تعلق سے اگر کوئی اچھی لڑکی دکھا کر دوسری کسی لڑکی سے شادی کراتا ہے تو اس کے لئے منو فیصلہ سناتے ہیں:

अन्यां चेद्दर्शयित्वान्या वोदुः कन्या प्रीदते।

उभेत एकशुल्केन वहेदित्यब्रवीन्मनुः।। ۱۳۹

(اچھی لڑکی دکھا کر شوہر کی شادی کسی دوسری لڑکی سے کر دے تو وہ شوہر اس ایک ہی خرچ سے دونوں لڑکیوں کے ساتھ شادی کر لے یہ منو جی نے کہا ہے۔)

منو اسمرتی سے صرف دو بیویاں رکھنے کا ہی ثبوت نہیں ملتا بلکہ چار چار بیویاں ہونے کا بھی حوالہ ملتا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

ब्राहमणस्यानुपूर्वेण चतस्रस्तु यदि स्त्रियः।

तासांपुत्रेषु जातेषु विभागेऽयं विधिः स्मृतः।। ۱۴۰

(اگر برہمن کو چاروں نسلوں (برہمن، چھتری، ویش اور شودر) کی عورتیں ہوں اور چاروں کے بیٹے ہوں تو ان کے درمیان تقسیم کی صورت اس طرح ہے۔)

اس اشلوک سے صاف ظاہر ہے کہ برہمن کو چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔
منو صرف مردوں کو ہی دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتے بلکہ بعض حالات میں عورت کو بھی دوسرا شوہر کرنے کی صلاح دیتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً:

प्रोषितो धर्मकार्यर्थ प्रतीक्षयोऽष्टौ नरः समाः।

विद्यार्थषट् यशोऽर्थं वा कामार्थं त्रीस्तु वत्सरान्।। ۱۴۱

(اگر شوہر تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) وغیرہ کے لئے ملک سے باہر گیا ہوتو آٹھ سال، حصول تعلیم کے لئے یا نیک نامی کے واسطے گیا ہوتو چھ سال اور نفسانی خواہش کے لئے گیا ہوتو تین سال تک آنے کا انتظار کرے۔)

دوسری شادی اور بیوی کرنے کے تعلق سے منو اسمرتی نے جو موقف بیان کیا ہے اس کی تائید کوٹلے اسمرتی (कौटिल्य स्मृति) اور یا گیے ولکیے اسمرتی (याज्ञ वल्क्य स्मृति) سے بھی ہوتی ہے۔ کوٹلے (कौटिल्य) نے لکھا ہے کہ:

''ایک مرد کئی عورتوں سے شادی کرسکتا ہے لیکن اس عورت کو جسے عورت کا مال (स्त्रीधन) یا کوئی دوسرا مال شادی کے وقت نہ ملا ہو اس کو مال دے دینا ہوگا کہ جس سے وہ اپنا گزارہ کرسکے''۔ ۱۴۲

یا گے ولکیے (याज्ञ वल्क्य) میں کہا گیا ہے:

''اگر بیوی شراب پیتی ہو، کسی پرانے مرض کی شکار ہو، دھوکے باز ہو، فضول خرچ کرتی ہو، کڑوا بولتی ہو اور صرف لڑکیاں ہی پیدا کرتی ہوتو شوہر دوسری شادی کرسکتا ہے۔ ۱۴۳

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق دو یا دو سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز ہے اس کی تصدیق مہابھارت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

न चाप्य धर्मः कल्याण बहुपत्नीकता नृणाम।

स्त्रीणामधर्मः सुमहान्भर्तुः पूर्वस्य लंघने।। ۱۴۴

(کئی بیویاں رکھنا کوئی پاپ (अधर्म) نہیں ہے لیکن عورتوں کے لئے پہلے شوہر کے واسطے اپنا فرض نہ نبھانا پاپ ہے۔)

اسی طرح عظیم ہندو محقق و عالم چندیشور (चन्देश्वर) نے اپنے گرہستھ رتناکر (गृहस्थ रत्नाकर) میں دیول رشی (देवल ऋषि) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شودر (शूद्र) ایک سے، ویش (वैश्य) دو سے، چھتری (क्षत्री) تین سے، برہمن (ब्रहमण) چار سے اور راجا جتنی چاہے اتنی عورتوں سے شادی کرسکتا ہے۔ ۱۴۵

دھرم گرنتھوں سے پیش کردہ منتروں و اشلوکوں کے علاوہ ہندو دھرم کے مہان دیوتاؤں، رشیوں، منیوں اور مذہبی راجاؤں و پیشواؤں کی سیرت و کردار سے بھی بہت سی بیویاں رکھنے کا

درس و ثبوت ملتا ہے۔ جن کی زندگی وطرز عمل ان کے پیروکاروں کے لئے ایک نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی اطاعت و پیروی کرنا ان کے متبعین و پیروکاروں پر ضروری ہے کہ اس پر ان کی دنیوی و اخروی نجات کا مدار ہے۔ اس لئے ہندو اپنے مذہبی پیشواؤں کی تقلید و پیروی کرتے ہوئے ایک وقت میں بہت سی بیویاں رکھ سکتے ہیں کہ یہ ان کے لئے پاپ نہیں بلکہ ان کے دیوتاؤں واوتاروں کی محبوب ترین عادت ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کے کس دیوتا، کس اوتار اور کس رشی ومنی کے پاس کتنی کتنی بیویاں تھیں اس کی تفصیل مختلف دھرم گرنتھوں میں اس طرح پیش کی گئی ہے:

☆ شری رام کے باپ راجہ دشرتھ کی تین بیویاں (۱) کوشلیا، (۲) سمترا اور (۳) کیکئی تو مشہور ہی ہیں ان کے علاوہ بالمیکی رامائن (बाल्मीकि) میں راجہ دشرتھ کی ۳۵۳ رانیوں کا اور تذکرہ ہے۔ جن سے بن واس کے وقت شری رام نے اجازت لی تھی۔ جس کا بیان بالمیک رامائن میں اس طرح ہے:

त्रय शतशताधी हि ददशविक्ष्य मातरः। [۱۴۶]

ताश्चापि सतर्थ वार्ता मातृर्दशरथात्मजः। [۱۴۷]

((بنواس کے وقت) رام نے اپنی تین سو پچاس ماؤں کی طرف دیکھا تو وہ بھی پہلی تین ماؤں (کوشلیا، کیکئی، سمترا) کی طرح غمزدہ دکھائی دیں۔)

بعض اہل علم نے شری رام کے دادا راجہ رگھو(राजा रघु) کی بھی ۳۶۰ رانیاں بیان کی ہیں۔[۱۴۸]

☆ بالمیکی رامائن کے مطابق ہنومان جی کے بھی ۱۶ بیویاں تھیں جو شری بھرت (भरत) نے ان کو تحفے میں دی تھیں جس کا بیان اس طرح ہے:

गवां शत सहस्त्रं च ग्रामाणां चश्तं परम्।

स कुण्डलः शुभाचारा भार्या कन्यास्तु शोडश।। [۱۴۹]

(شری بھرت نے ہنومان (हनुमान) کو ایک لاکھ گائیں، سو اچھے گاؤں اور ۱۶ لڑکیاں بیوی کی صورت میں تحفۂ دیں۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ ہنومان جی کے بھی ۱۶ بیویاں تھیں جب کہ ان کو برہمچاری (ब्रह्मचारी) یعنی نفس کش اور تنہا زندگی گزارنے والا کہا جاتا ہے۔

☆ شری کرشن (श्री कृष्ण) کی خاص بیویوں (पटरानी) کی تعداد ۸ تھی اور سینکڑوں گوپیاں (معشوقائیں) تھیں لیکن مہابھارت و شری مد بھاگوت کے مطابق ان کے ۱۶ ہزار بیویاں تھیں۔ جن کا اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے:

अथो मुहूर्त एकस्मिन नाना गौरैषुता स्त्रियः।

यथो पयो मे भगवॉस्ता वद्धपधरोऽव्यय।। ۵۰

(ایک ہی نیک گھڑی (मुहूर्त) میں الگ الگ جگہاؤں میں الگ الگ صورتیں اختیار (रूप धारण) کر کے شری کرشن نے ۱۶ ہزار لڑکیوں کے ساتھ ایک ساتھ شادی (विवाह) کی۔)

اور برہم ویورتے پران (ब्रह्मवैवर्त्य पुराण) کے مطابق شری کرشن کی مع رادھا (राधा) کے ۳۰ کروڑ بیویاں تھیں، اس پران کے کرشن جنم کھنڈ (कृष्ण जन्म खण्ड) میں مذکور ہے کہ:

वृषभानु सुता राधा सुदाम्यः शाप कारणात्।

त्रिशत कोटिच गोपीना गृहीत्वा भर्तुराज्ञया।।

पुण्य च भारतं क्षेत्र गोलोका हाजगाम सा।

तामि सादर्ध सररे वेचस्व पत्नी सिर्मुदान्वित।। ۵۱

(ورش بھانو (वृष भानु) لڑکی رادھا سدا ما کی بد دعا (शाप) کی وجہ سے اپنے شوہر کی اجازت سے تیس کروڑ گوپیاں لے کر آئی تھی۔ وہ گولوک (गौलोक) سے اس پاک بھارت میں آئی تھی۔ ان اپنی بیویوں کے ساتھ کرشن نے بخوشی عیش کیا۔)

غور کریں کہ شری کرشن کے ہزاروں یا کروڑوں بیویاں تھیں پھر بھی ان کو یوگی (योगी) یعنی ایشور کی یاد میں محو رہنے والا کہا جاتا ہے۔ (یوگ راج شری ہری کرشن)

☆ وششٹھ رشی (वशिष्ठ ऋषि) یہ شری رام چندر کے خاندانی گرو تھے ان کے اُرجا (उर्जा)، اروندھتی (अरुणधती) اور ست روپا (सतरूपा) تین بیویاں تھیں۔

☆ کشیپ رشی (कश्यप ऋषि) یہ ماریچ کے فرزند تھے۔ ان کی شادی دکچھ پرجاپتی (दक्ष प्रजापति) کی ۱۳ لڑکیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ جن میں ادتی (अदिति)، دتی (दिति) اور دنو (दनु) خاص تھیں۔

☆ سوبھری رشی (सौभरी ऋषि) نے راجا ماندھاتا کی ۵۰ رلڑکیوں سے شادی کی تھی۔ یہ ایک بزرگ رشی (ऋषि) تھے، انہوں نے ہر ایک بیوی سے سو سو بچے پیدا کئے جیسا کہ رگوید میں مذکور ہے۔ ۱۵۲

☆ راجہ ہرش چندر (हरिश्चन्द्र) یہ راجا ترشنکو (त्रिशंकु) کے فرزند تھے، ان کی سو (۱۰۰) بیویاں تھیں۔

☆ وسودیو (वसुदेव) یہ شری کرشن کے والد تھے۔ بھاگوت پران کے مطابق ان کی سات بیویاں تھیں۔ جن میں دیوکی، بھدرا، روہنی ان کی خاص رانیاں تھیں۔ ۱۵۳

☆ دھرم رشی (धार्म शषि) ان کی بھی دس بیویاں تھیں، بھاگوت پران میں جن کا تذکرہ اس طرح آیا ہے:

वसुसुद्धर्ता संकल्पा धर्मपल्यः सुताजश्रणु।

भानुर्लम्बाक कुब्जा मिविश्वा साध्या मेरुतवती।। ۱۵۴

(دھرم کی بھانو، کُکم (कुकुम) جابھی، وِشوا، آھیا، مرور وتی، وسو، موہرتا اور سنکلپا دس بیویاں تھیں)

☆ مہابھارت میں ذکر ہے کہ راجا دروپد (द्रुपद) نے ۱۰۰ر۱۰۰ عورتیں ہر پانڈو (पाण्डव) کو دی تھیں جن کا بیان آدی پرو (आदिपर्व) میں ہے۔ ۱۵۵

☆ دھرم راج یدھشٹر (धर्मराज युधिष्ठर) کے حرم میں یگ سین (यज्ञसेन) کے ذریعہ دی گئی ۱۶ ر ہزار عورتیں بیویوں کی شکل میں رہتی تھیں۔ یدھشٹر کے یہاں اَسّی ہزار فاضل (स्नातक) برہمن رہتے تھے جن میں ہر ایک برہمن کو ۳۰-۳۰ عورتیں دی گئی

تھیں۔ اسی طرح والہیکو (वाल्हीको) اور یدو (यदु) راجاؤں کے ۱۶ر ہزار سے ۱۹ر ہزار تک بیویاں تھیں۔

☆ میترایڑی سنہتا (मैत्रायणी संहिता) کے مطابق منوجی (मनु) کے بھی دس بیویاں تھیں۔

☆ ہندوستان کے بہت سے تاریخی ادوار میں بہت سے راجاؤں کے پاس ایک ایک سو رانیاں تھیں۔ ویدی راج گانگے دیو عرف وکرمادِتّے (वेदिराज गांगेयदेव, विक्रमादित्य) نے بھی پریاگ (प्रयाग) میں اپنی سو بیویوں کے ساتھ نجات (मुक्ति) پائی تھی۔١٥٦

☆ قدیم ہندوستانی تاریخ کے مطابق کچھ ایسے بھی مخصوص واعلیٰ خاندان تھے، جن میں لڑکیوں کی شادی کرنا بہتر (श्रेयस्कर) مانا جاتا تھا، اس لئے نتیجہ کے طور پر ایک ایک اعلیٰ خاندانی شخص کی بے شمار بیویاں تھیں۔ جن میں کچھ تو اپنے شوہر کا درشن بھی نہیں کر پاتی تھیں۔١٥٧

دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کی عبارات اور تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنا اور ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں جائز ہے، اگرچہ اکثر و بیشتر لوگ ایک ہی بیوی کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے اور آج بھی اسی کو اہمیت حاصل ہے۔

ہندو دھرم میں عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کا حکم

ایک مرد کو ایک سے زیادہ شادیاں و بیویاں کرنے کے شواہد و دلائل تو ہندو دھرم گرنتھوں میں کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں، لیکن ایک عورت کو بیک وقت ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کے ثبوت بعض مخصوص واقعات وحوالہ جات کے علاوہ نظر نہیں آتے۔ عورت کو ایک سے زیادہ شوہر کرنے کا حکم سب سے پہلے مذہبی اعتبار سے نیوگ (न्योग) کی صورت میں ملتا نظر آتا ہے جس کی ویدوں اور اسمرتیوں وغیرہ میں بڑے صاف طور پر تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ رگ وید (ऋग्वेद) میں مذکور ہے۔

सोम: प्रथमो विविदे गन्धार्वो विविद् उत्तर:।

तृतीयो अग्निष्टो पतिस्तुरी यस्तं मनुष्यजा।। ۱۵۸

سوامی دیانند سرسوتی (दयानन्द सरस्वती) نے اس منتر کو ستیارتھ پرکاش (सत्यार्थ प्रकाश) میں اس سوال کے جواب کے تحت ذکر کیا ہے کہ ''ایک عورت یا مرد کتنے نیوگ (न्योग) کرسکتا ہے، اور شادی شدہ اور نیوگ شدہ شوہروں کا نام کیا ہوتا ہے؟ دیانند جی جواب میں مذکورہ بالا منتر اور اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(اے عورت! تجھے شادی میں جو شوہر پہلے ملتا ہے اس کا نام سکمارتا وغیرہ صفات کے ہونے کے سبب سے ''سوم'' ہے۔ جو دوسرا نیوگ سے حاصل ہوتا ہے وہ ''گندھرو'' یعنی ایک عورت سے ہم بستر ہونے سے گندھرو ہے۔ جو دو کے بعد تیسرا شوہر ہوتا ہے وہ بہت سی حرارت والا ہونے سے ''اگنی'' نام سے موسوم ہوتا ہے اور تیسرے سے لے کر گیارہویں تک نیوگ سے جو شوہر ہوتے ہیں وہ منشّے (मनुष्य) نام سے جانے جاتے ہیں۔ جس طرح اس منتر میں گیارہویں شوہر تک عورت نیوگ کرسکتی ہے، اسی طرح مرد بھی گیارہویں عورت تک نیوگ کرسکتا ہے۔ (یعنی مرد و عورت اپنے خاندان کے بزرگوں کی اجازت سے بنا شادی کئے مباشرت و جماع (संभोग) کرکے اولاد پیدا کرسکتے ہیں۔) ۱۵۹

اسی طرح رگوید میں ایک اور مقام پر تعلیم دی گئی ہے کہ جب شوہر اولاد پیدا کرنے کے لائق نہ ہو تو اپنی عورت کو دوسرے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے۔ چنانچہ مذکور ہے کہ:

''अन्यमिच्छस्व सुभगेपतिं मत्।।۱۶۰

دیانند سرسوتی اس منتر کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

(اے نیک بخت عورت! خوش نصیبی کی خواہش کرنے والی عورت! تو مجھ سے علاوہ دوسرے شوہر کی خواہش کر۔)

یہی تعلیم منو اسمرتی (मुनस्मृति) میں اس طرح دی گئی ہے:

देवराद्धा सपिण्डाद्धा स्त्रिया मम्यड॰ नियुक्तया।

प्रजेप्सिताधिगन्त्वया संन्तानस्य परिक्षये।।[۶۱]

(بیوہ عورت کا نیوگ ایسے شخص سے ہونا چاہئے، جو شوہر کی چھ پشتوں تک شوہر کا بڑا بھائی یا چھوٹا بھائی یا اپنی ذات کا یا اپنے سے اعلیٰ ذات کا ہو۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں کی تعلیم کے مطابق نیوگ کے طور پر ایک عورت مذہبی لحاظ سے دو سے گیارہ تک شوہر رکھنے کی مجاز ہے۔

ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں نیوگ (नियोग) کے علاوہ شادی کے طور پر ایک عورت کے بیک وقت مختلف شوہر ہونا، اس کی سب سے پہلی مثال مہا بھارت کی درو پدی (द्रोपदी) رانی کی صورت میں نظر آتی ہے، جو پانچ پانڈو (पाण्डव) بھائیوں کی مشترکہ بیوی تھی۔ چنانچہ مہابھارت آدی پرو (आदिपर्व) میں لکھا ہے:

तेषां तु द्रोपदी दृष्टवा सर्वेषाममितौजसामम।

सम्प्रमथ्येन्द्रियग्रामं प्रादुरासीन्मनोभवः।।

काम्यं हि रूपं पांचाल्याः विधात्रा विहितं स्वयम्।

वभूवाधिकमन्यायाभ्यः सर्वभूतमनोहरम्।।

तेषमाकार भावज्ञः कुन्ती पुत्रो युधिष्ठरः।

द्वैपायन वचः सर्व सस्मार मनुजर्षभः।।

अब्रवीत सहितान् भ्रातृन मिथो भेदभयान्नृपः।

सर्व्वेषां द्रोपदी भा"र्या भविष्यति हि नः शुभा।।[۶۲]

(زبردست جلال والے پانڈووں نے جیسے ہی درو پدی کو دیکھا، ویسے ہی پیار کے دیوتا نے ان کے حواس باختہ کر کے ان پر اپنا اثر جما دیا۔ ایشور نے درو پدی کے خوبصورت حسن کو دوسری عورتوں کے بمقابل بہت حسین اور سبھی جانداروں کے دل کو مائل کرنے والا بنایا تھا۔ انسانوں میں اعلیٰ اور کنتی (कुन्ती) کے بیٹے یدھشٹر نے اپنے بھائیوں کا

رنگ ڈھنگ دیکھ کر ان کے دل کی بات سمجھ لی اور ساتھ ہی ساتھ ویاس رشی (व्यास ऋषि) کی ساری باتیں ان کو یاد آ گئیں۔ راجہ یدھشٹر (युधिष्ठर) یہ سوچ کر کہ کہیں بھائیوں میں آپس میں دشمنی نہ ہو، تمام بھائیوں سے بولے کہ بہترین خوبیوں والی درو پدی ہم سب کی بیوی (स्त्री) ہوگی۔)

آدی پرو (आदिपर्व) میں ایک دوسرے مقام پر ہے:

एष नः समयो राजन् रत्नस्य सहभोजनम्।

न च-तं हातू मिच्छामः समयं राजसत्तम्।।۱۶۳

(اے ارجن! ہیرے کا ایک ساتھ استعمال کرنا ہم لوگوں کا دستور ہے۔ اے راجاؤں میں بہترین! ہم لوگ اس دستور کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔)

اس طرح مندرجہ بالا اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مہابھارت کی تعلیم کے مطابق ایک عورت اپنے شوہر کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ ہو سکتی ہے اور یہ کوئی گناہ (अधर्म-पाप) کی بات نہیں بلکہ یہ رسم قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ب ۱۶۳

पूर्वेषा मानुपूर्वेत यातं वर्त्मनुयामहे।। ۱۶۴

(پہلے کے لوگ جس راستے سے گئے ہیں اسی راستے پر ہم لوگ چلتے ہیں۔)

مختصر یہ کہ درو پدی (द्रोपदी) کے پانچ شوہروں کی بات کو صحیح و درست ثابت کرنے کے لئے مہابھارت آدی پرو (आदिपर्व) میں اور دیگر کتب میں بہت سے دلائل و امثال پیش کی گئی ہیں۔ب ۱۶۴

ہندو دھرم میں جہیز کا حکم

دھرم گرنتھوں کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکی کو جہیز کی صورت میں زیورات و مال اور مختلف قسم کا قیمتی سامان دینے کا دستور ہندو دھرم میں عہدِ قدیم سے جاری ہے۔ ہندو وِواہ (विवाह) کی آٹھ اقسام کی بعض شادیوں سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسے کہ برہم وِواہ (ब्रहम विवाह) کہ اس میں باپ لڑکی کو قیمتی زیورات، ملبوسات اور مختلف جواہرات

سے آراستہ کر کے رخصت کرتا ہے۔ اور دیو وواہ (देव विवाह) کہ اس میں باپ اپنی لڑکی کو مختلف زیورات ولباس سے مزین کر کے مختلف قسم کے قیمتی تحائف کے ساتھ یگ (यज्ञ) کرتے وقت کسی پروہت (पुरोहित)، پجاری کو دان کرتا ہے۔ ۱۶۵؎

مختصر یہ کہ دھرم شاستروں اور ان کے شارحین (टीकाकार) ومحققین علماء نے جہیز کی اہمیت پر کافی زور دیا ہے بلکہ بعض دھرم گرنتھوں سے اس کی اتنی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ بغیر اس کے شادی، شادی نہیں مانی جاتی ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ ان میں اس قدر زیادہ جہیز دینے کے واقعات و بیانات مع فہرست درج ہیں کہ عقل حیران و پریشان ہوجاتی ہے۔ چنانچہ شری مد بھاگوت مہاپران (श्रीमद भागवत महापुराण) میں مذکور ہے کہ:

चतुशतं पारिवर्ह गजानां हेम मालिनाम्

अश्वानामयुतं सार्धा स्थानां च त्रिषट्शतम्।

दासीनां सुकुमारिना द्वै शते समअलंकृते

दुहित्रे देवक: प्रादाद याने दुहितृवत्सल:। ۱۶۶؎

(دیوک (देवक) کو اپنی لڑکی دیوکی (देवकी) سے بہت پیار تھا۔ لڑکی کو رخصت کرتے وقت اس نے اُسے سونے کے ہاروں سے مزین چار سو ہاتھی، پندرہ ہزار گھوڑے، اٹھارہ سو رتھ اور خوبصورت لباس وزیورات سے سجی ہوئی دو سو کنواری لڑکیاں جہیز میں دیں۔)

दशाधोनु सहस्राणी परिवर्हय दाद विभु:

युवतीना विसाहस्त्रं निष्कग्रीव सुवा ससाम्।

नवनाय सहस्राणि नागाच्छत गुणान रथान

रथाच्छत गुणानश्वान श्वाच्छत् गुणान नरान। ۱۶۷؎

(راجہ نگناجت (नग्नाजित) نے دس ہزار گائیں اور ہزاروں ایسی کنواری لڑکیاں داسیوں کے طور پر دیں جو خوبصورت لباس اور گلے میں سونے کے ہار پہنے ہوئے تھیں، جہیز میں دیں۔ ان کے ساتھ ہی نو ہزار ہاتھی، نو

لاکھ رتھ، نو کروڑ گھوڑے اور نو ارب غلام (दास) جہیز میں دیئے۔)

اسی طرح دریودھن (दुर्योधान) کی بیٹی لکھما (लक्ष्मणा) کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

दुर्योधान परिवर्ह कुंजरान षष्ठि हायनान्

ददौच द्वादशशतान्य पुतानि तरंग भान्

स्थानां षट्सहस्राणि रौक्मणां सूर्य वर्चसाम्

दासीना निष्कण्ठीनां सहस्रं दुहित वत्सल। ١٢٨

(اپنی لڑکی لکھمنا (लक्ष्मणा) سے دُریودھن بہت پیار کرتا تھا، اس نے جہیز میں ساٹھ سال کے بارہ سو ہاتھی، دس ہزار گھوڑے، سورج کی طرح چمکدار سونے کے چھ ہزار رتھ اور سونے کے ہار پہنے ہوئیں ایک ہزار کنیزیں (दासियाँ) جہیز میں دیں۔)

بھاگوت مہاپران (भागवत महापुराण) کے مندرجہ بالا اشلوکوں میں دیوک (देवक) کے ذریعہ اپنی بیٹی کو سونے کے ہاروں سے آراستہ چار سو ہاتھی، پندرہ ہزار گھوڑے، اٹھارہ سو رتھ اور خوبصورت لباس وزیورات سے مزین دو سو نوجوان لڑکیاں جہیز میں دینے کی بات کہی گئی ہے۔ اور نگن جت (नग्नजित) کے ذریعہ جہیز میں دس ہزار گائیں، عمدہ لباس وزیورات پہنے ہزاروں خادمائیں، نو ہزار ہاتھی، نو لاکھ رتھ، نو کروڑ گھوڑے اور نو ارب غلام دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ نو ہزار ہاتھی، نو لاکھ رتھ، نو کروڑ گھوڑے اور بالخصوص ۹/ارب غلام کی بات عقل وفہم سے بالاتر ہے کیونکہ اُس وقت تو دور کی بات آج بھی دنیا میں اتنے رتھوں، گھوڑوں اور غلاموں ونوکروں بلکہ سارے انسانوں کی کل تعداد نہیں۔ اسی طرح سونے کے چھ ہزار رتھ، ہزاروں نوجوان کنیزوں اور نو ہزار ہاتھیوں کی فہرست انتہائی عجیب وغریب ومضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ بہر کیف! اتنی معنی خیز بڑی مقدار میں جہیز کا ثبوت صرف بھاگوت مہاپران سے ہی نہیں ملتا بلکہ مہا کوی ودھرم گرو (महाकवि व धार्मगुरु) تلسی داس (तुलसीदास) کے رام چرتر مانس (रामचरित्र मानस) سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ رام چرتر مانس میں ہے:

कहि न जाइ कछु दाइज भूरी, रहा कनिक मनि मंडपु पूरी,

कंबल, वसन बिचित्र पटोरे, भाँति भाँति बहु मोल न थोरे

गज, रथ, तुरग दास, अरुदासी, धोनु, अलंकृत कामदुहा सी,

बस्तु अनेक करिअ किमि लेखा, कहि न जाइ जानहिं जिन्ह देखा।۱۶۹

(جہیز کی کثرت کچھ کہی نہیں جاتی، سارا منڈپ (मण्डप) سونے اور ہیروں (मणियों) سے بھر گیا، بہت سے کمبل، کپڑے اور طرح طرح کے عجیب وغریب ریشمی لباس، جو بہت قیمتی تھے اور ہاتھی، رتھ، گھوڑے، غلام اور کنیزوں (दास - दासी) اور زیورات سے آراستہ کام دھینو گائیں (कामधोनु गाएँ) وغیرہ مختلف اشیاء ہیں جن کی گنتی کیسے کی جائے، اس کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جنہوں نے دیکھا ہے وہی جانتے ہیں۔)

اس طرح مندرجہ بالا دلائل وشواہد کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ جہیز ہندو شادی (विवाह) میں جزولاینفک کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کوئی سودوسو سال قبل کی ایجاد نہیں بلکہ ہزاروں سال پہلے سے جاری ہے۔ دھرم شاستروں کے انھیں واقعات سے متاثر ہوکر شاید آج ہندو لوگ زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ ب ۱۶۹

ہندوؤں میں بیٹیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز کا انتظام کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لڑکی کو ماں، باپ کی جائیداد وملکیت سے ہندو دھرم گرنتھوں نے محروم رکھا ہے اور اُس کا وراثت میں کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے، اس لئے دھرم گروؤں اور آچاریوں نے جہیز پر خاص زور دیا تاکہ اس طریقے سے اس کو ماں باپ کے مال ودولت سے ایک اچھی مدد پہنچ جائے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوجائے۔

ہندودھرم میں عورت کے نفقے کا حکم

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں میں عورت کے انتہائی کمزور ومظلوم ہونے کے باوجود اس کا ماں، باپ کی وراثت میں کوئی حق نہیں ہے اور منو اسمرتی (मनु स्मृति) کے

مطابق صرف ۶ ر چھ طرح کے مال کے علاوہ اس کا اپنا کوئی مال نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کا کمایا ہوا مال بھی اس کا اپنا نہیں ہے۔ اور اس کو کسی طرح کا مال جمع کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ بلکہ بچپن سے بڑھاپے تک آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور کام کاج کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔ ۷۰ا لیکن اس کے باوجود جہاں تک اس کی غذاء ولباس اور دیگر ضروریاتِ زندگی کے نفقے اور اخراجات کا تعلق ہے اس کا کافی حد تک خیال رکھا گیا ہے جیسا کہ دھرم گرنتھوں کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے۔ دھرم گرنتھوں کا ماننا ہے کہ جس خاندان میں بیوی سے شوہر اور شوہر سے بیوی اچھی طرح خوش رہتے ہیں، وہ خاندان (कुल) ہر طرح کی خوش حالی اور اقبال مندی کا مرکز ہوتا ہے اور جہاں آپس میں تنازع وفساد ہوتا ہے وہاں خستہ حالی و مفلسی کا راج ہوتا ہے۔ گویا کہ عورت کی رضا وخوشنودی میں سارا خاندان خوش اور ناراضگی میں رنجیدہ ومغموم ہوتا ہے اور اولاد پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے اور اس کی دیگر ذاتی ضروریات کے اخراجات کا اچھی طرح خیال رکھا جائے تا کہ گھر خوشحالی کا نمونہ بن سکے۔ چنانچہ منو مہاراج تعلیم دیتے ہیں:

संतुष्टो भार्यया भर्य मर्त्रा मार्या तथैव च।

यस्मिन्नेव कुले नित्यं कल्याणं तत्र वै ध्रुवम।। ۷۱ا

(جس خاندان میں عورت سے شوہر (स्वामी) اور شوہر سے عورت خوش رہتی ہے اس خاندان میں ہمیشہ ترقی ہی ہوتی ہے۔)

यदि हि स्त्री न रोचेत पुमांसं न प्रमोदयेत।

अप्रमोदात्पुन: पुंस: प्रजनं न प्रवतेते।। ۷۲ا

(اگر عورت خوش حال نہ ہوتو وہ شوہر کو خوش نہیں کرسکتی اور شوہر ناخوش ہوتو اولاد بھی پیدا نہیں ہوسکتی۔)

اس لئے گھر کی خوشحالی وترقی اور باہمی مسرت وخوشی کے لئے لازمی ہے کہ:

तस्मादेता: सदा पून्या भूषणाच्छाद्रनाशनै:।

भूतिकामैर्न रैर्नित्यं सत्कारेषूत्सवेषु च।।۷۳ا

(عورتوں کو ہمیشہ زیور، لباس اور کھانے پینے سے خوش رکھنا چاہئے۔ خوش حالی کی اُمید رکھنے والے مردوں کو ہمیشہ اچھے کاموں و محفلوں اور تقریبوں میں عورتوں کو زیورات اور ملبوسات وغیرہ سے مطمئن رکھنا چاہئے)

स्त्रियां तु रोचमानायां सर्वं तद्रोचते कुलम्।

तस्यां त्वरोचमानायां सर्वमेव न रोचते।।।۷۴

(زیور اور لباس وغیرہ میں عورت کے خوش رہنے سے سارا گھر (कुल) روشن ہوتا ہے اور اگر عورت ناخوش ہو تو سارا خاندان (कुल) تاریک ہو جاتا ہے۔)

منو مہاراج نے عورت کی خوشی کو صرف گھر خاندان کی ترقی و خوشحالی کا سبب قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس کو دیوتاؤں کی آمد کا بھی ذریعہ بیان کیا ہے:

यत्र नार्यस्तु पूज्यन्ते रमन्ते तत्र देवता:।

यत्रैतास्तु न पूज्यन्ते सर्वास्तत्रफला: क्रिया:।।।۷۵

(جس خاندان میں عورتوں کی عزت افزائی ہوتی ہے اس خاندان سے دیوتا خوش ہوتے ہیں۔ جہاں ان کی توہین ہوتی ہے وہاں سبھی یگ و عمل وغیرہ بے کار ہو جاتے ہیں۔)

منو نے گھر و خاندان کی خوشحالی و ترقی اور دیوتاؤں کی آمد کی بشارت دے کر ہی لوگوں کو عورتوں کو لباس، زیور اور طعام سے خوش رکھنے کی ترغیب نہیں دی ہے بلکہ اس کی نحوست و لعنت سے خوف زدہ کرتے ہوئے بھی اس کی تعلیم دی ہے۔ جیسے:

शोचन्ति जामयो यत्रा विनश्यत्याशु तत्कुलम्।

न शोचन्ति तु यत्रौता वर्धते तद्धि सर्वदा।। ।۷۶

(جس خاندان میں بہو بیٹیاں رنج اُٹھاتی ہوں وہ خاندان جلد ہی برباد ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں انہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوتی وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔)

जामयो यानि गेहानि शपन्त्यप्रति पूजिता:।

तानि कृत्याहतानीव विनश्यन्ति समन्तत:।। ۱۷۷

(عزت نہ ہونے کی وجہ سے بہو بیٹیاں جن گھروں کوکوستی ہیں وہ گھر نحوست سے برباد ہوکر ہر طرح سے ختم ہو جاتے ہیں۔)

اس طرح مذکورہ بالا اشلوکوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندودھرم میں عورتوں کے زیورات، ملبوسات، خوردونوش اور ضروریاتِ زندگی کا اچھی طرح خیال رکھنے کا سبق دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں منو اسمرتی نے جو تعلیمات دی ہیں اس کی تصدیق ویدوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ یجر وید (यजुर्वेद) میں مذکور ہے:

मूर्द्धासि राड़ ध्रुवासि धरुण धत्र्र्यसि धरणी।

आयुषे त्वा वर्चसे त्वा कृष्यै त्वा क्षेमाय त्वा।। ۱۷۸

(اے عورت! تو قائد و پیشوا ہے، تو باوقار ہے تو بنا کسی فریب کے رہنے والی ہے، تو گھر خاندان کی بنیاد ہے، تو پریوار کو اپنانے والی ہے، تو زمین کی طرح باعث عزت ہے۔ تجھے لمبی عمر، وقار، کاشتکاری کی خوشحالی اور خاندان کی بھلائی (कल्याण) کے لئے گھر میں رکھتا ہوں۔)

यन्त्री राड़ यन्त्रयसि यमनो ध्रुवासि धरित्री।

इषे त्वोर्जे त्वा रय्यै त्वा पोषाय त्वा।। ۱۷۹

(عورت خاندان کی نگرانی کرنے والی، باوقار، خود ضابطے میں رہنے والی اور سب کو کنٹرول میں رکھنے والی ہے۔ وہ پریوار میں ایمانداری سے رہنے والی اور پریوار کی پرورش کرنے والی ہے، تجھے اناج کی خوشحالی، طاقت، عزت کی ترقی اور گھر کی خوشحالی کے لئے رکھتے ہیں۔)

ان دونوں منتروں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عورت سے گھر خاندان اور روزی و معاش کی خوش حالی وترقی ہوتی ہے، اسی لئے لوگ ان کو گھروں میں عزت واحترام کے ساتھ رکھتے ہیں۔

ویدوں میں عورت کو سراپا گھر، گھر کی منتظمہ، گھر کی مالکہ، محافظہ اور سب کی پرورش کرنے والی صفات سے یاد کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ گھر کے دوسرے افراد کے لباس او رکھانے پینے کے انتظامات واخراجات کی وہی ذمہ دار ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ وہ اپنی ذاتی ضروریات واخراجات سے بے فکر ہو۔ چنانچہ ویدوں میں کہا گیا ہے:

जायेदस्तं मघवन्त्सेदु: योनि: तदित् त्वा युक्ता हरयो वहन्तु। ۱۸۰

(اے اِندر! بیوی ہی گھر ہے، وہی خاندان کی ترقی کی بنیاد ہے۔)

गृहान गच्छगृहपत्नी यथासो। ۱۸۱

(تم شوہر کے گھر پہنچو اور وہاں گھر کی مالکہ (गृहस्वामिनी) ہو جاؤ۔)

सम्राज्ञी श्वसुरे भव, सम्राज्ञी श्वश्र्वां भव।

ननान्दरि सम्राज्ञी भव, सम्राज्ञी अधि देवृषु।। ۱۸۲

(اے دولہن تو سسر، ساس، نند اور دیوروں کے ساتھ گھر کی مالکہ (गृहस्वामिनी) کی حیثیت سے رہ۔)

यथा सिन्धुर्नदीनां, साम्राज्यं सुषुवे वृषा।

एवं त्वं सम्राज्ञ्येधि, पत्युरस्तं परेत्य।। ۱۸۳

(جس طرح طاقت ور سمندر نے ندیوں پر اپنی حکومت قائم کی ہے اسی طرح (اے عورت!) تو بھی شوہر کے گھر پہنچ کر گھر کی مالکہ ہونا۔)

स्योना भव श्वशुरेभ्य: स्योना पत्ये गृहेभ्य:।

स्योना S स्यै सर्वस्यै विशे, स्योना पुष्टायैषां भव।। ۱۸۴

(اے دولہن! تو سسر کے لئے راحت وسکون دینے والی ہو، تو شوہر اور خاندان کے لوگوں کو آرام دینے والی ہو، تو اس سارے پریوار کے طبقے کے لئے سکون دینے والی ہو۔ تو آرام دہ ہوتے ہوئے ان سب کی پرورش کرنے والی ہو۔)

مندرجہ بالا منتروں سے ثابت ہوتا ہے کہ ویدوں نے بیوی کو گھر خاندان کے لئے

منتظمہ، محافظہ، مالکہ، پرورش کنندہ اور سکون دہندہ بنا کر پیش کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو ان صفات کا حامل ہوگا اس کو اپنے اور گھر کے دیگر اشخاص کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور زندگی کی دیگر ضروریات کے اخراجات کا مکمل حق حاصل ہوگا، تبھی وہ ان ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کر سکتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں عورتوں کے نفقے کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور مختلف انداز میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ ب ۱۸۴

ہندو دھرم میں طلاق بنام تیاگ (त्याग)

ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق (विवाह विच्छेद) کا ہندو دھرم و ہندو تہذیب میں کوئی مقام نہیں ہے۔ شوہر چاہے کتنا بڑا ظالم و بدکار ہو اور زوجہ پر روز نت نئی سختیاں کرتا ہو ایسی صورت میں اگر بیوی چاہے کہ وہ طلاق لے کر ظلم وستم سے آزادی حاصل کر لے تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ دھرم گرنتھوں کے دستور کے مطابق عورت کو ظالم شوہر سے نجات پانے یا طلاق مانگنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس عورت کے ایک بار کسی مرد کے ساتھ سات پھیرے (सप्तपदी) اور شادی کی مذہبی رسم (विवाह संस्कार) ادا ہو گئی تو پھر وہ تا حیات اس کی ہوگئی۔ اب وہ چاہے کتنی بار اس کو چھوڑے یا بے عزت کر کے گھر سے نکالے، وہ اس کی زوجیت سے باہر نہیں ہوسکتی، وہ جب چاہے اس کو اپنے پاس بلا سکتا ہے۔ اور جب چاہے گھر سے باہر نکال سکتا ہے۔ اس اُصول وضابطے کو منو مہاراج اس طرح پیش کرتے ہیں:

न निष्क्रय विसर्गाभ्यां भर्तु र्भार्या वि मुच्यते।

एवं धर्मं विजानीमः प्राक्प्रजापति निर्मितम्।। ١٨٥

(بیچنے یا چھوڑ دینے سے عورت شوہر کی زوجیت سے علیحدہ نہیں ہوتی ہے۔
یہ مذہبی اُصول ماضی میں پرجاپتی (प्रजापति) یعنی خالق نے بنایا ہے جس
کو ہم جانتے ہیں۔)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں اور دھرم شاستر آچاریوں (धार्मशास्त्राचार्यों) یعنی ہندو محققین ومفکرین علماء کے نزدیک یہ اُصول وضابطہ ہے کہ ہوم (होम) اور سات پھیروں

(सप्तपदी) کے بعد طلاق (विवाह विच्छेद) نہیں ہوسکتا۔ اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ شوہر اور بیوی ہمیشہ محبت و پیار سے زندگی بسر کریں۔ منومہاراج کہتے ہیں:

अन्योन्यस्या व्वभिचारो भवेदामरणान्तिक:।

एष धार्म: समासेन ज्ञेय: स्त्रीपु सयो: पर:।। [۱۸۶]

(مرد وعورت دونوں جب تک زندہ رہیں آپس میں میل محبت کے ساتھ بھی مذہبی اعمال میں تعاون کرتے ہوئے رہیں۔ یہی شوہر اور بیوی کا مختصر مذہب ہے۔)

کسی بھی صورت یا کسی بھی حالت میں شوہر اور بیوی کے درمیان طلاق (विवाह विच्छेद) کیوں واقع نہیں ہوسکتی اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ہندو علماء و محققین کہتے ہیں کہ ''ہندو دھرم میں شادی (विवाह) ایک مذہبی سنسکار (پوجا و رسم) ہے۔ رشتۂ ازدواج (पत्नीतव) کی حالت کا احساس اسی سنسکار سے ہوتا ہے۔ اگر شوہر یا بیوی ذلیل (पतित) ہو جائے تو سنسکار ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر بیوی زناکار ہو جائے تو بھی وہ بیوی ہی ہے اور کفارہ (प्रायश्चित) ادا کر لینے کے بعد اس کو شادی کی مذہبی رسم (विवाह संस्कार) دوبارہ ادا نہیں کرنی پڑتی، اس لئے طلاق (विवाह विच्छेद) کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ [۱۸۷]

ہندو دھرم میں طلاق کا اُصول و قانون نہیں، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن اگر عورت بدچلن، گستاخ، فتنہ پرور، شریر اور سخت بیمار ہو تو اس کو چھوڑ دینے (त्यागने) کا حکم ہے لیکن اس صورت میں بھی زوجہ کی ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔ [۱۸۸] کن حالات اور کن صورتوں میں شوہر کو بیوی چھوڑ (त्याग) دینا چاہئے اس کا دستور و ضابطہ پیش کرتے ہوئے منواسمرتی (मनु स्मृति) میں کہا گیا ہے کہ:

विधिवत्प्रतिगृह्यापि त्यजेत्कन्यां विगर्हिताम्।

व्याधितां विप्रदुष्टां वा छदनना चोपपादिताम्।। [۱۸۹]

(جو لڑکی بدکار، بیمار، عیب دار ہو یا فریب سے اچھی بتائی گئی ہو، ایسی لڑکی کو شادی کے اُصول وقواعد کے مطابق قبول کر کے بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔)

मद्यपा ऽ साधुवृत्ता च प्रतिकूला च या भवेत्।

व्याधिता वाधिवेत्तव्या हिंस्त्रार्थघ्नी च सर्वदा।। ١٩٠

(شراب پینے والی، برے چال چلن والی، شوہر کے خلاف چلنے والی، بیمار، لڑائی جھگڑا کرنے والی اور فضول خرچ کرنے والی عورت کو چھوڑ (त्याग) دینا چاہئے۔)

उन्मत्तं पतितं क्लीवमबीजम पापरोगिणम।

न त्यागो ऽस्ति द्विषन्त्याश्चन च दायापवर्तनम।। ١٩١

(اگر پاگل، کمینہ وذلیل، نامرد، بوڑھے یا کوڑھ وغیرہ کی بیماری والے شوہر کی بیوی خدمت نہ کرے تو اس عورت کا زیور نہ لے اور اس کو چھوڑے بھی نہیں۔)

اور اسی باب (अध्याय) کے اشلوک ۸۷ر میں یہ اُصول بیان کیا گیا ہے کہ جو عورت کسی بدکار، پاگل یا کمزور شوہر کا احترام وخدمت نہ کرے تو ایسی عورت کو اس کا شوہر اس کے زیورات لے کر تین ماہ تک چھوڑ دے۔

اس طرح مذکورہ بالا اشلوکوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں عورت کو کم یا زیادہ مدت یا ہمیشہ کے لئے چھوڑا (त्यागा) تو جا سکتا ہے لیکن طلاق نہیں دی جا سکتی۔ ب ۱۹۱

بیوی کی طرح اگر شوہر بھی نامرد، ذلیل، سنیاسی اور بدکردار ہو تو بعض دھرم شاستروں اور آچاریوں (مذہبی پیشواؤں) نے عورت کو بھی یہ اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ وہ اس کو چھوڑ سکتی ہے لیکن ہمیشہ کیلئے نہیں جیسا کہ نارد اسمرتی (नारद स्मृति) اور منو اسمرتی سے ظاہر ہے۔ اس سلسلے میں کوٹلیے (कौटिल्य) نے بھی اپنے ارتھ شاستر (अर्थ शास्त्र) میں بہت مناسب تجویز رکھی ہے اور وہ یہ کہ:

''اگر شوہر نہیں چاہتا تو بیوی کو چھٹکارا نہیں مل سکتا، اس طرح اگر بیوی نہیں چاہتی تو شوہر کو نجات نہیں حاصل ہو سکتی، لیکن دونوں میں آپسی اختلاف ونفرت ہے تو آزادی ممکن ہے۔ اور شوہر بیوی سے خوف زدہ ہو کر اس سے جدا ہونا چاہتا ہے تو زوجہ کو شادی کے وقت جو کچھ ملا ہے

اُسے واپس کر دینے سے شوہر کو آزادی مل سکتی ہے۔ اسی طرح اگر بیوی شوہر سے ڈر کر اس سے الگ ہونا چاہتی ہے تو ان دونوں کی شادی کے وقت جو کچھ حاصل ہوا تھا اس کو نہیں لوٹائے گا۔ اور ان دونوں صورتوں میں چھٹکارا (त्याग) تو ہوگا لیکن طلاق (विवाह विच्छेद) واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس کا ہندو دھرم میں کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ ۱۹۲

آج ہندوستانی قانون میں جو عورت کو طلاق کا حق حاصل ہے وہ اسلام کی دین ہے کہ جب ۱۹۵۵ء میں ہندوستانی دستور میں شادی وطلاق کا قانون بنا تو اس میں پہلی بار اسلامی قانونِ طلاق کو سامنے رکھتے ہوئے ہندو ناری کو بھی طلاق کا حق دیا گیا جو اس کی مذہبی کتابوں کے بالکل برخلاف ہے۔

اسلام اور ہندو دھرم کی شادی میں مماثلت

دھرم گرنتھوں کی روشنی میں ہندو شادی کے جو اعمال ورسوم بیان کئے گئے ہیں، حقیقی طور پر وہ اسلامی شادی کے احکام واصول سے جداگانہ ہیں۔ اس کے باوجود چند چیزیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر ایک دوسرے سے کافی ملتی جلتی نظر آتی ہیں، مثلاً:

☆ اسلام میں چند شرائط کے ساتھ بیک وقت ایک سے زیادہ چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے اور ہندو دھرم میں بھی ایک سے زیادہ چار عورتیں ایک ساتھ رکھنے کی اجازت ہے، بلکہ کہیں کہیں اس سے زیادہ کا بھی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

☆ اسلام میں نکاح وشادی کسی بھی دن اور کسی بھی ماہ ہوسکتی ہے اور ہندو دھرم میں بھی اکثر پنڈتوں ودھرم آچاریوں کے نزدیک کبھی بھی شادی (शादी) ہوسکتی ہے۔

☆ اسلام میں نکاح کے لئے جمعہ کا دن افضل مانا گیا ہے اور ہندو دھرم میں بھی وواہ کے لئے جمعہ کا دن (शुक्रवार) اچھا مانا گیا ہے۔

☆ نابالغ یعنی 7 سے 10 سال تک کی لڑکی کی شادی ہندو دھرم میں جائز وبہتر بلکہ نہ کرنا باعثِ نرک (नर्क) وگناہ بتایا گیا ہے اور اسلام میں بھی اگرچہ باعث گناہ وجہنم قرار نہیں دیا گیا ہے لیکن نابالغ کی شادی کو جائز سمجھا گیا ہے۔

☆ ہندو دھرم کے مطابق 8 سال کی لڑکی کا 24 سال کے مرد اور 12 سال کی لڑکا کا 30 سال کے مرد بلکہ کم عمر کی لڑکی کا 60 سال کے مرد سے وِواہ ہوسکتا ہے اور اسلام میں بھی اس طرح کی شادیوں میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

☆ اسلام میں شادی کے لئے لڑکی کا نیک سیرت، خوبصورت، دانشمند، صحت منداور اچھے اخلاق و عادات والی ہونا بہتر بتایا گیا ہے اور سب سے زیادہ اہمیت سیرت و کردار کو دی گئی ہے اور ہندو دھرم میں بھی انہیں اوصاف کی حامل دلہن سے شادی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ ہندو دھرم میں لڑکا و لڑکی کی شادی کے لئے سیرت و کردار، حسن و جمال، جسمانی صحت و تندرستی، عمر، مال و دولت اور خاندان دیکھنا ضروری ہے لیکن خاندان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اسلام میں بھی دینداری، حسن، حسب و نسب اور مال و دولت دیکھ کر شادی کی جاتی ہے لیکن برکت و فضیلت صرف دینداری کی بیان کی گئی ہے۔

☆ ہندو دھرم میں شادی کا ایک خاص مقصد اولاد پیدا کرنا بتایا گیا ہے اور اسلام میں بھی حکم ہے کہ تم زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو۔

☆ ہندو دھرم میں شادی کے بعد گھر کا کام کاج، خاندان و بچوں کی دیکھ بھال، اہل وعیال کی تربیت و پرورش، شوہر کی خدمت و دلجوئی، باہمی راحت و سکون، بزرگوں و مہمانوں کی عزت و خاطر اور ایک دوسرے کی مدد و ہمدردی، زوجین کے مقاصد بیان کئے گئے ہیں اور اسلام میں بھی میاں بیوی کو مذکورہ بالا اُمور پر عمل کرنے کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔

☆ اسلام میں نکاح کے وقت ایجاب وقبول ضروری ہے اور ہندوم دھرم میں بھی وِواہ کے وقت ایجاب وقبول یا قول وقرار لازمی ہے۔

☆ اسلام میں شادی سے پہلے ہونے والی منکوحہ کو نسبت یا منگنی وغیرہ کے موقع پر دیکھنے کی اجازت ہے اور ہندو دھرم میں بھی منگنی سے پہلے اور اس کے بعد کبھی بھی دیکھنے کی اجازت (आज्ञा) ہے۔

☆ اسلام نے شادی کے مختلف مقاصد بیان کئے ہیں۔ (۱) جسمانی خواہشات کی تکمیل،

(۲) خانگی زندگی کا انتظام وانصرام، (۳) انسانی نسل کی ترقی، (۴) بیوی اور بچوں کی دیکھ بھال اور ذمہ داری میں بردباری، (۵) اخلاقی لحاظ سی بچوں کی پرورش، (۶) باہمی یکساں احسان وبھلائی اور (۷) معیت ورفاقت ۔ اور قریب قریب وِواہ کے یہی مقاصد ہندو دھرم گرنتھوں نے بیان کئے ہیں۔ ۱۹۳

اسلام اور ہندو دھرم کی شادی میں فرق

اسلام اور ہندو دھرم کی شادی اور وِواہ (विवाह) میں بعض چیزوں میں جو مماثلت نظر آتی ہ وہ صرف ظاہراً وصورۃً ہے، وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں مذاہب کے شادی، وِواہ کے احکام واعمال اور اُصول وقوانین میں انتہا درجے کی مغائرت پائی جاتی ہے۔ شادی، وِواہ کی لفظی و معنوی حیثیت ہو یا مذہبی اہمیت، ماہیت ہو یا غرض وغایت۔ اس سے متعلق اعمال ورسومات ہوں یا مسائل ومعاملات اور شادی کا دستور ونظام ہو یا اس کی ادائیگی کا طریقہ واہتمام، ہر ایک میں ایک عظیم بُعد نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے مطالعے کی روشنی میں جو فرق محسوس ہوا اس کی وضاحت حسبِ ذیل ہے:

☆ ہندو وِواہ ایک مذہبی سنسکار (धार्मिक संस्कार) ہے، جس کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ دھرم گرنتھوں کے دستور کے مطابق وِواہ گوشت کا گوشت سے اور ہڈی کا ہڈی سے اتحاد واتصال کا نام ہے، اسی لئے بیوی کو نصف جسم (अर्द्धान्गिनी) کہا جاتا ہے، اس کے برخلاف اسلامی شادی مذہبی سنسکار نہیں ہے بلکہ وہ ایک عملی اور سماجی معاہدہ ہے۔

☆ ہندو وِواہ سات پھیروں کی رسم کے تحت ادا ہوتا ہے، اور وہ اس وقت تک مکمل نہیں مانا جاتا ہے جب تک کہ آگ اور کلش (अग्निकुण्ड) کے سامنے سات پھیرے پورے نہ کئے جائیں اور ویدوں کے خاص منتر نہ پڑھے جائیں۔ اس کے برخلاف اسلامی شادی میں آگ یا کلش وغیرہ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی طواف یا چکر لگایا جاتا ہے بلکہ صرف قرآن کریم کی چند آیات اور احادیث شریفہ کی چند روایات پر مشتمل خطبۂ نکاح پڑھا جاتا ہے۔ پھر دولھا سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے۔

☆ ہندو وِواہ میں لڑکی کے لئے مہر (प्रतिफल) جیسی کوئی شئے نہیں ہوتی ہے، جبکہ مسلم شادی میں لڑکے کے ذریعہ لڑکی کو مہر ادا کرنا ضروری ہے کہ بغیر اس کے نکاح مکمل نہیں ہوتا۔

☆ ہندو مذہبی وِواہ دستور کے مطابق شادی کے بعد بیوی کا خاندان تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ اپنے باپ کے خاندان (गोत्र) سے شوہر کے خاندان میں منتقل ہو جاتی ہے، جبکہ مسلم شادی قوانین کے تحت ایسا کوئی اصول نہیں ہے کہ وہ اپنے خاندانی و ذاتی وجود کو شوہر کے خاندان و ذات میں ملا دیتی ہے۔ اسلام میں شادی کے بعد بھی وہ اپنی قدیم حالت برقرار رکھتی ہے۔

☆ ہندو وِواہ زوجین کے درمیان ایک ایسا تعلق استوار کرتا ہے کہ جس کو کسی طرح ختم نہیں کیا جا سکتا جبکہ مسلم شادی موت اور طلاق سے توڑی جا سکتی ہے، کیونکہ اسلام میں یہ ایک سماجی و عملی معاہدہ ہے جو باہمی قول و قرار سے توڑا بھی جا سکتا ہے اور جوڑا بھی جا سکتا ہے۔

☆ ہندو دھرم میں شادی (विवाह) کی آٹھ اقسام ہیں، جن میں راکھِس وِواہ (राक्षस विवाह) یعنی زبردستی کی شادی اور پیشاچ وِواہ (पैशाच विवाह) یعنی سوتی ہوئی یا نشے میں مست لڑکی سے مباشرت (संभोग) کرنا بھی شامل ہیں۔ جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ایسا کرنا سخت ناجائز و حرام بلکہ کھلی زنا کاری ہے۔

☆ ہندو دھرم میں 8 سال سے 12 سال تک کی لڑکی کا وِواہ واجب و ضروری ہے وگرنہ والدین و بھائی نرک (नरक) اور عظیم گناہ و لعنت کے حق دار ہوں گے جبکہ اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے، ہاں بالغ و جوان ہونے پر اس کی شادی کو لازم و ذریعۂ جنت قرار دیا گیا ہے۔

☆ دھرم گرنتھوں نے وِواہ سے پہلے نکچھتر (नक्षत्र) راشی، مخصوص ماہ اور تاریخ دیکھنا ضروری بتایا ہے جبکہ اسلام میں ان تمام باتوں کا کوئی مذہبی وجود نہیں ہے۔

☆ ہندو دھرم میں شادی کی اچھی خصوصیات میں سب سے زیادہ اہمیت خاندان (कुल) کو دی گئی ہے اور اسلام میں سب سے زیادہ فوقیت نیک سیرت و دینداری کو دی گئی ہے۔

☆ ہندو دھرم گرنتھوں نے بھورے بال والی، زیادہ روئیں والی، بغیر روئیں والی، کمزور، ڈراؤنے نام والی، داسی (خادمہ) کی طرح نام والی، بغیر بھائی والی، جس کے باپ کو کوئی جانتا نہ ہو، جو لڑکے کی جگہ مانی گئی ہو، ایسی لڑکیوں سے شادی کرنا منع کیا ہے، جبکہ اسلام نے ایسی کوئی تعلیمات نہیں دی ہیں کہ مذکورہ بالا اوصاف کی لڑکیوں سے شادی نہ کی جائے۔

☆ ہندو دھرم میں اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کرنا ضروری اور غیر ذات کی لڑکی سے شادی کرنا سخت ممنوع، خاص طور سے شودرا (शुद्रा) سے کرنے پر بہت سی دینوی و اُخروی لعنتوں کا حقدار بتایا گیا ہے، جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ مذہبی لحاظ سے ایک مسلمان کسی بھی ذات کے مسلمان کے یہاں شادی کرسکتا ہے۔

☆ ہندو دھرم گرنتھوں نے بعض مقامات پر برہمن، چھتری اور ویش (वैश्य) کے لئے دیگر ذاتوں میں شادی کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس میں بھی اشرف و ارذل کا فرق ملحوظ رکھا ہے، جبکہ اسلام میں ادنیٰ و اعلیٰ کا کوئی امتیاز نہیں، سب کے لئے یکساں حکم ہے۔

☆ ہندو دھرم میں ماں کے خاندان میں پانچویں پیڑھی اور باپ کے خاندان میں ساتویں پیڑھی تک شادی ممنوع قرار دی ہے، اسی طرح ماں باپ کے گوتر (गोत्र) کی لڑکی سے شادی ناجائز بیان کی ہے۔ لیکن اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں کہ اس طرح کی شادی ناجائز و منع ہے۔

☆ ہندو دھرم میں پھپھیری، موسیری اور ممیری بہنوں سے شادی کرنا منع ہے اور کرنے پر نرک (नरक) کا حقدار ہے، جبکہ اسلام میں ان سے نکاح جائز ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ جو اس کو ناجائز سمجھے وہ گناہ کا مرتکب ہے۔

☆ ہندو وِواہ میں دولہا دولہن کو اُبٹن لگانا، خوشبو لگانا، منڈپ بنانا، آگ کا کُنڈ بنانا، چاروں طرف چکر لگانا، سات پھیرے کرنا، پتھر پر چڑھانا، سر پر پانی چھڑکنا، سورج کی طرف دیکھنا، برہمن کو دان میں گائے دینا، شوہر کے گھر داخل ہوتے وقت ہوم کرنا، تاروں کی

طرف دیکھنا، تین رات ایک بستر پر زمین پر سونا، کھیلوں اور بناٹوئے چاولوں کا چھڑکنا، منگل سوتر پہننا، ناچ گانا کرنا، کنگنا پہننا، اور کھیلنا اور دولہا کے دولہن کے گھر پہنچنے پر کھانے لٹانا مذہبی اعتبار سے ضروری ہے جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے کوئی چیز ضروری نہیں بلکہ بہت سی چیزیں ناجائز وحرام ہیں۔ ہاں اُبٹن وخوشبو کا استعمال کرنا جائز ہے۔

☆ ہندو وِواہ (विवाह) میں ایجاب وقبول دولہا دولہن کے بجائے بزبانِ برہمن و پجاری ہوتا ہے اور اسلام میں ایجاب وقبول لڑکے اور لڑکی کی زبان کے ذریعے ہوتا ہے۔

☆ اسلام میں بیوہ عورت (विधावा) سے نکاح کرنا جائز و درست ہے اور اس پر ثواب کا انعام ہے۔ لیکن ہندو دھرم میں اس کو سنیاسن (مجرّدہ) رہنے یا ستی ہونے کا حکم ہے، اور شادی کرنا مہاپاپ ہے۔ پھول اور جڑ کھا کر جسم کو کمزور کرلے لیکن دوسری شادی کا ہرگز نام نہ لے۔

☆ ہندو دھرم میں بیوہ (विधावा) کو رات میں کانس کی گھاس کی چٹائی بچھا کر زمین پر سونا، تاحیات تپسیا (ریاضت) کرنا، ماہواری کے ایام میں بھوکا رہنا، ایک سال تک نمک نہ کھانے اور اس کے سر کے بال کاٹ دینے کا حکم ہے، جبکہ اسلامی شریعت کے مطابق اس طرح کے افعال کا ارتکاب ناجائز و گناہ ہے۔

☆ ہندو دھرم میں بیوہ (विधावा) کو دوسرے انسان سے مباشرت (न्योग) کرکے بچہ پیدا کرانا جائز ہے، اور اس کا دھرم گرنتھوں میں بڑا تفصیلی تذکرہ ہے، جبکہ اسلامی اعتبار سے یہ سخت حرام، مکمل زنا کاری اور باعث سنگسار ہے۔

☆ اسلام میں بعض انبیاء کرام کی حد سے حد 100 اور پیغمبر اسلام کی 11 یا 13 بیویاں ہونے کا ثبوت وتذکرہ ہے، جبکہ ہندو دھرم کے اوتاروں و دھرم گروؤں کے پاس سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بیویاں ہونے کا ثبوت ہے۔

☆ ہندو دھرم گرنتھوں میں ایک عورت کے ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کا ثبوت ہے لیکن اسلامی لحاظ سے یہ حرام کاری وزنا کاری اور سخت حرام ہے۔

☆ ہندو دھرم میں عورت کو کسی بھی صورت میں شوہر کے ظلم وستم سے نجات و آزادی کا حق

نہیں بلکہ تیاگ (त्याग) ہے یعنی پریشان ہونے کے لئے چھوڑ دینا اور جب دل میں آئے بلا لینا، لیکن اسلام میں اس کے لئے خلع وطلاق ہے، جس کے ذریعہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے ظلم وستم سے نجات پا سکتے ہیں۔

☆ اسلام میں مذہبی لحاظ سے لڑکی کو جہیز دینا ضروری نہیں جبکہ ہندو دھرم میں زیادہ سے زیادہ جہیز دینا بتایا گیا ہے۔

☆ ہندو دھرم میں شادی کے لئے لڑکی کی اجازت ضروری نہیں لیکن اسلام میں ضروری ہے۔ بلوغت سے قبل یا اس کی اجازت کے بغیر شادی کی تو بالغ ہونے کے بعد اس کو فسخ کا اختیار ہے، جبکہ ہندو وِواہ میں آگ کے سات پھیروں کے بعد طلاق یا آزادی کا سوال ہی نہیں۔

☆ عورت کی طلاق سے متعلق اسلام کا جو قانون آج سے چودہ سو سال قبل تھا وہی آج بھی ہے لیکن قدیم ہندو وِواہ کا حکم آج بدل گیا ہے۔ قدیم ہندو وِواہ (प्राचीन हिन्दु विवाह) شوہر اور بیوی کے درمیان ایک ایسا تعلق قائم کرتا ہے جس کو توڑا نہیں جا سکتا تھا، لیکن اب 1955ء کے ہندو وِواہ آئین کی دفعہ 13 نے اسلامی نکاح کے دستور کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ بنیادوں و اُصولوں پر شوہر اور بیوی دونوں کو طلاق (विवाह-विच्छेद) کا حق دے دیا ہے۔

☆ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق وِواہ ایک سنسکار ہے لیکن جدید ہندو وِواہ دستور 1955ء کے تحت وِواہ کی شکل نہ تو سنسکار کی رہ گئی ہے اور نہ ہی یہ عملی وسماجی معاہدہ کی صورت حاصل کر سکا ہے۔ جبکہ اسلامی نکاح وشادی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک اسی معاہدہ (संविदा) کا روپ اختیار کئے ہوئے ہے۔[194]

حوالہ جات

ا۔ संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 954 ,, आदर्श हिन्दी शब्द कोष पृ0 590

,, धर्म शास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ0 268

۲۔ संस्कार समुच्चय, पृ 251

۳۔ संस्कार विधि, पृ 129 से 179

۴۔ शतपथ ब्राह्मण (5-2-1-10)

۵۔ ऋगवेद मं0 3 सू0 53 म0 4

,, अथर्ववेद – काण्ड 14 सू0 2 म0 26

,, अथर्ववेद – काण्ड 14 सू0 2 म0 18

۶۔ धर्म शास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ0 269

۷۔ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 27

۸۔ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 28

۹۔ अश्वलायन गृहसूत्र (1-5-2)

۱۰۔ आपस्तम्ब गृह सूत्र (3-20)

۱۱۔ धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ0 269

۱۲۔ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक–7

۱۳۔ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 8

۱۴۔ महाभारत आदि पर्व (131–10), उद्योगपर्व (33-117)

۱۵ अश्वलायन गृह सूत्र (1-5-3)

۱۶ विष्णु धर्मसूत्र (14-12, 16)

۱۷ विष्णु पुराण (3-10-18, 22)

۱۸ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 5

۱۹ मनु स्मृति अध्याय 4 श्लोक 244

۲۰ नारद स्मृति (स्त्रीपुंसयोग, 37)

۲۱ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 8

۲۲ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक – 10

۲۳ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक – 9

۲۴ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक – 11

۲۵ भारद्वाज गृहय सूत्र (1-11)

// धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 270, 271

۲۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 272

۲۷ विष्णु पुराण (3-10-16)

۲۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ 272

۲۹ महाभारत आश्वमेधिकपर्व (56-22, 23)

۳۰ महाभारत सभापर्व ,64–14द्ध, वनपर्व (5-15)

۳۱ महाभारत अनुशासन पर्व (44-14)

۳۲ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लो0 94

۳۳ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लो0 88

۳۴ वसिष्ठ स्मृति अध्याय 17 श्लोक 6, 62

۳۵ संवत स्मृति (64-66-67)

۳۶ गौतम स्मृति ;18–20, 23द्ध, गौतम धर्मसूत्र (11-1)

۳۷؎ पराशर स्मृति (7-8, 9)

۳۸؎ ऋगवेद मं0 10 सू0 27 म0 12

۳۹؎ ऋगवेद मं0 10 सू0 85 म0 26, 27, 46

۴۰؎ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 90

۴۱؎ मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 91

۴۲؎ बौधायन धर्म सूत्र ;4–1–12, 14द्ध // महाभारत अनुशासन पर्व (44-16),

// वसिष्ठ धर्म सूत्र (17-67, 68 और 17-70, 71)

// धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 274 से 276

۴۳؎ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 274 से 276

۴۴؎ आपस्तम्ब धर्मसूत्र (2-6-13-1, 3)

۴۵؎ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 277

۴۶؎ पारस्कर गृहयसूत्र (1-4), वसिष्ठ धार्मसृ (1-25)

// धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 277

۴۷؎ विष्णु धर्मसूत्र (26-5, 6)

۴۸؎ याज्ञवल्क्य स्मृति (1-57 और 2-125)

۴۹؎ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 13

۵۰؎ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लो0 14

۵۱؎ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लो0 15

۵۲؎ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लो0 17

۵۳؎ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लो0 16

۵۴؎ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 172

۵۵؎ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 171

۵۶؎ आपस्तम्ब धर्मसूत्र (1-7-21-8)

۵۷ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 279

// वसिष्ठ धर्मसूत्र (8-2)

۵۸ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 280

// आश्वलायन गृह्य सूत्र (1-8-12)

۵۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 280

۶۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 281

۶۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 291

۶۲ आश्वलायन गृह्य सूत्र (1-41)

۶۳ आपस्तम्ब गृह्य सूत्र (2-12, 13)

// तैत्तिरीय ब्राह्मण ;1–5–2द्ध, बौधायन गृह्य सूत्र (1-1-18,19)

۶۴ रामायण बालकाण्ड (72-13 और 71-24)

// महाभारत आदि पर्व (8-16)

۶۵ कौशिक सूत्र (75-2, 4)

۶۶ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 295

۶۷ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 295

۶۸ धर्मशास्त्र व रिवाजात 'पृ0 103ता 128, धमशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 295–296

۶۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 296

۷۰ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 21

۷۱ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 27

۷۲ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 28

۷۳ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 29

۷۴ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 30

۷۵ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 31

۷۶ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 32

۷۷ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 33

۷۸ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लो0 34

۷۹ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लो0 23

۸۰ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लो0 24

۸۱ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 37, 38, 39, 40, 41, 42, धर्म शास्त्र व रिवाजात 'पृ0 94ता 98

۸۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 302

۸۳ ऋगवेद मं0 10 सू0 85 म0 8, 9

// बौधान गृहय सूत्र ;1–1–14, 15द्ध

// आपस्तम्ब धर्म सूत्र ,2–16, 4–1, 2, 7द्ध

۸۴ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 303

۸۵ आश्वलायन गृहय परिशिष्ट (1-29)

۸۶ आश्वलायन गृहय सूत्र (1-7-7, 13)

// आपस्तम्ब (5-3, 5), बौधायन (1-4-25)

۸۷ बौधायन (1-4-38)

۸۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 305

۸۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 306

۹۰ संस्कार समुच्चय पृ0 256 से 340

// संस्कार विधि : पृ0 141 से 179

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 303 से 306

۹۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 301, 302

// सस्कार समच्चय पृ0 256 से 340

// संस्कार विधि: पृ0 141 से 179

۹۲ مذاہب کا تحقیقی مطالعہ، ص ۷۶ تا ۷۹

۹۳ मनु स्मृति अध्याय 3 श्लोक 31

۹۴ تہذیب دھرم، ص ۹۷، ۹۸

۹۵ تہذیب دھرم، ص ۹۸

۹۶ تہذیب دھرم، ص ۹۹

۹۷ تہذیب دھرم، ص ۹۹

۹۸ تہذیب دھرم، ص ۱۰۰

۹۹ تہذیب دھرم، ص ۱۰۰، ۱۰۱

۱۰۰ تہذیب دھرم، ص ۱۰۱، ۱۰۲

۱۰۰ مذاہب کا تحقیقی مطالعہ، ص ۸۰، ۸۱

۱۰۱ تہذیب دھرم، ص ۹۷ تا ۱۰۷، ہندو تہذیب، حصہ اول، ص ۱۰۵ تا ۱۰۷، مذاہب کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۸۱

۱۰۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 332, 333

۱۰۳ ऋगवेद मं0 1 सू0 87 म0 3

۱۰۴ महाभारत आदि पर्व (160-12)

۱۰۵ महाभारत शान्तिपर्व (148-2)

۱۰۶ स्कन्ध पुराण ;काशी खण्ड, 4–55–75द्ध, (ब्रहदारण्य भाग 50/55)

// धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 331

۱۰۷ धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ. 331

۱۰۸ वृद्धहारीत स्मृति (11-206-210)

۱۰۹ बौधायन धर्म सूत्र (2-2-7)

۱۱۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 330

۱۱۱ـ व्यास स्मृति (2-53)

۱۱۲ـ ऋगवेद मं0 10 सू0 18 म0 7

۱۱۳ـ मनु स्मृति अध्याय 5 श्लोक 157

۱۱۴ـ मनु स्मृति अध्याय 5 श्लोक 158

۱۱۵ـ मनु स्मृति अध्याय 5 श्लोक 160

۱۱۶ـ मनु स्मृति अ0 9 श्लोक 65

۱۱۷ـ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1, पृ0 330

۱۱۸ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लो0 59

۱۱۹ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लो0 60

۱۲۰ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लो0 61

۱۲۱ـ ऋगवेद मं 10 सू0 85 मन्त्र 45

۱۲۲ـ ऋगवेद मं 10 सू0 85 म0 40

۱۲۳ـ सत्यार्थ प्रकाश चौथा समुल्लास पृ0 148

۱۲۴ـ सत्यार्थ प्रकाश चौथा समुल्लास पृ0 150

۱۲۵ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लो0 62 شادی بیوگان اور نیوگ، ص ۱۱ تا ۱۴، قانون رواج ہنود، ص ۱۰۷،

۱۲۶ـ ऋगवेद मं0 10 सू0 18 म0 8

۱۲۶ـ अथर्ववेद (18-3-2)

۱۲۷ـ अथर्वेद (18-3-1)

۱۲۸ـ अथर्व वेद काण्ड 9 सू0 5 म0 27, 28

۱۲۹ـ अथर्व वेद काण्ड 18 सू0 3 म0 3

۱۳۰ـ अथर्व वेद काण्ड 5 सू0 17 म0 8, 9

۱۳۱ـ ऋगवेद मं0 10 सू0 145 म0 1

// अथर्व वेद काण्ड 3 सू0 18 म0 1

۱۳۲ـ ऋगवेद म0 10 सूक्त 159

۱۳۳ـ शतपथ ब्राहमण (13-4-1-9)

۱۳۴ـ ऐतेरेय ब्राहमण (12-11)

۱۳۵ـ तैत्तिरीय ब्राहमण (3-8-4)

۱۳۶ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 81

۱۳۷ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 82

۱۳۸ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 83

۱۳۹ـ मनु स्मृति अध्याय 8 श्लोक 204

۱۴۰ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 149

۱۴۱ـ मनु स्मृति अध्याय 9 श्लोक 76

۱۴۲ـ कौटिल्य (3–2), धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 313

۱۴۳ـ याज्ञवल्क्य (1–80), धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 313

۱۴۴ـ महाभारत आदि पर्व अध्याय 160 श्लोक 36

۱۴۵ دہرم شاستر کے ابتدائی ماخذ،ص 313 धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0

۱۴۵ب دہرم شاستر کے ابتدائی ماخذ،ص ۴۳ دہرم شاستر و رواجات،ص ۱۱۱ تا ۱۱۲

۱۴۶ـ बाल्मीकि रामायण (2-39-36)

۱۴۷ـ बाल्मीकि रामायण (2-39-47)

۱۴۸ـ مذاہب میں عورت کا مقام،ص ۸۰

۱۴۹ـ बाल्मीकि रामायण (7-125-44)

۱۵۰ـ महाभारत मौसल पर्व (5-6) // श्रीमद भागवत (10-59-42)

۱۵۱ـ ब्रहमवैवर्त्य पुराण (4-115-86, 87, 88)

۱۵۲ـ ऋग्वेद मणडल 8, सूक्त 10, मनत्र 36

۱۵۳ـ भागवत पुराण (9-24-22)

۱۵۴ـ भागवत पुराण (6-6-4)

۱۵۵ـ महाभारत आदि पर्व, अ० 197, श्लोक 15—80

۱۵۶ـ धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 313

۱۵۷ـ धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 1, पृ० 314

۱۵۸ـ ऋग्वेद मं० 19, सू० 85, मन्त्र 40

۱۵۹ـ सत्यार्थ प्रकाश 4, समुल्लासः पृ० 114, 115

۱۶۰ـ सत्यार्थ प्रकाशः चतुर्थ समुल्लास पृ० 116

۱۶۱ـ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 59

۱۶۲ـ महाभारत आदि पर्व, अध्याय 192, श्लोक 13, 14, 15, 16

۱۶۳ـ महाभारत आदि पर्व, अध्याय 196, श्लोक 25

ب دہرم شاستر ورواجات، ص ۷۷ تا، قانون رواج ھنود، ص ۹۲، تا ۹۷

۱۶۴ـ महाभारत आदि पर्व, अध्याय 196, श्लोक 29

ب شادی بیوگان اور نیوگ، ص ۱۱ تا ۱۴، قانون رواج ھنود، ص ۱۰۷، دہرم شاستر ورواجات، ص ۸۴ تا ۸۵

۱۶۵ـ मनुस्मृति अधयाय 3, श्लोक 27, 28

۱۶۶ـ श्रीमद भागवत महापुराण (10-1-31 और 10-1-32)

۱۶۷ـ श्रीमद भागवत महापुराण (10-58-50, 51)

۱۶۸ـ श्रीमद भागवत महापुराण (10-68-50, 51)

۱۶۹ـ دہرم شاستر ورواجات، ص ۹۷ تا ۹۸، रामचरित्र मानस बाल कांड (326/2-5)

۱۷۰ـ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 194 // मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 416

// मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 199

// मनुस्मृति अधयाय 9, श्लोक (2, 3) अधयाय 5, श्लोक (147-148)

۱۷۱ـ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 60

۱۷۲ـ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 61

۱۷۳۔ मनुस्मृति अध्याय ९, श्लोक 59,वेदामृतम सुखी गृहस्थ पृ० 67

۱۷۴۔ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 62

۱۷۵۔ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 56

۱۷۶۔ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 57

۱۷۷۔ मनुस्मृति अध्याय 3, श्लोक 58

۱۷۸۔ यजुर्वेद, अध्याय 14, मन्त्र 21,वेदामृतम सुखी परिवार पृ०58

۱۷۹۔ यजुर्वेद, अध्याय 14, मन्त्र 22,वेदामृतम सुखी परिवार पृ०56

۱۸۰۔ ऋग्वेद मं० 3, सू० 53, म० 4

۱۸۱۔ ऋग्वेद मं० 10, सू० 85, म० 26

۱۸۲۔ अर्थवेद (14-1-44)

۱۸۳۔ अर्थवेद (14-1-43)

۱۸۴۔ अर्थवेद (14-2-27),वेदामृतम सुखी गृहस्थ पृ०74,वेदामृतम वेदों में नारी पृ.80 से 85

ب دہرم شاستر ورواجات،ص ۶۳۳ تا ۶۵۰

۱۸۵۔ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 46

۱۸۶۔ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 101

۱۸۷۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1, पृ० 346

۱۸۸۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1, पृ० 346

۱۸۹۔ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 72

۱۹۰۔ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 80

۱۹۱۔ شادی بیوگان اور نیوگ ،ص ۱۴ मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 79

۱۹۲۔ धर्मशास्त्र का इतिहास भाग 1, पृ० 347

۱۹۳۔ मुस्लिम विधि पृ० 38

۱۹۴۔ मुस्लिम विधि पृ० 39/40

اتھروویدمیں خانۂ کعبہ کا تذکرہ

मूर्धानमस्य संसीव्याथर्वा हृदयं च यत् ।
मस्तिष्कादूर्ध्वः प्रैरयत् पवमानोधि शीर्षतः ॥ २६ ॥

तद् वा अथर्वणः शिरो देवकोशः समुब्जितः ।
तत् प्राणो अभि रक्षति शिरो अन्नमथो मनः ॥ २७ ॥

ऊर्ध्वो नु सृष्टा३स्तिर्यङ् नु सृष्टा३ःसर्वा दिशः पुरुष आ बभूवाँ३ ।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ २८ ॥

यो वै तां ब्रह्मणो वेदामृतेनावृतां पुरम् ।
तस्मै ब्रह्म च ब्राह्माश्च चक्षुः प्राणं प्रजां ददुः ॥ २९ ॥

न वै तं चक्षुर्जहाति न प्राणो जरसः पुरः ।
पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ॥ ३० ॥

अष्टाचक्रा नवद्वारा देवानां पूरयोध्या ।
तस्यां हिरण्ययः कोशः स्वर्गो ज्योतिषावृतः ॥ ३१ ॥

तस्मिन् हिरण्यये कोशे त्र्यरे त्रिप्रतिष्ठिते ।
तस्मिन् यद् यक्षमात्मन्वत् तद् वै ब्रह्मविदो विदुः ॥ ३२ ॥

प्रभ्राजमानां हरिणीं यशसा संपरीवृताम् ।
पुरं हिरण्ययीं ब्रह्मा विवेशापराजिताम् ॥ ३३ ॥

अथर्व-वेद काण्ड १० । २ । २६-३३

سامویدمیں احمد ﷺ کا مبارک نام

अहमिधि पितुः परिमेधामृतस्य जग्रह । अहं सूर्य इवाजनि ॥

सामवेद० । प्र० २ । द० ६ मं० ८ ॥

حدود و تعزیرات
اور
دَنڈ و سزا کا تصور

اسلام اور ہندو دھرم میں حدود و تعزیرات و سزا کا تصور

دنیا کے ہر مذہب میں انسانی سماج کو ظلم و ستم، شر و فساد، غصب و استحصال، قتل و خونریزی سے محفوظ و مامون اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے کچھ اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ جنھیں اصول سزاء و جزاء اور ڈنڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان قوانین و اصول کے ڈر سے جہاں ایک طرف لوگ جرائم کے ارتکاب سے لرزاں رہتے ہیں وہیں دوسری طرف انسانی معاشرہ امن و سلامتی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر دین اسلام اور قدیم ہندو دھرم نے بھی کچھ احکام بیان فرمائے ہیں اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، جو اسلام میں حدود و تعزیرات اور قدیم ہندو دھرم میں دنڈ و پراشچت (दण्ड-प्रायश्चित) کے نام سے مشہور ہیں۔

دین اسلام

یوں تو اسلام نے انسان زندگی کے ہر پہلو کے تعلق سے تمام ضروری اصول و قوانین واضح فرمائے ہیں اور کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے کہ جسکے لیے حکم نہ بیان کیا گیا ہو اور اسلام کے اسی نظام قوانین نے اپنے وسیع و عریض مفہوم کے سبب عالمی تمدّن و معاشرت پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور ایک بہتر اور صالح معاشرہ کا مزاج دیا ہے اور دنیا کی اس طرف رہنمائی کی ہے۔ لیکن خاص طور سے اسلام نے جس چیز پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید و نصیحت کی ہے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ہے وہ اسکا نظام عدل و انصاف ہے۔

انسانی زندگی کے ہر پہلو میں اسلام نے انصاف کو ہمیشہ پیش پیش رکھا ہے اور بنا کسی

بھید بھاؤ یا طرفداری کے برابری کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اسلام کی نظر میں چونکہ سبھی لوگ اللہ تعالیٰ کا کنبہ اور اسکے بندے ہیں، اس ناطے سبھی لوگ آپس میں بھائی بھائی ہوئے اور ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ حق و انصاف کرنا چاہیے۔ اسی لیے قرآن پاک میں ہر جگہ عدل و انصاف سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے اور ظلم و ناانصافی سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے اور اس میں امیر و غریب اور ذات برادری کی بنیاد پر فرق اور طرفداری کرنے کی شدید مخالفت کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزّت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا۔[1]

(اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتے داروں کا جس پر گواہی دو وہ امیر ہو یا فقیر ہو)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا۔[2]

(اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے اور تم کو کسی قوم کی عداوت و دشمنی اس پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو)

و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔[3]

(اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو)

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔[4]

(اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں)

اسی طرح اور بھی سیکڑوں مقامات پر قرآن مقدس میں عدل و انصاف کی تاکید و ہدایت کی گئی ہے بلکہ جو لوگ عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے ان کو ظالم و کافر اور انتہائی بدکار ہونے کی

بشارت دی گئی ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ مَنْ لَمْ یَحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون۔ ۵

(اور جو اللہ کے اتارے پر فیصلہ نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں)

و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون۔ ۶

(اور جو اللہ کے نازل کردہ (دستور) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں)

و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون۔ ۷

(اور جو اللہ کے نازل کردہ (قوانین) پر فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ سخت بدکار ہیں)

ناانصافی، عدل و انصاف سے روگردانی، ناحق طرفداری اور عدم مساوات سے ہی چونکہ ظلم و ستم، فساد و شر اور جنگ و خونریزی کا باب کھلتا ہے اور امن و سلامتی و محبت و اُخوت کے بجائے باہمی نفرت و عداوت کا بازار گرم ہوتا ہے اس لیے اسلام نے سب سے زیادہ انصاف و حق گوئی کی تاکید کر کے ایسے تخریبی و انسانیت سوز حالات پر نہ صرف قدغن لگایا ہے بلکہ احکام الٰہی و تعلیمات اسلامی کے ذریعہ ان کا مکمل سدّ باب کیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخ ساز خطبے میں فرمایا کہ:

"فان اللہ تبارک و تعالیٰ قد حرم دماء کم و اموالکم و اعراضکم الاّ بحقھا کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا الا ھل بلغت ثلاثاً کُل ذالک یجیبونہ الا نعم قال و یحکم او ویلکم لا ترجعنّ بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعضٍ۔ ۸

(بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزّت و آبرو کو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام کیا ہے جیسے تمہارے اس (حجۃ الوداع) دن کی، اس شہر (مکہ مکرمہ) کی اور اس ماہ (ذی الحجہ) کی حرمت ہے۔ بتاؤ کیا میں نے تمہیں پیغام حق پہونچا دیا۔ یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں پہنچا دیا۔ فرمایا کہ تم پر افسوس یا

تمہاری خرابی میرے بعد کفر کی جانب نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن اُڑانے لگو)

اسی طرح دوسری احادیث میں ارشاد فرمایا:

واللہ لا یومن، واللہ لا یومن، واللہ لا یومن! قیل من یا رسول اللہ؟ قال الذی لایَامن جارہ بوائقہ متفق علیہ۔ ۹

(اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جسکا پڑوسی اسکی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔)

قالوا یارسول اللہ ایُ الاسلامِ افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۱۰

(لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کون سا اسلام اچھا ہے فرمایا وہ کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں)

یا رسول اللہ امن العصبیۃ ان یحب الرجل قومہٗ قال لا و لکن من المعصیۃ ان یُعین الرجلُ قومہ علی الظلم۔ ۱۱

(یارسول اللہ! کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا یہ تعصب ہے)

الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ۔ ۱۲

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تمام مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ اس سے پیار ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہونچائے)

الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ ۱۳

(رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کروتو آسمان والا، تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔)

مختصر یہ کہ اسلام کی نظر میں لوگوں کی جان، مال، عزت وآبرو کی بڑی قدر اور قیمت ہے، ایسی قدر ومنزلت کہ تاریخ عالم میں جسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

من قتل نفساً بغیر نفسٍ او فسادٍ فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً۔ [۱۴]

(جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سارے لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچایا اس نے گویا سارے لوگوں کے بچایا)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ایک جان کا قتل پوری انسانیت کے قتل اور ایک جان کی حفاظت پوری انسانیت کی حفاظت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دین اسلام میں انسانیت کے تحفظ کی کیا حیثیت ہے۔

اسی عظیم ومحترم انسانیت کے تحفظ وبقاء اور انسانی معاشرہ کو ظلم واستحصال سے پاک وصاف کرنے اور اس میں امن وسلامتی وباہمی اخوت وہمدردی کا ماحول قائم کرنے کے لیے جرائم وقتل وخونیریزی وغیرہ کے مرتکب اشخاص کے لیے اسلام نے حدود وتعزیرات کے قوانین جاری فرمائے ہیں تاکہ بلا وجہ کسی انسان کو تکلیف نہ دی جائے، کسی کی جان ومال کو نقصان نہ پہونچایا جائے۔ کسی کی عزت وآبرو سے کھلواڑ نہ کیا جائے، انسانی معاشرہ کی امن وسلامتی کو برباد نہ کیا جائے اور زنا، شراب، جوا، بہتان اور قتل وخونریزی جیسی مہلک بیماریوں سے اسکو پاک وصاف رکھا جائے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون۔ [۱۵]

(اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندوں کہ تم کہیں بچو)

خون کے بدلے خون کا قانون نافذ کرنے میں اسلام کی حکمت عملی یہ ہے کہ اس سے لوگ قتل سے باز رہیں گے اور جانیں محفوظ ہونگی۔ کیونکہ قاتل کسی کا قتل کرنے سے قبل جب یہ قانون ذہن میں رکھے گا کہ اس کے عوض مجھے بھی قتل ہونا ہے تو یقیناً ضرور خوف زدہ ہوگا۔ اور اس

طرح قتل وخون کا حوصلہ پست ہو جائے گا۔

قتل، زنا، شراب، جوا، ڈاکہ، چوری اور بہتان زنا وغیرہ پر حدود وتعزیرات کی صورت میں اسلام نے جو سخت قوانین سزا بیان فرمائے ہیں بظاہر ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زحمت ہیں لیکن اگر ان کے دوررس نتائج پر ذرا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت روشن وآشکارا ہو جائے گی کہ یہ پوری انسانیت کے لیے سراپا رحمت ہی رحمت ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

اِقامۃُ حَدٍّ مِنْ حدود اللہ خیر من مطرِ اربعین لیلۃً فی بلاد اللہ عزّ و جل۔ ۱۶

(اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے)

یعنی چالیس راتوں کی بارش سے لوگوں کو جو سکون وراحت نصیب ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ راحت وسکون لوگوں کو ایک مجرم کو حد یعنی سزا دینے پر حاصل ہوتا ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی حدود وتعزیرات واسلامی قوانین عقوبت وسزا کا واحد مقصد اللہ کے بندوں کی جان، مال، عزت وآبرو کا تحفظ اور ایک صالح وصاف ستھرے انسانی معاشرے کی تشکیل ہے۔

قدیم ہندو دھرم

انسانی سماج کی حفاظت وسلامتی اور ظلم وستم، قتل، زنا، شراب، جوا، ڈاکہ، چوری اور بہتان وتہمت وغیرہ ہلاکت آمیز جرائم وپاپوں سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی قوانین عقوبت وسزاء کا تصور موجود ہے۔ اس سلسلے میں ہندو دھرم شاستروں نے جو احکام وقوانین بیان کئے ہیں انکو دنڈ (दण्ड) و پراشچت (प्रायश्चित) کے قوانین کے نام سے جانا جاتا ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق امن وسلامتی بھنگ کرنے والے، انسانی معاشرہ کو مختلف قسم کے مہا پاپوں سے پراگندہ کرنے والے اور ظلم وستم وقتل وخونریزی وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کی عزت وآبرو وجان ومال کا استحصال کرنے والے جرائم پیشہ افراد کے لیئے دنڈ و پراشچت

کے قوانین واحکام کا نافذ کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے کہ ڈنڈو پراشچت کے خوف سے ہی جرائم پیشہ لوگ مُہلک وخطرناک جرائم سے باز رہ سکتے ہیں اور پورا انسانی سماج چین وسکون سے زندگی بسر کرسکتا ہے۔ چنانچہ منومہاراج کہتے ہیں کہ:

तस्यार्थे सर्वभूततानां गोप्तारां धर्ममात्मजम्।

ब्रह्मतेजोमयं दण्ड सृजत्पूर्व मीश्वर:।।

तस्यसर्वाणि भूतानि स्थावराणि चराणि च।

भयाभ्दोगाय कलपन्ते स्वधर्मान्न चलन्ति च।।[۷]

(ایشور نے سبھی جانداروں کے محافظ راجہ کے سبھی کاموں کی کامیابی کے لیے قوانین سزا (दण्ड) کو پہلے بنایا ہے۔ اس سزا کے ڈر سے متحرک اور غیر متحرک سبھی جاندار آرام حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور اپنے فرض سے منہ نہیں موڑتے)

قوانین سزا (दण्ड) کی اہمیت کا اندازہ مذکورہ بالا اشلوکوں کے ان اقوال سے بخوبی ہوتا ہے کہ ایشور (ईश्वर) نے سزا کے اصول کو سب سے پہلے جاری کیا۔ اسی کے خوف سے لوگوں کو راحت وسکون میسر ہوتا ہے اور اسی کی بدولت مخلوق خدا اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی وروگردانی نہیں کرتی۔ اس سے زیادہ سزا کا مقام اور کیا ہوسکتا ہے کہ منومہاراج دوسرے اشلوکوں میں سزا (दण्ड) کو ہی حکومت، حفاظت عام، بیداری اور دھرم قرار دیتے ہیں:

दण्ड शास्ति प्रजा: सर्वा दण्ड स्वाभि रक्षति।

दण्ड: सुप्तेषु जागर्ति दण्डं धर्मं विदुबुर्धा।।

समीक्षय: स धृत: सम्यक्सर्वा रञ्जयति प्रजा:।

समीक्ष्य प्रणीतस्तु विनाशयति सर्वत:।। [۸]

(سزا (दण्ड) ہی سبھی رعایا پر حکومت کرتی ہے۔ سزا ہی سب کی حفاظت کرتی ہے۔ سزا ہی سوئے ہوئے کو جگاتی ہے۔ اس لیے عقلمند انسان سزاء کو ہی دھرم کہتے ہیں۔ سوچ سمجھ کر دیا ہوا ڈنڈ سبھی رعایا کو خوش کرتا ہے۔ مگر بنا

سوچے سمجھے دیئے ہوئے دنڈ کو اپنانے سے وہ ہر طرح سے تباہ کرتا ہے۔)

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام سزا و دنڈ کے ماتحت ہے، اسی کی بدولت دنیا کا عیش و آرام نصیب ہوتا ہے اور خلق خدا بہت سی پریشانیوں سے محفوظ رہتی ہے۔ منواسمرتی میں لکھا ہے کہ:

सर्वो दणजितो लोको दुर्लभो हि शुचिर्नर:।

दण्डस्य हि भयात्सर्वं जगभदोगाय कल्पते।।

यत्र श्यामो लोहिताक्षो दण्दश्चरित पापहा।

प्रजास्तत्र न मुहयन्ति नेता चेत्साधुपश्यति।। 19

(ساری دنیا دنڈ کے ماتحت ہے، خالص شریف انسان اسی سے ہوتا ہے۔ دنڈ کے خوف سے ہی دنیا کے جاندار اپنا اپنا عیش و آرام حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جہاں گناہوں کا خاتمہ کرنے والا خطرناک اور بارعب دنڈ چلتا ہے وہاں دنڈ دینے والا اگر انصاف سے اپنا کام کرے تو رعایا کبھی پریشان نہیں ہوتی)

پیش کردہ اشلوکوں میں سزا کے مثبت نتائج کا بیان کیا گیا ہے اب ذرا ایک نظر ان نتائج کو بھی ملاحظہ فرمائیں جو منفی انداز میں اثر انداز ہوتے ہیں چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) وضاحت کرتی ہے:

यदि न प्रणयेद्राजा दण्ड दण्डयेष्वतान्द्रेत:।

शुलेमत्सयानिवापक्ष्यन्दुर्बलान्बल वत्तरा:।।

दुष्येयु: सर्ववर्णाश्च भिद्येरन्सर्वसेतव:।

सर्व लोकप्रकोपश्च मवेद्दण्डस्य विभ्रमांत्।। 20

(اگر راجہ سستی پن چھوڑ کر سزا دینے لائق مجرموں کو صحیح دنڈ نہ دے تو طاقت ور کمزوروں کو لوہے کے کانٹے میں پکڑی ہوئی مچھلیوں کی طرح بھون کر کھا جائے۔ دنڈ کا مناسب استعمال نہ ہو تو سبھی طبقے معیوب و مخدوش ہو جائیں دھرم کے سبھی باندھ ٹوٹ جائیں اور سب لوگوں میں بغاوت (विद्रोह) ہو جائے)

اسی طرح منواسمرتی (मनुस्मृति) ادھیائے ۷/اشلوک ۱۶/ ۱۷/ ۲۱/اورادھیائے ۸/ اشلوک ۳۰۳ تا ۳۱۱ میں سزا و دنڈ کے بعض اہم مثبت و منفی اثرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے بھی انسانی معاشرہ کی امن و سلامتی اور قتل و خونریزی، زنا، شراب، چوری، جوا اور دیگر خطرناک جرائم سے اسکو پاک وصاف رکھنے کے لیے کچھ قوانین مقرر فرمائے ہیں جن پر انصاف کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ قوانین سزا (दण्ड) کے نفاذ میں انصاف وعدل قدیم ہندو دھرم شاستروں کی تعلیمات کی رو سے ضروری تو ہے لیکن فرق یہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں دیگر مذہبی معاملات وامور کی طرح قوانین سزاء کے نفاذ میں بھی انصاف وعدل ذات برادری (वर्णव्यवस्था) کے نظام پر منحصر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سزا و دنڈ جاری کرنے میں اعلیٰ، اوسط وادنیٰ ذات اور دوست ودشمن میں فرق ضروری ہے جبکہ اسلام میں مجرم کسی بھی ذات یا برادری کا ہو اور چاہے دوست ہو یا دشمن، قریبی ہو یا غیر قریبی سب کے ساتھ ایک طرح کا ہی عدل وانصاف لازمی ہے۔

سزا و دنڈ کے سلسلے میں عدل و انصاف کا پیمانہ واصول پیش کرتے ہوئے منواسمرتی (मनुस्मृति) میں بیان کیا گیا ہے:

स्वराष्ट्रे न्यायबृत: स्यादू भृशदण्डश्च शत्तुषु।

सुहृत्स्वाजिहन: स्विरधेषु ब्राह्मणेषु क्षमान्वित:।। ۲۱

(دشمنوں کو سخت سزا دے، پیار و محبت سے بھرپور دوستوں کے ساتھ خالص (निश्छल) برتاؤ اور برہمنوں کے ساتھ معافی کا سلوک رہے)

दशस्थानानि दण्डस्य मनु: स्वायं भुवो ऽब्रावीत्।

त्रिषु वर्णेषु यानि स्युरक्षतो ब्रह्मणों ब्रजेता।। ۲۲

("स्वायंभुवमनु" نے دنڈ وسزا کے جو دس مقام بیان کیے ہیں تین طبقوں کے لیے ہیں (برہمن کے لیے نہیں) برہمن کو راجہ بس ملک سے نکال دے)

परिपूतेषु धान्येषु शाकमूलफलेषु च ।

निरन्वये शतं दण्ड: सान्वेयऽर्धशतं दम:।। ۲۳

(اناج، ساگ مول اور پھل کا چرانے والا اگر اپنے خاندان کا نہ ہو تو ایک سو پنٹر (पण) اور رشتے دار ہو تو اس سے پچاس پنٹر ڈنڈ لینا چاہیے)

अष्टापद्यं तु शूद्रस्य स्तेये भवित किल्विषम।

षोडशैव तु वैश्यस्य द्वात्रिंशत्क्षत्रिस्य च।

ब्राह्मणस्य चतु:षष्टि: पूर्णवापि शतं भवेता।

द्विगुणा वा चतु: षष्टिस्तद्दोषगुणविद्धि(स:।। ۲۴

(چوری کے نفع، نقصان کو جاننے والا شودر (शुद्र) چوری کرے تو اس کو چوری کے مال کا آٹھ گنا، ویش (वैश्य) کو سولہا گنا، چھتری (क्षत्री) کو بتیس گنا اور برہمن کو چونسٹھ گنا یا سو گنا یا ایک سو اٹھائیس گنا ڈنڈ دینا چاہیے)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جرائم ومظالم اور خطرناک قسم کے گناہوں کے سدّ باب کے لیے ہندو دھرم میں جو سزا و ڈنڈ کے قوانین وضع کئے گئے ہیں انکے نفاذ میں بالترتیب حسب ذات برہمن، چھتری، ویش اور شودر (ब्राहमण, क्षत्री, वैश्य, शुद्र) کا خیال رکھنا اشد ضروری ہے اور اسی پر عدل وانصاف کے جملہ احکام وقوانین کا نظام قائم ہے۔

اسلام نے حدود وتعزیرات اور ہندو دھرم نے ڈنڈ وسزا کے طور پر جو تصور پیش کیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے اُسکا ایک اجمالی و سرسری جائزہ پیش کیا ہے، تفصیلی وتحقیقی جائزہ آئندہ صفحات پر ہم مختلف مضامین کے تحت ذکر کریں گے اور مخصوص ومشہور جرائم وکبائر گناہ کے تعلق سے دونوں مذاہب کا کیا دستور ہے اور وہ کس حد تک ایک دوسرے سے مشترک ومماثل ہے اسکو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

اسلامی حدود وتعزیرات کا لغوی واصطلاحی مفہوم

اسلامی نظامِ عقوبت وسزا کو سمجھنے کے لیے لازمی ہے کہ اسلام میں جرم وسزا کی نوعیت و کیفیت کو جانا جائے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے جرم وسزا کے سارے نظام وتصور کا تعلق حقوق سے ہے۔ اور حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ ان دونوں حقوق میں سے کسی

ایک کا بھی ختم ہونا یا غصب ہونا گناہ و معصیت کہلاتا ہے اور اس پر سزا کے لیے عمومی طور پر جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ عقوبت ہے۔ عقوبت کی شریعت اسلامی کے مطابق تین اقسام ہیں۔ (۱) حد (۲) تعزیر (۳) قصاص۔

(۱) **حد:** کے لغوی معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان کی روک، جو ایک کو دوسری سے متصل نہ ہونے دے یا ایک کو دوسری سے جُدا کر دے۔ یا کسی چیز کی انتہا یا دو چیزوں کے مابین فصل کہ ان میں سے ہر ایک کی انتہا اسکی حد ہے۔ ۲۵

چنانچہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ ''حد الرجل عن الامر'' آدمی کو اس امر سے روک دیا گیا۔ حددت زیدا عن الشر ''میں نے زید کو شر سے روک دیا۔ اور حد کے اصطلاحی و شرعی معنی ہیں'' وہ سزا جس کی مقدار قرآن و حدیث کی بنیاد پر متعین ہو چکی ہو یا ''عقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالیٰ'' وہ عقوبت اور سزا جو حق اللہ میں تجاوز کرنے کی وجہ سے اللہ رب العزت یا حضور انور ﷺ کی طرف سے متعین ہے۔ ۲۶ آسان و عام فہم لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شریعت اسلامی کی زبان میں حد ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جرائم کی روک تھام کے لیے مقرر ہیں۔ ۲۷ جن میں نہ تو کمی و زیادتی اور ترمیم ممکن ہے اور نہ ہی وہ قابل معافی ہیں جیسے چوری، ڈاکہ، زنا، قذف (زنا کی تہمت)، شراب نوشی، جوئے بازی اور بغاوت و سرکشی وغیرہ کی سزائیں کہ جن کو اہل علم کی اصطلاح میں جرائم الحدود (Crimes of Fixed Punishment) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حدود کی سزاؤں کا تعلق مجموعی طور پر حقوق اللہ سے ہے، بندے کی پسند و ناپسند کا اس میں کچھ عمل دخل نہیں کہ بندہ معاف کرے یا نہ کرے ہر دو صورت مجرم پر حد کا نفاذ ہوگا۔

(۲) **تعزیر:** تعزیر کے لغوی معنی ہیں منع کرنا، باز رکھنا، ملامت کرنا پھر اسکے معنیٰ ہوئے تنبیہ اور تادیب کر کے احکام (قوانین) پر کسی کو قائم کرنا ۲۸ اور شریعت اسلامی کی اصطلاح میں تعزیر سے مراد وہ تمام سزائیں ہیں کہ جن کی مقدار کا تعین شریعت مطہرہ نے خود نہ کیا ہو بلکہ قاضی اور امام یعنی اسلامی عدالت کے سپرد کر دیا ہو جیسے لواطت، جھوٹی شہادت، امانت میں خیانت، رشوت، غصب و غبن اور بیہودہ گالی گلوچ وغیرہ۔ اس طرح تعزیر شریعت میں وہ تادیب

اور سزا ہے کہ جو اس جرم پر دی جائے جس کے لیے شریعت میں حد مقرر نہیں ہے۔ یہ عام طور سے حد سے کم درجے کی سزا ہوتی ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مجرم کو دوبارہ اس طرح کے جرائم و گناہوں سے باز رکھا جائے اور قانون کا پابند بنایا جائے۔ ۲۹

(۳) **قصاص**: قصاص کا اصل مادہ ق، ص، ص ہے، جو قص سے مشتق ہے۔ جس کا اصل مفہوم قطع ہے۔ اور قص مسافت (طے کرنے) کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے "فارتد علیٰ اٰثارھما قصصاً" الکھف۔ ۶۴ (تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے) جس کے معنی ہیں اس راستے سے لوٹنا جس پر وہ چلا تھا اثر کی پیروی کرتے ہوئے۔ ۳۰

،اور شریعت اسلامی کے مطابق قصاص سے مراد وہ سزا ہے جس کی مقدار تو قرآن و سنت کے ذریعہ معین و مقرر ہو لیکن وہ قابل معافی بھی ہو اس کا بدلہ بھی دیّت (خون بہا و جرمانہ) وغیرہ کی صورت میں ممکن ہو مثلاً قتل عمد، قتل شبہ بالعمد، قتل خطا، ضرب اور جرح وغیرہ کی سزائیں۔ انکو شرعی اصطلاح میں جنایات، جرائم القصاص اور دیت کے اسماء سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ۳۱

مذکورہ بالا تینوں اقسام کی سزائیں اسلامی سزائیں ہیں لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی اور آخری یعنی حد و قصاص والی قسموں میں سزا کی نوعیت اور مقدار مقرر و معین ہوتی ہے اور درمیانی قسم تعزیر میں سزا کی مقدار و نوعیت غیر مقرر و غیر معین ہوتی ہے۔ اسکا تعین و فیصلہ قاضی و حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن گذشتہ دو کا نہیں کیونکہ وہ اللہ رب العٰلمین کی جانب سے مقرر و معین ہو چکا ہے۔ ان تینوں اقسام کی سزاؤں کے تحت جو جرائم داخل ہیں انکا اسلام اور قدیم ہندو دھرم کے اعتبار سے مختصر تقابلی جائزہ، ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے لیکن اس سے قبل ہندو دھرم کے ڈنڈ و سزا کا لغوی و اصطلاحی مفہوم و معنی یہاں ہم بیان کر رہے ہیں تا کہ دونوں مذاہب کے درمیان اس تعلق سے فرق و مماثلت بخوبی واضح ہو جائے۔

قدیم ہندو دھرم کے ڈنڈ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

قدیم ہندو دھرم شاستروں (धर्मशास्त्र) میں جرائم و گناہ کی نوعیت و کیفیت کے اعتبار سے سخت سزا (कठोर दण्ड) کا نظام پیش کیا گیا ہے اور یہ سارا نظام ذات، برادری (Caste

(system) پر قائم ہے۔ ذات برادری کے مرتبے و مقام کے لحاظ سے ہی مختلف قسم کے جرائم و گناہوں پر مختلف قسم کی سزاؤں و دنڈوں کا اصول و ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ قدیم ھندو دھرم گرنتھوں میں اسلام کی طرح کسی خاص جرم یا خاص گناہ کے لیے کوئی ایک قسم کی سزا و دنڈ کا تعین و تقرر نہیں کیا گیا ہے بلکہ ایک ہی قسم کے جرم و گناہ کے تعلق سے مختلف مقامات پر مختلف سزاؤں و دنڈوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن میں بہت سی سزائیں (दण्ड) ایسی ہیں جو اسلامی سزاؤں سے کافی مماثلت رکھتی ہیں اور متعدد ایسی سزائیں ہیں جو اسلام سے بھی کہیں زیادہ سخت ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن میں انتہا درجے کا بعد و فرق ہے۔

بہر حال ہندو محققین و علماء کے نزدیک ''دنڈ'' (दण्ड) کا لغوی و لفظی معنی ہے، ''سزا دینا، جرمانہ کرنا اور مرمت کرنا ۳۲ اور اصطلاحی معنی (पारिभाषिक अर्थ) کی صورت میں مختلف ھندو محققین و دھرم آچاریوں نے مختلف معانی بیان کیئے ہیں: کوٹلے (कौटिल्य) نے کہا ہے کہ:

दण्डपारुष्यं स्पर्शनमवगूर्णनं प्रहतमिति।۳۳

(چھونے (स्पर्श करने)، دھمکی دینے یا حقیقی طور سے زخمی کرنے کے سبب سخت سزا کا حقدار ہے)

برہسپتی (बृहस्पति) نے لکھا ہے کہ:

हस्तपाषाणलगुडैर्भस्मकर्दमपांशुभि:।

आयुधैश्च प्रहरणं दण्डपारुष्यमुच्यते।। ۳۴

(ہاتھ، پتھر، لاٹھی، راکھ، پنک، دھول یا ہتھیار سے مارنا یا چوٹ پہنچانا کٹھور دنڈ (दण्डपारुष्य) کہلاتا ہے)

بعض کا قول ہے:

''وہ شخص کٹھور دنڈ (दण्डपारुष्य) کا حقدار ہے جو تکلیف پہنچاتا ہے یا خون نکال دیتا ہے یا زخمی کرتا ہے یا توڑتا ہے، کاٹتا ہے اور جسمانی اعضاء کو پھاڑ دیتا ہے۔ ۳۵

اسلام کی طرح ھندو دھرم شاستروں نے بھی دنڈ (दण्ड) کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے (۱) प्रथम (۲) मध्यम (۳) उत्तम پھر ان تینوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے جو کسی بھی شخص یا

چیز کے ادنیٰ (हीन)، درمیانی (मध्यम) یا بلند و بالا حیثیت کے حساب سے طے کی گئی ہیں۔ یعنی مجرم یا پاپی گالی یا مار کھانے والے سے حقیر یا ذلیل ذات کا ہو تو اسکو زیادہ دنڈ دیا جانا چاہیے اور اگر مار نے یا گالی دینے والا اعلیٰ ذات کا ہو تو کم دنڈ دیا جانا چاہیے۔ ٣٦

قدیم ھندو دھرم شاستروں نے سزاء کا جو نظام (दण्डव्यवस्था) پیش کیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تین قسم کے دنڈوں کا حکم دیا ہے جیسے (١) جانی و جسمانی دنڈ (٢) مالی دنڈ اور (٣) جسمانی و مالی دنڈ اور اسلام میں بھی مخصوص جرائم کے ارتکاب کی صورت میں انہیں تین قسم کی سزاؤں میں سے کسی ایک قسم کی سزاء کو جرم و گناہ کی نوعیت کے اعتبار سے جاری کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اسلام نے جن جرائم و گناہوں کے مرتکب کو سخت سزاء کا مستحق قرار دیا ہے، قدیم ھندو دھرم نے بھی انکو کٹھور دنڈ کا مستحق (भागीदार) تسلیم کیا ہے۔

ناحق قتل و خون، زنا، شراب، چوری، ڈاکہ اور بہتان والزام وغیرہ جیسے جرائم و گناہوں کے تعلق سے اسلام نے کافی سخت سزائیں مقرر کی ہیں اور ھندو دھرم نے بھی مذکور جرائم و پاپوں کے سلسلے میں کٹھور دنڈ کا نظام پیش کیا ہے۔ اسلام اور ھندو دھرم کی سزاؤں کے درمیان کس درجہ مماثلت و مغائرت ہے اس کا جداگانہ عناوین کے تحت ذیل میں تقابلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) سورۃ النساء، آیت ۱۳۵

(۲) سورۃ المائدہ، آیت ۸

(۳) سورۃ المائدہ، آیت ۴۲

(۴) سورۃ النساء، آیت ۵۸

(۵) سورۃ المائدہ، آیت ۴۴

(۶) سورۃ المائدہ، آیت ۴۵

(۷) سورۃ المائدہ، آیت ۴۷

(۸) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۶۸۹

(۹) صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث ۵۶۷۰

(۱۰) صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان، حدیث ۱۰

(۱۱) سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن جلد ۲ ص ۴۷۱

(۱۲) طبرانی بحوالہ فیض القدیر لمحمد حسن ضعیف اللہ، جلد ۲، ص ۶۵

(۱۳) مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲، ص ۴۲۳

(۱۴) سورۃ المائدہ، آیت ۳۲

(۱۵) سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۹

(۱۶) سنن ابن ماجہ، باب ۱۳۴، اقامۃ الحدود جلد ۱ ص ۱۰۱

(۱۷) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 14 और 15

(۱۸) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 18 और 19

(۱۹) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 22 और 25

(۲۰) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 20 और 24

(۲۱) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 32

(۲۲) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 124

(۲۳) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 331

(۲۴) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक

(۲۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ بعنوان لفظ ''حد'' ص ۹۵۲

(۲۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ بعنوان لفظ حد ص ۹۵۲

(۲۷) البدایہ مع الدرایہ فی تخریج احادیث البدایہ، جلد دوم، ص ۴۸۶

(۲۸) اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ بعنوان لفظ تعزیر ص ۴۵۳

(۲۹) اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ بعنوان لفظ تعزیر ص ۴۵۳

(۳۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ بعنوان لفظ ''قصاص'' ص ۱۷۳

(۳۱) اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور ص ۹،۱۰

(۳۲) संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 445

(۳۳) अर्थशास्त्र-3,19

(۳۴) ब्रहस्पति विवादरत्नाकर पृ0 259

// धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2 पृ0 820

(۳۵) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0 820

(۳۶) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0 819, 820, 821

☆☆☆☆

اسلام میں ناحق قتل وجسمانی اعضا کاٹنے کی سزا

یوں تو دنیا کے ہر مذہب میں انسانی جان کی بہت اہمیت ہے لیکن اسلام نے اسکو جو خصوصی مقام وامتیازی حیثیت عطا کی ہے وہ منفرد اور بے مثال ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی جان اللہ رب العلمین کی عظیم امانت ہے اور ایک جان کا ناحق خون پوری انسانیت کے خون کے برابر گناہ عظیم اور ایک جان کی حفاظت پوری انسانیت کے تحفظ کے برابر ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

من قتل نفساً بغیر نفسٍ اوفسادٍ فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ط و من احیاھا فکانما احیاالناس جمیعاً ط"۔ [1]

(جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچایا تو گویا اس نے سب لوگوں کو بچایا)۔

اس طرح اللہ رب العزت نے ایک جان کو پوری انسانیت کی جان قرار دیکر خصوصی مقام عطا فرمایا ہے اور اس کو بہت ہی معزز ومحترم بنایا ہے اور اس کے ناحق قتل و خون پر بڑی شد ومد کے ساتھ متنبہ وآگاہ فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اللہ ربّ العزت کی منشاء و مرضی نسل انسانی کی حفاظت وفروغ ہے اور نسل انسانی کی ہلاکت اور اُسکا منقطع و زوال پذیر ہونا اس کی رضا کے سخت خلاف ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ [2]

(اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھرایا ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ)

ولاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاقٍ نحن نرزقهم وایاکم۔ ۳

(اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی)۔

ان آیات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العلمین کے نزدیک انسانی جان کی بڑی عظمت ہے۔ اس کا ہلاک وتباہ کرنا اسکو ہرگز گوارہ نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَایحاسب به العبد الصلوٰۃ و اول مایقضی بین الناس فی الدماءِ۔ ۴

(بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔)

ایک موقع سے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

اوّل مایحکم بین الناس یوم القیمۃ فی الدماء ۵

(قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے قتل کا فیصلہ ہوگا)۔

قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوالِ الدنیا۔ ۶

(مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔)

مختصر یہ کہ اللہ رب العلمین نے اپنے مقدس کلام قرآن حکیم میں اور اس کے محبوب رحمۃ للعلمین نے حدیث شریف میں انسان اور اسکی جان کو امتیازی شان وخصوصی شرف عطافرمایا ہے اور اس کی ظلم وقتل اور ناحق خونریزی سے حفاظت کے لیے مختلف قسم کے احکام وقوانین کو نافذ فرمایا ہے۔ انسانی معاشرہ میں عام طور سے جو ظلم وستم واقع ہوتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) کسی شخص کا خون کرنا (۲) کسی شخص کے خاص عضو کو زخمی وبے کار کردینا اور (۳) کسی کی عزت ومال پر دست درازی کرنا۔ مذکورہ تینوں مظالم میں سب سے بڑا ظلم بے گناہ کو قتل کرنا ہے اور ناحق قتل و خونریزی کے سد باب کے لیے اسلام نے جو قانون وضابطہ پیش کیا ہے اس کو قصاص کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شریعت اسلامی کے مطابق قتل کی تین قسمیں ہیں (۱) قتل عمد یعنی قصداً قتل (۲) قتل شبہ عمد اور (۳) قتل خطا۔ قتل عمد اس قتل کو کہتے ہیں کہ کسی ہتھیار یا کسی بھاری بھرکم چیز سے (جو کہ عام طور پر انسان کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے) کسی انسان پر اسکی جان لینے کی نیت سے حملہ کیا جائے اور وہ مرجائے۔ قتل شبہ عمد اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز سے مقتول پر حملہ کیا گیا ہو کہ جو عام طور پر ہلاک کرنے والی ثابت نہیں ہوتی لیکن اس کے حق میں ہلاکت آمیز واقع ہو جیسے کسی شخص نے دوسرے کو لاٹھی یا کوڑے سے مارا اور وہ مرگیا۔ اور قتل خطا کا مطلب یہ ہے کہ قاتل اپنے مقتول کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے کا اردادہ نہ رکھتا ہو لیکن اتفاق ایسا ہو کہ اسکا کوئی فعل اسکی موت اور ہلاکت کا باعث ہو مثلاً ایک شخص بندوق سے کوئی نشانہ مارنا چاہتا ہے اور گولی کسی انسان کے لگ جاتی ہے اور وہ مرجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ۷

مذکورہ بالا قتل کی تینوں اقسام میں شریعت اسلامی نے جدا جدا احکام بیان فرمائے ہیں اس لیے کہ کسی بھی جرم کی سزا جاری کرنے سے قبل اسلامی نقطۂ نظر سے جرم کے محرک کی نوعیت اور ان کے خراب اثرات کو جو اس سے جنم لیتے ہیں ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ قتل عمد میں چونکہ جرم اور گناہ کا سبب واضح اور مضبوط ہوتا ہے اور اس کے مضر نتائج بھی بہت ہیں اس لیے وہ بدترین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی اسی حساب سے سخت متعین کی گئی ہے تا کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور ایک دوسرے کے قتل وخون سے باز رہیں۔ اور قتل خطا کا محرک داعیہ کچھ بھی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ بے توجہی اور بے احتیاطی کا مجرم قرار دیا جاسکتا ہے اور اسکے مضر اثرات بھی زیادہ اور خطرناک نہیں۔ اس لیے اس کی سزا میں نرمی وتخفیف رکھی گئی ہے تا کہ لوگ اس سلسلے میں سستی اور بے احتیاطی سے بھی ہرگز کام نہ لیں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قتل کی ایک قسم اور بیان فرمائی جو قتل عمد اور قتل خطا دونوں کے مشابہ یا دونوں کے بین بین ہے۔ ۸

قتل کی ان تمام اقسام کے مسائل واحکام اسلامی شریعت میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں لیکن جن صورتوں میں قصاص کا قانون جاری ہوتا ہے وہ دو ہیں (۱) یا تو قتل عمد کی شکل میں (۲) یا ان جراحات (زخم، چوٹ) کی شکل میں جو منجر بہ ہلاک نہ ہوں۔ ۹

چنانچہ اللہ ربُّ العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

و من یقتل مو مناً متعمداً فجزائہ جھنم خالداً فیھا و غضب اللہ علیہ ولعنہ و اعدلہ عذاباً عظیماً۔ ۱۰

(اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے تیار رکھا بڑا عذاب)

یاَیھاالذین اٰمنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ط الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثیٰ بالانثیٰ فمن عُفی لہ من اخیہ شییئ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ط ذالک تخفیف من ربکم و رحمۃ ط فمن اعتدیٰ بعد ذالک فلہ عذاب الیم ۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ ۱۱

(اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ۔تو جسکے لیے اسکے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح سے ادائیگی یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور تم پر رحمت تو اسکے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے ۔اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ کہیں تم بچو):

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ط فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فالئک ھم الظالمون۔ ۱۲

(اور ہم نے ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں قصاص (بدلہ) ہے پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کرادے تو وہ اس کا گناہ

اُتار دے گا۔ اور جو اللہ کے اُتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔)

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے اور اسکی جزا جہنم ہے اور قاتل غضب الٰہی ولعنت خداوندی کا حقدار ہے۔ اور قصاص کے تعلق سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجوب ضروری ہے چاہے اس نے آزاد یا غلام کو قتل کیا ہو یا مسلمان یا کافر کو یا مرد یا عورت کو کیونکہ قتلیٰ قتیل کی جمع ہے جو سب کو شامل ہے۔ اسی طرح بتایا گیا ہے کہ جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت اور ایک کے عوض ایک ہی قتل کیا جائے گا دو یا دو سے زائد ہرگز نہیں تا کہ عدل و مساوات قائم رہے۔ نیز مقتول کے ورثاء کو اختیار دیا گیا ہے چاہیں تو وہ قاتل کو بے عوض معاف کریں یا مال پر صلح کرلیں۔ معاف نہ کرنے کی صورت میں قصاص ہی فرض رہے گا۔ لیکن معاف نہ کرنے کی صورت میں یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ مقتول کے اولیاء قصاص کے تقاضے میں نیک روش اختیار کریں اور قاتل خون بہا خوش معاملگی کے ساتھ ادا کرے اور اگر مقتول کے ورثاء قصاص معاف کردیں تو قاتل پر کچھ لازم نہیں رہتا اور اگر مال پر صلح ہوجائے تو قصاص ساقط اور مال واجب ہوتا ہے۔ دیگر جسمانی اعضاء کا بھی یہی حکم ہے انکو بھی اسی پر قیاس کیجئے۔

قتل عمد کے متعلق بیان کردہ قرآنی احکامات کی وضاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالی سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک لڑکی مدینہ منورہ میں زیور پہن کر باہر نکلی تو کسی یہودی نے اس کو پتھر مارا، پس لڑکی کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا اور اسکے اندر زندگی کی ابھی رمق باقی تھی، پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تجھے فلاں نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے انکار کیا پھر اس سے دوبارہ پوچھا کہ تجھے فلاں نے قتل کیا ہے؟ اس نے پھر انکار کیا۔ تیسری بار اس سے کہا گیا کہ تجھے فلاں نے قتل کیا ہے؟ پس اس نے اقرار میں سر جھکا دیا۔ پس اس کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بلا کر لایا گیا اور دو پتھروں کے درمیان رکھ کر اس کو قتل کردیا گیا۔ [۱۳]

اس حدیث کو بخاری شریف میں مختلف زاویوں سے بیان کیا گیا ہے کہ قاتل کو لڑکی

کے قصاص میں آپ نے قتل کرنے کا حکم دیا۔

بخاری شریف کی ہی ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

و من قتل له قتيل فهو بخير النظرين اما يودي و اما يقاده [۱۴]

(جس کا آدمی قتل کر دیا گیا تو اسکو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے کہ خون بہا لے لے یا قصاص)

قصاص کے متعلق قرآنی ضابطہ ہے کہ جس طرح جان کے بدلے جان لی جائے گی اسی طرح جسمانی اعضاء آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور دیگر اعضاء زخمی یا ہلاک کرنے کی صورت میں انہیں اعضاء کو قصاص میں سزا دی جائیگی۔ قرآنی ضابطے کے اس حکم کی تصدیق و توضیح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم سے بھی ہوتی ہے کہ:

حميد عن انس رضى الله عنه انّ ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبى صلى الله عليه وآله وسلم۔ [۱۵]

(حمید نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کے طمانچہ مارا جس کے سبب اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے، پس وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو آپ نے قصاص کا حکم فرمایا:

قرآن وحدیث میں بیان کردہ یہ وہ احکام ہیں کہ جو قتل عمد یا قصداً زخمی کرنے یا کسی جسمانی عضو کو برباد کرنے کی صورت میں مقرر کئے گئے ہیں۔ رہا قتل خطا یا جرح خطا تو اس کے احکام جداگانہ ہیں چنانچہ اللہ رب العزت قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلاَّ خَطَئاً وَمَن قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَئاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيماً

حکیماً۔ ١٦

(اور کسی مومن کو نہیں حق پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر اور جو کسی مسلمان کو خطاءً یا غیر دانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا (مال) کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد کی جائے۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہارا دشمن ہے اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک غلام مسلمان کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خوں بہا سپرد کی جائے اور ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ کے یہاں اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔)

سورۂ النساء کی اس آیت کریمہ میں قتل خطا سے متعلق چند باتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً مسلمان کا قتل کرنا بغیر حق کے جائز نہیں اور مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ قصداً کسی مسلمان کا قتل کرے اگر خطاءً یا غیر دانستہ طور پر قتل واقع ہو جائے تو اس گناہ کے عوض ایک مسلمان غلام کو بھی آزاد کرانا ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا خون بہا مقتول کے وارثوں کو ادا کرنا ہوگا۔

یہی حکم اس ذمی غیر مسلم کا ہے جو اسلامی حکومت میں جزیہ یا ٹیکس وغیرہ ادا کرتا ہے۔ مقتول اگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے تو ایسی صورت میں قاتل مسلمان کے لیے حکم ہے کہ وہ صرف ایک غلام مسلمان آزاد کرائے دیت (خون بہا) ادا نہ کرے لیکن اگر دشمن یعنی کافر (नास्तिक) قوم سے معاہدہ ہے تو پھر کافر مقتول کے ورثاء کو خون بہا (مال) بھی دیا جائے اور ایک مسلمان غلام آزاد بھی کرایا جائے اور غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو ماہ کے روزے رکھے۔ قتل عمد کی طرح قتل خطا میں بھی مقتول کے ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ قاتل کو بے عوض معاف کر دیں یا مال پر صلح کر لیں۔ معافی کی صورت میں خون بہا (مال) ساقط ہو جائے گا لیکن مسلمان غلام کا آزاد کرانا یا دو ماہ کے روزے رکھنے کا حکم باقی رہے گا۔

خون بہا اور مسلم غلام کی آزادی یا دو ماہ کے روزوں کی حکمت کیا ہے؟ اسکے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

''مومن غلام کے آزاد کرنے یا بصورت غلام میسر نہ ہونے کے دو ماہ کے روزے رکھنے میں فلسفہ یہ ہے کہ جناب باری تعالیٰ کے حق میں اس سے جو تقصیر واقع ہوئی ہے یہ عمل نیک اسکے مٹانے کا باعث ہو کر اس کا نعم البدل ثابت ہو اور دیت (خون بہا) عائد کرنے میں یہ راز ہے کہ بار دیگر وہ اس قسم کے تساہل یا بے احتیاطی کا مرتکب نہ ہو اور یہ تاوان (दण्ड) اس کے لئے درس عبرت ہو جائے انہیں دو اغراض کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ دو سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ ۱۷

قتل کی تیسری قسم قتل شبہ عمد کا حکم بھی وہی ہے جو قتل خطاء کا ہے اس بابت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''قتل کی وہ قسم جس کو شبہ عمد کہا جاتا ہے اس کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں مارا جائے، جبکہ اندھا دھند تیر اندازی ہو رہی ہو یا پتھر پھینکے جا رہے ہوں یا وہ لوگ جو ایک دوسرے کو کوڑے لگائیں یا ایک دوسرے پر لاٹھی چلائیں اور کوئی شخص مر جائے تو یہ قتل شبہ عمد ہے اور اس کا خون بہا وہی ہے جو قتل خطا کے لیے مقرر ہے۔ صرف اس کا وصف جداگانہ ہے۔ ۱۸

مذکورہ بالا وہ احکام وقوانین ہیں جو قتل عمد یا قتل خطاء وشبہ عمد کے متعلق شریعت اسلامی نے مقرر فرمائے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کے عضو نافع وجوارح پر حملہ کر کے ان کو زائل وبے کار کر دیا جائے تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) دیدہ ودانستہ اور قصداً ارادہ کر کے کسی شخص کا کوئی جسمانی عضو نافع حملہ کر کے معطل کر دیا جائے۔

(۲) کسی انسان پر اس طرح ظلم وستم ودست درازی کی جائے کہ اس کی جسمانی نفع بخش طاقتوں میں سے کوئی طاقت وقوت ختم ہو جائے۔ جیسے ہاتھ سے کوئی شئی پکڑ نہ سکے، پاؤں سے چل نہ سکے، قوتِ بصارت وسماعت یا قوتِ فہم وادراک یا قوت مردانگی برباد ہو جائے اور اس کا وجود دوسروں کے لئے بوجھ ہو جائے اور وہ خود کسب معاش سے معذور ہو جائے یا وہ لوگوں میں معیوب اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے یا وہ حملہ وضرب اس کی بدصورتی کا سبب ہو جائے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اس حملے یا زخم کی وجہ سے انسان کی کوئی مستقل نفع بخش

طاقت زائل نہ ہو۔ نہ ہی اس کا مکمل یا نصف عضو خراب ہو اور نہ ہی وہ بدصورت ہو بلکہ ایسی ضرب یا ایسا زخم ہو کہ جلد صحیح ہو جائے۔ 19

پیش کردہ تینوں صورتوں میں اسلامی شریعت نے بہت ہی واضح و مفصل احکام بیان فرمائے ہیں۔ پہلی صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَ كَتَبْنَا عَلَيهِمْ فِيهَا أَنَّ النَفْسَ بِالنَفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاص فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أنزَلَ اللهُ فَأُوْلَـٰئِکَ هُمُ الظَّالِمُونَ 20

(اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو دل کی خوشی سے بدلہ کرادے تو وہ اس کا گناہ اتار دے گا اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔)

قرآن کریم کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص جس انسان کا جو عضو زائل کرے گا اس کے عوض اس کے اسی عضو کو معطل کیا جائے گا۔ کلامِ خداوندی کے اس حکم کی وضاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

عن عُمَرَ تُقادُ المرأةُ مِنَ الرَّجلِ فِی کُلِّ عمدٍ یَبلُغُ نَفْسَهٗ فَمَا دونها مِن الجِراحِ وَبِهٖ قالَ عمر بن عَبدِ العزیز و ابراهیمُ و ابو الزنادِ عن اصحابه و جَرَحَتْ أختُ الرُّبَیعِ اِنْسَاناً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ علیه وسلم: اَلْقِصَاصُ 21

(حضرت عمر سے منقول ہے کہ عورت کا قصاص مرد سے ہر قتل عمد میں یا زخمی ہونے کی صورت میں لیا جائے گا۔ عمر بن عبدالعزیز، ابراہیم نخعی اور ابوالزناد نے اپنے اصحاب سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور حضرت ربیع کی بہن نے ایک انسان کو زخمی کردیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصاص دینا ہوگا۔)

عن انس رضی اللہ عنہ اَنَّ ابنۃَ النَّضرِ لَطَمَتْ جَارِیۃً فکُسِرَتْ ثَنِیَّتُھا

فاتوا النبی صلّی اللہ علیہ و سلَّم[22]

(حضرت انس سے روایت ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا جس کے باعث اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ پس وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو آپ نے قصاص (بدلہ) کا حکم فرمایا۔)

عن عکرمۃ عَنْ ابنِ عبَّاسٍ عنِ النبی صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ قالَ ھٰذِہٖ وَ ھٰذِہٖ سَوَآءٌ یعنی الخِنصَرَ وَ الْاِبْھَام[23]

(حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ اور یہ برابر ہیں۔ یعنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھا۔)

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں قصاص (بدلہ) واجب وفرض ہے۔ اور قصاص کی صورت یہ ہے کہ آنکھ کو گرم کئے ہوئے شیشے کے ذریعہ بے نور کیا جائے، دانت کو ریتی سے چھیل دیا جائے اور اگر زخم ہے تو اس کی گہرائی کے مطابق چھری کو گھونپ دیا جائے۔ لیکن اگر کوئی ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو اس کا کوئی قصاص نہیں کیونکہ اس کے توڑنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہے۔[24]

اعضاء نافعہ و جوارح پر حملہ کرنے یا زخم لگانے کی دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں کامل دیت واجب الادا ہوگی۔ کیونکہ مجرم کا یہ فعل ظلم عظیم ہے۔ اس کا ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی ہے جو آپ نے اہل یمن کو ارسال فرمایا تھا جس میں آپ کسی کی ناک توڑنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ناک کو کلیۃً کاٹ دیا گیا ہے تو اس میں کامل دیت ہے، دانت اکھیڑ دیئے جائیں اس میں کامل دیت ہے، ہونٹ کاٹ لئے جائیں اس میں کامل دیت ہے، فوطوں میں بھی کامل دیت ہے۔ عضو تناسل کاٹ لینے میں کامل دیت ہے، پیٹھ توڑ دینے میں کامل دیت ہے اور دونوں آنکھیں پھوڑ دی جائیں تو اس میں کامل دیت ہے۔ ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں کہ "عقل کے زائل کر دینے میں پوری دیت ہے"۔ اگر ان منافع مذکورہ میں سے کسی منفعت کو ادھورا کر دیا جائے تو اس کے عوض نصف دیت (قصاص) ہے۔ مثلاً کسی کا ایک پیر، ایک ہاتھ وغیرہ بے کار کر دیا جائے تو نصف خوں بہا ہے۔ اور اگر کسی کے دسویں

حصے یعنی ایک انگلی کو کاٹ دیا جائے تو کامل دیت کا ۱۰/۱ اور ہر ایک دانت کے بدلے ۲۰/۱ حصہ عائد ہوتا ہے۔ 25

اعضاء جسمانی کے جراحات کی تیسری صورت میں زخم کی نوعیت کے لحاظ سے شریعت مطہرہ نے دیت کو نافذ فرمایا ہے۔ مثلاً زخم اگر ایسا ہے کہ اس میں ہڈی نظر آنے لگے تو اس کی سزا دیت کا ۲۰/۱ ہے۔ اور اگر سر میں ایسا زخم لگا ہے کہ کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے ہل جائے تو اس کی دیت پندرہ اونٹ ہے۔ اور اگر زخم دماغ یا پیٹ کے جوف (کھوکھلے پن یا گڑھے) تک پہنچ جائے یا بھیجا اور مغز نظر آنے لگے تو ایسی صورت میں کامل دیت کا ۳/۱ حصہ ادا کرنا ہوگا۔ 26

واضح ہو کہ شریعت اسلامی کی رو سے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہوں گے جب کہ صاحب حق معاف نہ کرے۔ اور اگر صاحب حق قصاص کو معاف کردے تو وہ ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ معافی اس کے گناہ و جرم کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور عدم معافی کی صورت میں حکم شرعی کا جاری ہونا ہی اس کے جرم کا کفارہ ہوگا۔

قصاص میں گواہی وقسم کا وجوب

شریعت اسلامی کی نظر میں انسانی جان اور اس کے اعضائے جسمانی و جوارح کی بہت بڑی قدر و اہمیت ہے۔ اس لئے قصاص کا حکم نافذ کرنے سے قبل انتہائی ضروری ہے کہ معاملہ کی بہت ہی گہرائی و دیانت داری سے جانچ پڑتال کی جائے تاکہ کوئی بے قصور اس کا شکار نہ ہونے پائے۔ شریعت مطہرہ نے اسی صورت حال کے پیش نظر قصاص کے نفاذ سے پہلے دو معتبر گواہوں کی شہادت و گواہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں قسم کو لازمی کیا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ:

> "وقالَ الاشعثُ بن قیس قالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاھداک اَوْ یمینہٗ" 27

(اشعث بن قیس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دو گواہ ہونے چاہئیں ورنہ اس کی قسم ہوگی۔)

”وَ كَتَبَ عمر بن عبدِ العزيز اِلٰى عدى بن ارطاة و كان اَمَرَهٗ عَلَى الْبَصْرَةِ فى قَتِيلٍ وَجَدَ عند بيتٍ من بيوتِ السَّمَّانين ان وجد اصحابه بَيِّنَةً وَ اِلَّا فَلَا تَظْلِمَ الناس فان هذالايقضى فيهِ اِلٰى يوم القيمة۔“ 28

(حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کے لئے لکھا جنہیں بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا اس مقتول کے بارے میں جس کی لاش گھی بیچنے والوں کے گھروں کے پاس سے ملی تھی کہ اگر اس کے ورثاء کو گواہ مل جائیں تو بہتر ہے ورنہ کسی پر ظلم نہ کرنا کیونکہ اس مقدمے کا فیصلہ قیامت تک نہیں ہو سکے گا۔)

معلوم ہوا کہ قصاص کا حکم جاری کرنے سے قبل دو معتبر گواہوں کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اور اگر گواہ نہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں معتبر اشخاص کی قسم کا اعتبار ہوگا اور اسی پر فیصلہ صادر ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ:

”زَعَمَ اَنَّ رَجلاً (الٰی) قَالَ فَيَحْلِفُوْن۔“ 29

(انصار سے ایک آدمی جن کو سہل بن ابی حثمہ کہا جاتا تھا، انھوں نے اس کو بتایا کہ ان کی قوم کے کچھ افراد خیبر کی طرف گئے۔ وہاں جا کر وہ جدا جدا ہو گئے اور انہوں نے اپنے میں ایک کو مقتول پایا۔ لہٰذا جن لوگوں میں اس کی لاش ملی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں قاتل کا کوئی پتہ ہے۔ پس یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض گزار ہوئے (یارسول اللہ) ہم خیبر کی طرف گئے تو ہم نے اپنے میں سے ایک کو مقتول پایا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑا آدمی بات کرے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم گواہ پیش کر دو گے کہ کس نے قتل کیا ہے؟ عرض کیا ہمارے پاس تو گواہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ پھر تو قسم ہوگی۔

گواہ نہ ہونے کی صورت میں قسم کا اعتبار ہے لیکن قسم ایک دو افراد کی نہیں بلکہ پورے پچاس معتبر افراد کی۔ بخاری شریف میں ہے کہ:

”قَالَ اَفَتَسْتَحِقُّوْنَ الدِّيَةَ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔“ 30

(فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں گے تاکہ دیت کا تمہیں حق حاصل ہو جائے۔)

بخاری شریف کے مذکورہ بالا احکام کی تصدیق و توثیق قرآنی آیات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ۔" 31

(اے ایمان والوں تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے۔ وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو، جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد روکو تاکہ وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے۔)

مختصر یہ کہ قصاص کے قانون کے نفاذ کے لئے دو معتبر اشخاص کی شہادت ضروری ہے اور عدم شہادت کی حالت میں پچاس دیانت دار افراد کی قسم لازمی ہے۔ مشہور محدث و محقق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"کہ کوئی ایسا شخص قتل کیا جائے کہ جس کا قاتل معلوم نہ ہو۔ لیکن کسی قبیلے یا گاؤں کے لوگوں پر شبہ ہو تو ایسی صورت میں اگر مقتول کے قبیلے کے پچاس افراد معتبر قسم کھالیں کہ فلاں شخص اس کا قاتل ہے تو وہ دیت (خوں بہا) ادا کرنے کا مستحق ہوتا ہے۔ یا اگر ملزم کے قبیلے کے پچاس معتبر اشخاص قسمیں کھالیں کہ ہمیں کچھ علم نہیں کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے تو وہ لوگ بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ 32

اس طرح اسلام نے قصاص میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے تاکہ کسی غیر مجرم و شریف انسان کو سزا کا شکار نہ ہونا پڑے۔ اور قسم میں بھی پچاس معتبر اشخاص کی قسم کا اعتبار کیا ہے کہ اتنی عظیم جماعت کا جھوٹی قسم پر اتفاق ناممکن ہے۔

حوالہ جات

1. سورۃ المائدہ، آیت ۳۲
2. سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱
3. سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۳۱
4. سنن نسائی شریف باب تعظیم الدم جلد ۳، ص ۸۵ تا ۸۸
5. سنن نسائی شریف باب تعظیم الدم جلد ۳، ص ۸۵ تا ۸۸
6. سنن نسائی شریف باب تعظیم الدم جلد ۳، ص ۸۵ تا ۸۸
7. الحجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم
8. حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص ۶۱۲ تا ۶۱۳
9. اردو دائرہ معارف اسلامیہ بعنوان لفظ ''قصاص ج'' ص ۱۷۳
10. سورۃ النساء، آیت ۹۳
11. سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۸ تا ۱۷۹
12. سورۃ المائدہ، آیت ۴۵
13. صحیح بخاری شریف جلد ا کتاب الدّیات، باب ۱۰۰۰، حدیث ۱۷۷۱
14. بخاری شریف جلد ا کتاب الدّیات، باب ۱۰۰۳، حدیث ۱۷۷۴
15. صحیح بخاری شریف، کتاب الدّیات، باب ۱۰۱۴، حدیث ۱۷۸۷
16. سورۃ النسا، آیت ۹۲
17. حجۃ اللہ البالغہ اردو ص ۶۲۰

18 حجۃ اللہ البالغہ اردو ص ۶۱۶

19 الحجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶

20 سورۃ المائدہ۔ آیت ۴۵

21 صحیح بخاری شریف، باب القصاص بین الرجال والنساء فی ا الجرات، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۷۹

22 صحیح بخاری شریف، باب السن بالسن، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۸۷

23 صحیح بخاری شریف، باب دیۃ الاصابع، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۸۸

24 الحجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۴

25 الحجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۶

26 الحجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۶ و ۶۲۷

27 بخاری شریف، کتاب الدیات، باب القسامۃ، حدیث ۱۰۱۷

28 بخاری شریف، کتاب الدیات، باب القسامۃ، حدیث ۱۰۱۷

29 بخاری شریف، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ۱۰۱۷، حدیث ۱۷۹۱

30 صحیح بخاری شریف، کتاب الدیات، باب القسامۃ، حدیث ۱۷۹۲

31 سورۃ المائدہ، آیت ۱۰۶

32 الحجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۲

☆☆☆☆

ہندو دھرم میں قتل اور اعضاء جسمانی خراب کرنے کی سزا

دین اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی انسانی زندگی اور انسانی اعضاء کی مذہبی اعتبار سے بہت قدر و قیمت ہے اور اس انمول قیمتی جان اور اعضاء جسمانی کے تحفظ و بقاء اور قتل و خونریزی کے سدّ باب کے لئے جو قانون و ضابطہ پیش کیا گیا ہے وہ بھی کافی سخت ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہندو دھرم گرنتھوں نے قتل کرنے یا زخم لگانے کی صورت میں جو قانونی دستور متعیّن کیا ہے اس کا دارومدار ذات برادری کے نظام (Caste System) پر قائم ہے۔

اسلام کی طرح ہندو دھرم شاستروں (धर्म शास्त्र) نے بھی یہ اصول و ضابطہ پیش کیا ہے کہ قتل کے بدلے قتل اور جو عضو (अंग) زخمی یا خراب ہو اس کے عوض وہی عضو خراب کرنا چاہئے نیز دیگر تاوان (दण्ड) بھی دینا چاہئے۔ لیکن ہندو دھرم کا سارا نظام چونکہ ذات برادری کی بنیاد پر قائم ہے اس لئے دیگر معاملات و مسائل کی طرح دنڈ اور سزا کے سلسلے میں بھی ذات برادری کے نظام کو پیش پیش رکھا گیا ہے۔

ہندو دھرم گرنتھوں کی تعلیمات کی رو سے تمام ہندو سماج چار ذاتوں (वर्ण) میں منقسم ہے۔ (1) برہمن، (2) چھتری، (3) ویش اور (4) شودر۔ اور ان چاروں طبقوں کے لئے نہ صرف سزا و جزاء (दण्ड) بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبے و ہر معاملے میں جداگانہ احکام و قوانین ہیں۔ جن میں برہمن و چھتری کو مذہبی اعتبار سے خصوصی اہمیت اور رعایت حاصل ہے۔ قاتل یا ظالم یا زخمی کرنے والا ویش اور شودر ہے تو ان کے لئے قتل اور اعضائے جسمانی کی سزا بیان کی گئی ہے لیکن قاتل اگر براہمن و چھتری ہے اور مقتول و مظلوم کسی ادنیٰ ذات کا تو برہمن کے لئے یہ سزا مقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ ان کے لئے صرف کفارے (प्रायश्चित) کا حکم ہے جو ان کو صرف پوجا پاٹ یا دان

(दान) وغیرہ کے ذریعہ ادا کرنا ہوتا ہے یا شہر بدر کرنے اور ان کے مال واسباب ضبط کرنے کا حکم ہے۔1 اور اگر قاتل ومقتول دونوں برہمن ہوں تو قاتل برہمن سے آخرت (परलोक) میں مواخذہ ہوگا اور دنیا میں کفارہ ادا کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ کفارہ گناہ کو دھوڈالتا ہے اور برہمن کا قتل ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کو کوئی شئے ختم نہیں کرسکتی کیونکہ یہ دراصل اُس براہمن (ब्राहमण) کی ہلاکت وقتل ہے جو دیوتا سے بھی افضل واعلیٰ ہے۔2 اسی وجہ سے دھرم شاستروں نے اس کو برہمن قتل (ब्रहमहत्या) نہیں بلکہ بھگوان برہما کے قتل (ब्रहमा हत्या) کے برابر گناہ قرار دیا ہے۔

برہمن اور چھتری (क्षत्रीय) قاتل اور مقتول کے علاوہ قاتل اگر ویش (वैश्य) یا شودر (शूद्र) ہو اور وہ اپنی ذات کے کسی فرد کو قتل کردے تو ان کے لئے بھی کفارے کا حکم ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسری سزاؤں کے جاری کرنے کا بھی حکم ہے۔ 3

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے قتل یا زخم لگانے کی صورت میں دیگر سزاؤں کے ساتھ قتل اور اعضاء کی بربادی کی سزا (दण्ड) کا بھی قانون پیش کیا ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم میں مذہبی آئین یا دستور (धार्मिक संविधान) کی حیثیت رکھنے والی مہان کتاب ''منواسمرتی'' (मनु स्मृति) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

गुरुं वा बालवृद्धौ वा ब्राहमणां वा बहुश्रुतम्।

आततायिनमायान्तं हन्यादेवा विचारयन्।। 4

(گرو، بالک، بزرگ یا بہت سی مذہبی کتابوں کا عالم براہمن بھی ظالم یا قاتل (आततायी) ہوکر (مارنے کے لئے) آئے تو اُس کو بنا سوچے مار ڈالیں۔)

नाततायिवधोदोषो हन्तुर्भवति कश्चन।

प्रकाशं वा प्रकाशं वा मन्युस्तं मन्युमृच्छति।। 5

(سب کے سامنے یا تنہائی میں جو کسی کو مارنے کو آتا ولا ہو اس کا قتل کرنے میں کوئی پاپ نہیں ہے۔ وجہ ظالم جس کو مارنا چاہتا ہے اس کے غصّے سے اسی ''आततायी'' کا غصہ بڑھتا ہے۔)

कूटशासन कर्तंश्च प्रकृतीनां च दूषकान्।

स्त्री बाल ब्राहमण छनांश्च हन्याद् विट्सेविनस्तथा। 6

(چھل سے حکومت کرنے والوں، رعایا کو بگاڑنے والوں، عورت، بچہ اور برہمنوں کو مارنے والوں اور دشمن کی خدمت کرنے والوں کو راجہ مار ڈالے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں میں منو مہاراج نے قاتل اور ظالم شخص کے لئے قتل کی سزا بیان کی ہے لیکن بعض دوسرے مقامات اور دیگر دھرم گرنتھوں میں قتل کے علاوہ دوسری سزائیں دینے کا بھی حکم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارتھ شاستر (अर्थशास्त्र) میں ہے:

एते शास्त्रेष्वनुगता: क्लेशदण्डा महात्मनाम्!

अकिलष्टानां तु पापांन धार्म: शुद्धवधः स्मृते:।। 7

(قدیم شاستروں کے اصولوں کے مطابق طرح طرح کی تکالیف اور غم دے کر قتل کی سزا (प्राण-दण्ड) دینا چاہئے لیکن اگر قاتل نے بے رحمی کے ساتھ قتل نہ کیا ہو تو اس کو صرف قتل کی سزا (प्राण-दण्ड) ملنی چاہئے۔)

اسی طرح بودھاین اسمرتی (बौधायन स्मृति) نے قانونی ضابطہ پیش کیا ہے کہ:

''اگر کوئی چھتری (क्षत्रीय)، ویش (वैश्य) یا شودر (शुद्र) برہمن کا قتل کرے تو اس کو مختلف طریقوں سے قتل کی سزا ملنی چاہئے اور ساری دولت و جائداد چھین لینی چاہئے۔ لیکن اگر کوئی اپنی ذات والے کی یا اپنے سے نیچ ذات والے کی ہتیا (قتل) کرے تو وہ راجہ کے ذریعہ جرم کی حیثیت کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہونا چاہئے۔ 8

قتل اور ساتھ ہی دیگر سزاؤں کا یہ حکم مذکورہ بالا تین طبقوں (वर्णों) کے لئے ہے، برہمن اس سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ منو مہاراج ہدایت دیتے ہیں کہ:

आगसु: ब्राहमणस्यैव कार्यो मधयमसाहस:।

विवास्यो वा भवेद्राष्ट्रात्सद्रव्य: सपिच्छद:।। 9

(قتل وغیرہ گناہوں کا مجرم اگر برہمن ہو تو اس کو اعلیٰ ڈنڈ کرے یا اس کو کپڑے وغیرہ دے کر اپنی حکومت (राज्य) سے نکال دے۔)

मौण्डयं प्राणान्तिको दण्डो ब्राहमणस्य विधीयते।

इतरेषां तु वर्णानां दण्ड: प्राणान्तिको भवेत्।। 10

(برہمن کے سر کے بال منڈا دینا ہی اس کے لئے خاتمۂ زندگی کی سزا (प्राणान्तक दण्ड) ہے لیکن دوسری ذات والوں کو موت کی سزا دینی چاہئے۔)

न जातु ब्राहमणं हन्यात्सर्वपापेष्त्रपि स्थितम्।

राष्ट्रदेनं वहि: कुर्यात्समग्र धानमक्षतम्।। 11

(تمام قسم کے پاپ کرنے پر بھی برہمن کا قتل کبھی نہ کرے۔اس کو تمام مال و دولت کے ساتھ شکستہ جسم (अभग्न शरीर) سے اپنے ملک سے باہر کر دے۔)

صرف یہی نہیں بلکہ برہمن کے قتل کے تعلق سے حاکم و راجہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ:

न ब्राहमण वधाभ्द यान धर्मो विघ्रते भुवि।

तस्मादस्य वधं राजा मनसापि न चिन्तयेत्।। 12

(برہمن کے قتل سے بڑھ کر دنیا میں دوسرا پاپ نہیں ہے، اس لئے راجہ اس کے قتل کی فکر کبھی دل سے بھی نہ کرے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں بھی خون کا بدلہ خون، قتل کا بدلہ قتل اور مالی جرمانے وغیرہ کی سزا ہے لیکن اس کا نفاذ ذات برادری کے نظام پر قائم ہے۔

قتل کی طرح کسی جسمانی عضو کو زخمی کرنے یا ہلاک وخراب کرنے کی صورت میں بھی قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کا تقریباً وہی اُصول و ضابطہ ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے کہ جس عضو کو جو شخص خراب یا ہلاک کرے گا اس کے عوض اس کے اسی عضو (अंग) کو خراب و برباد کیا جائے گا بلکہ اگر انصاف اور دیانت داری سے اسلام اور ہندو دھرم کے قتل و زخمی کرنے کے قوانین کا جائزہ لیا جائے تو اسلام کے مقابلے میں ہندو دھرم کے قوانین سزا کہیں زیادہ سخت ہیں اس لئے کہ اسلام نے صرف سخت زخمی ہونے یا کسی بھی جسمانی عضو کے ہلاک ہونے کی صورت میں مجرم کے اُس عضو کو ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ قدیم ہندو دھرم میں نہ صرف عضو (अंग) کی ہلاکت و خاتمے بلکہ صرف غلط اور گندی بات کہنے اور ہاتھ یا لاٹھی وغیرہ سے حملہ کرنے کی صورت میں بھی اُس عضو (अंग) کو کاٹ لینے کا حکم ہے جس سے تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ مگر قتل کی طرح یہاں بھی ذات برادری کے نظام کو ملحوظ رکھتے ہوئے سزاؤں کا تقرر کیا گیا ہے۔ مجرم اگر نیچ یا شودر ذات سے ہے تو

اس کے جسمانی اعضاء کو کاٹ لینے کا حکم ہے اور اگر اعلیٰ ذات کا ہے تو صرف مالی جرمانہ وغیرہ ادا کرنے کا حکم ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے کان، ہونٹ، ناک، پاؤں، آنکھ، زبان، عضوِ تناسل (लिंग) اور ہاتھ کاٹنے پر سب سے مہان دنڈ اور زخمی یا گھائل کرنے پر درمیانی دنڈ دینے کا اُصول پیش کیا ہے لیکن اگر شودر اپنے سے اعلیٰ تین طبقوں (वणों) کو پیٹے تو جس عضو سے پیٹے اس کا وہی عضو کاٹ دینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ہے کہ:

येन केनचिदणगेन हिस्याच्चेच्छ्रेष्ठमन्त्यजः।

छेत्तव्यं तत्तदेवास्य तन्म्नोरनुशासनम्।। 13

(نیچ ذات کا اپنے جس عضو سے اعلیٰ ذات والے کو مارے، اس کا وہی عضو کاٹنا چاہئے یہ منوجی کی اجازت (आज्ञा) ہے۔)

पाणिमुद्यम्य दण्डं वा पाणिच्छेदनमर्हति।

पादेन प्रहरन्कोपात्पादच्छेदनमर्हति।। 14

(اگر برہمن یا چھتری (द्विज) کو مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا ہو یا لٹھ تانا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ لینا چاہئے اور غصے سے برہمن کو لات مارے تو اس کا پیر کاٹ ڈالنا چاہئے۔)

केशेपु गृहणतो हस्तौ छेदयेद विचारयन्।

पादयोर्दाढिकायां च ग्रीवायां वृषणेषु च।। 15

(جو شودر بنا غور (अविचार) کیئے براہمن کے بال، پیر، داڑھی، گردن یا فوطے پکڑے تو راجہ بنا غور کیئے ہی اس کے دونوں ہاتھ کٹوا لے۔)

شودر (शूद्र) یا نیچ ذات کے اشخاص کے لئے اعضاء جسمانی کے کاٹ لینے کی سزا صرف برہمن یا چھتری یا ویش کو مارنے یا چوٹ پہنچانے تک ہی محدود نہیں بلکہ اگر انھوں نے کسی برہمن یا چھتری کو ان کی شان و مرتبے کے خلاف کوئی بیہودہ و گندی بات کہی ہو یا ان کے سامنے عزت والے مقام پر بیٹھنے کی کوشش کی ہو یا اعلیٰ ذات کے کسی شخص پر تھوکا ہو تب بھی وہ اسی سزا کے حقدار ہوں گے۔ مشہور ہندو دھرم شاستر منواسمرتی (मनु स्मृति) حکم دیتی ہے:

एक जातिर्द्वि जातींस्तु वाचा दारुणया क्षिपन्।

जिह्वाया: प्राप्नुयाच्छेदं जघन्यप्रभवो हि स:।। 16

(شودر اگر برہمن، چھتری اور ویش کو پاپی وغیرہ سخت بات کہے تو اس کو جیبھ (زبان) کاٹنے کا دنڈ دینا چاہئے کیونکہ اس کی پیدائش برے مقام سے ہوئی ہے۔)

नामजातिग्रहं त्वेषामभिद्रोहेण कुर्वतः।

निक्षेप्यो ऽ योमयः शण्कुर्ज्वलन्नास्ये दशांगुलः।। 17

(اگر شودر دشمنی سے برہمن وغیرہ "द्विजातियों" کا نام اور ذات کو لے کر بری بات کہے تو جلتی ہوئی دس اُنگل کی لوہے کی سلاخ اس کے منہ میں ڈال دینی چاہئے۔)

धर्मोपदेशं दर्पेण विप्राणामस्य कुर्वत:।

ताप्तमासेचयेत्त्लैं वक्त्रे श्रोत्रे च पार्थिव:।। 18

(اگر شودر فخریہ طور پر کسی برہمن کو دھرم کا اُپدیش کرے تو راجہ اس کے منہ اور کان میں کھولتا ہوا تیل ڈلوادے۔)

सहासनम भिप्रेप्सुरुत्कृष्टस्यापकृष्टज:।

कटयां कृताण्को निर्वास्य: स्फिचं वास्यावकर्तयेत्।। 19

(جو نیچ طبقہ (वर्ण) برہمن وغیرہ کے ساتھ تخت پر بیٹھنا چاہے تو راجہ اس کی کمر میں نشان لگا کر ملک سے نکال دے یا اس کے چوتڑ کا گوشت کتروالے۔)

اعلیٰ ذات (सवर्ण) کے اشخاص پر حملہ کرنے یا گندی وبیہودی بات اور خلافِ مذہب کام کے عوض شودروں کے جسمانی اعضاء کاٹنے کی سزا کا قانون صرف منواسمرتی ہی نہیں بلکہ دیگر دھرم شاستروں و اسمرتیوں میں بھی پیش کیا گیا ہے بلکہ بعض اسمرتیوں اور دھرم آچاریوں و مہرشیوں (महर्षि) نے اور زیادہ سخت دستور نافذ کیا ہے۔ اتری (अत्रि) اسمرتی میں مذکور ہے کہ:

वधयो राज्ञा सवै शूद्रो जपहोम परश्च य:।

यतो राष्ट्रस्य हंता ऽ सौ यथा वहेनश्चवै जलम्।। 20

(راجہ کو مناسب ہے کہ وہ جپ، ہوم وغیرہ برہمنوں کے اعمال کرنے والے شودر کا قتل کر دے۔ کیونکہ جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اسی طرح جپ، ہوم وغیرہ کرنے والا شودر سارے راج (सम्पूर्ण राज्य) کو تباہ کر دیتا ہے۔)

مہرشی گوتم (महर्षि गौतम) نے شودروں سے متعلق دنڈ وسزا کے حوالہ سے کہا ہے کہ:

शुद्रो द्विजातीनभिसन्धायाभिहत्य च वाग्दंड।

पौरुष्याभ्यामगं मोच्यो येनोपहन्यात्।।

आर्यस्त्रयभिगमने लिंगोद्वार:।

स्वप्रहारणं च गोप्ता चेद्वद्यो S धिक:।।

अथाहास्य वेदमुपश्रृण्वतस्त्रपु।

जतुभ्यां श्रोतपरिपूरणम्।

उदाहरणे जिहवाच्छेद: धारणे शरीरभेदे:।

आसन-शयन-वाक्पथिषु समप्रेप्सुर्दंड्यम शतम्।।

(شودر اگر کس برہمن وچھتری کے بارے میں توہین آمیز بات کہے اور غیض وغضب کے جذبہ سے حملہ کرے تو راجہ اس کے اُسی عضو کو کٹوا دے جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اور اپنے سے بڑوں کی عورت کے ساتھ اگر وہ مباشرت (गमन) کرے تو راجہ اُس کا لنگ (लिंग) کٹوا دے یا خود وہ اپنی جان دے دے اور اگر وہ کسی طرح اپنی حفاظت کرے تو اس کی سخت سزا یہ ہے کہ راجہ اُس کا قتل کرے۔ شودر اگر کسی وید کو سن لے تو راجہ شیشے اور لاکھ سے اس کے کانوں کو بھر دے۔ اگر وہ وید منتر پڑھے تو راجہ اس کی زبان کٹوا لے۔ اگر وہ وید منتروں کو یاد کر لے تو راجہ اس کا جسم کٹوا دے۔ اگر وہ تخت (आसन)، بستر، بات چیت اور راستے میں اعلیٰ ذات والوں کی برابری کرے تو راجہ اس کے لئے اس کو سو پنڑ (पण) کا دنڈ دے۔ 21

مختصر یہ کہ مذہب اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی قتل کے عوض قتل اور اعضاء جسمانی زخمی یا ہلاک کرنے کی صورت میں انہیں اعضاء کو زخمی و ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں قتل و جسمانی اعضاء کی ہلاکت کا سارا نظام اعلیٰ وادنیٰ

ذات کے نظام پر قائم ہے اور اسلام میں بنا کسی فرق کے سب کے لئے یکساں قانون ہے۔ اعلیٰ و ادنیٰ یا ذات کے نظام کا یہاں کوئی عمل دخل نہیں۔ اس کے علاوہ قدیم ہندو دھرم میں ادنیٰ ذات، (शूद्र जाति) پچھڑی ذات والے اشخاص کے لئے قتل واعضاء جسمانی کی ہلاکت و بربادی کے علاوہ معمولی وچھوٹے سے چھوٹے گناہ و جرم (अपराध) پر بھی سخت سے سخت سزا (दण्ड) کا دستور پیش کیا گیا ہے۔ اور اعلیٰ ذات کے افراد کے لئے انہیں جرائم و گناہ پر بہت ہی معمولی نظامِ قانون جاری کیا گیا ہے۔ چنانچہ منومہاراج کہتے ہیں:

शतं ब्रहमणमाक्रुश्य क्षत्रियो दण्डमहर्ति।

वैश्यो S प्यर्धाशतं द्वेवा शूद्रस्तु वधमहर्ति।। 22

(برہمن کو 'چور، چنڈال' جیسے بیہودہ وگندے الفاظ کہنے والے چھتری (क्षत्रिय) کو ایک سو پنڑ (पण)، ویش (वैश्य) کو ایک سو پچاس یا دوسو پنڑ دنڈ کرے اور شودر کو قتل (प्राणदण्ड) کرنا چاہئے۔)

واضح ہو کہ 80/کوڑیوں کا ایک پنڑ (पण) ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ایک روپیہ میں تقریباً 64/کوڑیاں ملتی ہیں۔ یعنی عصر حاضر میں ایک پنڑ تقریباً (1-25) سوا روپیہ برابر ہے۔ جبکہ اس زمانے میں سوا پیسے برابر ہوگا۔ یعنی جس جرم کیلئے چھتری یا ویش کو صرف چند روپیوں کا جرمانہ ادا کرنا ہوتا تھا، اسی جرم کیلئے پچھڑی ہوئی ذات (शूद्र) کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ 23

منومہاراج دوسرے مقام پر حکم دیتے ہیں:

अवनिष्ठीवतो दर्पादद्वावोष्ठौ छेदयेन्नृपः।

अवमूत्रयतो मेढ्रमेवशर्धयतो गुदम्।। 24

(راجہ، برہمن کے اوپر تکبر سے تھوکنے والے شودر کے دونوں ہونٹ، پیشاب کرنے والے کا ذکر (लिंग) اور ہوا خارج (अधोवायु) کرنے والے کی مقعد (मलद्वार) کٹوادے۔)

اس طرح قدیم ہندو شاستروں کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ و کمتر ذات (शूद्र) کے افراد کیلئے قتل کرنے یا زخم لگانے کے عوض ہی نہیں بلکہ اعلیٰ ذات کے افراد پر حملے کی نیت سے

لاٹھی وغیرہ اٹھانے، بیہودہ وگندی بات کہنے، بلند مقام پر بیٹھنے، تھوکنے یا آنکھیں نکالنے اور وید وغیرہ پڑھنے یا سننے کی صورت میں بھی قتل اور ہاتھ، پیر، منھ، آنکھ، ناک، کان وغیرہ کے کاٹنے جیسی سخت سے سخت سزا کا حکم ہے۔ جیسا کہ آپ نے گذشتہ تحریر میں ملاحظہ فرمایا، جبکہ انہیں جیسے بلکہ ان سے زیادہ بڑے معاملات وجرائم میں اعلیٰ ذات کے افراد کیلئے جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں، وہ انتہائی افسوس ناک وتعجب خیز ہیں۔ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں مذکور ہے:

पन्चाशद्ब्राहमणो दण्डय: क्षत्रियस्याभिशंसने।

वैश्ये स्याद र्धापन्चश्चच्छूद्रे द्वादशको दम:।। 25

(برہمن چھتری کو سخت بات کہے تو پچاس پنٹر، ویش کو کہے تو 25 پنٹر اور شودر کو کہے تو 12/ پنٹر ڈنڈ دینا چاہئے۔ (یعنی تقریباً 60/ 30 اور 15/ روپیہ کا ڈنڈ)

समवर्णे द्विजातीनां द्वादशैव व्यतिक्रमे।

वादेष्ववचनीयेषु तदेव द्विगुणं भवेत्।। 26

(برہمن، چھتری اور ویش ان تینوں طبقوں (वर्णो) کے ایک ذات والوں میں اگر کوئی آپس میں ایک دوسرے کو سخت وگندی بات کہیں تو 12/ پنٹر اور بیہودہ وتوہین آمیز جملہ (वचन) بولیں تو مذکورہ بالا ڈنڈ کا دوگنا ڈنڈ دینا چاہئے۔)

त्वग्भेदक: शतं दण्डयो लोहितस्य च दर्शक:।

मांस भेत्ता तु पण्णिष्कान्प्रवास्यस्त्वस्थिभेदक:।। 27

(جو اپنے ہی ہم ذات کا چمڑا کاٹ ڈالے، یا خون نکال دے تو اس کو 100/ پنٹر ڈنڈ دینا چاہئے۔ گوشت کاٹنے والے کو 6/ نشک (निष्क) ڈنڈ دے اور ہڈی (हड्डी) توڑنے والے کو دیش سے نکال دے۔)

برہمن، چھتری اور ویش (ब्रहमण, क्षत्रीय, वैश्य) کیلئے زخم لگانے یا ہڈی وغیرہ توڑنے کا یہ حکم ہے لیکن اگر شودر و پچھڑی ذات کا فرد مذکورہ بالا تینوں ذاتوں کے لوگوں کو مارے تو جس عضو (अंग) سے مارے اس کا وہی عضو کاٹ لیا جانا چاہئے یہ حکم ہے۔ جیسا کہ منواسمرتی ادھیائے 8، اشلوک 279، گوتم اسمرتی (गौतम स्मृति) ادھیائے 12/ اشلوک 1، کوٹلے (कौटिल्य) اسمرتی ادھیائے 3، اشلوک 19 اور یاگیہ ولکیہ (याज्ञयवल्क्य) اسمرتی ادھیائے 2،

اشلوک 25 میں بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اعلیٰ ذات کے اشخاص کیلئے قتل واعضاء کے کاٹنے کی سزا کا بظاہر اکثر دھرم گرنتھوں میں کوئی قانون نہیں، لیکن بعض مقامات پر کچھ ایسے اشلوک پائے جاتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قاتل وظالم کسی بھی ذات کا ہو اس کو بخشنا نہیں چاہئے، بلکہ قتل یا سخت اذیت ناک سزا دینا چاہئے۔ چنانچہ منواسمرتی میں کہا گیا ہے:

गुरुं वा बालवृद्धौ वा ब्रहमणं व बहुश्रु तम्।

आततायिनमायान्तं हन्योदवा विचारयन्।। 28

(گرو، بچہ، بزرگ یا بہت شاستروں کا جاننے والا برہمن بھی ظالم ہو کر مارنے کیلئے آئے تو اس کو بے کھٹک مار ڈالیں۔)

नाततायिवधे दोषो हन्तुर्भवति कश्चन।

प्रकाशं वा प्रकाशं वा मन्युस्तं मन्युमृच्छति।। 29

(سب کے سامنے یا تنہائی میں جو کسی کو مارنے کو اُتاولا ہو اس کا قتل کرنے میں کوئی پاپ نہیں ہے۔ وجہ، ظالم (आततायी) جس کو مارنا چاہتا ہے اس کے غصّے (क्रोध) سے اسی ظالم (आततायी) کا غصہ ہی بڑھتا ہے۔)

یاگیہ ولکیہ اسمرتی (याज्ञयवल्क्य स्मृति) میں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے کہ:

"اپنی جان کی حفاظت، عورتوں، کمزوروں وغیرہ کی حفاظت میں مخالفت کرنے اور مار ڈالنے کا حکم ہے اور اگر ایسا کرنے پر برہمن کی ہتیا (हत्या) ہو جائے تو راجہ کے ذریعہ دنڈ نہیں ملتا، اور اس طرح برہم ہتیا (ब्रहम-हत्या) کا کفارہ (प्रायश्चित) ہلکا ہوتا ہے۔ 30

پیش کردہ مذکورہ بالا ہندو دھرم شاستروں کے اقوال وحوالہ جات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ قتل کے عوض قتل اور جسمانی اعضاء کے خراب کرنے کے بدلے جسمانی اعضاء خراب کرنے کی سزا (दण्ड) کا دستور وآئین اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی موجود ہے لیکن اسلام میں ہر قوم وہر طبقے کے لئے یکساں حکم ہے اور ہندو دھرم میں صرف ادنیٰ ذات (शूद्र) کیلئے یہ حکم ہے اعلیٰ ذات واعلیٰ طبقے کے لئے ہرگز نہیں۔

حوالہ جات

1 بیرونی کا ہندوستان، صفحہ 258

2 بیرونی کا ہندوستان، صفحہ 258

3 بیرونی کا ہندوستان، صفحہ 258

4 मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 245

5 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 350

6 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 351

7 अर्थ शास्त्र, 4–11

8 बौधायन स्मृति – 1–10–20–21

9 मनुस्मृति अध्याय 9, श्लोक 241

10 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 379

11 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 380

12 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 381

13 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 279

14 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 280

15 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 283

16 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 270

17 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 271

18 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 272

19 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 281

20 अत्रि स्मृति, 19

21 हिन्दु जाति का उत्थान और पतन पृ० 282

22 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 267

23 हिन्दु जाति का उत्थान और पतन, पृ० 278

24 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 282

25 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 268

26 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 269

27 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 284

28 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 350

29 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 351

30 यज्ञवल्क्य स्मृति अध्याय 2, श्लोक 22

// धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 2, पृ० 823

☆☆☆☆
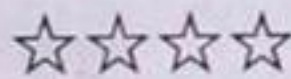
اسلام میں زِنا کی سزا اور اس کا حکم

دین اسلام کے بنیادی ماخذ و مراجع قرآن وسنت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی جان کی طرح اس کی عزت وعصمت کو بھی انتہائی اعلیٰ قدر و قیمت عطا کی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو انسب ہوگا کہ بعض مقامات پر ناموس انسانی کو حیات انسانی پر کسی قدر فوقیت دی ہے۔ مثلاً ناحق قتل انسانی کے عوض اسلام میں قصاص کی سزا مقرر ہے اور قصاص کے احکام میں یہ بھی حکم ہے کہ اگر کسی کے ہاتھوں کوئی ناحق ہلاک ہو جائے اور مقتول کے ورثاء اگر راضی ہو جائیں تو جان کے بدلے مالی فدیہ دیکر قاتل کی جان بخشی کر سکتے ہیں لیکن زانی اور زانیہ کے بارے میں دونوں فریق مصالحت کرلیں تب بھی یہ جرم عظیم قابل معافی نہیں۔ اس لیے کہ اسلام کی نظر میں ناموس انسانی کو تباہ و برباد کرنا، انسانی عزت وعصمت سے کھلواڑ کرنا قتل انسانی سے زیادہ خطرناک ہے۔ قاتل ایک جان ہلاک کرتا ہے اور زانی ایک بچے کی ساری نسل تباہ و برباد کرتا ہے، حرامی بناتا ہے۔ قاتل ایک جان کی ہلاکت کا مجرم ہے اور زانی پوری ایک نسل کے قتل کا مجرم ہے اس لیے اسلام نے زنا کی سزا قتل سے زیادہ سنگین مقرر کی ہے تا کہ انسانی عزت وعصمت کی حفاظت کی جائے اور ایک صالح معاشرہ کی بنیاد رکھی جائے۔ انہیں مقاصد کے پیش نظر اسلام نے غیر شادی شدہ زانی وزانیہ کے لیے ۱۰۰ کوڑوں اور جلاوطنی اور شادی شدہ زانی وزانیہ کے لئے رجم وسنگسار کرنے کی سزا تجویز کی ہے۔

زنا کے لغوی واصطلاحی معانی

زنا کے لغوی معنی ہیں وہ تکلیف یا تنگی جو پیشاب کی شدت کے باعث محسوس ہوتی ہے۔ اور شریعت اسلامی کی اصطلاح میں زنا سے مراد ایسی عورت کے ساتھ صحیح اور مکمل طور پر جنسی

تعلقات قائم کرنا ہیں جو شرعاً صحیح نکاح کے ذریعہ مرد کی زوجیت میں نہ ہو۔[1]

جملہ آسمانی شرائع و کتب بالخصوص قرآن کریم واحادیث شریف میں زنا کو اشد حرام اور افحش الکبائر یعنی کبیرہ گناہوں میں سب سے گھناؤنا جرم قرار دیا گیا ہے۔ زنا چونکہ دیگر سماجی، اخلاقی و معاشرتی خرابیوں کے علاوہ عزت وعصمت اور انسانی حسب ونسب پر ظلم وتشدد ہے اس لیے اس کی جزا و حد سب سے شدید ہے۔

قرآن و حدیث میں جن تین گناہوں کو اکبر الکبائر کہا گیا ہے اس میں ایک زنا بھی ہے۔ یعنی (۱) شرک (۲) قتل اولاد (۳) زنا۔ زنا کتنا عظیم جرم ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے اس کو شرک اور قتل اولاد کے مثل جرم عظیم قرار دیا ہے اور ان کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآن میں زنا کے لیے تین مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں (۱) زنا (۲) فاحشہ، یہ زنا اور لواطت دونوں مفہوم میں مستعمل ہے اور (۳) البغاء جس کے معنی ہیں عصمت فروشی یا بدکاری کا پیشہ۔ مذکورہ بالا تینوں الفاظ کے ساتھ قرآن کریم میں جہاں جہاں زنا کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں اسکی سخت مذمت کی گئی ہے اور لوگوں کو اس سے بچنے کی مختلف انداز میں نصیحت وہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

ولا تقربوا الزنی انه کان فاحشة وساء سبیلا۔[2]

(اور زنا کاری کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔)

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها و ما بطن والاثم والبغی بغیر الحق و ان تشرکوا بالله مالم ینزل به سلطاناً و ان تقولوا علی الله ما لا تعلمون۔[3]

(تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جو گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔)

ولا تقتلوا اولادکم من املاقٍ ط نحن نرزقکم و ایاهم ج

ولاتقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن۔ ۴

(اور اپنی اولاد کو روزی کے خوف سے قتل نہ کرو تمہیں اور انہیں ہم روزی دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔)

ولاتكرهوا فتيتكم على البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحيوة الدنيا۔ ۵

(اور مجبور نہ کرو اپنی باندیوں (کنیزوں) کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں۔ تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو)۔

قرآن کریم میں زنا کی مذمت اور اس سے اجتناب کرنے کی صرف نصیحت نہیں کی گئی ہے بلکہ جو لوگ اس کبیرہ و اشد حرام گناہ سے پرہیز کرتے ہیں ان کو بشارت بھی دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قدافلح المومنون۔ والذين هم لفروجهم خفظون۔ ۶

(تحقیق کامیاب ہو گئے وہ مسلمان جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔

ولايقتلون النفس التى حرم الله الا بالحق ولايزنون۔ ۷

(اور اس جان کو جسکی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں قتل کرتے اور زنا کاری نہیں کرتے)

فاولئک يبدل الله سياتهم حسنٰت وكان الله غفوراً رحيما۔ ۸

(تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات کے علاوہ احادیث شریف سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے زنا انتہائی خطرناک و تباہ کن گناہ ہے، جو نہ صرف سماجی و قومی بلکہ دینی و ایمانی لحاظ سے بھی مہلک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لايزنى العبد حين يزنى وهو مومن۔ ۹

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زانی زنا نہیں کرتا جب کہ وہ مومن ہو۔)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ:

کیف ینزع الایمان منہ، قال ھکذا و شبک بین اصابعہ ثم اخرجھا فان تاب عاد الیہ ھکذا و شبک بین اصابعہ۔[10]

(اس سے ایمان کس طرح جدا کر دیا جاتا ہے فرمایا کہ اس طرح اور اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالکر پھر انہیں نکال لیا پھر اگر وہ توبہ کرلے تو ایمان اس طرح واپس آجاتا ہے اور پھر اپنی انگلیوں میں اُنگلیاں ڈال لیں۔)

عن ابی ھریرہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یزنی الزانی حین یزنی و ھو مومن و التوبۃ معروضۃ بعد۔[11]

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زانی زنا نہیں کرتا جبکہ وہ مومن ہو۔ اور اسکے بعد توبہ کا مرحلہ باقی ہے۔)

"عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ ایّ الذنب اعظم قال ان تجعل اللہ ندًا وّ ھو خلقک قلت ثم ایٌ قال ان تقتل ولدک من اجل ان یطعم معک قلتُ ثم ایُ قال ان تزانی حلیلہ جارک"[12]

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم کونسا گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے اس نے پیدا کیا میں نے عرض کیا پھر کونسا ہے؟ فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے عرض کیا پھر کونسا ہے فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔)

اس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث شریف میں زنا کے مہلک نتائج و اثرات بیان فرما کر لوگوں کو اس سے دور رہنے و نفرت کرنے کی ہدایت و نصیحت کی ہے اور جو اس نصیحت و ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کو جنت کی خوشخبری و ضمانت بھی دی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من توکل لی ما بین رجلیہ و ما بین لحییہ توکلت لہ بالجنۃ۔[13]

(جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے اور جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "سات آدمیوں کو اللہ رب العلمین قیامت کے دن عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائے گا اور اس دن عرشِ الٰہی کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ان میں ایک شخص وہ ہوگا کہ "دعته امراة ذات منصب و جمال الیٰ نفسها قال انی اخاف الله" حسین وجمیل عورت اس کو اپنی طرف بلائے اور وہ کہدے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ [۱۴]

مختصر یہ کہ شریعت اسلامی نے انسانی معاشرہ کو پاک وصالح بنانے کے لیے اور اس کو بے حیائی، بدکرداری اور اخلاقی گندگی سے محفوظ رکھنے کے لیے زجر وتوبیخ یا اخروی نجات وکامیابی کی ترغیب کی صورت میں جو تعلیمات وہدایات پیش کی ہیں وہ بے مثال اور انتہائی مصلحت آمیز و دور رس ہیں۔ اور اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس لیے وہ کسی خاص قوم یا مخصوص علاقے کو نہیں بلکہ تمام انسانی دنیا کو پاکیزہ، صالح اور خوش حال دیکھنا چاہتا ہے اور اسی وجہ سے اس نے ناموس انسانی وعصمت انسانی کے سوداگروں ودشمنوں کے لیے انتہائی سخت سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ کوئی اس طرح کا جرم عظیم وگناہ کبیرہ کرنے سے قبل اس کے انجام پر بھی اچھی طرح غور وخوض کرلے۔ اسلام حالانکہ عفو ودرگزر کا مذہب ہے لیکن یہ اس کو ہرگز گوارہ نہیں کہ انسانی معاشرہ و اخلاقی تہذیب وتمدن کے مجرمین کو معاف کر کے گناہ وجرم کو بڑھاوا دیا جائے۔

چنانچہ ارشاد خداوند قدوس ہے کہ:

"إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [۱۵]

(وہ لوگ جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔)

دین اسلام کے عظیم پیغمبر ورہبر اعظم کے فرمان عالی شان "الطهور نصف الايمان" (پاکی آدھا ایمان ہے) اور "الطهور شطر الايمان" (پاکی ایمان کا حصہ ہے) کے مطابق

اسلام میں پاکیزگی کی بنیادی حیثیت ہے اور پاکی کی مشہور دو اقسام ہیں ظاہری و باطنی اور اسلام دونوں قسموں کے اعتبار سے یہی چاہتا ہے اور تاکیداً مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے پیروکار صرف گھر کی چہار دیواری میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر علاقے میں پاکیزہ و صالح رہیں۔ چنانچہ اللہ رب العلمین ارشاد فرماتا ہے:

"قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون" [۱۶]

(مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت صاف ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔)

"وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن" [۱۷]

(اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔)

مذکورہ بالا آیات میں گناہ کی طرف سب سے زیادہ راغب کرنے والی نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے اور صاحب قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آیات کی روشنی میں جملہ اعضائے جسمانی کے غلط و ناجائز استعمال پر سخت ممانعت فرما کر عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے بڑی عمدہ تعلیم پیش کی ہے کہ:

"العینان زناھما النظر والاذنان زناھما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناھا البطش والرجل زناھا الخطا والقلب یھوٰی و یتمنٰی ویصدق ذالک الفرج او یکذبہ" [۱۸]

(آنکھوں کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سننا، زبان کا زنا بات کرنا، ہاتھ کا زنا پکڑنا، پیر کا زنا چلنا اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے پھر شرمگاہ اس کو سچ یا جھوٹ کرتی ہے۔)

اس طرح اسلام نے صالح و پاکیزہ انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے مختلف انداز میں واضح ہدایت و نصیحت فرمائی ہے اور زنا و بے حیائی اور بدکاری جیسے مہلک و خطرناک گناہ و جرائم سے باز

رہنے کے لیے اس کے تمام عوامل وراستوں پر سخت بندش لگائی ہے اور شدید ترین سزا مقرر فرمائی ہے۔

اسلام نے زنا جیسے فعل قبیح و جرم عظیم پر یک بیک سخت سزائیں نافذ نہیں کی ہیں بلکہ اس سے قبل جسمانی و نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے بہت سی آسانیاں بھی فراہم کی ہیں۔ ایک زوجہ سے نفسانی و جسمانی خواہشات پوری نہ ہوتی ہوں تو حکم دیا گیا ہے کہ:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع۔ ۱۹

(تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں اچھی لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار)

اور جو مرد و عورت غیر شادی شدہ ہوں انکے لیے خوشخبری کے ساتھ حکم دیا گیا کہ:

وانکحو الایامیٰ منکم والصلحین من عبادکم و امائکم ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہٖ ط واللہ واسع علیم۔ ۲۰

(اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں مالا مال کر دے گا)۔

زوجہ اور زوج میں ذہنی ہم آہنگی، حالات سازگار اور موافقت و مصالحت اور کسی بھی صورت میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں مرد کو طلاق اور عورت کو خلع کی آسانی فراہم کی گئی اور دوسرے نکاح کا موقع دیا گیا۔

شریعت اسلامی کی جانب سے اتنی واضح آسانیاں حاصل ہونے کے باوجود اب اگر کوئی انسان زنا جیسے گناہ عظیم کا مرتکب ہوتا ہے تو غیر شادی شدہ کے لیے اسلام نے ۱۰۰ کوڑوں اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا مقرر فرمائی ہے اور شادی شدہ کے لئے سنگسار کرنے کی سزا متعین فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمان خداوندی ہے:

"الزانیۃ والزانی فاجلد و اکل واحد منھما مائۃ جلدۃ و لاتاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاٰخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین"۔ ۲۱

(جو عورت اور مرد زناکار ہو تو ان میں سے ہر ایک کو سو ۱۰۰ کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے۔ اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے

دن پر اور چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان کی سزا کے وقت حاضر ہو۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں زانی وزانیہ کے لیے ۱۰۰ کوڑوں کا حکم ہے جسکی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ ﷺ قضیٰ فیمن زنی ولم یحصن بنفی عام باقامۃ الحدّ علیہ" ۲۲

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اس پر ۱۰۰ کوڑوں کی حد قائم کرتے ہوئے ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے۔)

"عن زید بن خالد الجھنی قال سمعت النبی ﷺ یامر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائۃ و تغریب عام" ۲۳

(حضرت زید بن خالد جہنی نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ غیر شادی شدہ زانی کو ایک سو کوڑے مارنے اور ایک سال کے لیے جلا وطن کرنے کا حکم فرما رہے تھے۔)

اسی حدیث شریف میں ابن شہاب کا بیان ہے کہ مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جلاوطن کیا اور پھر یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ اسکے علاوہ ایک دوسری حدیث جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں اس میں مذکور ہے کہ:

ان رسول اللہ ﷺ ضرب و غرب و انّ ابا بکر رضی اللہ عنہ ضرب و غرب و ان عمر رضی اللہ عنہ ضرب و غرب۔ ۲۴

(بیشک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے اور جلاوطن کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دُرّے مارے اور جلاوطن کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُرّے مارے اور جلاوطن کیا۔)

صحیح بخاری شریف کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی مختلف روایتوں سے غیر شادی شدہ زانی وزانیہ کے لیے ۱۰۰ کوڑوں اور جلاوطنی کی سزا کا حکم وارد ہے۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں امام شافعی سزائے قید کو سو کوڑوں کے علاوہ شامل حد قرار دیتے ہیں جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ سزائے قید کو حد کے علاوہ تعزیر قرار دیتے ہیں۔ لیکن سزائے قید کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں۔ ۲۵ے

اس طرح شریعت اسلامی نے غیر شادی شدہ انسان جو کہ زنا کا مرتکب ہوا سکے لیے دو سزائیں مقرر کی ہیں (۱) جسمانی سزا (۲) نفسانی سزا اور ایک ساتھ دونوں سزاؤں کے نافذ کرنے کا واحد مقصد یہی ہے کہ انسان کبھی دوبارہ اس طرح کے جرم کا مرتکب نہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس سلسلے میں بڑا عمدہ فلسفہ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا کے مؤثر ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مجرم کو بدنی تکلیف اور اذیّت پہونچائی جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ وہ دریائے خجالت میں ڈوب جائے اور اس کی عزت نفس کی رگ حمیت پھڑک اُٹھے۔ پہلی قسم کی سزاء کو عقوبت جسمانیہ اور دوسری کو عقوبت نفسانیہ کہا جاتا ہے۔ کامل عقوبت وہ ہے جو ان دونوں باتوں پر مشتمل ہو۔ جلا وطن کرنے کے ذریعہ انسان کو اپنے محبوب و مانوس ماحول سے محروم کر دیا جاتا ہے اور یہ ایک نفسانی عقوبت ہے۔ ۲۶ے

زنا میں چونکہ جسم و نفس دونوں ملوّث ہوتے ہیں اور دونوں لطف اندوز ہوتے ہیں اس لیے عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ دونوں کو سزا ملنی چاہیے۔

مذکورہ بالا وہ احکام ہیں جو غیر شادی شدہ شخص کے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں شریعت اسلامی نے متعین فرمائے ہیں لیکن شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا جیسے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اسکے احکام جداگانہ ہیں۔ غیر شادی شدہ کے مقابلہ میں شادی شدہ شخص کی سزا انتہائی سخت سنگسار کرنا مقرر کی گئی ہے۔ یعنی اس کو اتنے پتھر مارے جائیں کہ وہ فوت ہو جائے۔ چنانچہ احادیث شریف میں مذکور ہے کہ:

''عن جابر بن عبداللہ انصاری ان رجلاً من اسلم اتی رسول اللہ ﷺ فحدّثه انه قد زنی فشهد علی نفسه اربع شهادات فامر به رسول اللہ ﷺ فرجم و کان قد احصن'' ۲۷ے

(حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے پھر اس نے اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا جس کے تحت اس کو سنگسار کر دیا گیا اور وہ شادی شدہ تھا۔)

عن علی رضی اللہ عنہ حین رجم المرأۃ یوم الجمعۃ و قال قد رجمتھا بسنۃ رسول اللہ ﷺ۔ ۲۸؎

(حضرت علی سے روایت ہے کہ جب انہوں نے جمعہ کے روز ایک عورت کو سنگسار کیا تو فرمایا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اتیٰ رجل رسول صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد فناداہ فقال یا رسول اللہ ﷺ انی زنیت فاعرض عنہ حتیٰ ردّد علیہ اربع مرات فلمّا شھد علی نفسہ اربع شھادات دعاہ النبی ﷺ فقال ابک جنون؟ قال لا قال فھل احصنت قال نعم فقال النبی ﷺ اذھبوا بھفارجموہ۔ ۲۹؎

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت مسجد میں جلوہ فرما تھے۔ اس نے آواز دیتے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں زِنا کر بیٹھا ہوں۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ یہی بات دھرائی جب اس نے چار مرتبہ اپنے اوپر گواہی دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تجھے جنون ہے؟ اس نے عرض کی نہیں فرمایا کیا تو شادی شدہ ہے عرض کیا ہاں پس آپ نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور سنگسار کرو۔)

"عن عبداللہ ابن عباسٍ رضی اللہ عنھما قال لما اتی ماعز بن مالک النبی ﷺ قال لہ لعلک قبلت او غمزت او نظرت قال لا یا رسول اللہ قال انکتھا لایکنی قال فعند ذالک امر برجمۃ" ۳۰؎

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ماعز بن مالک حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا شاید تم نے بوسہ دیا یا اشارہ کیا یا دیکھا ہے۔عرض کی یارسول اللہ نہیں پھر آپ نے بغیر کنایہ کے پوچھا کہ کیا مباشرت کی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔)

مذکورہ بالا احادیث شریف سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام میں شادی شدہ زانی وزانیہ کی سزا سنگسار کرنا ہے وہاں واضح طور پر احادیث کے تیور اور انداز سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سزاؤں اور تعزیرات کے بارے میں خاص طور سے سزائے موت کے متعلق ہمیشہ حتیٰ الامکان مجرم کو سنگین سزا سے بچانے کے لیے اسباب وشواہد تلاش کرتے تھے بلکہ اس کی برائت ومعافی کے لیے پوری کوشش فرماتے تھے۔ترمذی شریف کی درج ذیل حدیث پاک سے بھی آپ کی اس رحیمانہ وکریمانہ خصلت وعادت کی توثیق ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذرؤا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان لہٗ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطئَ فی العفو خیر من ان یخطئَ فی العقوبۃ" ۳۱

(جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو یعنی سزاؤں سے بچاؤ۔اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔امام وحاکم کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔)

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں ہے کہ "جہاں تک ہو سکے وہاں تک سزاؤں کو دفع کرو۔ ۳۲

مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا یہی نظام ودستور پیش کیا ہے کہ سزا سے پہلے مجرم کے دفاع وبچاؤ میں اسباب ودلائل ہوں اور کوئی راہ نکلتی ہو تو اس پر غور کیا جائے اور اگر کوئی صورت نجات کی نہ ہو تب بھی اسکے ساتھ رحم دلی کا مظاہرہ کیا جائے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے حدیث شریف میں اسکی بہت سی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔چنانچہ

حدیث شریف میں ہے کہ ''غامدیہ نامی ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر چار بار زنا کا اقرار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے زنا کا گناہ واقع ہوا ہے اور میں حمل سے ہوں۔ مجھے سنگسار کر کے پاک کردیجئے اس پر آپ نے فرمایا جا بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ وہ پیدائش کے بعد بچہ گود میں لیکر آتی ہے اور درخواست کرتی ہے مجھے پاک کردیجئے۔ آپ فرماتے ہیں جا اور اس کو دودھ پلا۔ اس کا دودھ چھوٹنے کے بعد آنا۔ اس کے بعد وہ روٹی کا ٹکڑا بھی لیکر آتی ہے اور روٹی کا ٹکڑا بچے کو کھلا کر دکھادیتی ہے اور عرض کرتی ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اس کا دودھ بھی چھوٹ گیا ہے۔ اور دیکھیئے اب تو یہ روٹی بھی کھا رہا ہے۔ تب آپ بچے کو پرورش کے لیے ایک شخص کو دیکر اس عورت پر رجم وسنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی طرح احادیث شریف سے ثابت ہے کہ جب کوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر زنا کا اقرار کرتا تھا اور ایک بار نہیں بلکہ چار چار بار تب بھی آپ ایک دم سنگساری کا حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ سوال کرتے تھے کہ تو پاگل تو نہیں، تو نے نشہ تو نہیں کیا، بوسہ تو نہیں لیا ہے۔ صرف دیکھا تو نہیں ہے اور کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے؟ کیا تو شادی شدہ ہے؟ کیا تو نے اس سے صحبت کی ہے؟ یہی نہیں بلکہ اس کی عقل کے سالم ہونے کی اس کے محلہ والوں سے بھی تصدیق فرماتے تھے تب جا کر سنگسار کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

ان تمام شواہد وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ صادر کرتے وقت خاص طور پر کسی کو سزائے موت دیتے وقت معاملہ کی تہہ تک پہونچنے کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ تحقیق وتفتیش فرمایا کرتے تھے اور حاملہ عورت کو سزا دینے سے قبل بچے کی ولادت کا انتظار اور اسکی پرورش کا انتظام فرمایا کرتے تھے تا کہ کسی ننھی جان کا زانیہ کی جان کے ساتھ خاتمہ نہ ہوسکے۔ دنیا کے عام قوانین پیدا ہونے کے بعد جان کی حفاظت کا اصول پیش کرتے ہیں لیکن پیغمبر اسلام نے ماں کے پیٹ کے اندر بھی بچے کی جان کی حفاظت کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ دنیا کے کسی مذہبی قانون میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ ۳۳

شریعت اسلامی نے قرآن پاک کی سورۂ نور آیت نمبر ۲ کے حوالہ سے زنا کے مرتکب کو سزا دیتے وقت جہاں یہ حکم دیا ہے کہ ان کی سزاء کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وجماعت موجود

ہو یعنی مجمع عام میں سزا دی جائے تا کہ دوسرے لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل ہو وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ معاملہ کی خوب اچھی طرح سے تحقیق و تفتیش کر لی جائے تا کہ کوئی ناحق نہ مارا جائے۔ مثلاً اگر زانی اپنے گناہ کا خود اقرار کرتا ہے تو سزا کا حکم نافذ کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح یہ تحقیق کی جائے کہ وہ عاقل و بالغ ہو پاگل یا نشے میں نہ ہو۔ اور اپنی ذات پر چار مرتبہ چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے۔ اور ذکر کے حشفہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا پایا جائے۔ اور اسکو زنا کے حرام ہونے کا صحیح علم ہو طویل زمانہ نہ گزرا ہو، ملزم و مجبور نہ ہو، انتہائی ضعیف و مریض نہ ہو اور ہوش و حواس درست ہوں اور ایسے قاضی یا حاکم کے سامنے اپنا اقبال جرم کرے جس کو سزاؤں کے نفاذ کا اختیار ہو۔ اور اگر زانی اپنے جرم کا بذات خود اقبال نہ کرے بلکہ دوسرے لوگ گواہی دیں تو واجب ہے کہ چار عادل گواہ اس طرح شہادت دیں کہ انہوں نے مجرم کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوتی ہے اور یہ چاروں مسلمان عادل گواہ ایک ہی مجلس میں گواہی دیں اور ایک ہی جیسی گواہی دیں کسی کی گواہی میں کوئی شبہ نہ ہو چاروں گواہوں میں سے اگر ایک بھی شریعت کے آئین کی کسوٹی پر صحیح ثابت نہیں ہوگا تو سب کو حد قذف یعنی زنا کی تہمت کی سزا دی جائے گی۔ نیز گواہوں کو یہ بھی واضح کرنا ہوگا کہ زنا کیا ہے؟ مجرم نے کہاں زنا کیا ہے اور کس عورت کے ساتھ کیا ہے؟ اور کس وقت کیا ہے طویل زمانہ تو نہیں گذرا وغیرہ وغیرہ۔

زنا کی شہادت و گواہی کے تعلق سے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شریعت اسلامی نے دیگر معاملات و مسائل میں دو عاقل، بالغ، مسلم و عادل گواہوں کی شہادت معتبر مانی ہے لیکن زنا کے جرم کی شہادت کتنی اہم ہے کہ یہاں دو کی گواہی کافی نہیں بلکہ چار گواہوں کی شہادت ضروری ہے وہ بھی ایک ہی مجلس میں۔ نیز دیگر شہادتوں کے تعلق سے قرآن و حدیث میں حکم وارد ہے کہ ان کو ہرگز چھپایا نہ جائے بلکہ بیان کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللہ۔ [۳۴]

(اس سے بڑا ظالم کون کہ جس کے پاس اللہ کی شہادت ہو اور وہ اسکو چھپائے۔)

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ۔ [۳۵]

(اور تم شہادت نہ چھپاؤ اور جو چھپائیگا تو وہ اسکے دل کی گندگی و گناہ ہے۔)

و اقیموا الشهادة لله ۔ ۳۶؎

(اور اللہ کے لیے شہادت پیش کرو)۔

اس طرح دیگر معاملات و مسائل میں شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ کلام الٰہی کا یہ فرمان ہے کہ شہادت بیان کرو، ظاہر کرو لیکن حدود و سزاؤں کے سلسلے میں صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو شہادتوں کو چھپاؤ کہ یہ بہتر و اولیٰ ہے۔ جیسا کہ ماقبل ترمذی شریف کے حوالہ سے بیان کیا گیا۔

زنا کی سزا اور اسکے احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مناسب ہے کہ یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ شریعت اسلامی نے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی یا زانیہ کی سزاؤں میں فرق و امتیاز کیوں رکھا ہے؟ اور اسکی حکمت و فلسفہ کیا ہے؟ اسلامی آئین و دستور کے محققین و مفکرین کے نزدیک اسکی مختلف وجوہات ہیں لیکن مشہور و عام یہ حکمت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''شادی شدہ زانی کی سزا رجم قرار دینے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنے کی سزا دینے کا یہ فلسفہ ہے کہ آدمی اس وقت بالغ سمجھا جاتا ہے جب اسکی عمر پندرہ سال ہو اس سے پہلے وہ بالغ نہیں سمجھا جاتا اور نہ ہی بلوغت کے احکام اس پر جاری ہوتے ہیں۔ کیونکہ اسکی جسمانی نشو و نما بھی اس عمر میں پورے طور سے نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی عقل پختہ ہوتی ہے اس لیے اس کو پورا آدمی نہیں سمجھا جاتا اور جو ذمہ داریاں بالغ مردوں پر عائد ہوتی ہیں وہ اس پر مقرر نہیں ہوتیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس ذمہ داری پر جو سزائیں مرتب ہوتی ہیں ان میں اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ اس کی عقل کامل تر ہو اور وہ پورا مرد ہو اور ذمہ دار سمجھا جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کی شادی ہو جائے۔ عام طور سے جو شخص شادی شدہ ہو وہ غیر شادی شدہ کے مقابل کامل تر سمجھا جاتا ہے اب اگر ایک ذمہ دار شخص یا جس کو اللہ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہو وہ ایسے عظیم جرم کا مرتکب ہو تو اسکی سزا بھی شدید ترین ہونی چاہیئے اور جو غیر ذمہ دار، ناپختہ اور بہت سی نعمتوں سے محروم ہو اسکی سزا کم ہونی چاہیے۔'' ۳۷؎

کچھ اسی طرح کی مصلحتوں کے پیش نظر شریعت اسلامی نے شادی شدہ زانی کی سزا سنگسار کرنا اور غیر شادی شدہ زانی کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور جلاوطن کرنا مقرر فرمائی ہے۔

حوالہ جات

(۱) دائرہ معارف الاسلامیہ ص ۶۹۶ بعنوان لفظ زنا
(۲) سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۲
(۳) سورۃ الاعراف، آیت ۳۳
(۴) سورۃ الانعام، آیت ۱۵۲
(۵) سورۃ النور آیت ۳۳
(۶) سورۃ المومنون، آیت ۱ تا ۵
(۷) سورۃ الفرقان، آیت ۶۸
(۸) سورۃ الفرقان، آیت ۷۰
(۹) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب: اِثْمِ الزّ ناۃ۔ حدیث ۱۷۱۳
(۱۰) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب: اِثْمِ الزّ ناۃ۔ حدیث ۱۷۱۳
(۱۱) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب: اِثْمِ الزّ ناۃ۔ حدیث ۱۷۱۴
(۱۲) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب: اِثْمِ الزّ ناۃ۔ حدیث ۱۷۱۵
(۱۳) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین۔ باب فضل من ترک الفواحش۔ حدیث ۱۷۱۲
(۱۴) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین۔ باب فضل من ترک الفواحش۔ حدیث ۱۷۱۱
(۱۵) سورۂ نور، آیت ۱۹
(۱۶) سورۃ النور، آیت ۳۰
(۱۷) سورۃ النور، آیت ۳۰

(۱۸) مشکوٰۃ شریف، باب الایمان بالقدر ص ۲۰
(۱۹) سورۃ النساء آیت ۳
(۲۰) سورۃ النور، آیت ۳۲
(۲۱) سورۃ النور، آیت ۲
(۲۲) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب البکر ان یجلدان وینفیان، حدیث ۱۷۳۲
(۲۳) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب البکر ان یجلدان وینفیان، حدیث ۱۷۳۱
(۲۴) اسلام میں سزائے قیداور جیل کا تصور ص ۳۰
(۲۵) اسلام میں سزائے قیداور جیل کا تصور ص ۲۹
(۲۶) حجۃ اللہ البالغہ (اردو) حصہ دوم ص ۶۴۲
(۲۷) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، باب رجم المحصن، حدیث ۱۷۱۸
(۲۸) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۱۶
(۲۹) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۱۹
(۳۰) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۲۶
(۳۱) ترمذی شریف باب ماجاء فی درأالحدود جلد ۱ ص ۱۱۷، ۱۲۷
(۳۲) سنن ابن ماجہ، جلد ۲ ص ۱۰۳
(۳۳) حجۃ اللہ البالغہ اردو ص ۶۴۲ تا ۶۴۷، اسلام اور امن عالم، ص ۲۱۴ تا ۲۱۸
(۳۴) سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۰
(۳۵) سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲
(۳۶ سورۃ الطلاق، آیت ۲
(۳۷) حجۃ اللہ البالغہ، اردو، دوم، ص ۶۴۱، ۶۴۲

ہندو دھرم میں زِنا (व्यभिचार) کی سزا و حکم

اسلام نے زنا (व्यभिचार) کے سلسلے میں جو سو کوڑوں اور سنگساری کی سزا مقرر کی ہے اس کے تعلق سے عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ سخت ترین سزا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں جب ہم قدیم ہندو دھرم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زنا (व्यभिचार) کے مجرمین وگنہ گاروں کے لیے قدیم ہندو دھرم شاستروں نے مذہبی وقانونی طور پر جو سزائیں (दण्ड) مقرر کی ہیں وہ اسلامی سزاؤں سے کہیں زیادہ خطرناک اور تکلیف دہ ہیں۔

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق مباشرت و جماع (संभोग) کے لیے کسی غیر مرد کا کسی غیر عورت کے ساتھ ہونا سنگرہن (संग्रहण) کہلاتا ہے اور یہ ساتھ (संग्रहण) تین قسم کا ہوتا ہے (۱) طاقت (बल) سے (۲) فریب (धोखा) سے اور (۳) جسمانی ہوس اور شہوانیت (कामपिपासा) سے مباشرت (संभोग) کرنا۔[1]

ان تینوں اقسام کے احکام جداگانہ ہیں جن میں طاقت کے زور پر مباشرت و جماع (बलपूर्वक संभोग) کو سب سے سخت پاپ تسلیم کیا گیا ہے۔

طاقت کے بل پر اگر کوئی مرد کسی غیر عورت کے ساتھ اسکی مرضی کے خلاف زنا (बलात्कार) کرتا ہے، تو اسکے لیے قدیم ہندو دھرم شاستروں نے انتہائی سخت سزائیں مقرر کی ہیں لیکن یہ ساری سزائیں ذات کے نظام (वर्णव्यवस्था) پر قائم ہیں۔ اجنبی عورت اگر زنا کار (बलात्कारी) کی ہم ذات ہے یا ادنی ذات سے اس کا تعلق ہے تو سزا میں کافی تخفیف رکھی گئی ہے اور اگر اعلیٰ ذات کی ہے تو انتہائی سخت سزا کا نظام پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے کہ:

अब्राहमण: संग्रहणे प्राणान्ते दण्डमर्हिति।

चतुर्णामापि वर्णानां दारा रक्ष्यतमा: सदा।। ۲

(اگر شودر اپنے سے اعلیٰ ذات (द्विजाति) کی عورت کے ساتھ مباشرت (संभोग) کرے تو اس کو جان سے مار دینا چاہیئے۔ چاروں ذاتوں (वर्णों) کو سب سے زیادہ اپنی عورتوں کی ہی صدا حفاظت کرنا چاہیئے۔)

योऽकामां दूषयेत्कन्यां स सद्यो वद्यमर्हति।

सकामां दूषयंस्तुल्यो न वधं प्राप्नुयान्नर:।। ۳

(جو انسان کسی لڑکی کے ساتھ بلاتکار (बलात्कार) کر کے اس کو خراب کرتا ہے وہ فوراً قتل کا حقدار ہوتا ہے۔ لیکن اگر لڑکی کی خواہش سے خراب کیا ہو اور وہ مرد اس لڑکی کی قوم و ذات کا ہو تو پھر وہ قتل کا حقدار نہیں ہوتا ہے)

उत्तमां सेवामान्स्तु जघन्यो वधमर्हति।

शुल्कं दद्यात्सेवमान: सममिच्छेत्पिता यदि।। ۴

(اعلیٰ ذات کی لڑکی کے ساتھ جماع (संभोग) کرنے والا ادنیٰ ذات کا مرد قتل کے لائق ہے اور اپنی ہی ذات کی لڑکی کے ساتھ مباشرت کرنے والے سے اگر اس لڑکی کا باپ مال سے مطمئن ہو تو مال دے کر شادی (विवाह) کر لے۔)

زنا کار (व्याभिचारी) کے لیے قدیم ہندو دھرم شاستروں میں کوئی ایک سزا یا سزاءِ قتل ہی نہیں مقرر کی ہے بلکہ مختلف مقامات پر مختلف قسم کی سزائیں بیان کی گئی ہیں منو مہاراج (मनुमहाराज) کہتے ہیں:

पुमांसं दाहयेत्पापं शयने तप्त आयसे।

अभ्याद ध्युश्य काष्ठानि तत्र दहयोत पापकृत ۵

(پاپی زانی (व्यभिचारी) مرد کو راجہ تپائے ہوئے لوہے کے تخت (शैय्या) پر سُلا کر اوپر سے لکڑی رکھوا دے جس میں وہ پاپی جل کر راکھ ہو جائے)

اسی طرح استاد (गुरु) کی بیوی، سگی بہن، دوست کی بیوی، لڑکے کی بیوی سے زنا کاری کرنے والے کے متعلق حکم دیا گیا ہے:

गुरुतल्प्यभिभाष्यैनस्तप्ते स्वप्यादयोमये।

सूर्मो ज्वलन्तीं स्वाशिलप्येन्मृत्युना स: विशु(यति।। ۶

(گرو (استاد) کی بیوی سے زنا کرنے والا اپنے پاپ کو مشہور کر کے لوہے کے جلتے ہوئے بستر پر سوئے یا لوھے کی عورت بنا کر اس کو آگ میں تپا کر اس کے ساتھ ہم آغوش ہو (چپٹ) جائے اور مر جائے یہی اسکی طہارت و پاکی ہے)۔

स्वयं वा शिश्न वषणावुत्वृफत्याधा चान्जंलौ।

नैर्ब्रती दिशमातिष्ठेदानिषातादजिहनग ।। ۷

(یا خود ہی اپنا ذکر (लिंग) اور فوطے کاٹ کر اپنے چلو میں لے کر جب تک جسم ختم نہ ہو جائے یعنی مر نہ جائے تب تک سیدھے دکھن پچھم کے کونٹر میں دوڑتا ہوا جائے)

गुरुतल्पव्रतं कुर्याद्रेत: सिक्त्वा स्वयोनिषु।

सख्यु: पुत्रस्य च स्त्रीषु कुमारीष्वन्त्यजासु च।। ۸

(سگی بہن، دوست کی بیوی، لڑکے کی بیوی، غیر شادی شدہ اور چنڈالن کے ساتھ زنا کرنے والا گرو کی بیوی کے ساتھ زنا (व्यभिचार) کرنے والا کفارہ (प्रायश्चित) ادا کرے)۔

مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ سخت سزا زانی (व्यभिचारी) کے لیے قدیم ہندو دھرم میں بیان کی گئی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عزت و آبرو جان سے زیادہ بیش قیمتی و عزیز ہوتی ہے۔ زنا کار چونکہ ایک طرف عورت اور اسکے والدین و اقرباء کی عزت و وقار کا خون کرتا ہے اور دوسری طرف اس عورت کی آنے والی پوری نسل برباد کر دیتا ہے اس لیے اسلام نے شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی

صورت میں سنگسار کرنے کی سخت سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں اور معاشرہ پاک وصاف ہو۔ ٹھیک یہی فلسفہ وحکمت زنا کاری کی شدید ترین سزا سے متعلق قدیم ہندو دھرم شاستروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں تحریر ہے کہ:

तत्समुत्थो हि लोकस्य जायते वर्ण संकर:।

येन मूल हरोऽधर्म: सर्वनाशाय कल्पते।। ९

(دوسرے کی عورت سے زنا کرنے سے اس کے خاندان وذات کا خاتمہ ہوتا ہے جس سے اصل ونسل ہی برباد وہلاک کرنے والا پاپ ہوتا ہے جو مکمل تباہی کا ذریعہ ہوتا ہے۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ زانی کے لیے سخت سزا کے تقرر میں دین اسلام اور قدیم ہندو دھرم کا تقریباً ایک جیسا نظریہ ہے۔ لیکن یہ اشتراک صرف اور صرف زنا کی سخت ترین سزا کی تعیین میں ہے۔ اسکے نفاذ میں نہیں۔ نفاذ کے اعتبار سے دونوں مذاہب میں بعد المشرقین والمغربین ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں جو بھی سزا کے احکام وقوانین ہیں وہ سب کے لئے یکساں ہیں اس میں اعلیٰ ذات یا ادنیٰ ذات اور مرد وعورت کے لئے کوئی رعایت ورخصت نہیں۔ جبکہ قدیم ہندو دھرم کی بنیاد ہی چونکہ ذات پات کے نظام (वर्णव्यवस्था) پر قائم ہے اس لیے سزاؤں کے نفاذ و احکام میں بھی ذات پات کے نظام کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مجرم وپاپی اگر ادنیٰ ذات کا یا شودر ہو تو اسکے لیئے سخت سے سخت سزاء کا حکم ہے اور اگر اعلیٰ ذات کا ہے تو اسکے لیے خصوصی رعایت ہے۔ اسی طرح مردوں کے مقابل عورتوں کے لیے کافی تخفیف رکھی گئی ہے۔ چنانچہ کاتیاین (कात्यायन) اسمرتی میں ایک عام اصول ذکر کیا گیا ہے کہ:

सर्वेषु चापराधेषु पुंसो योर्थदम: स्मृत:।

तदर्घ योषितो दद्युर्वधे पुंसोन्ग कर्तनम्।। १०

(سبھی طرح کے جرائم میں جو سزا (दण्ड) مرد کو ملتی ہے اس کی آدھی سزا عورت کو ملنی چاہیے۔ اگر مرد کو موت کی سزا ملے تو وہاں عورت کا عضو (अंग) کاٹ لینا ہی کافی ہے)۔

اس اشلوک میں مرد کے مقابل عورت کی سزا میں انتہا درجے کی کمی کرنے کی بات کہی گئی ہے۔اسی طرح اب تک زنا کی سزا (दण्ड) کے تعلق سے جو شدید ترین سزائیں بیان کی گئیں ہیں وہ اکثر و بیشتر شودر وادنی ذات والوں کے لیے ہیں اعلیٰ ذات کے لیے نہیں کیونکہ اعلیٰ ذات والوں کے لئے تو ہندو دھرم شاستروں نے ان کے مراتب و درجات کے لحاظ سے بہت ہی آسان اور عجیب و غریب سزائیں تجویز کی ہیں۔منو مہاراج حکم دیتے ہیں:

शूद्रो गुप्तमगुप्तं वा द्वैजातं वर्णमावसन्।

अगुप्तमण्ग सर्वस्वैर्गुप्तं सर्वेण हीयते। ॥

(جو شودر بنا سرپرست والی یا غیر شادی شدہ (अरक्षित) برہمن، چھتری اور ویش کی عورت کے ساتھ زنا کرے تو راجہ اس کا ذکر (लिंग) کٹوا کر سب کچھ چھین لے اور سرپرست والی یا شادی شدہ (रक्षित) عورت کے ساتھ زنا کرے تو سب کچھ چھین کر اس کو سزائے موت دے۔)

شودر کی سزا موت ہے لیکن شودر کے علاوہ دوسرے طبقوں و ذاتوں کے لئے اسی جرم و پاپ کی سزا بیان کرتے ہوئے منو مہاراج مختلف اشلوکوں میں حکم دیتے ہیں کہ:

☆اگر ویش (वैश्य) حفاظت والی (रक्षित) برہمنی کے ساتھ جماع (संभोग) کرے تو سب کچھ چھین کر ایک سال کی قید کی سزا دے اور چھتری (क्षत्री) کو ایک ہزار پنٹر (पण) جرمانہ کرے اور گدھے کے موت (پیشاب) سے اس کا سر منڈوا دے۔

☆اگر ویش اور چھتری غیر محفوظ (अरक्षित) برہمنی کے ساتھ مباشرت کریں تو ویش کو ۵۰۰/پنٹر اور چھتری کو ایک ہزار پنٹر (पण) جرمانہ کرے۔

☆ ویش اور چھتری یہ دونوں اگر شادی شدہ برہمنی سے زنا کریں تو شودر کی ہی طرح انہیں دنڈ دینا چاہیے یا ترن (तृण) کی دھکتی ہوئی آگ میں ان کو جلا دینا چاہیے۔

☆اگر برہمن شادی شدہ (रक्षित) برہمنی کے ساتھ زبردستی زنا کرے تو اس کو ایک ہزار پنٹر جرمانہ (दण्ड) دینا چاہئے۔اگر وہ سکاما (सकामा) ہو تو اس کے ساتھ جماع (संभोग) کرنے پر راجا اس کو ۵۰۰/پنٹر دنڈ کرے۔ [۱۲]

مختصر یہ کہ شودر کے علاوہ برہمن، چھتری اور ویش کے لیے اکثر و بیشتر صرف مالی جرمانہ ادا کرنے کا قانون ہے، جسمانی سزا دینے کا کوئی قانون نہیں۔ بلکہ ویش اور چھتری کے لئے بھی جبکہ وہ شادی شدہ برہمنی سے زنا کریں تو جسمانی سزا موت اور آگ میں جلانے کی بات کہی گئی ہے لیکن برہمن چاہے کسی سے کسی بھی طرح زنا و جماع کرے اس کے لیے مالی دنڈ کے علاوہ کوئی جسمانی سزا نہیں ہے بلکہ اسکے لیے جسمانی سزا دینے کے بارے میں سوچنا بھی پاپ ہے۔ منواسمرتی۔

منواسمرتی (मनु स्मृति) میں ہے کہ:

मौन्डयं प्राणान्तिको दण्डो ब्राहमणस्य विधीयते।

इतरेषां तु वर्णानां दण्ड: प्राणान्तिको भवेत्। [13]

(برہمن کے سر کے بال منڈا دینا ہی اس کے لئے سزائے موت ہے، مگر دوسری ذاتوں وطبقوں کو موت کی سزا دینی چاہئے۔)

न जातु ब्राहमणं हन्यात्सर्वं पापेष्वपि स्थितम्।

राष्ट्रादेनं वहि: कुर्यात्समग्रधनमक्षतम्।। [14]

(تمام طرح کے پاپ کرنے پر بھی برہمن کا قتل کبھی نہ کرے، اس کو تمام دھن (مال) کے ساتھ اپنے دیش سے باہر نکال دے۔)

न ब्राहमणवधाभ्दुयान धर्मो विद्यते भुवि।

तस्मादस्य वधं राजा मनसापि न चिन्तयेत्।। [15]

(برہمن کے قتل سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسرا پاپ نہیں ہے، اس لئے راجہ اُس کے قتل کے بارے میں کبھی سوچے بھی نہیں۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ ہندو دھرم شاستروں کے مطابق برہمن کو زنا کاری جیسے عظیم گناہ پر صرف مالی جرمانے کی سزا دے سکتے ہیں، زیادہ سے زیادہ ملک بدر (देश-वहिष्कार) کر سکتے ہیں۔ شادی شدہ برہمنی کے ساتھ زنا کاری کو چھوڑ کر یہی حکم ویش اور چھتری ذات کے افراد کے لئے ہے کہ ان سب کو زنا جیسے فعلِ قبیح کے عوض صرف اور صرف 500 پنٹر سے لے کر 1000 / پنٹر تک جرمانہ کر سکتے ہیں۔ منواسمرتی ادھیائے 8، اشلوک نمبر 382 تا

385 سے بھی یہی ثابت ہے۔

قدیم ہندو دھرم شاستروں کے حوالے سے اب تک جو ہم نے سخت سزاؤں کے احکام بیان کئے ہیں وہ زنا بالجبر یا طاقت کے بل پر زنا (बलात्कार) سے متعلق ہیں، لیکن اگر زنا کاری مرد وعورت کی باہمی رضامندی وخوشی یا فریب ودھوکے سے ہو تو اس کے احکام جداگانہ ہیں۔ چنانچہ کاتیاین (कात्यायन) و برہسپتی (बृहस्पति) کا قول ہے کہ:

सहसा कामयेधस्तु धानं तस्याखिलं हरेत।

उत्कृत्य लिंग वृषणौ भ्रामयेद् गर्दभेन तु।।

दमो नेयः समायां तु हीनाया मधिकास्ततः।

पुसः कार्यो ऽ धिकायां तु गमने संप्रमापणम्।। 16

(زنا بالجبر کرنے پر سزائے موت ملتی ہے کیونکہ یہ مناسب تہذیب کے خلاف ہے، جب فریب یا دھوکے سے زنا کیا جاتا ہے تو ساری دولت و جائداد چھین لی جاتی ہے۔ ماتھے پر عورت کی شرمگاہ (स्त्रीगुप्त अंग) کا داغ لگایا جاتا ہے اور زناکار کو بستی کے باہر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ذات وطبقے کے مطابق رعایت ونرمی اور سختی وزیادتی بیان کی گئی ہے۔)17

स्त्रीषु वृत्तोपभोगः स्यातप्रसह्य पुरुषो यदा।

वधे तत्र प्रवर्तेत कार्या तिक्रमणं हि तत्।। 18

छद्मना कामयेधस्तु तस्य सर्वहरो दमः।

अंकयित्वा भगांकेन पुरान्निर्वासयेत्ततः 19

(زنا بالجبر یا دھوکے سے زنا کی صورت میں عورت کو ڈنڈ (दण्ड) نہیں ملتا تھا، اس کو صرف کرچھ (कृच्छ) یا پراک (पराक) نامی کفارہ (प्रायश्चित व्रत) ادا کرنا پڑتا تھا۔)

جب تک وہ کفارہ (प्रायश्चित) ادا کر کے پاک نہیں ہو جاتی تھی اس کو گھر میں سخت

حفاظتی بندوبست کے اندر رہنا پڑتا تھا۔ بناؤ سنگھار نہیں کرنا ہوتا تھا، زمین پر سونا ہوتا تھا اور صرف زندگی گزارنے کے لئے طعام وغیرہ ملتا تھا۔ کفارہ کے بعد وہ اپنی قدیم حالت حاصل کر لیتی تھی۔ 20

منو مہاراج نے بھی کچھ اسی طرح کے احکام بیان کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

विप्रदुष्टां स्त्रियं मर्ता निरुन्धयादेकवेशमनि।

यत्पुंस: परदारेषु तच्चैनां चारयेद् व्रतम।। 21

(اپنی مرضی وخوشی سے زنا (व्याभिचार) میں ملوث عورت کو اس کا شوہر ایک گھر میں بند کردے اور مردوں کو دوسروں کی عورتوں کے ساتھ جماع وزنا میں جو کفارہ (प्रायश्चित) کہا ہے وہی اس سے کرائیں۔)

सा चेत्पुन: प्रदुष्येत्तु सदृशेनोपयन्त्रिता।

कृच्छं चान्द्रायणं चैव तदस्या: पावनं स्मृतंम।। 22

(مذکورہ بالا طریقے سے مقید ومحصور ہوتے ہوئے بھی اگر وہ عورت اپنی ہی ذات کے شخص کے ساتھ پھر زنا کرے تو اس کے لئے کرچھ چندراین ورت (कृच्छ चन्द्रायण व्रत) کراوے۔)

عورت اپنے شوہر کے علاوہ اگر کسی دوسرے مرد کے ساتھ عیش کرے اور شوہر کی توہین یعنی عزت نہ کرے تو ایسی عورت کے لئے منو مہاراج کا حکم ہے کہ:

भर्तारं लन्घयेद्या तु स्त्री ज्ञाति गुणदर्पिता।

तां श्वमि: स्वादयेद्राजा संस्थाने बहुसंस्थिते।। 23

(جو عورت اپنے باپ دادا کی دولت اور شکل وصورت کے اوپر غرور کر کے شوہر کی عزت وخاطر نہ کرے، تو راجہ اس کو بہت سے لوگوں کے سامنے کتوں سے نچوادے۔)

اسلام میں زنا (व्याभिचार) جیسے عظیم گناہ کے عوض شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مرد وعورت کی سزاؤں میں فرق رکھا گیا ہے وہ یہ کہ اگر مرد وعورت شادی شدہ ہیں تو ان کے لئے رجم و

سنگسار کرنے کی سخت سزا کا حکم ہے اور اگر غیر شادی شدہ ہیں تو ان کے لئے سو کوڑوں کی سزا ہے۔
یہ فرق قدیم ہندو دھرم شاستروں میں بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپستنب (आपस्तम्ब) نے شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا (संभोग) کرنے پر عضوِ تناسل و فوطے (शिश्न एवं अण्ड) کاٹ لینے کو کہا ہے لیکن غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ ایسا کرنے پر صرف تمام مال و جائیداد چھین لینے کی بات کہی ہے۔24 لیکن یا گیہ (याज्ञ०)، نارد (नारद) اور منو نے کہا ہے کہ:

"اگر کوئی مرد اپنی ہی ذات کی غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ جماع (संभोग) کرے تو اس کو راجہ کے ذریعہ دنڈ نہیں ملنا چاہئے، بلکہ اس کو زیورات وغیرہ کے ساتھ اس عورت سے عزت کے ساتھ شادی کر لینے کی چھوٹ دی جانی چاہئے۔25

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ زنا (व्याभिचार) جیسے گناہِ عظیم کے مرتکب شخص کے لئے اسلام ہی نہیں بلکہ قدیم ہندو دھرم میں بھی سخت ترین سزاؤں کا نظام ہے اور اس کے لیے کوئی ایک سزا مقرر نہیں ہے بلکہ مختلف ذاتوں کے لیے مختلف سزائیں ہیں۔ لیکن اسلام میں زانی کسی قوم یا کسی طبقے کا ہو ہر ایک کے لئے یکساں حکم ہے اور ایک ہی سزا مقرر ہے جبکہ ہندو دھرم میں زنا کی سزا کا دارومدار بھی ذات پات کے نظام پر منحصر ہے اور برہمن اس سزا سے مستثنیٰ ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

1 मनु स्मृति अध्याय 8 श्लोक 379

2 मनु स्मृति अध्याय 8 श्लोक 380

3 मनु स्मृति अध्याय 8 श्लोक 381

4 ब्रहस्पति स्मृति (च॰ 2, प॰ 320)

5 धर्म शास्त्र का इतिहास, भाग 2, पृ. 830

6 कात्यायन स्मृति च॰ 2, पृ॰ 320

7 ब्रहस्पति स्मृति च॰ 2, पृ॰ 320

8 धर्मशास्त्र का इतिहास, भाग 2, पृ॰831

9 मनुस्मृति अध्याय 11, श्लोक 176

10 मनुस्मृति अध्याय 11, श्लोक 177

11 मनुस्मृति अध्याय 8, श्लोक 371

12 आपस्तम्ब 210-26-20-21

13 याज्ञवल्क्य स्मृति (2-288) //नारद स्मृति 15-72 //मनुस्मृति 8-366

14 धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2 पृ0 830

15 मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 359

16 मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 364

17 मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 366

18	मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 372
19	मनुस्मृति अध्याय श्लोक 103
20	मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 104
21	मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 170
22	मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 353
23	कात्यायन स्मृति 487 स्मृति 2, पृ॰ 321, धर्म शास्त्र का इतिहास भा-2 पृ॰ 831
24	मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 374
25	मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 374, 375, 376, 377, 378

☆☆☆☆

اسلام میں چوری ور ہزنی کی سزا واحکام

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے اس لیے اس نے انسانی دنیا کے ہر شعبے، ہر ماحول اور ہر میدان میں امن وسلامتی کا نظام ودستور متعین فرمایا ہے اور ہر انسان کی جان، عزت وآبرو اور اسکے مال ودولت کو محترم ومحفوظ قرار دیکر ہر شخص پر یہ واجب کیا ہے کہ وہ ظالم سے نہ صرف اپنی جان ومال بلکہ دوسرے کمزوروں کی بھی جان ومال کی حفاظت کرے۔ اور کوئی کسی کی جان ومال پر کسی قسم کی دست درازی وظلم وتشدد نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یاایہاالذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما۔[1]

(اے ایمان والوتم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے پر نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہارا آپسی رضامندی سے ہو۔ اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے)

ولاتقتلوا النفس الّتی حرّم اللہ الاّ بالحق۔[2]

(اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ)۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخ ساز خطبے میں اپنی امت کو یہی ناصحانہ پیغام دیا کہ:

قال فان اللہ تبارک و تعالیٰ قد حرّم دمآء کم و اموالکم وَاعراضکم الا بحقها کحرمة یومکم هذا فی بلدکم هذا فی شهر کم هذا الا هل بلّغت ثلاثا کل ذالک یجیبونه الا نعم قال و

يحكم او ويلكم لا ترجعن بعدى كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعض۔[3]

(بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزّت وآبرو کو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام کیا ہے جیسے تمہارے اس دن کی، اس شہر کی اور مہینے کی حرمت ہے۔ (یعنی یوم الحج۔ مکہ مکرمہ اور ذی الحجہ کی) بتاؤ کیا میں نے تمہیں پیغام حق پہونچادیا؟ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ سارے لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں پہنچادیا۔ فرمایا کہ تم پر افسوس یا تمہاری خرابی۔ میرے بعد کفر کی جانب نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن اُڑانے لگو)۔

بخاری شریف میں اسی تعلق سے ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

"عن عبداللہ ابن عمرٍ و عن النبی ﷺ قال من قتل نفساً معاهداً لم يرح رائحة الجنة و انّ ريحها يوجد من مسيرة اربعين عاماً۔[4]

(عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ساتھ معاہدہ تھا (یعنی اسلامی حکومت میں ٹیکس دے کر رہتا تھا) تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا حالانکہ اسکی خوشبو ۴۰ رسال کی دوری سے بھی محسوس ہوتی ہے۔)

اسی مفہوم کی چند احادیث سنن ابن ماجہ شریف میں مختلف راویوں کے حوالہ سے منقول ہیں۔[5]

پیش کردہ قرآنی آیات واحادیث کریمہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے انسان کی جان ومال اور عزّت آبرو کو انتہائی محترم ومعظم قرار دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ انکے تحفظ وسلامتی کے لئے شدید ترین سزاؤں کا مکمل دستور پیش کیا ہے اور جس کا واحد مقصد ومصلحت یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کا ہر فرد اپنی جان، عزت وآبرو اور مال ودولت کے تعلق سے مطمئن وبے خوف ہو کر امن وسلامتی کے ساتھ خوشحال زندگی گزار سکے۔ کیونکہ تاریخ کے حوالہ سے اکثر پڑھا اور دیکھا گیا ہے کہ سخت ترین سزائیں مجرموں کی ہمت وحوصلہ توڑ دیتی ہیں اُن کے اندر خوف پیدا

کرتی ہیں، نیز انکے دلوں میں جرائم کے تئیں نفرت وحقارت کا جذبہ بیدار کردیتی ہیں۔

انہیں مقاصد ومصالح کے پیش نظر اسلام نے جہاں قتل کی سزا قتل عزت وآبرو کے دشمن کی سزا کوڑے، جلاوطنی اور موت قرار دی ہے وہاں مال ودولت کے دشمنوں ولٹیروں کی سزا ہاتھ پیر کاٹنا، سولی پر چڑھانا اور قید کرنا متعین کی ہے۔

دراصل اسلام نے چوری ورہزنی اور نقب زنی کو ایک اجتماعی جرم مانا ہے اس لیے معاشرہ کی بہبود اور اجتماعی وانفرادی امن وسلامتی کی خاطر چوری کے جرم کی سزا پہلے قطعِ ید، پھر پیر، پھر قید کرنا اور رہزنی میں جرم کے سنگین ہونے کے باعث سزائے موت وسولی بھی مقرر کی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام نے جو سزاؤں کا دستور پیش کیا ہے۔ وہ انتہائی سخت، غیر انسانی اور بے رحمانہ ہے کیوں کہ جرم کم تر ہے اور سزا سخت تر، گناہ چھوٹا ہے اور سزا بہت بڑی۔

معلوم ہو کہ گناہ وجرائم کے قوانین وآئین کے فلسفے وحکمت کے تحت سزا کا مقصد جرائم پیشہ وگنہ گار لوگوں کے دل ودماغ میں جرم وگناہ سے خوف وہراس پیدا کرنا ہے اور ایک مثال و قانون قائم کرکے لوگوں کو جرائم سے روکنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب سزا سخت ہو کیوں کہ اگر سزا شدید ترین ہوگی تو مجرم جرم کرنے سے باز رہے گا وگرنہ مجرموں کا حوصلہ بلند ہوگا۔ آج بھی اگر ہم سزاؤں کے حوالہ سے انسانی تاریخ کا مطالعہ کریں اور مختلف ملکوں وقوموں کا جائزہ لیں تو واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو سزائیں اس کسوٹی ومعیار پر صادق نہیں آتیں، وہ نہ صرف اپنے آپ میں غیر موثر ولاحاصل ہیں بلکہ دوسری جانب مجرموں وگناہ گاروں کی بھی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور ملک وانسانی معاشرہ میں جرائم کو بھی بڑھاوا دیتی ہیں۔

اسلامی سزاؤں کے شدید ترین ہونے کے تعلق سے میں یہ بھی واضح کردوں کہ کوڑے لگانا، ہاتھ پیر کاٹنا اور سولی وسزائے موت دینا صرف جرائم کی سزا نہیں بلکہ درحقیقت قانون الٰہی کی خلاف ورزی کی سزا ہے کیوں کہ قانون بہت قیمتی وانمول ہوتا ہے۔ قانون کے تحفظ کے لیے سیکڑوں قتل کردیئے جاتے ہیں اسی لیے مذکورہ سزا کے حقدار مجرم اگر مال ودولت بھی دیں تب بھی سزا سے نہیں بچ سکتے۔ میں اس کو عقل وفہم کے اور قریب کردوں "ہندوستان میں قاتل، زانی، چور وغیرہ جرم چند منٹوں یا گھنٹوں میں کرتا ہے لیکن سزا اس کو سالوں سال کی دی جاتی ہے اس لئے کہ

اس نے دستور ہند کی مخالفت کی ہے۔ ہندوستانی قانون اور دھروهر (धरोहर) کے تحفظ کے لئے بے شمار خون کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ دیش کا قانون اور دھروهر سب سے مہان ہے اس پر مال و دولت ہی نہیں بلکہ جان وتن قربان ہے۔

حق یہ ہے کہ اسلامی قانون اگر ایک قاتل کا خاتمہ کرتا ہے تو سیکڑوں لوگوں کی جانوں کا مسیحا بن جاتا ہے۔ ایک زانی کو عبرت ناک سزا دیتا ہے تو ہماری بہت سی ماں، بہنوں کی عزت محفوظ کر دیتا ہے ایک رہزن یا ڈاکو کو سولی پر چڑھاتا ہے تو بہت سی بستیوں میں امن وامان پیدا کر دیتا ہے اور ایک چور کا ہاتھ کاٹتا ہے تو وہیں ہزاروں ہاتھوں کا محافظ بن جاتا ہے اور مال و دولت برباد ہونے سے بچاتا ہے۔ چنانچہ چوری جیسے جرمِ عظیم سے لوگوں کو بچانے اور چوری کی واردات سے ملکوں، شہروں اور لوگوں کو محفوظ و مامون رکھنے کے لئے خداوند قدوس نے اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرمایا:

"والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم"[۶]

(اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو، یہ بدلہ ہے ان کے کیے کا، اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص پہلی مرتبہ چوری کا ارتکاب کرے اور جرم ثابت ہو جائے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے، اگر دوسری مرتبہ چوری کا مرتکب ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور اگر تیسری مرتبہ پھر چوری کرے تو اس کو سزائے قید دی جائے۔ بشرطیکہ چوری کیے گئے مال کی قیمت چوتھائی دینار یا ڈھال یا تین درہم کے برابر ہو۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

"عن عائشة قال النبی ﷺ تقطع الید فی ربعِ دینارٍ فصاعدًا"[۷]

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا)۔

"عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت لم تقطع ید سارقٍ علیٰ عھدِ النبی ﷺ فی ادنیٰ من ثمنِ المجنّ ترسٍ او حجفةٍ و کان

كُلُ واحدٍ منهما ذاثمنٍ" [8]

(حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چمڑے کی یا دوسری ڈھال سے کم قیمت کی چوری پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک قیمتی ہوتی تھی۔)

"عن عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ قطع فی مجنٍ ثلاثة دراهم" [9]

(عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا اور اسکی قیمت (ان دنوں) تین درہم تھی۔)

مذکورہ بالا تینوں احادیث کو بخاری شریف میں چند روایوں کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے اور اسی مفہوم کی احادیث سنن ابوداؤد شریف اور سنن ابن ماجہ شریف میں کئی کئی راویوں کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں۔ [10] بظاہر تینوں احادیث میں چوری کے مال و قیمت کی تین مقدار و معیار بیان کئے گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں کیوں کہ اس زمانے میں مذکورہ تینوں اشیاء تقریباً ایک ہی جیسی قیمت رکھتی تھیں۔ اس کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس تحقیق و تشریح سے بھی ہوتی ہے کہ:

"اصل یہ ہے کہ یہ تینوں مقداریں آپ کے زمانے میں ایک چیز پر منطبق تھیں پھر آپ کے بعد اختلاف ہوا۔ بعض ربع دینار کے قائل ہوئے، بعض تین درہم کے اور بعض نے اس مقدار کا اس طرح پر انضباط کیا کہ ان دونوں مقداروں میں کسی مقدار تک مال پہنچ جائے۔ اور میرے نزدیک یہی ظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادنیٰ و اعلیٰ چیز میں فرق کر کے مقرر فرمایا ہے کیونکہ مختلف شہروں میں ایک چیز کا بھاؤ مختلف ہوتا ہے۔" [11]

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا قیمت یا مقدار کا مال چرانے پر چور قطع ید کی سزا کا حقدار ہوگا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ صرف ایک بار چوری کرے اگر بار بار یا چند بار چوری کرتا ہے تو پھر اس کا حکم شریعت اسلامی کی رو سے اس طرح ہے کہ:

"عن علیٍ قال اذا سرق السارق قطعت یده الیمنیٰ فان عاد قطعت

رجله الیسریٰ فان عاد ضمن السجن حتیٰ یحدث خیراً انی لاستحی من اللہ ان ادعاء لیست لہ یدیأ کل بھا و لیستنجی بھا و رجل یمشی علیھا" [۱۲]

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب چور نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اگر وہ دوسری بار چوری کا مرتکب ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے اور اگر وہ تیسری مرتبہ چوری کرے تو اس کو قید میں ڈالا جائے یہاں تک کہ وہ سیدھی راہ پر آجائے۔ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس کا ایک ہاتھ بھی نہ ہو کہ وہ کھائے اور استنجا کرے اور ایک پاؤں نہ ہو کے چلے)۔

"عن مکحول انّ عمر قال: اذا سرق فاقطعوا یده ثم انّ عاد فاقطعوا رجله و لاتقطعوا یده الاخریٰ و ذروہٗ یاکل بھا الطعام و یستنجی بھا من الغائط و لکن احبسواہ عن المسلمین" [۱۳]

(حضرت مکحول سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا جب چور چوری کرے تو تم اس کے ہاتھ کو کاٹ دو پھر دوسری مرتبہ چوری کرے تو تم اس کے پاؤں (بایاں) کو کاٹ دو اور تم اس کے دوسرے (بائیں) ہاتھ کو نہ کاٹو اور اس کو چھوڑ دو جس کے ساتھ وہ کھانا کھائے اور استنجا کرے لیکن تم اسکو مسلمانوں سے جدا رکھو یعنی قید کردو)۔

انہیں سے ملتی جلتی روایات "مصنف عبدالرزاق باب قطع السارق، بیہقی کتاب السرقہ اور سنن ابی داؤد باب السارق یسرق مراراً" کے تحت بیان کی گئیں ہیں۔ [۱۴]

سزاؤں کے یہ وہ احکام ہیں جو حدیث شریف میں بیان کردہ مقدار و قیمت کا مال چرانے پر نافذ ہوں گے لیکن جب چوری کی مقدار قطع ید کے نصاب سے کم ہو تو اس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق مال مسروقہ کا دو چند تاوان ادا کرنے کے ساتھ مناسب سزا بھی دی جائے۔ جس کی حکمت یہ ہے کہ جرم کا خاتمہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مجرم کو جسمانی اور مالی دونوں قسم کی سزا دی جائے۔ کیوں کہ کبھی جسمانی سزا زیادہ متاثر ہوتی ہے تو کبھی مالی سزا بہت

زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ [۱۵]

مذکورہ بالا جملہ احکام وقوانین سرقہ وچوری سے متعلق ہیں لیکن اگر کوئی شخص رہزنی وڈاکہ زنی کرتا ہے۔ زمین میں آتنک اور فساد برپا کرتا ہے تو اس کے لیے اسلام نے چوری سے زیادہ سخت سزا مقرر کی ہے۔ کیونکہ ہر ذی عقل بخوبی اس بات سے واقف ہے کہ رہزنی، ڈاکہ زنی اور فساد چوری سے حد درجہ زیادہ سنگین جرم ہے۔ لہٰذا ارشاد خداوندی ہے کہ:

"اِنما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلّبوا او تقطّع ایدھم و ارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الآخرہ عذاب عظیم" [۱۶]

(وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے ختم کر دیئے جائیں۔ یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب۔)

اس آیت کریمہ میں محاربین یعنی اللہ ورسول سے لڑنے والوں اور ملک میں فساد برپا کرنے والوں سے مراد تفسیر واحادیث شریف کی روشنی میں وہ ہتھیار بند گروہ ہے جو خوب تیار ہو کر مسلمانوں کو لوٹنے کے لئے ان کے ٹھکانوں، قافلوں، تجارت گاہوں وغیرہ پر حملہ کرتے ہیں اور یہ حکم ہر اس گروہ کا ہے جو ایسی حرکت کرے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ ڈاکو اور رہزن بھی چونکہ مال لوٹنے کے لئے حملہ آور ہوتے ہیں اور بڑی بے باکی سے لڑنے مرنے کو تیار ہوتے ہیں اس لئے ان کی بھی یہی سزا ہے۔

انسانی معاشرہ کی امن وسلامتی اور ملک کی خوشحالی وترقی چونکہ اسلام کا بنیادی مقصد ہے اس لئے قرآن نے فرمان جاری کیا کہ ایسے لوگوں کو عبرت ناک سزا دو۔ کیوں کہ چوروں سے تو انسان اپنے مال کو کسی نہ کسی طرح محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن ڈاکو، رہزن اور فسادی کے شر سے محفوظ رہنا اور انکے ظلم سے نجات پانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے عقلمندی اسی میں ہے کہ ہر وہ شدید ترین سزا ان

پر نافذ کی جائے کہ جس سے پوری انسانی قوم اور ملک ان کے شر وفساد سے محفوظ و مامون ہو سکے۔

آیتِ کریمہ میں ہتھیار بند گروہ اور فساد برپا کرنے والوں کے لئے چار سزائیں مقرر کی گئیں ہیں (۱) قتل (۲) سولی (۳) دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے (۴) یا قید کر دیا جائے۔ مفسرین و محدثین فرماتے ہیں یہ کام اور ذمہ داری اسلامی ریاست کے حاکموں و قاضیوں کی ہے کہ جرم کی نوعیت کے لحاظ سے سزا کا تعین کریں۔ اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو وہ قتل کئے جائیں گے اور قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا تو سولی دیئے جائیں گے اور اگر صرف مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر صرف دہشت گردی کی نہ کسی کو قتل کیا نہ مال لوٹا تو انہیں قید کیا جائے گا یعنی حاکم شرع کی صواب دید پر ان کا فیصلہ جاری ہوگا۔ ۱۷

رہزنی و فساد مچانے والوں کے لئے قرآن کریم نے جو شدید ترین سزائیں تجویز کی ہیں ان کی وضاحت و تشریح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف، سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں مختلف رواۃ کے حوالہ سے حدیث شریف مروی ہے:

"عن انس رضی اللہ عنہ قال قدم علی النبی ﷺ نفر من عکلٍ فاسلموا فاحتوواالمدینہ فامرھم ان یاتوا ابل الصدقۃ فیشربوا من ابوالھا و البانھا ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتھا و استاقوا فبعث فی اٰثارھم فاتی بھم فقطع ایدیھم وارجلھم و سمل اعینھم ثم لم یحسمھم حتیٰ ماتوا" ۱۸

(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عُکل کے کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ انہیں مدینہ منورہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو آپ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں صدقہ کے اونٹ دے جائیں جن کا یہ پیشاب اور دودھ ملا کر پئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تندرست ہو گئے پھر تو وہ مرتد ہو گئے اور حضور کے چرواہے کو قتل کر کے جانوروں کو بھگا کر لے گئے۔ حضور نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے جو انہیں پکڑ لے آئے پس ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں نکال دی

گئیں پھران کی مرہم پٹی نہیں کی گئی یہاں تک کہ وہ مر گئے)۔

ظاہر ہے کہ جرم بہت سنگین تھا اس لئے سزا بھی شدید ترین نافذ کی گئی۔ چوری ور ہزنی کی سزاؤں کے سلسلے میں ایک بات اور ذہن نشیں رہے کہ اس میں کسی کی سفارش قابل قبول نہیں ہوگی اور نہ ہی اعلیٰ وادنیٰ اور امیر وغریب کا فرق دیکھا جائے گا بلکہ اسلامی شریعت کے مطابق بہت ہی دیانت داری وانصاف کے ساتھ سب کے لئے یکساں فیصلہ لازمی ہوگا۔ چنانچہ صحاح ستہ ودیگر مستند کتب احادیث میں مذکور ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها انّ قریشاً اهمتهم المرأة المخزومية التی سرقت فقالوا من یکلم رسول الله ﷺ و من یجتریٔ علیه الاّ أسامه حبُ رسول الله ﷺ فکلم رسول الله ﷺ فقال: اتشفع فی حدٍّ من حدود الله؟ ثم قام فخطب قال: یا ایها الناس انما ضل من قبلکم انهم کانو اذا سرق الشریف ترکوه واذا سرق الضعیف فیهم اقامو علیه الحدوایم الله لو انّ فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمّد یدها" [19]

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملہ نے بڑا پریشان کیا جس نے چوری کی تھی۔ کہنے لگے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون گفتگو کرے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لاڈلے حضرت اُسامہ کے سوا کون جرأت کر سکتا ہے چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کی حدود میں ایک حد کے متعلق سفارش کرتے ہو۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگوں! تم سے پہلے لوگ اسی لئے گمراہ ہوئے کہ جب کوئی مالدار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کا بھی ہاتھ ضرور کاٹ دیتا۔)

حوالہ جات

(۱) سورۃ النساء، آیت ۲۹

(۲) سورۃ الانعام آیت ۱۵۱

(۳) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، باب ظہر المومن، حدیث ۱۶۸۹

(۴) صحیح بخاری شریف، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم، حدیث ۱۸۰۶

(۵) سنن ابن ماجہ شریف، باب من قتل معاهداً حدیث ۲۶۱ ۴ تا ۲۶۴ ۴

(۶) سورۃ المائدہ، آیت ۳۸

(۷) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ والسارق والسارقۃ، حدیث ۱۶۹۳

(۸) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۶۹۶ / ۱۶۹۸

(۹) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۷۰۰ / ۱۷۰۱ / ۱۷۰۲ / ۱۷۰۳

(۱۰) سنن ابی داؤد کتاب الحدود، باب ما یقطع فیہ السارق، حدیث ۹۷۹ تا ۹۸۲،
سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، حدیث ۳۵۸ / ۳۵۹ / ۳۶۰

(۱۱) الحجۃ اللہ البالغہ (اردو) دوم ص ۶۵۲

(۱۲) کتاب الآثار، باب حد من قطع الطریق اوسق ص ۱۰۹

(۱۳) مصنف ابن ابی اشیبہ ج۔ ۹ کتاب الحدود ص ۵۱۰

(۱۴) مصنف عبدالرزاق ج ۱۰، باب قطع السارق ص ۱۸۶، بیہقی ج ۸،
کتاب السرقہ، ص ۲۷۵

〃 سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب السارق یسرق مدارًا حدیث نمبر ۱۰۰۴

(۱۵) الحجۃ اللہ البالغہ دوم (اردو) ص ۶۵۳ ۔ ۶۵۴

(۱۶) القرآن ۔ سورۂ المائدہ آیت ۳۳

(۱۷) الحجۃ اللہ البالغہ دوم (اردو) ص ۶۵۵ ، اسلام اور امن عالم ص ۲۶۴

(۱۸) صحیح بخاری شریف، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۰۷ تا ۱۷۱۰،

سنن ابی داؤد کتاب الحدود، حدیث ۹۵۹ تا ۹۶۵،

" سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، حدیث ۳۵۲

(۱۹) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۶۹۱، ۱۶۹۲،

سنن ابی داؤد کتاب الحدود، حدیث ۹۶۸، سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، حدیث ۳۲۰، ۳۲۱

☆☆☆☆

ہندو دھرم میں چوری ورہزنی کی سزا

اسلام میں سرقہ یعنی چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا اور رہزنی وڈاکہ زنی کی مختلف عبرت ناک سزائیں مقرر کی گئیں ہیں، جیسے قتل کرنا، سولی پر چڑھانا اور ہاتھ پیر کاٹنا وغیرہ۔ چوروں اور رہزنوں کے لئے اتنی سخت سزاؤں کا یہ تصور ونظام صرف اسلام کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے، قدیم ہندودھرم کے اندر بھی یہ نظام وتصور پایا جاتا ہے۔ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم شاستروں نے بھی چوروں ورہزنوں کے لئے سخت سے سخت عبرتناک سزائیں تجویز کی ہیں جن میں سے بعض سزائیں اسلامی سزاؤں سے کافی حدتک ملتی جلتی نظر آتی ہیں اور بعض بالکل جدا نظر آتی ہیں۔

قدیم ہندو دھرم شاستروں کے مطابق چوری کرنے والوں کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں(۱)तस्कर(۲) स्तेन या स्तेय۔تسکر (तस्कर) وہ ہے جو علی الاعلان چوری کرتا ہے اور استین (स्तेन) وہ ہے جو مال ودولت کو خفیہ طور پر اُٹھالے جاتا ہے۔ یعنی دن کے اُجالے یا رات کے اندھیرے میں سوتے ہوئے یا بے خبر لوگوں کے کسی سامان یا مال کو چُرالے جانے والے کو استے (स्तेय) کہتے ہیں۔ چوری کی گئی چیز وسامان کے مطابق یہ تین قسم کا ہوتا ہے (۱) معمولی (साधारण) (۲) درمیانی ۳ (मध्यम) خطرناک (गम्भीर)۔ مٹی کے برتن، چارپائی، لکڑی، کھال، گھاس، دال اور طعام کا چرانا معمولی قسم کی چوری کے ضمن میں آتا ہے اور تانبا، پیتل، لوہا، بھینس، بکری، ریشم کے علاوہ کپڑے اور چاول وغیرہ کی چوری درمیانی قسم کی چوری اور سونے کے زیورات، ریشم کے کپڑے، عورتیں، مرد پالتو چوپائے، ہاتھی گھوڑے اور برہمنوں یا مندروں کے مال وغیرہ کی چوری خطرناک وعظیم چوری کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے۔[1]

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ دھرم شاستروں نے چوری کرنے والوں کی دو مشہور اقسام

اور بیان کی ہیں (۱) ظاہری و کھلے چور (۲) خفیہ و پوشیدہ (गुप्त) چور۔ غلط ترازو اور اوزان والے تاجر، جواری، نقلی حکیم، رشوت خور، طوائف، دلال، نقلی اشیاء کے تاجر، پیشن گوئی کرنے والے اور جھوٹے گواہ وغیرہ ظاہری و کھلے چور بیان کئے گئے ہیں اور جو خفیہ طریقے سے نقب زنی والے ہتھیار، یا دیگر ہتھیار لیکر گھومتے ہیں ان کو خفیہ تسکر و چور کہا جاتا ہے۔ اس کی نو ۹ اقسام ہیں (۱) اُچکا جو کسی دوسرے کام میں مصروف شخص کا سامان اُٹھا لیتا ہے۔ (۲) نقب لگانے والا (۳) مسافروں کو لوٹنے والا (۴) پاکٹ مار (۵) عورت چور (۶) مرد چور (۷) جانور چور (۸) گھوڑا چور (۹) اور دیگر جانوروں کا چور لٹیرا۔ ۲

مختصر یہ کہ ظاہری چور و رہزن ہو یا خفیہ و پوشیدہ ہر قسم کے مجرم و چور کے لئے ھندو دھرم گرنتھوں نے مختلف اقسام کی سزائیں بیان کی ہیں اور یہ سزائیں و دنڈ (दण्ड) چوروں و رہزنوں کو جرم و گناہ کے بڑے یا چھوٹے، ادنیٰ یا اعلیٰ ہونے کے حساب سے ملتا ہے نہ کہ انکی دولت و جائیداد کے حساب سے۔ چنانچہ مختلف چوروں و رہزنوں کی سزا بیان کرتے ہوئے منومہاراج کہتے ہیں:

ये तत्र नो पसर्पेयुर्मू लप्रणिहिताश्च ये।

तान्प्रसहय नृप्रो हन्यात्समित्रज्ञातिबान्धवान्।। ۳

(جو چور جاسوس و خفیہ پولیس کے ساتھ نہ آئیں یا خفیہ پولیس کو جان کر ہوشیار ہو جائیں، تو راجہ خفیہ پولیس کے ذریعہ انکی نقل و حرکت کا پتہ لگا کر انہیں انکے دوست، خاندان اور بھائیوں کے ساتھ گرفتار کرا کے قتل کر ڈالے۔)

न होदेन बिना चौरं घातयेद्धार्मिको नृप:।

सहोढं सोपकरणं घातयेद विचारयन्।। ۴

(راجہ بنا ثبوت کے شک کی بناء پر چور کا قتل نہ کرے، چوری کا مکمل ثبوت پا جانے پر بنا غور و خوض کئے اس کا ہاتھ کٹوالے یا سولی دے دے۔)

संधि द्दित्वा तु ये चौर्यं रात्रौ कुर्वन्ति तस्करा:

तेषां छित्वा नृपो हस्तौ तीक्ष्णे शूले नि वेशयेत्। । ۵

(جو چور رات میں نقب لگا کر چوری کرتے ہیں راجہ ان

چوروں کے ہاتھوں کو کٹوا کر تیج سولی (तेजशूली) پر چڑھادے)

अंगुली गान्थिभेदस्य छेदयेत्प्रथमे ग्रहे।

द्वितीय हस्तचरणा तृतीये बधमर्हति।। ۶

(کسی چیز میں بندھے ہوئے سامان کی گانٹھ کھول کر چُرانے والے چور کی پہلی بار کے جرم میں راجہ اس کی انگلیوں کو کٹوادے، دوسری بار ہاتھ پاؤں کٹوادے اور تیسری بار میں قتل کرنے کے لائق ہوتا ہے۔)

कोष्ठागारायुधागारदेवतागार भेदकान।

हस्त्यश्व रयं हत्हदृश्च हन्या देवा विचारयन्।। ۷

(خزانہ، اسلحہ خانہ اور مندر کو برباد کرنے والوں کو اور ہاتھی، گھوڑا اور رتھ چرانے والوں کو راجہ بنا سوچے سزائے موت دے)

सर्वकण्टकपापिष्ठं हेमकारं तु पार्थिव:।

प्रवर्तमान मन्याये छेदयेल्लवश: क्षुरै:।। ۸

(سبھی طرح کے کاٹنے لائق پاپیوں میں مہاپاپی سنار ہوتے ہیں اگر وہ بے ایمانی میں مصروف ہوں تو راجہ چھرے سے انکے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دے۔)

منواسمرتی (मनुस्मृति) ادھیائے ۹ کے علاوہ ادھیائے ۸ میں بھی منو مہاراج نے چوروں ور ہزنوں کی سزا کے کچھ احکام بیان فرمائے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

उपद्यभिश्च य: कश्चित्परद्रव्यं हरेन्नर:।

ससहाय: स हन्तव्य: प्रकाशं विविधैर्वधै:।। ۹

(جو شخص دوسرے کے مال کو فریب دیکر غصب کرتا ہے راجہ اس کو اور اس کے مددگاروں کو بہت سے لوگوں کے سامنے مختلف قسم کی جسمانی تکالیف دیکر مارڈالے)۔

धान्यं दशभ्य: कुम्भेभ्यो हरतोऽभ्याधिकं बद्य:।

शेषेडप्येकादशगुणं दाप्यस्तस्य च तद्धनम्।।۱۰

(دس گھڑے دھان سے زیادہ چرانے پر چرانے والے کوسزائے موت دینا چاہیئے اوراس سے کم چرانے پر جتنا چرائے اس کا گیارہ گنا راجہ کو ڈنڈ دے اور دھان والے کو دھان واپس کردے۔)

तथा धरिममेयानां शतादभ्यधिके वद्य:।

सुवर्णरजतादीनामुत्तमानां च वाससाम्।। ١١

(ٹھیک ناپ تول نہ کرنے والے، سونا چاندی وغیرہ اور عمدہ کپڑے اور ۱۰۰ سے زیادہ چوپائے، جانور چرانے پر راجہ چور کوسزائے موت دے۔)

पन्चाशतस्त्वभ्याधिके हस्तच्छेदनभिष्यते।

शेषेत्वेकाद शगुणं मूल्यादण्डं प्रकल्पयेत्।। ١٢

(گنتی میں ا سے ۵۰ تک چرانے پر قیمت کا گیارہ گنا ڈنڈ کرے اور ۲۰ سے ۱۰۰ تک چوری کرنے پر راجہ اس کو ہاتھ کاٹ لینے کا ڈنڈ دے۔)

पुरुषाणां कुलीनानां नारीणां च विशेषत:।

मुख्यानां चैव रत्नानां हरणे वधमर्हति।। ١٣

(عالی نسب (कुलीन) مردوں کو خاص طور سے اعلیٰ خاندان کی عورتوں کو اور قیمتی جواہرات چرانے والے کو سزائے موت دینی چاہئے)

महापशुनां हरणे शस्त्राणामौषधस्य च।

कालमासष्य कार्यं च दण्डं राजा प्रकल्येत्।। ١٤

(اعلیٰ جانور ہاتھی، گھوڑا وغیرہ ہتھیار اور دوا کے چرانے پر وقت اور کام کو دیکھ کر راجہ ڈنڈ کا انتظام کرے)

गोषु ब्राहमणसंस्थासु छुरिकायाश्च भेदने।

पशुनां हरणे चैव सद्य: कार्योऽर्धपादिक:।। ١٥

(برہمن کی گایوں کو چرانے، بانجھ گائے کے ناتھنے اور چوپایوں کے چرانے پر راجہ فوراً چور کا آدھا پاؤں کٹواڈالے۔)

प्रणष्टाधिगतं द्रवयं तिष्ठेधुक्तैरै। धिष्ठितम्।

यांसतत्र चौरान्गृहणी यात्तानराजेभेन घातयेत्। ۱۶

(کسی کا برباد شدہ مال (राजपुरुषों) حاکموں وافسروں کے ذریعہ حاصل ہو تو راجہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھوادے۔ اور اس سامان کے ساتھ جو چور پکڑے جائیں انہیں ہاتھی سے کچلوادے)

منومہاراج نے جو سخت سزائیں چوروں کے لئے مقرر کی ہیں وہی انکے معاونین و مددگار کے لئے بھی بیان کی ہیں کہتے ہیں کہ:

अग्निदांभक्तदां श्चैव तथा शास्त्रावकाशदान्।

संनिधातृंश्च मोषस्य हन्याच्चौरभिकेश्वर:।। ۱۷

(چوروں کو آگ، طعام، اسلحہ اور آرام کرنے کی جگہ دینے والے کو راجہ چور ہی کی طرح سزا (दण्ड) دے)

اسی طرح ادھیائے ۹ کے اشلوک نمبر ۲۷۹ اور ۲۸۴ میں تالاب وغیرہ کو برباد کرنے والے اور نقلی حکیموں کے لئے پانی میں غرق کرنے اور سزائے موت دینے کی بات کہی گئی ہے اور بعض دیگر جرائم کے ارتکاب میں بھی سزائے موت کا حکم دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ چوری ورہزنی کے بعض امور میں انکی نوعیت وکیفیت کے اعتبار سے مالی ڈنڈ ومالی جرمانہ ادا کرنے کی سزائیں بھی مقرر کی گئیں ہیں جو کہ کافی سہل وآسان ہیں۔ چنانچہ منواسمرتی ادھیائے ۸ (अध्याय-8) اشلوک ۹ میں حکم دیا گیا ہے:

"جو کنویں کی رتی یا راہ گیروں کے پانی پینے کا برتن یا گھڑا چراتا ہے یا پیاؤ (प्याऊ) کو برباد کرتا ہے تو راجہ اس کو ایک ماشہ سونا ڈنڈ کرے اور جو شخص جو چیز چرا کرلے جائے وہ یا اس کے بدلے میں ویسی ہی دوسری چیز وہاں رکھدے۔"

اسی ادھیائے ۸ کے اشلوک ۳۲۵ تا ۳۳۰ میں بیان کیا گیا ہے:

"سوت، کپاس، شراب بنانے کی اشیا، گوبر، گوڑ، دہی، دودھ، چھاچھ، پانی، بانس کی ٹوکری وغیرہ، نمک، مٹی کے برتن، مٹی، راکھ، مچھلی، چڑیا، تیل، گھی، گوشت، شہد، چوپائے کا چمڑا،

سینگ وغیرہ، شراب، چاول پکا ہوا کھانا، اور ایسی ہی دوسری معمولی اشیاء کے چرانے پر ان کی قیمت کا دوگنا دنڈ کرنا چاہیے۔ پھول، کھیت کے ہرے دھان، پیڑ پودھا (गुल्म) بیل، (लता) پیڑ اور مرد کے اُٹھانے لائق دوسری اشیاء چرانے پر پانچ ''कृष्णाल'' ڈنڈ کرنا چاہیے۔''

اسلامی شریعت و دستور کے مطابق اگر کوئی چوری ورہزنی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس میں اعلیٰ یا ادنیٰ، اشرف یا ارذل کی کوئی رعایت نہیں کی جاسکتی بلکہ بنا کسی خاص و عام یا مرتبے وعہدے کا لحاظ کیے سب پر یکساں حد جاری ہوگی لیکن یہ چیز ہندو دھرم کے قوانین میں نہیں۔ قدیم ھندو دھرم شاستروں کے مطابق دیگر معاملات کی طرح چوری ورہزنی کے جرائم میں بھی سزاؤں کے نفاذ میں اشرف و اعلیٰ اور ادنیٰ و ارذل طبقات و ذوات اور اقرب و ابعد کا لحاظ رکھنا ضروری و لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسمانی سخت سزائیں ہوں یا مالی سہل سزائیں سب کی سب ذات برادری اور قریبی وغیر قریبی کے نظام پر قائم ہیں منواسمرتی میں ہے کہ:

दशा स्थानानि दण्डस्य मनु: स्वायंभुवोऽब्रवीत्।

त्रिषु वर्णेषुयानि स्युरक्षतो ब्रह्मणो ब्रजेत्।। १८

(مہاراج منو نے دنڈ کے جو ۱۰ مقامات بیان کئے ہیں وہ تین ذات (۱) چھتری (क्षत्रि) (۲) ویش (वैश्य) (۳) شودر (शुद्र) کے لیے ہیں۔ برہمن کے لیے نہیں۔ برہمن کو راجہ بس ملک بدر کردے)

न जातु ब्रह्मणां हन्यात्सर्वपापेष्वपि स्थितम्।

राष्ट्रादेनं बहि: कुयत्सिभग्र धनमक्षतम्।। १९

(تمام قسم کے گناہ (पाप) کرنے پر بھی برہمن کا قتل نہ کریں، اس کو تمام دھن دولت کے ساتھ ملک بدر کردیں۔)

اس طرح برہمن کو کسی بھی جرم عظیم ومہاپاپ کے عوض سزا میں خصوصی رعایت فراہم کی گئی ہے جبکہ دیگر طبقات کے لیے مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ صاف طور پر حکم دیا گیا ہے کہ:

येन येन यथांगेन स्तेनो नृषु विचेष्टते।

तत्तदेव हरेत्तस्य प्रत्यादेशाय पार्थिव: ।। २०

(جس جس عضو (अंग) سے جیسے جیسے چور دوسرے کی چیز چرانے کی کوشش کرے راجہ اس کے اُس اُس عضو کو کٹواڈالے جس سے کہ وہ پھر چوری نہ کر سکے۔)

قدیم ہندو دھرم کے قوانین سزا میں یہ فرق صرف برہمن وغیر برہمن کی صورت میں نہیں ملتا بلکہ قربت ورشتے داری اور مالی سزاؤں میں ذات برادری کی بنیاد پر بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

परिपूतेष धान्येषु शाकमूलफलेषु च।

निरन्वये शतं दण्ड: सान्वयेऽर्धशतं दम:।। ٢١

(دھان، ساگ، مولی اور پھل چرانے والا اگر اپنے خاندان یا نسل (वंश) کا نہ ہو تو ایک سو پنٹر (पण) اور عزیز رشتے دار ہو تو اس سے پچاس پنٹر دنڈ لینا چاہیے۔)

अष्टाषाध तु शूद्रस्य स्तेये भवति किल्विषम।

षोशैव तु वैश्यस्य द्वात्रिं शत्क्षत्रिस्य च।।

ब्राह्मणस्य चतु:षष्टि: पूर्णवापि शंत भवेत।।

द्विगुणा वा चतु: षष्टिस्तद्दोषगुणविद्धि स:।। ٢٢

(چوری کی برائیوں کو جاننے والا شودر چوری کرے تو اس کو چوری کے مال کا آٹھ گنا، ویش (वैश्य) کو سولہا گنا، چھتری کو بتیس گنا اور برہمن کو چونسٹھ گنا یا سو گنا یا ایک سو اٹھائیس گنا دنڈ دینا چاہیے۔)

مختصر یہ کہ رہزنی اور چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے جیسی دیگر سخت سزاؤں کا تصور قدیم ہندو دھرم شاستروں میں بھی موجود ہے اگر چہ ذات برادری یا قربت ورشتے داری کی بنا پر ہی صحیح۔ اور یہ نظریہ صرف منواسمرتی کا نہیں بلکہ دیگر دھرم شاستروں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ نارد اسمرتی (नारद स्मृति) ادھیائے ۱۲/۷ / اشلوک ۲۱ / نے خاندانی مردوں، خاص طور سے عورتوں اور قیمتی معدنیات (धातु) کی چوری میں سزائے موت کا حکم دیا ہے۔ ویاس (व्यास) نے عورتوں کی چوری پر لوہے کے اوپر جلا کر مار ڈالنے اور مردوں کی چوری پر ہاتھ پیر کاٹ ڈالنے کا

ضابطہ وقانون پیش کیا ہے۔ یا گیہ ولکیہ (याज्ञ वल्क्य) اسمرتی ادھیائے ۲/اشلوک ۲۷۳/ نے دوسرے کو قیدی بنا لینے، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی چوری اور ظلم وتشدد سے دوسرے پر حملہ کرنے پر سولی پر چڑھانے کو کہا ہے۔ اسی طرح برہسپتی اسمرتی (बृहस्पति) میں رات میں نقب زنی (सैन्ध) لگانے والے کے ہاتھ کاٹ کر سولی پر چڑھا دینے کا اصول پیش کیا گیا ہے:

"सन्दिच्छेदकृतो ज्ञात्वा शूलमाग्राहयेत्प्रभुः।" ۲۳

چوری اور نقب زنی کرنے والوں کے علاوہ جیب کتروں کے پہلے گناہ وجرم پر یا گیہ ولکیہ اسمرتی (याज्ञ वल्क्य स्मृति) ادھیائے ۲/اشلوک ۲۷۴/اور وشنو دھرم سوتر (विष्णु धर्म सूत्र) ادھیائے ۶/اشلوک ۱۳۶/ نے انگوٹھا اور انگوٹھے کے پاس کی اُنگلی (तर्जनी) کاٹ لینے، دوسرے جرم و پاپ پر ہاتھ پیر کاٹ لینے اور تیسری بار جرم کرنے پر سزائے موت کا حکم دیا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ چور کو چوری کے سامان کی ادائیگی بھی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ نارد اسمرتی ۲۲/ ۲۴ (नारद स्मृति) کے مطابق معمولی چوری پر چوری کے سامان کی قیمت کا پانچ گنا دنڈ بھی بیان کیا گیا ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(1) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-256, 257, 258, 259, 260

धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0 824 अध्याय 24

(2) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0 825 अध्याय 24

(3) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-269

(4) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-270

(5) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-276

(6) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-277

(7) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-280

(8) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-292

(9) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-193

(10) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-320

(11) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-321

(12) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-322

(13) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-323

(14) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-324

(15) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-325

(16) मनुस्मृति अध्याय 8

(17) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक-278

(18) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-124

(19) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-380

(20) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-334

(21) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-331

(22) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-337-338

(23) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2 पृ0 825

اسلام میں ناجائز الزام و بہتان کی سزا اور احکام

اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام قرآن مجید اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرامین حدیث شریف کی روشنی میں دنیا کا ہر ایک مسلمان مرد و عورت بے گناہ ہے اور انتہائی اعلیٰ شرف و عزت کا حقدار ہے جب تک کے اس کے گناہ گار و مجرم ہونے کا یقینی و شرعی ثبوت نہ حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی پر بدگمانی کرنا، بے جا الزام لگانا، جھوٹی گواہی دینا اور بدگوئی کرنا شریعت اسلام کی رو سے سخت حرام ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ ۱

(اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيْبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ۔ ۲

(اے مسلمانو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو لاعلمی میں سزا نہ دے بیٹھو۔ پھر اپنے کیے پر افسوس کرتے رہ جاؤ۔)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۳

(اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا۔ ۴

(اے مسلمانو! زیادہ گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُبِيْناً ۵

(اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں۔ انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔)

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر ایک مسلمان کی عزت وعصمت بہت انمول ہے اس کو ناحق بہتان والزام یا جھوٹے عیب و بدگوئی کے ذریعہ داغدار کرنا اور ان کو تکلیف پہونچانا گناہ عظیم ہے۔ بلکہ اسی گناہ عظیم سے احتراز اور مسلمان کے ناموس وعزت کے تحفظ کے لیے زیادہ گمان ووہم اور عیب جوئی سے بھی منع کیا گیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اتنے واضح اور روشن فرامین واحکام بیان کرنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص بغیر کسی ثبوت وتحقیق کے بہتان یا الزام تراشی یا بدگوئی وعیب جوئی کے ذریعہ کسی کی عزت نفس وناموس انسانی سے کھلواڑ کرتا ہے تو جرم کی نوعیت وکیفیت کے لحاظ سے مجرم کے لیے اسلام نے سزا کا ایک مکمل آئین ودستور پیش کیا ہے۔ جن میں کچھ سزائیں ایسی ہیں کہ جنکا فیصلہ قاضی یا حاکم کی صواب دید پر ہے ان کو مقرر ومتعین نہیں کیا گیا ہے جن کو اسلامی اصطلاح میں تعزیر کہتے ہیں۔ اور کچھ سزائیں وہ ہیں کہ جن کو پہلے سے ہی متعین ومخصوص کر دیا گیا ہے حاکم یا قاضی کو ان میں اختیار نہیں دیا گیا ہے انہیں حدود کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے کسی نیک و پارسا مسلمان کو اے فاسق! اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مخنث، اے بد دیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دیوث، اے شرابی، اے جواری، اے سود خور، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے جیسے بیہودہ الفاظ کہ کر تکلیف پہونچائی اور اس کی توہین کی تو اس پر تعزیر واجب ہوگی۔ اور یہ سزا تین ۳ر سے انتالیس ۳۹ تک حسب تجویز قاضی یا حاکم کا شریعت کے مطابق کوڑے لگانا ہے۔[۶] لیکن اگر کوئی شخص کسی نیک وبے گناہ مسلمان پر زنا کاری وبدکاری کا الزام وبہتان لگاتا ہے اور شریعت اسلامی کے مطابق ثبوت وگواہ نہیں پیش کرتا ہے تو اس کے لیے اسلام نے ۸۰ کوڑوں اور ہمیشہ کے لیے اس کی شہادت قبول نہ کرنے کی سزا مقرر فرمائی ہے، جس کو حدّ قذف یعنی بہتان کی سزا کہا جاتا ہے۔

انسانی اقوام اور انسانی معاشرہ بلکہ ہر غیرت دار وشریف النفس شخص کے لیے عزت و ناموس بڑی قیمتی شئی ہوتی ہے جو حاصل بڑی محنت ومشقت سے ہوتی ہے لیکن رخصت بہت

آسانی سے ایک لمحے میں ہو جاتی ہے۔ اس لیے نیک و پارسا اور حساس حضرات کے لیے عزّت جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی بد بخت یا بیہودہ انسان اس بیش قیمت اور جان سے زیادہ عزیز عزّت و عصمت کو برباد کرنے کی کوشش کرے تو یقیناً یہ ایک جرم عظیم و بدترین گناہ ہونا چاہیے اور اسکی سزا بھی شدید سے شدید ہونی چاہیے۔ زنا کا ارتکاب کر کے بھی انسان کسی کی عزت کا جنازہ نکالتا ہے اور شرعی حقوق پامال کرتا ہے اور کسی پر ناحق بہتان و تہمت زنا لگا کر بھی انسان کسی کی عزت و ناموس کی دھجیاں اڑاتا ہے اور احکام الٰہی کی سخت خلاف ورزی کرتا ہے اس لیے زانی کیطرح تہمت زنا کے مجرم کے لیے بھی اسلام نے سخت سے سخت سزا مقرر کی ہے۔
چنانچہ اللہ رب العزت قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ ؎

(اور جو لوگ نیک و پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ ثبوت کے لیے نہ لائیں تو انہیں ۸۰ کوڑے مارو، اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ زنا کی تہمت اور بہتان عورتوں پر زیادہ لگائے جاتے ہیں اس لیے آیت کریمہ میں عورتوں کا خاص طور سے ذکر ہے وگرنہ یہی حکم مردوں کے لیے بھی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں زنا کی تہمت و الزام عائد کرنے والے کے لیے دو سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے (۱) ۸۰ کوڑے اور (۲) مردود الشہادۃ۔ پہلی قسم کی سزا جسمانی سزا کے دائرے میں آتی ہے اور دوسری سزا نفسانی زمرے میں اور دونوں سزاؤں کی تجویز کا مقصد یہ ہے کہ مجرم کو جسمانی اور نفسانی و ذہنی دونوں اعتبار سے تکلیف کا احساس ہو تا کہ پھر وہ کبھی یا کوئی دوسرا شخص اس طرح کے جرم کا ارتکاب نہ کر سکے جس طرح غیر شادی شدہ شخص کے زنا کے ارتکاب کی صورت میں اسلامی شریعت نے دو سزائیں مقرر کی ہیں اسی طرح اس کی مناسبت سے زنا کے الزام کی صورت میں بھی دو سزائیں تجویز کی ہیں۔ اگرچہ جرم و گناہ کی نوعیت کے لحاظ سے اس میں کچھ تخفیف کی گئی ہے۔ جسکی مصلحت بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقم طراز ہیں کہ:

”حدّ قذف کے لیے اسّی کوڑوں کی تعیین اس پر مبنی ہے کہ چونکہ زنا کی حد ۱۰۰ کوڑے ہے اس لیے یہ ضروری تھا کہ تہمت زنا کی سزا اس سے کچھ کم ہو، کیونکہ کسی فعل بد کی اشاعت اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا کہ اس کا ارتکاب ہے۔ یہ کمی بیس سے کم تر عدد میں نمایاں ہوسکتی ہے۔ بیس (۲۰)، سو (۱۰۰) کا پانچواں حصہ ہے اور اس لیے اس کو نمایاں کمی کہا جا سکتا ہے۔ قذف کی حد میں عدم قبول شہادت کا فلسفہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عقوبت کی دو قسمیں ہیں ایک جسمانی اور دوسری نفسانی۔ کامل سزا وہ ہے جو ان دونوں پر مشتمل ہو۔ ۸

مختصر یہ کہ قرآن پاک میں بہتان لگانے والے کے لیے دو سزائیں بیان کی گئی ہیں (۱) ۸۰ کوڑے لگانا (۲) ہمیشہ کے لیے شہادت کا مردود ہونا۔ یہ دونوں دُنیوی سزائیں ہیں انکے علاوہ کچھ اخروی سزائیں بھی بیان کی ہیں جن کو قرآن پاک اس طرح بیان کرتا ہے کہ:

”بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے اس دن اللہ انہیں ان کی سچّی سزا پوری دے گا اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے۔“ ۹

حدّ قذف کے تعلق سے چند باتیں اور قابل غور ہیں اور وہ یہ کہ یہ اسی صورت میں نافذ ہوگی جب کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ اس کا مطالبہ کرے یا فوت ہونے کی صورت میں اس کا بیٹا یا پوتا مطالبہ کرے۔ عدم مطالبہ کی صورت میں قاضی یا حکم پر حد قائم کرنا لازمی نہیں۔ اسی طرح اگر غلام نے اپنے مالک پر اور بیٹے نے باپ پر تہمت لگائی تب بھی حد جاری نہیں ہوگی۔ اور اگر غیر محصن کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر یا ایسے شخص کو جس کا زنا کرنا کبھی ثابت ہو تو اس پر بھی حدّ قذف ثابت نہ ہوگی بلکہ تعزیر ثابت ہوگی۔ ۱۰ اور جن الفاظ سے حد قذف لازم ہوتی ہے وہ اس طرح ہیں کہ:

”کسی کو صاف طور پر کہے ”اے زانی یا یہ کہے تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے اور اس کی ماں پارسا و نیک ہو تو ایسی صورت میں حد قذف ثابت ہو جائے گی۔ ۱۱

قدیم ہندو دھرم میں تہمت والزام کی سزا اور احکام

دین اسلام میں جس طرح انسان کی جان کی بے مثال قدر و قیمت ہے اسی طرح اسکے ناموس وعزتِ نفس کی بہت اہمیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے کسی پر ناجائز الزام یا بیہودہ بہتان لگانا گناہِ عظیم قرار دیا ہے اور انسانی ناموس وعزت نفس کے تحفظ کے لیے ۸۰ کوڑے اور عمر بھر کی شہادت نامقبول ہونے کی سزا متعین فرمائی ہے۔ تاکہ انسانی سماج کا کوئی فرد کسی کی عزت نفس سے کھلواڑ نہ کر سکے۔

ناجائز الزام و بے جا بہتان کے سلسلے میں جب ہم قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا یہ تصور بعض اختلافات کے ساتھ قدیم ہندو دھرم میں بھی موجود ہے لیکن گذشتہ معاملات و جرائم کی طرح تہمت والزام کی سزا و احکام کا بھی مکمل دستور ذات برادری کے نظام (CASTE SYSTEM) پر قائم ہے۔ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی انسان کی عزت اور اسکے ناموس کو کافی اہمیت دی گئی ہے اور اسکی حفاظت کے لیے سخت سے سخت قانون بھی پیش کیے گئے ہیں مگر یہ سب اعلیٰ واشرف ذات وطبقے کے افراد کے لیے مختص ہے ادنیٰ وارذل ذات وطبقے کے لیے کوئی عزت ومقام نہیں۔ انکی عزت وناموس سے کھلواڑ کے سدِ باب کے لیے کوئی سزا و قانون نہیں پیش کیا گیا ہے۔

ہندو دھرم شاستروں نے کسی کو گالی دینے، الزام لگانے، بیہودہ وگندی بات کہنے، کسی کی توہین کرنے یا اسکی عزت سے کھلواڑ کرنے اور ذہنی وقلبی تکلیف پہونچانے کو "वाक्पारुष्य एवं मान हानि" کے لفظوں سے بیان کیا ہے اور اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ وہ ہے جو کسی ملک، قوم، ذات، یا خاندان وغیرہ کے بارے میں اونچی آواز (उच्चघोष) سے گالی کی صورت میں کہا جائے اور جس سے کہے جانے والے انسان کو ذہنی تکلیف (मानसिक कष्ट) پہونچے اور اس کو جرم (अपराध) سا لگے یا جس کو لوگ نہ کہنے یا نہ کرنے کے لائق سمجھیں۔ [۱۲]

نارد اسمرتی (नारद स्मृति)، برہسپتی اسمرتی (बृहस्पति) اور بعض دیگر دھرم شاستروں کے مطابق "वाक्पारुष्य एवं मान हानि" کی تین اقسام ہیں۔ (1) निष्ठुर یعنی سب سے چھوٹا یا

کم درجے کا جیسے کسی کو بیوقوف (मूर्ख)، بدکار (दुष्ट) کہنا یا ملک، ذات اور خاندان کو گالی دینا۔
(2) अश्लील یعنی درمیانی جیسے گندی وتوہین آمیز بات کہنا یا ماں بہن سے حرام کاری کی گالی دینا
(3) =तीव्र سخت ترین جیسے خطرناک الزام لگانا یا کسی کو استاد و مرشد کے قتل اور شراب پینے کا گنہ گار بتلانا اور مہا پاپ جیسے زنا (व्यभिचार) و چوری وغیرہ کا الزام لگانا۔ ۱۳

مختصر یہ کہ اسمرتیوں و دھرم شاستروں میں مذکورہ بالا اقسام کے مرتکبین و مجرمین اور جنکو گالی دی جاتی ہے یا الزام لگایا جاتا ہے ان کو ذات کے مطابق سزا (दण्ड) تجویز کی ہے اور مختلف اقسام کی جسمانی و مالی آسان سے آسان اور سخت سے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے کہ:

शतं ब्राहमणाक्रुश्य क्षत्रियो दण्डर्महित।

वैश्योऽप्यर्धशतं द्वेवा शूद्रस्तु वधर्महति।। ۱۴

(برہمن کو چور، چنڈال وغیرہ سخت بات (कटुवचन) کہنے والے چھتری (क्षत्री) کو ایک سو پنٹر (पण)، ویش (वैश्य) کو ایک سو پچاس یا دو سو پنٹر مالی جرمانہ (दण्ड) کرے اور شودر (शूद्र) کو سزائے موت (प्राणदण्ड) دینی چاہئے۔)

पन्चाशद् ब्राहमणो दण्डय: क्षत्रियस्याभिशंसने।

वैश्ये स्यादर्धपन्चशाच्छूद्रे द्वादशको दम:।। ۱۵

(برہمن چھتری کو بیہودہ وسخت بات کہے تو پچاس پنٹر، ویش کو کہے تو ۲۵ پنٹر اور شودر کو کہے تو ۱۲/ دنڈ دینا چاہئے۔)

समवर्णे द्विजातीनां द्वादशैव व्यतिक्रमे।

वादेष्ववचनीयेषु तदेव द्विगुणं भवेत।। ۱۶

(برہمن چھتری اور ویش ان تینوں طبقوں و ذاتوں کے لوگ یعنی ایک ہی ذات (वर्ण) کے لوگ آپس میں اگر ایک دوسرے کو گندی وسخت بات کہیں تو ۱۲ پنٹر اور "अवाच्य वचन" بولیں تو مذکورہ بالا دنڈ کا دوگنا دنڈ دینا چاہئے۔)

एक जाति र्द्वि जातिस्तु वाचा दारुणया क्षिपन्।

जिहवाया: ग्राप्नुयाच्छेदं जघन्यप्रभवो हिस:।। १८

(شودر اگر برہمن، چھتری، ویش کو پاپی وغیرہ کہے یا سخت گندی بات کہے تو اس کو جیب کاٹنے کی سزا دینی چاہیئے کیوں کہ اس کی تخلیق ذلیل (जघन्य) مقام سے ہوئی ہے۔

नामजातिग्रंह स्वेषामभिद्रोहिणे कुर्वत:।

निक्षेप्योऽयोमय: शङकुर्ज्वलन्नास्ये दशांगुल:।।।८

(اگر شودر دشمنی سے برہمن وغیرہ(द्विजाति) کا نام اور ذات یا قبول کے لائق گندی بات کہے تو جلتی ہوئی دس اُنگل کی لوہے کی سلاخ اس کے منھ میں ڈال دینی چاہیے۔

मातरं पितरं जायां भ्रातरं तनयं गुरुम्।

आक्षरयञ्छतं दाप्य: पन्थानं चाददगुरो:।। १९

(جو ماں، باپ، زوجہ، بھائی، بیٹے اور استاد (गुरु) کو پاپ لگا کر ذلیل کرے اس کو ایک سو پنٹر (पण) ڈنڈ دینا چاہیے۔)

منو اسمرتی کے مذکورہ بالا اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ کسی پر گھناؤنا الزام و پاپ لگانے پر ہندو دھرم میں بھی سخت سزا کا قانون ہے۔ اسلام اور ہندو دھرم میں فرق یہ ہے کہ اسلام میں کسی پر زنا کا بہتان والزام لگانے کی صورت میں سزا کا حکم ہے جب کہ ھندو دھرم میں اس کے علاوہ گالی و بیہودہ اور گندی بات کہنے پر بھی سزا کا حکم ہے۔ اسلام میں زنا کے الزام و بہتان کی سزا مقرر ہے لیکن ھندو دھرم میں زنا یا گندی و بیہودہ بات کہنے کی کوئی ایک سزا مقرر نہیں۔ اسلام میں سب کے لیے ایک سزا ہے اس میں کسی کا کوئی امتیاز نہیں لیکن ھندو دھرم میں سزا کا نفاذ یہاں بھی اشرف و اعلیٰ ذات پر منحصر ہے۔ چنانچہ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

ब्राहमणक्षत्रियाभ्यां तु दण्ड: कार्यो विजानता।

ब्राहमणे साहस: पूर्व: क्षत्रिये त्वेव मध्यम:।। २०

(اگر برہمن، چھتری آپس میں پاپی وغیرہ کہ کر گالی دیں تو قانون داں حاکم برہمن کو اول درجہ کا اور چھتری کو درمیانی درجہ کا دنڈ کرے۔)

विद्शूद्रयो रेवमेव स्वजातिं प्रतितत्त्वतः।

छेदवर्जं ग्रणयनं दण्डस्येति विनिश्चय।। २१

(ویش اور شودر بھی اس طرح آپس میں گالی دیں تو مذکورہ دنڈ نافذ کریں۔یعنی ویش شودر کو گالی دے تو اس کو اوّل درجے کا اور شودر ویش کو گالی دے تو اس کو درمیانی درجے کا دنڈ کرے۔ایسے موقع پر شودر کی جیب نہ کاٹنا چاہیئے یہی دنڈ کا نظام ہے۔)

مختصر یہ کہ اسلام کی طرح ھندودھرم میں بھی الزام و بہتان وغیرہ پر مختلف سزاؤں کے اجرا کا حکم ہے اگر چہ اس کا نظام ذات برادری پر قائم ہے۔مردوں کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی عورت پر ناجائز الزام و بہتان عائد کرتا ہے تو اس پر بھی سزا کا حکم ہے۔چنانچہ منواسمرتی میں ہے کہ:

अकन्येति तु यः कन्यां ब्रूयादद्वेषेण मानवः।

सशतं प्राप्तुयाद्दण्ड तस्यादोषमदर्शयन्।। २२

(جو کوئی حسد سے لڑکی کو عزّت وعصمت کی بربادی (क्षतयोनि) کا جھوٹا عیب والزام لگائے تو راجہ لڑکی کے عیب پر کچھ غور نہ کرے اور الزام وعیب لگانے والے پر سو پنٹر (100 पण) کا جرمانہ کرے۔

☆☆☆☆
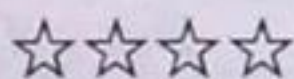
حوالہ جات

۱۔ سورۃ الحج آیت ۳۰

۲۔ سورۃ الحجرات آیت ۶

۳۔ سورۃ النساء آیت ۱۴۸

۴۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۲

۵۔ سورۃ الاحزاب آیت ۵۸

۶۔ سورۃ النور تفسیر آیت ۴

۷۔ سورۃ النور، آیت: ۴ تفسیر خزائن العرفان بر کنزالایمان

۸۔ حجۃ اللہ البالغہ (اردو) صفحہ ۶۴۹

۹۔ سورۃ النور آیت ۲۳ تا ۲۵

۱۰۔ سورۃ النور آیت ۴ تفسیر خزائن العرفان بر کنزالایمان

۱۱۔ سورۃ النور آیت ۴ تفسیر خزائن العرفان بر کنزالایمان

۱۲۔ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2, पृष्ठ 820

۱۳۔ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2, पृ. 819 ,नारद स्मृति (18-2,3)

۱۴۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-267

۱۵۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-268

۱۶۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-269

۱۷۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-270

۱۸۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-271

۱۹۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-275

۲۰۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-276

۲۱۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-277

۲۲۔ मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक-225

اسلام میں شراب وجوئے کی سزا واحکام

اسلامی نقطۂ نظر سے شراب اُم الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے جس کے سبب انسان کی عقل بے کار ہو جاتی ہے۔ خرابیٔ عقل کی صورت میں شراب کا مرتکب نہ صرف اپنا یا اپنے اہل خانہ کا بلکہ بسا اوقات انسانی معاشرہ کا اطمینان وسکون اور امن وامان بھی غارت کر دیتا ہے۔ اسلام چوں کہ ایک اچھا مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ دنیائے انسانیت کے لیے ایک بہترین نظامِ زندگی بھی فراہم کرتا ہے اس لیے اس نے صالح وپُرامن انسانی معاشرہ کی تشکیل اور نوعِ انسانی کے ہر فرد کی کامیابی وسلامتی کے لیے شراب کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے مجرم کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ انسانی معاشرہ یا عام انفرادی انسانی زندگی کا امن وسکون قائم رہ سکے۔

شراب کو قرآن وحدیث میں "خَمْرٌ" کہا گیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں ڈھانپ دینا، چھپا دینا اور کسی شی میں خلط ملط ہو کر خلل کا باعث ہونا۔ اور شراب کے لغوی معنی ہیں پینے کی چیز۔ چوں کہ مشہور شراب جو پی جاتی ہے وہ بھی انسانی عقل وحواس پر چھا جاتی ہے اور عقل میں خلل کا باعث بنتی ہے اس لیے اس کو "خَمْرٌ" کا نام دیا گیا ہے۔[1]

شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں ہر نشہ لانے والی شیٔ شراب وخمر کے دائرے میں آتی ہے، جو کسی بھی قسم کی ہو بہر حال وہ حرام ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

"اَنَّ عَائشه قَالَتْ سُئِلَ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البتع فقال: كل شراب اَسكَرَ فَهُوَ حَرَام۔[2]

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تبع کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا کہ ہر شراب جو نشہ لائے وہ حرام ہے)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ:

"عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ کل سکر خمر و کل خمر حرام"[3]

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔)

"عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ کل مسکرٍ حرام وما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام"[4]

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شئی نشے لائے تھوڑی ہو یا زیادہ سب حرام ہے۔)

"عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام"[5]

(حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کا کثیر حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا حصہ بھی حرام ہے۔)

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز مست کر دے، عقل بگاڑ دے اور نشہ لائے وہی شراب وخمر ہے جو کثیر ہو یا قلیل بہر صورت حرام ہے۔ چاہے وہ انگور کی بنی ہو یا کھجور کی، شہد کی بنی ہو یا گیہوں کی، جو کی بنی ہو یا باجرے کی، انجیر کی بنی ہو یا کسی درخت کے عرق کی اور تاڑھ سے بنائی گئی ہو یا بھنگ یا کسی گھاس وغیرہ سے۔ صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث میں ہے کہ:

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال عمر علی المنبر فقال: اما بعد نزل تحریم الخمر و ھی من خمسۃ العنب والتمر والعسل والحنطۃ والشعیر والخمر ما خامر العقل"[6]

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اما بعد: شراب کی حرمت نازل ہو چکی اور وہ پانچ قسم کی ہوتی ہے انگور کی، کھجوروں کی، شہد کی، گندم کی، اور جو کی۔ خمر (شراب)

وہ ہے جو عقل وخرد کو بے کار کردے۔)

"ان نعمان بن بشیر قال سمعتُ رسول اللہ ﷺ یقول ان الخمر من العصیر والزبیب والتمر والحنطة والشعیر والذرة وانی نهکم عن کل مسکرٍ"[7]

(حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے شراب انگور کے شیرے سے ہوتی ہے اور سوکھے انگور سے اور کھجور سے اور گیہوں اور جو سے اور کنگنی سے اور میں تم کو منع کرتا ہوں ہر ایک نشہ والی چیز سے۔)

اسی سے ملتی جلتی احادیث شریف سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں تفصیل کے لیئے مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔[8]

مختصر یہ کہ ہر نشہ اور شراب چاہے وہ کسی شئے سے بنائی گئی ہو عام ازیں کہ کثیر ہو یا قلیل اسلام میں حرام وناپاک ہے۔

ابتدائے اسلام میں اہل عرب بڑی کثرت سے شراب پیتے تھے اور شراب کے انتہائی شوقین وخوگر تھے۔ عام طور سے گھروں میں شراب کے مٹکے وبرتن بھرے رہتے تھے۔ جس سے مرد وعورت، نوجوان وبزرگ سبھی مست ولطف اندوز ہوتے تھے ظاہر ہے کہ شراب نوشی وے خواری کے ایسے سنگین حالات ومخدوش فضا میں شراب کی حرمت پر یکا یک حکم نافذ کیا جاتا تو وہ زیادہ کارگر اور متاثر نہیں ہوتا اس لیئے اسلام نے بڑی مصلحت کے ساتھ اچانک کوئی حکم جاری نہیں کیا بلکہ بتدریج اسکے استعمال پر قدغن لگایا اور اس کو حرام وناپاک قرار دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے اللہ رب العلمین نے قرآن پاک میں حکم دیا کہ:

"یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما"[9]

(تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ انکے نفع سے بڑا ہے۔)

شراب اور جوئے سے بظاہر یہ فائدہ ہے کہ اس کے پینے سے کچھ سرور ہوتا ہے یا اسکی تجارت سے فائدہ اور جوئے میں کچھ مفت کا مال ہاتھ آتا ہے لیکن حقیقت میں کتنا بڑا نقصان و خسارہ ہوتا ہے، کتنا عظیم گناہ ہوتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ عقل کا زوال، شرافت وانسانیت اور غیرت وحمیت کا خاتمہ، عبادات سے محرومی، لوگوں سے عداوت و دشمنی، خاندان ومعاشرہ کی نظر میں ذلیل وخوار، مال ودولت کی بربادی، قلبی وذہنی چین وسکون اور خانگی ومعاشرتی عیش وآرام سے محرومی جیسی خرابیاں شراب کی بدولت ہی وجود میں آتی ہیں۔

مذکورہ حکم کے بعد جب محسوس کیا گیا کہ اجمالی طور پر شراب کے فوائد ومضر نتائج و اثرات بیان کرنے کی صورت میں اہل عرب پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا اور بعض لوگ نماز جیسی عظیم عبادت کے وقت بھی شراب کے نشے میں ہوتے ہیں تو دوسرا حکم دیا گیا کہ:

"یاَیھاالذین امنو لا تقربواالصلوٰۃ و انتم سکریٰ حتیٰ تعلموا ماتقولون"[۱۰]

(اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اس کو سمجھو۔)

لیکن جب دیکھا گیا کہ بعض لوگ اس حکم صریح کے باوجود ایسی حالت میں نماز ادا کرتے ہیں کہ ان پر شراب کا خمار ہوتا ہے اور مقتدی وامام کچھ کا کچھ پڑھ جاتے ہیں تو شراب پر پورے طور سے پابندی عائد کر دی گئی اور آخری حکم دیا گیا کہ:

"یا ایھاالذین امنو انماالخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون"[۱۱]

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔)

اس آیت کریمہ میں جب واضح طور پر یہ حکم دیا گیا کہ شراب وغیرہ ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں اور اسکے سبب آپس میں بغض وعداوت جنم لیتی ہے اور اس کا مرتکب ذکر الٰہی ونماز جیسی عظیم عبادت کی پابندی سے محروم ہوتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں نے شراب سے توبہ کر لی اور شراب مدینہ شریف کی گلیوں میں بہ رہی تھی۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ کے مکان پر میں لوگوں کی ساقی گری کر رہا تھا اور اس زمانے میں لوگ کھجور کی شراب پیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ جا کر اعلان کر دو ''شراب حرام قرار دے دی گئی ہے'' حضرت انس کہتے ہیں مجھے ابوطلحہ نے کہا باہر جا کر یہ شراب بہا دو، چنانچہ میں نے باہر نکل کر شراب بہا دی اس دن مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب ہی شراب بہ رہی تھی۔ بعض لوگوں نے سمجھا ایک (پوری) قوم قتل کر دی گئی ہے جس کے پیٹ میں شراب تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''لیس علی الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فیما طعموا'' ۱۲

(وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے ان پر جو کچھ کھا چکے کوئی ملامت نہیں) ۱۳

قرآن کریم کے مذکورہ احکام کی تشریح وتوضیح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شراب اور شرابی کی سخت مذمت فرمائی ہے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہونے کی ہدایت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

☆ شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا۔ ۱۴

☆ شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ ۱۵

☆ جو دنیا میں شراب پیئگا وہ جنت کی شراب نہ پی سکے گا۔ ۱۶

☆ ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ۱۷

☆ شراب پینے والا بت پرست کی طرح ہے۔ ۱۸

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی لعنت ہے شراب پر اور اسکے پینے والے پر اور اسکے بیچنے اور خریدنے والے پر اور اسکے نچوڑنے والے پر اور

اُٹھانے والے پر جس کے لیے اُٹھائی جائے۔[19]

☆جس نے نشہ آور چیز پی تو گھٹ جائیں گی چالیس دن کی نمازیں اور اسکو جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔[20]

اس طرح قرآن و احادیث نے شراب کے کثیر دُنیوی و اُخروی نقصانات و مہلک اثرات بیان فرما کر لوگوں کو اس سے نفرت و پرہیز کرنے کی سخت ہدایت ونصیحت فرمائی ہے تا کہ انفرادی اور اجتماعی صورت میں لوگ امن وسلامتی اور خوشحالی وترقی سے ہمکنار ہوسکیں۔

قرآن وحدیث کی اتنی سخت تاکید کے بعد بھی اگر کوئی شخص شراب کا استعمال کرتا ہے تو پھر اسلام نے اس کے لیے حد یعنی جسمانی ونفسانی سزا مقرر فرمائی ہے تا کہ جس پر ہدایت ونصیحت اثر پذیر نہ ہو اس پر سزا کا خوف کارگر ہو۔ چنانچہ احادیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

"عن انس بن مالک رضی الله عنه ان النبی ﷺ ضرب فی الخمر بالجرید و النعال و جلد ابو بکر اربعین"[21]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شرابی کو چھڑی اور جوتے سے مارا اور حضرت ابو بکر نے چالیس کوڑے مارے)۔

"عن السائب بن یزید قال کُنا نوتی بالشارب علی عهد رسول الله ﷺ وامرة ابی بکرٍ و صدرا من خلافة عمر فنقوم الیه بایدینا ونعالنا وارديتنا حتٰی کان اٰخر امرة عمر فجلد اربعین حتٰی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین"[22]

(حضرت سائب بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب ہم شرابی کو لاتے اور حضرت ابو بکر کے عہد خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور خلافت میں تو اس کو ہم اپنے ہاتھوں سے، جوتوں اور چادروں سے مارتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کے آخری دور خلافت میں چالیس کوڑے مارے جاتے۔ اس کے بعد بھی اگر سرکشی اور نافرمانی کرتا رہتا تو اس کو ۸۰ کوڑے لگائے جاتے۔)

اسی مفہوم کی احادیث سنن ابی داؤد کتاب الحدود اور سنن ابن ماجہ ابواب الحدود و دیگر کتب احادیث میں مروی ہیں۔ ۲۳؎

مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ جوتے، چھڑی اور چالیس کوڑوں سے لیکر ۸۰ رکوڑوں تک مارنے کا آپ حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت اور حضرت عمر فاروق کے ابتدائی دور حکومت میں بھی اسی پر عمل رہا لیکن پھر جلیل القدر صحابہ کرام کے مشورے سے بعض مصالح کے پیش نظر حضرت عمر کے ہی عہد خلافت میں شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر ہوئی۔ چنانچہ سنن ابی داؤد شریف میں ہے کہ:

"عن انس بن مالک ان النبی ﷺ جلد فی الخمر بالجرید و النّعال و جلدابو بکر اربعین فلماوُلّی عمر دعاالناس فقال لهم ان الناس فقد دنوا من الریف قال مسدد من القریٰ و الریف فیماترون فی حدالخمر فقال له عبدالرحمن بن عوف تریٰ ان تجعله کاخفّ الحدود فجلد فیه ثمانین" ۲۴؎

(حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والوں کو جوتیوں اور کھجور کی چھڑیوں سے حد ماری اور حضرت ابو بکر نے چالیس کوڑے مارے، پھر جب حضرت عمر کی خلافت ہوئی تو انہوں نے صحابہ کرام کو بلایا اور کہا کہ لوگ نزدیک ہو گئے اس زمین سے جس میں کھجور ہے اور گاؤں سے یعنی شراب بہت پینے لگے۔ تو اب تمہاری کیا رائے ہے شراب پینے والے کی حد میں عبدالرحمن بن عوف نے اُن سے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ سب سے ہلکی جو حد ہے وہی اس کی حد میں مقرر کریں تو اسی کوڑے مارنے کا حکم ہوا۔ (کیونکہ سب سے ہلکی سزا تہمت زنا ۸۰ کوڑے ہے)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

"عن علی قال جلد رسول اللہ ﷺ و ابو بکر اربعین و کملها عمر

ثمانین و کل سنة" ۲۵

(حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکر نے شراب پینے کی حد چالیس کوڑے ماری پھر حضرت عمر نے اس کو اسّی کوڑوں سے پورا کیا۔)

یہی نہیں بلکہ اسی باب کی اس سے قبل والی حدیث میں حضرت علی نے فرمایا:

"و جلد ابو بکر اربعین و عمر ثمانین و کل سنة و ھذا احب الیّ" ۲۶

(حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسّی اور سب سنت ہے اور مجھ کو تو یہ اَسّی مار ہی بہت پسند ہے۔)

اس طرح مذکورہ بالا احادیث و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے ہے اور یہ اس لیے ہے تا کہ شراب پینے والے دلیر نہ ہو جائیں اور دیگر سزاؤں سے یہ کم اس لیے ہے کہ شراب خوری کی خرابیاں صرف متوقع ہوتی ہیں بالفعل ظہور میں نہیں آئی ہوتیں۔ جبکہ چوری، رہزنی، زنا اور تہمت میں واقع ہو چکی ہوتی ہیں۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) دائرہ معارف اسلامیہ ص ۶۶۴ بعنوان شراب

(۲) صحیح بخاری شریف، کتاب الاشربہ، باب الخمر من العسل، حدیث ۵۴۶

(۳) سنن ابن ماجہ ابواب الاشربہ، باب کل مسکر حرام، حدیث ۱۱۷۹

(۴) سنن ابن ماجہ ابواب الاشربہ، حدیث ۱۱۸۱

(۵) سنن ابن ماجہ ابواب الاشربہ، حدیث ۱۱۸۲، سنن ابی داؤد شریف، حدیث ۲۸۲ تا ۲۸۴،

(۶) صحیح بخاری شریف کتاب الاشربہ، باب الخمر من العنب، حدیث ۵۴۲ و ۵۴۸

(۷) سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، باب الخمر مماھی، حدیث ۲۷۹

(۸) سنن ابن ماجہ، ابواب الاشربہ، باب ما یکون منہ الخمر، حدیث ۱۱۶۸

(۹) سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۹

(۱۰) سورۃ النساء، آیت ۴۳

(۱۱) سورۃ النساء، آیت ۹۲، ۹۳

(۱۲) صحیح بخاری شریف، کتاب المظالم، باب صب الخمر فی الطریق، حدیث ۲۲۸۹

(۱۳) سورۃ المائدہ، آیت ۹۳

(۱۴) صحیح بخاری شریف، کتاب الاشربہ، حدیث ۵۳۹

(۱۵) سنن ابن ماجہ شریف، حدیث ۱۱۶۰

(۱۶) سنن ابن ماجہ شریف، ابواب الاشربہ، باب من شرب الخمر فی الدنیا، حدیث ۱۱۶۲

(۱۷) سنن ابن ماجہ شریف، ابواب الاشربہ، حدیث ۱۱۶۴۔

(۱۸) سنن ابن ماجہ شریف، ابواب الاشربہ، باب مدمن الخمر، حدیث ۱۱۶۵
(۱۹) سنن ابی داؤد شریف،، حدیث ۲۷۶
(۲۰) سنن ابی داؤد شریف، کتاب الاشربہ، حدیث ۲۸۲
(۲۱) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۶۷۷۔ ۱۶۸۰
(۲۲) صحیح بخاری شریف، کتاب الحدود، حدیث ۱۶۸۳
(۲۳) سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، حدیث ۱۰۷۶، سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، حدیث ۳۴۴
(۲۴) سنن ابی داؤد شریف، کتاب الحدود، باب فی الحد فی الخمر، حدیث: ۱۰۶۷
(۲۵) سنن ابی داؤد شریف، کتاب الحدود، باب فی الحد فی الخمر، حدیث: ۱۰۶۹
(۲۶) سنن ابی داؤد شریف، کتاب الحدود، باب فی الحد فی الخمر، حدیث: ۱۰۶۸

☆☆☆☆

جوا

عربی زبان میں جوئے کے لئے دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں (1) مَیسِر (2) قمار۔ میسر یُسْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں آسانی، چونکہ جوئے میں آسانی سے مال آجاتا ہے اور نکل بھی جاتا ہے اس لئے اس کو مَیْسِر کہا جاتا ہے۔1

شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ عقد جس کی رو سے ہارنے والا جیتنے والے کو ایک معیّن اور پہلے سے طے شدہ رقم ادا کرے اس کو میسر کہتے ہیں۔2 اور قمار قمر سے مشتق ہے جو کبھی کم ہوتا ہے تو کبھی زیادہ اور جوئے کو قمار اس لئے کہا جاتا ہے کہ جوا کھیلنے والوں میں ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو جائز سمجھتا ہے۔ اور اسلامی شرع کی اصطلاح میں ہر وہ کھیل قمار ہے جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دے دی جائے۔3 اس لئے ہر دو طرفہ مال ہار جیت جوا ہے۔ جیسے تاش، شطرنج، لاٹری، نرد شہر، سٹہ اور پانسوں وغیرہ سے کھیلنا جبکہ دو طرفہ مال کی شرط ہو، یہ سب جوا ہے۔ اور نصِ قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔4

خیال رہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کثرت سے جوا کھیلا جاتا تھا اور اس کو اپنے لئے باعث فخر تصور کیا جاتا تھا۔ یہ عادت اس حد تک تجاوز کر چکی تھی کہ بعض اوقات مال و دولت کے علاوہ لوگ اپنے بیوی، بچوں کو داؤ پر لگا دیا کرتے تھے۔ ابتداء اسلام میں بھی جوا کھیلا جاتا تھا اور یہ مباح و جائز تھا لیکن اس زمانے کے قمار باز گوشت و دیگر اشیاء خرید کر محتاجوں پر تقسیم کرتے تھے۔ حضرت امام واقدی فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہی مجلس میں کوئی جوئے باز سو اونٹ حاصل کرتا تو وہ عوام میں تقسیم کر دیتا اور اُس کا بڑا چرچا ہوتا۔5 اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان جب مکہ

معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو یہاں بھی قمار و جوا عروج پر تھا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ یہاں شراب اور جوئے کا بہت رواج ہے تو حضرت عمر فاروق اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! شراب اور جوئے کا فیصلہ فرما دیجیے کیونکہ شراب عقل اور جوا مال برباد کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب سورۂ روم نازل ہوئی اور اس میں ایرانیوں پر رومیوں کے غالب ہونے کی خبر دی گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے رومیوں کے ایرانیوں پر غالب ہونے کی شرط لگائی تھی۔ اس شرط کا جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو، اور پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا گیا اور قمار و جوئے کی حرمت نازل ہوگئی جس میں کوئی اختلاف نہیں۔6

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی متوفی 310ھ لکھتے ہیں کہ:

''اہلِ علم کا جوئے کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی جوا ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ آپس میں شرط لگانا جوا ہے۔''7

مختصر یہ کہ ابتدائے اسلام میں جواء کثرت سے کھیلا جاتا تھا اور لوگ اس کے بڑے شوقین اور عادی تھے۔ ایسی صورت میں یکایک جوئے پر قدغن لگانا موٴثر ثابت نہیں ہوتا، اس لئے اسلام نے اس کے سدِ باب کے لئے بڑی مصلحت سے کام لیا اور سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت پیدا کرنے کے لئے اس کے لازمی نقصانات و مضر اثرات اور عارضی فوائد کا تذکرہ فرمایا۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔8

(آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔)

جوئے کا دنیوی نفع یہ ہے کہ کچھ سرور ملتا ہے اور کچھ مفت کا مال ہاتھ آتا ہے لیکن اس کا نقصان کتنا عظیم ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے، جس کی وجہ سے غیرت وحمیت کا زوال ہوتا ہے، بندہ عبادات سے محروم ہوتا ہے۔ معاشرے میں ذلیل وخوار ہوتا ہے اور مال ودولت برباد ہوتا ہے۔

اجمالی طور پر جوئے کا نفع ونقصان بیان کرنے اور اس کی مذمت کر کے لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے بعد بڑی شد ومد کے ساتھ آخری حکم کے طور پر ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

(اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہو کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں عداوت اور دشمنی ڈلوائے، شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔)9

مذکورہ بالا قرآنی آیات آخری حکم کے طور پر جوئے وغیرہ کے متعلق نازل ہوئیں، جن میں تقریباً دس وجوہ سے جوئے وغیرہ کی حرمت بیان کی گئی ہے:

1 جوئے کا شراب، بتوں اور فال کے تیروں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ سب حرام ہیں، لہٰذا جوا بھی حرام ہے۔

2 جوئے کو "رِجس" یعنی ناپاک فرمایا اور ناپاک چیز حرام ہے لہٰذا جوا بھی حرام ہے۔

3 جوئے کو شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے اور ہر شیطانی فعل حرام لہٰذا جوا بھی حرام۔

4 جوئے سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے اجتناب واجب ہو اُس کا کرنا حرام، لہٰذا جوا بھی حرام۔

5 ان سے اجتناب پر اُخروی فلاح وکامیابی کی بشارت ہے، اور جو شئے اخروی فلاح وبہبود کی

ضامن ہو اس سے روگردانی حرام ہے، لہٰذا جوئے کی حرمت سے روگردانی بھی حرام ہے۔

6 جوئے کے ذریعہ شیطان آپس میں بغض پیدا کرتا ہے اور جو چیز بغض پیدا کرے وہ حرام، لہٰذا جوا بھی حرام۔

7 جوئے کے ذریعہ شیطان آپس میں عداوت پیدا کرتا ہے، کیونکہ جب ایک انسان ہارتا ہے اور دوسرا کامیاب ہوتا ہے تو شکست کھانے والے کے دل میں بغض وعداوت پیدا ہونا لازمی چیز ہے اور جو چیز عداوت پیدا کرے وہ حرام ہے، لہٰذا جوا بھی حرام ہے۔

8 جوا اللہ کی یاد سے روکتا ہے اور جو شئے یادِ الٰہی سے روکے وہ یقیناً حرام ہے۔

9 جوا نماز سے روکتا ہے، اور جو چیز مانع نماز ہو وہ اشد حرام ہے۔

10 جوئے وغیرہ سے باز آنا فرض ہے اور ان میں مشغول ہونا حرام ہے۔

اس طرح شریعتِ اسلامی کی روشنی میں جوا سخت حرام ہے اور اس کا مرتکب سخت گناہ گار و سزا کا حقدار ہے۔ واضح ہو کہ اسلامی نقطۂ نظر سے شراب کی سزا 80/کوڑے مقرر ہے لیکن جوئے کی سزا مقرر نہیں وہ حاکم یا قاضی کی صواب دید پر منحصر ہے کہ وہ جرم اور حالات کے پیش نظر سزا مقرر کرے۔ قید کی سزا بھی دے سکتا ہے، کوڑے بھی لگا سکتا ہے، مالی جرمانہ بھی نافذ کر سکتا ہے اور جسمانی و مالی اور نفسیاتی سزائیں بھی دے سکتا ہے۔ شراب کی طرح جوئے کی سزا مقرر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شراب سے عقل بیکار ہو جاتی ہے جس سے انسان سیکڑوں جرم کر سکتا ہے کیونکہ جرم و گناہ سے روکنے والی شئے عقل ہی تھی جب وہ ختم ہو گئی تو اَب جرم سے کون روکے، لہٰذا اس کی سخت سزا مقرر کی گئی، کیونکہ شراب تمام برائیوں کی اصل ہے۔ اس کے برخلاف حرمت میں شراب اور جواء برابر ہیں اور قرآن میں ان کا ایک ساتھ حکم بیان کیا گیا ہے لیکن جوئے میں عقل بیکار نہیں ہوتی، ہوش وحواس سلامت رہتے ہیں، اس لئے اس کی سزا تعزیر یعنی حاکم کی صواب دید پر منحصر رکھی گئی ہے۔

تعزیر میں کم سے کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ 93/کوڑے، گوشمالی ڈانٹ، ڈپٹ، پھٹکار، ترش روئی، ملزم کی طرف غصے سے دیکھنا یا قید وغیرہ کا حکم ہے اور تعزیر کا یہی حکم جواری پر بھی نافذ ہوتا ہے۔ 10

کتبِ احادیث وفقہِ اسلامی میں اگرچہ بظاہر جوئے کی کوئی سزا بیان نہیں کی گئی ہے لیکن

چونکہ اللہ کے مقدس کلام قرآن پاک میں شراب و جوئے کا ایک ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے اور شراب و جوئے کے ایک جیسے احکام بیان کئے گئے ہیں، اس لئے جوئے کی بھی وہی سزا مقرر ہوگی جو ابتدائے اسلام میں شراب کی سزا مقرر ہونے سے پہلے شراب کے مرتکب کو دی جاتی تھی۔ اور وہ کوئی مخصوص یا متعین سزا نہیں تھی بلکہ تعزیر کے طور پر مختلف سزائیں تھیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

''عن قتادہ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضرب فی الخمر بالنعال والجریدہ'' 11

(حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے معاملہ میں جوتوں اور درختوں کی چھڑیوں سے مارتے۔)

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُتِیَ بِرَجُلٍ قد شرب فقال اضربوہ قال ابوھریرۃ فمنّا الضارب بیدہٖ والضارِبُ بنعلِہٖ والضّارِبُ بثوبہ 12

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لائے جس نے شراب پی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا، مارو۔ تو اس کو ہم میں سے کسی نے ہاتھ سے، کسی نے جوتی سے، کسی نے کپڑے سے مارا۔)

مذکورہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدائے اسلام میں شراب کی بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں تھی، بعد میں 80 رکوڑے مقرر کی گئی۔ جوا چونکہ شراب کے مقابل کسی حد تک کافی کم درجہ کا گناہ ہے اور اس کا وبال بھی کم ہے اس لئے شراب کی طرح اس کی کوئی سخت سزا مقرر نہیں کی گئی بلکہ اس کے مرتکب کو وہی سزا دے سکتے ہیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں شرابی کے لئے جاری فرمایا کرتے تھے اور وہ کوئی ایک قسم کی سزا نہیں تھی بلکہ مختلف قسم کی سزائیں تھیں جس کو شریعتِ اسلامی کی نگاہ میں تعزیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور تعزیر میں شریعتِ اسلامی کے مطابق 3 رسے 39 رکوڑے مارنے یا چھڑی یا لکڑی یا جوتی وغیرہ سے مارنے یا پھٹکار لگانے جیسی سزائیں قاضی یا حاکمِ شرع نافذ کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

1 دائرہ معارف اسلامیہ، صفحہ 949 بعنوان لفظ میسر

2 تبیان القرآن، جلد 3، صفحہ 296

3 التعریفات صفحہ 77

4 ردّ المختار، جلد 5، صفحہ 258

5 تفسیر روح البیان، جلد 1، صفحہ 208

6 تفسیر روح البیان، جلد 1، صفحہ 207

// احکام القرآن جلد ا، ص:923

7 احکام القرآن، جلد 1، صفحہ 329

8 سورۃ البقرہ: آیت 219

9 سورۃ المائدہ: آیت 91-90

01 دینِ مصطفیٰ، صفحہ 404

11 سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب حد السکران، حدیث نمبر 343

12 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال، حدیث 1681

// سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی الحد فی الخمر، حدیث 1065

☆☆☆
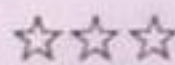
قدیم ہندو دھرم میں شراب و جوئے کی سزا

جوا: شراب و جوئے کو دین اسلام میں نجس وحرام قرار دیا گیا ہے[1] اور شرابی کے لیے ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے اور جواری کی سزا تعزیر یعنی قاضی وعدلیہ کی صواب دید پر منحصر رکھی گئی ہے۔

شراب و جوئے کے تعلق سے جب ہم قدیم ہندو دھرم شاستروں کا جائزہ لیتے ہیں تو اسلامی شریعت کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی ان کو مہا پاپ و گناہ تصور کیا گیا ہے اور انکے مرتکبین کے لیے مختلف سزائیں پیش کی گئی ہیں۔ چنانچہ جوئے کی ممانعت و مذمت کرتے ہوئے رِگوید (ऋग्वेद) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

अक्षैर्मा दीव्य: कृषिमित् कृषष्व् विते रमस्व बहु मन्यमान।

तत्र गाव : कितव तत्र जाया, तन्मे वि चष्टे सवितायमर्य:[2]

(اے جواری جوامت کھیلو، کھیتی باڑی ہی کرو۔ اپنی آمدنی کو کافی مانتے ہوئے اپنی دولت میں خوش رہو۔ کھیتی میں گائے ہیں۔ کھیتی میں عورت خوش رہتی ہے۔ دنیا کے مالک ایشور نے یہ بات ہمیں کہی ہے۔)

जाया तप्यते कितवस्य हीना माता पुत्रस्य चरत:क्व स्वित्।

ऋणावा बिभ्यद् धनमिच्छमानोऽन्येषामस्तमुप नक्तमेति।। [3]

(اِدھر اُدھر گھومنے والے جواری کی بیوی ذلّت و رسوائی کی حالت میں انتہائی تکلیف اُٹھاتی ہے اور اس کی ماں بھی پریشان رہتی ہے وہ مقروض (ऋणी) اور ڈرتے ہوئے مال کی خواہش کرتا ہوا دوسرے لوگوں کے گھر رات میں چوری

کے لئے جاتا ہے۔)

अन्य जाया परि मृशन्त्यस्य यस्यागृधद्वेदने वाज्यक्षः।

पिता माता भ्रातर ए नमाहु, नं जानीमो नयता बद्धमेतम्।। ٤

(جن کی دولت پر طاقت ور گوئی کا اثر پڑتا ہے اس جواری کی بیوی کو دوسرے لوگ چھونے لگتے ہیں۔ ماں باپ اور بھائی لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں جانتے ہیں، تم لوگ اس کو باندھ کر لے جاؤ۔)

پیش کردہ رگوید کے پہلے منتر میں جوئے کی سخت ممانعت اور کھیتی، کسانی کرنے اور اسی میں خوش رہنے کی نصیحت کی گئی ہے اور دوسرے وتیسرے منتر میں جوئے کی لعنت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جواری کی بیوی ہمیشہ مصیبت زدہ رہتی ہے اور ماں پریشان۔ جواری مال نہ ہونے کی صورت میں چوری کرنے لگتا ہے بلکہ اپنی رفیقۂ حیات کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے جسکی عصمت سے دوسرے لوگ اپنی ہوس مٹاتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ جواری کے ماں باپ اور بھائی وغیرہ بھی کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قدیم ھندو دھرم شاشتروں نے جوئے (धूत) کی سخت مذمت کی ہے اور اسکو چوری کے برابر جرم عظیم قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس سے افعال قبیح واعمال بد کی ابتدا اور غیض وغضب، جہالت، لالچ اور دنگا وفساد میں زیادتی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے دھرم گرنتھوں نے اسکو ملک وقوم کے مفاد کے خلاف جرم وگناہ (राष्ट्र हित विरोधी कार्य) تسلیم کیا ہے۔

دھرم شاشتروں میں جوئے کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں (۱) धूत وہ کھیل یا وہ جوا جو پانسے، کھال کے ٹکڑوں، ہاتھی دانت کے ٹکڑوں وغیرہ سے کھیلا جاتا ہے اور جس میں کوئی بازی لگی رہتی ہے۔ (۲) समाह्वय وہ کھیل جس میں جانوروں جیسے مرغوں، کبوتروں، بھیڑوں، بھینسوں اور کشتی بازوں کی لڑائی ہوتی ہے اور بازی لگی رہتی ہے ۵ اس طرح جوئے کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں اور دونوں کو دھرم گرنتھوں نے ملک وسماج کیلئے ناسور مان کر سختی کے ساتھ انکی ممانعت کی ہے بلکہ اسکا سد باب کرنے کیلئے جسمانی ومالی سزاؤں کا بھی تقرر کیا ہے۔ چنانچہ منوا سمرتی (मनुस्मृति) میں مذکور ہے:

धूतं समाह्वय चैव राजा राष्ट्रान्निवारयेत।

राजान्तकरणावेतौ धौ दोषौ पृथिवीक्षिताम्। ۶

(راجا اپنے راج میں جوا اور समाह्वय دونوں کو نہ ہونے دے کیونکہ یہ دونوں عیب راجاؤں کے راج کا خاتمہ کردیتے ہیں)

कितवान्कुशीलवान्क्रुरान्पाषण्ड स्थांश्च मानवान।कि

कर्म स्थानछौण्डिकांश्च क्षिप्रं निर्वासयेतपुर ۷

(جواری ،نٹ، بد، اور وید کی مذمت کرنے والے، اعمال بد کرنے والے اور شراب (मदिरा) بنانے والے کو راجہ شہر بدر کردے۔)

धूतमेतत्पूरा कल्पे दृष्टं वैरकरं महत। तस्माधूतं

न सेवेत हास्यार्थमपि बुद्धिमान।۸

(یہ جوا قدیم زمانے میں بھی بہت بڑی دشمنی پیدا کرنے والا ثابت ہو چکا ہے اس لئے عقلمند ہنسی مذاق کیلئے بھی اسکو کبھی نہ کھیلیں)

प्रच्छन्नं वा प्रकाशं ना तन्निषेवेत यो नर:।

तस्य दण्ड विकल्प: स्याधर्थस्टं नृपतेस्तथा।۹

(جو انسان چھپ کر یا ظاہر میں جوا کھیلتا ہو راجہ اس کو مناسب اور کافی ڈنڈ دے۔)

पानमक्षा स्त्रियश्चैव मृगया च यथाक्रमम।

एतत्कष्टतमं विद्याच्चतुष्कं कामेज गणे । ۱۰

(نفسانی خواہشات سے پیدا ہونے والی بری صفات (दुर्गुणों) میں شراب پینا، جوا کھلینا، عورت سے حرام کاری کرنا اور شکار کھیلنا یہ چاروں کام بالترتیب بہت ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔)

धूतं समाहवयं चैव य: कुर्यात्कारयेत वा। तान्सर्वान्घातयेद्राजा। ۱۱

(جو خود جوا یا بازی وغیرہ کھیلے یا دوسرے سے کھلوائے ان سبھی کو راجہ سخت ترین سزا دے۔)

منواسمرتی (मनुस्मृति) کے مذکورہ بالا اشلوکوں میں منومہاراج (मनुमहाराज) نے جوئے وبازی کے جہاں مختلف خطرناک نتائج ومہلک اثرات ذکر کئے ہیں وہاں جواری کے لئے سخت سزاؤں کا بھی حکم دیا ہے۔ منومہاراج نے جواری کیلئے شہر بدر کرنے کی سزا کو تو واضح طور پر بیان کیا ہے لیکن باقی سزاؤں کا اجمالا تذکرہ کیا ہے اور انکو راجہ یا حاکم وقت کے فیصلے پر موقوف رکھا ہے۔ وہ اسکو جسمانی سزا بھی دے سکتے ہیں اور مالی بھی۔

رگوید ومنواسمرتی کی طرح مہابھارت میں بھی جوئے کو انتہائی خطرناک جرم اور مہلک ومخرب سماج گناہ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مہابھارت میں ہے کہ:

आहूतोऽ हं.न निवर्ते कदाचिन्त दाहितं शाश्वतं वै व्रतं मे। [۱۲]

یعنی یدھشٹر (युधिष्ठर) نے کہا ہے کہ للکارنے پر وہ پاسا کھیلنے سے منہ نہیں موڑینگے۔ یدھشٹر کے جوئے کے عمل سے ظاہر ہے کہ اچھے انسان بھی جوا کھیلنے سے گمراہ ہوجاتے ہیں۔ اور ان کی اخلاقی حالت، پیار، محبت وغیرہ ختم ہوجاتی ہے۔

مہابھارت میں دوسرے مقام پر ذکر کیا گیا ہے:

अक्षधूतं महाप्राज्ञ सतां मति विनाशनम। असतां तa जायन्तें भेदाश्च व्यस्नानिच। [۱۳]

(جوئے سے کسی دوسرے پاپ کی برابری نہیں ہوسکتی۔ اس سے انتہائی سمجھدار انسان کی عقل کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اچھا انسان برا ہوجاتا ہے۔ اور طرح طرح کے اختلاف پیدا ہوتے ہیں۔)

رگوید، منواسمرتی اور مہابھارت کے ذکر کردہ حوالہ جات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں جوا مہاپاپ ہے اور اسکا مرتکب سزا کا حقدار ہے۔ لیکن بعض ہندودھرم شاستروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوا کھیلنا جائز ہے اور اصول وضابطے کے تحت جوا کھیلنے پر جواری ہرگز کسی سزا کا حقدار نہیں۔ چنانچہ یاگیہ (याज्ञ) اور کوٹلے (कौटिल्य) نے مشترکہ طور پر کہا ہے کہ:

द्यूतमेकमुखं कार्यं तस्करज्ञानकारणात्।[۱۴]

द्यूताध्यक्षो द्यूतमेकमुखं कार्येदन्यत्रदीव्यतो द्वादशपणो दण्ड:गूढाजीविज्ञापनार्थम। [۱۵]

(راجہ کی سرپرستی میں کسی مرکزی مقام (केन्द्रस्थान) میں جوا کھیلنے کی اجازت

ہے کیونکہ اس سے چوروں کا پتہ لگ جاتا ہے۔)

رگوید، اسمرتی اور مہابھارت نے جو جوئے کو مہا پاپ وسزا کا مستحق تسلیم کیا ہے اس کے متعلق بعض ھندو علما و مفکرین کا قول ہے کہ ان دھرم گرنتھوں یا گروؤں نے سچائی، ایمانداری، پاکی اور مال و دولت کی حفاظت کے لئے جوئے کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن باقی گرنتھوں اور گروؤں نے اسکو ممنوع وحرام قرار نہیں دیا ہے کیونکہ اس سے چوروں کا پتہ چلتا ہے۔ ان لوگوں نے جوئے کو جوا گھر (द्यूतभवन) کے صدر کی موجودگی میں ھی صحیح مانا ہے کیونکہ اس سے حکومت (राज्य) کو ٹیکس ملتا ہے۔

اس سلسلے میں دھرم شاستروں نے جو اصول وضابطہ پیش کیا ہے وہ اس طرح ہے۔

نارد اسمرتی (नारदस्मृति) نے کہا ہے کہ جوئے کے صدر (सभिक) کے ذریعہ جوا نہ کھلائے جانے پر اگر کھیلنے والا بازی کا حصہ راجہ کو دیکر کہیں دوسرے مقام پر بھی جوا (द्यूत) کھیلتا ہے تو اس کو دنڈ نہیں ملتا۔ ١٦

یاگیہ اسمرتی (याज्ञ स्मृति) نے اصول پیش کیا ہے کہ سو پڑوں (पणों) کی یا زیادہ کی بازی رھنے پر جوئے کے حاکم کو ۵ فیصد یا ۲۰/۱حصہ اور ۱۰۰ پڑوں سے کم رھنے پر ۱۰ فی صد یا ۱۰/۱حصہ دینا پڑتا تھا۔ ١٧

کایتاین (۱۰۰۰) نے لکھا ہے کہ اگر جوئے کی چھوٹ ملے تو وہ کھلے مقام میں دروازے کے پاس کھلایا جانا چاہئے، جس سے شریف انسان دھوکا نہ کھائے اور راجہ کو ٹیکس ملے۔ اگر جوا کھلے مقام میں کھلایا گیا ہو اور وہاں جوا کھلانے والا موجود رہا ہو اور اس نے راجہ کو ٹیکس دے دیا ہو تو اس حالت میں جب کہ ہارا ہوا شخص جیتے ہوئے شخص کو مال نہ دے تو راجہ کو چاہئے کہ وہ مال اس کو دلائے۔ ١٨

اسی طرح اور بھی گرنتھوں واسمرتیوں میں راجہ کو ٹیکس (कर) دیکر جوا کھیلنے اور کھلانے کی عام اجازت دی گئی ہے جیسا کہ دھرم شاستر کے اتہاس (एतिहास) سے بخوبی ظاھر ہے۔ ١٩

خلاصہ یہ کہ قدیم ھندو دھرم گرنتھوں وشاستروں کی روشنی میں جوئے اور بازی کے سلسلے میں دو مختلف ومتضاد نظریات پائے جاتے ہیں ایک کے مطابق وہ مہا پاپ اور اس کا مرتکب سزا کا مستحق ہے اور دوسرے کے مطابق وہ صرف جائز ھی نہیں بلکہ ملک وحکومت کیلئے سودمند ہے۔

اس طرح جب ہم دینِ اسلام اور قدیم ھندو دھرم کی روشنی میں جوئے کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں جوا ہر حال میں نجس وحرام ہے جبکہ ھندو دھرم میں حلال وحرام، مفید اور مضر دونوں صورتیں ثابت ہیں۔ دونوں مذاھب میں ایک شئ قدرِ مشترک ہے وہ یہ کہ جواری کیلئے اسلام میں کوئی خاص سزا مقرر نہیں کی گئی ہے اور ھندو دھرم میں بھی اسکی کوئی خاص سزا طے نہیں کی گئی ہے۔ دونوں مذاھب میں حاکم یا قاضی کی صواب دید پر اس کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ لیکن دیگر معاملات کی طرح جوئے کی سزا کے نفاذ میں بھی ھندو دھرم میں اعلیٰ وادنیٰ ذات کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ منواسمرتی میں ہے کہ:

क्षत्रविट्शू द्रयोनिस्तु दण्डं दातु मशक्नुवन।

आनृण्यं कर्मणा गच्छेद्विप्रो दद्याच्छनैः शनै। ۲۰

(اگر چھتری (क्षत्री) ویش اور شودر جرمانہ وغیرہ ادا کرنے میں مجبور ہوں تو ان سے کام لیکر دنڈ وصول کرے لیکن برھمن سے دھیرے دھیرے دنڈ وصول کرے)

شراب: شراب کو دین محمدی میں نجس وحرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے پینے والے کیلئے ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں جب ہم قدیم ھندو دھرم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے احکام اسلام سے کافی ملتے جلتے پاتے ہیں۔

قدیم ھندو دھرم گرنتھوں میں شراب کا مختلف ناموں سے تذکرہ کیا گیا ہے جیسے ''सुरा''، ''मद्य'' اور ''मदिरा'' وغیرہ۔ اور اسکو جوئے کی ھی طرح گناہ عظیم اور مہاپاپ تصور کیا گیا ہے اور پانچ بڑے جرائم میں اسکا بھی شمار کیا گیا ہے۔

منواسمرتی کے مطابق شراب (सुरा) غذا وطعام کی گندگی ہے اور یہ تین قسم کی ہوتی ہے (۱) جو گڑ یا شیرے سے بنے (۲) جو آٹے سے بنے (۳) جو مہوا (महुआ) یا شہد (मद्यु) سے بنے۔ ۲۱

مذکورہ بالا تینوں اقسام کی شراب مہاپاپ ہے لیکن ذات وبرادری کے نظام (वर्णव्यवस्था) کے حساب سے اس کے احکام جداگانہ ہیں جو کہ ھندو دھرم کی بنیادی خصوصیت ہے کہ مکمل دھرم کی بنیاد ہی اسی نظام پر ہے۔ چنانچہ عظیم ھندو محققین ومفکرین اور علماء کا قول ہے کہ سبھی تین اعلیٰ ذات (उच्चवर्ण) والوں کو آٹے سے بنی شراب کا استعمال کرنا ممنوع ہے اور انکو اسکے استعمال سے گناہ عظیم

(महापाप) لگتا ہے۔

جیسا کہ گوتم دھرم سوتر (۲/۲۵) اور آپستنب دھرم سوتر (۱/۵/۷/۲۲) سے ظاہر ہے۔ لیکن گوڑی (गौड़ी) اور مادھوی (माध्वी) قسم کی شراب کے استعمال سے برھمن کو چھوٹا پاپ (उपपातक) لگتا ہے مہاپاپ نہیں۔ جیسا کہ وشنو کا نظریہ ہے۔ اور چھتریوں اور ویشوں کیلئے آٹے سے بنی شراب کے علاوہ دوسری قسم کی شراب (निन्द्य) نہیں ہے اور شودر (शुद्र) کسی بھی طرح کی شراب کا استعمال کر سکتے ہیں۔ ۲۲؎ لیکن سبھی ذاتوں (वर्णो) کے وید پاٹھی اور برھم چاریوں کو بھی طرح کی شراب ناجائز ہے۔ ۲۳؎

منو مہاراج کہتے ہیں:

सुरा वै मलमन्नानां पाप्मा च मलमुच्यते।

तस्माद् ब्राह्मण राजन्यौ वैश्यश्व न सुरां पिवैत्।। ۲۴؎

(شراب (सुरा) اناج کے میل کو کہتے ہیں۔ میل (मल) کو پاپ کہتے ہیں اس لیے برہمن، چھتری اور ویش شراب کو نہ پئیں۔)

गौड़ी पैष्टी च माध्वी च विज्ञेया त्रिविधा सुरा।

यथैवैका तथा सर्वा न पातव्या द्विजोचमै:।। ۲۵؎

(گوڑی، پیشٹی اور مادھوی یہ تین قسم کی شراب ہوتی ہے ان میں جیسی ایک ہے ویسی تینوں ہیں اس لیے برہمن ان کا استعمال نہ کرے)

यस्य कायगतं ब्रह्म मद्येनाप्लाव्यते सकृत।

तस्य व्यपैति ब्राह्मणयं शूद्रत्वं च स गच्छति।। ۲۶؎

(جس برہمن کے جسم میں واقع روح ایک بار بھی شراب سے آلودہ ہو جاتی ہے اس کا برہمن پن ختم ہو جاتا ہے اور وہ شودر ہو جاتا ہے۔)

منو اسمرتی کے مذکورہ بالا اشلوکوں میں خاص طور سے برہمن و اعلیٰ ذات کے افراد کے لئے شراب سے پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی ہے لیکن کثیر اشلوک ایسے بھی ہیں کہ جن میں عام طور پر سب کے لئے شراب سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے اور شراب و شرابی کی بہت ہی ذلت وحقارت

آمیز تصویر پیش کی گئی ہے۔

چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے:

ब्रह्महा च सुरापश्च स्तेयी च गुरुतल्पग:।

एते सर्वे पृथग्ज्ञेया महापातकिनो नरा:।। ۲۷

(کسی روحانی پیشوا کا قاتل، شراب پینے والا، چوری کرنے والا اور اپنے استاد کی بیوی سے حرام کاری کرنے والا یہ سب کے سب مہا پاپی ہیں۔)

اسی بات کو منواسمرتی میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

ब्रहमहत्या सुरापानं स्तेयं गुर्वण्गनागम:।

महान्ति पातकान्याहु संसगश्चिपि तै: सह। ۲۸

(کسی مذہبی رہبر کو مارنے والا، شراب پینے والا، چوری کرنے والا اور استاد کی بیوی سے زنا کرنے والا یہ سب مہا پاپی ہیں۔ انکی صحبت بھی مہا پاپ ہوتی ہے۔)

पानभक्षा: स्त्रियश्चैव भृगया च यथक्रमम्।

एतरकष्टतमं विद्याच्चतुष्कं कामेज गणे। ۲۹

(نفسانی خواہشات کے سبب پیدا ہونے والی بری خصلتوں میں شراب پینا، جوا، عورت سے حرام کاری اور شکار یہ بالترتیب بہت ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔)

اس کے بعد والے اشلوک میں منو نے ان سب میں سب سے زیادہ مہلک و تکلیف کا باعث شراب کا استعمال قرار دیا ہے۔ ۳۰ بلکہ ادھیائے ۹/اشلوک ۲۳۸/میں اسکا مکمل سماجی بائکاٹ کرنے کا حکم دیا ہے۔

منواسمرتی کے علاوہ ویدوں اور اپنشدوں میں بھی شراب کو گناہ کا باعث و ناپاک سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ رگوید کے ۷/ویں منڈل ۶۸/ویں سوکت کے ۶/ویں منتر میں اس کو جوئے کی طرح مہا پاپ بیان کیا گیا ہے۔ اور چھاندوگیہ اپنشد نے شرابی کو کمینہ کہا ہے۔ ۳۱

منواسمرتی یا دیگر ہندو دھرم شاستروں نے شراب یا شرابی کی صرف ممانعت و مذمت ہی نہیں کی ہے بلکہ قوم و سماج کو اسکے شر و خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنے کے لیے مختلف سزاؤں کا بھی

حکم دیا ہے۔ چنانچہ منومہاراج حکم دیتے ہیں:

कितवान्कुशील वान्क्रुरान्याषण्डस्थांश्च मानवान।

विकर्मस्थाञ्छौण्डिकांश्च क्षिप्रं निर्वासयेत्पुरात।

(جواری، نٹ پاپی، وید کی توہین کرنے والے، حرام کاری کرنے والے اور شراب بنانے والے کو راجہ شہر سے نکال دے۔)

गुरुतल्पे भग: कार्य: सुरापाने सुराध्वज:।

स्तेयेच स्वपदं कार्यं ब्रह्महण्यशिरा: पुमान। ۳۳

(استاد یا گرو کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والے پیشانی (ललाट) پر عورت کی شرمگاہ کا، شراب پینے والے کے شراب کے برتن کا، چور کے کتے کے پنجے کا اور روحانی پیشوا کے قاتل کے للاٹ پر بنا سر کے مرد کا نقشہ (आकार) تپے ہوئے لوھے سے بنادے۔)

ذات، برادری کے نظام (वर्ण व्यवस्था) کے مطابق شراب کے مرتکب کیلئے بھی دھرم شاستروں نے جداگانہ سزائیں نافذ کی ہیں جن میں برہمن طبقے کو خصوصی رعایت دی گئی ہے، چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

आगसु: ब्राहमणस्यैव कार्यो मध्यमसाहस:।

विवास्यो वा भवेद्राष्ट्रात्सद्रव्य: सपरिच्छद:।।

इतरे कृतवन्तसतु पापान्येतान्यकामत:।

सर्वस्वहारमर्हन्ति कामतस्तु प्रवासनम। ۳۴

(مذکورہ بالا عیبوں و گناھوں کا مجرم اگر برہمن ہو تو اس کو مناسب دنڈ دے یا اس کو کپڑے، اناج وغیرہ دیکر اپنے راج سے نکال دے اور اگر دوسرے طبقے یا ذات والے بنا مرضی سے مذکورہ بالا پاپوں کو کریں تو ان کا سب کچھ چھین لے اور مرضی سے کریں تو انہیں ملک بدر کردے۔)

اس طرح برہمن ذات کے افراد کو ایک خصوصی رعایت دی گئی ہے بلکہ سزا و دنڈ کے طور

پر جو مال مجرموں سے ضبط کرے اس کو بھی برھمن کو نذر کردے ایسا حکم دیا گیا ہے:

अप्सु प्रवेश्य त दण्डं वरुणायोपषादयेत्।

श्रुतवृत्तोपपन्ने वा ब्राहमणे प्रतिपादयेत्।

ईशो दण्डस्य वरुणो राज्ञां दण्डधरो हि सः।

ईशः सर्वस्य जगतो ब्राहमणो वेद पारगः।। ۳۵

(اس جرمانے کے طور پر وصول مال کو پانی میں ڈبو کر ورون (वरुण) دیوتا کو دے دیوے یا ویدوں کے عالم شریف برھمن کو دیدیوے۔ جرمانے (दण्ड) کا مالک (वरुण) ورون ہے اور وہی ورون دیوتا راجاؤں کا بھی مالک ہے اور ویدوں کا عالم برھمن تمام سنسار کا مالک (स्वामी) ہے۔) مطلب یہ کہ وہ مال برہمن کو دے دیا جائے۔

برہمن طبقے کیلئے بھی دھرم شاستروں نے شراب کا ستعمال کرنے کی صورت میں مختلف سزائیں تجویز کی ہیں کہیں بہت معمولی ہیں تو کہیں بہت مشکل جیسے:

सुरांपीत्वा द्विजो मोहादग्निवर्णां सुरांपिवेत्।

तया स काये निर्दग्धे मुच्चयते किल्विषात्ततः ۳٦

गोमुत्रमग्नि वर्णं वा पिवैदुदकमेव वा।

पयो धृतं वाऽमरणादगोशकृद्रसमेव वा ۳۷

(برہمن اگر لالچ سے شراب پی لے تو اس پاپ کے خاتمہ کیلئے آگ میں جلتی ہوئی شراب پئے کیونکہ اس سے جب اس کا جسم جلتا ہے تب وہ اس پاپ سے چھوٹ جاتا ہے۔ یا گائے کا پیشاب، پانی، گائے کا دودھ، گھی، اور گائے کے گوبر کا رس ان میں سے کسی ایک چیز کو آگ کی طرح گرم کر کے مرتے دم تک پیتا رہے۔)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم میں بھی شراب کو مہا پاپ و گناہ تصور کیا گیا ہے اور اسکے مرتکب کو سزا کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ شراب کے تعلق سے اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی جائزہ لینے

سے جو بنیادی فرق محسوس ہوتا ہے وہ اس طرح ہے کہ:

☆ اسلام میں شراب سب کیلئے یکساں طور پر حرام ہے جبکہ ھندو دھرم میں اسکے احکام مختلف ہیں ذات برادری کے نظام کے تحت۔

☆ اسلام میں شرابی کیلئے ۸۰ رکوڑوں کی سزا مقرر ہے جبکہ ھندو دھرم میں کوئی ایک سزا متعین نہیں۔

☆ اسلام میں اعلی وادنی طبقات میں سے ہر ایک کیلئے ایک ہی سزا ہے کسی کی کوئی رعایت نہیں جبکہ ھندو دھرم میں اعلیٰ وادنیٰ ذات کا لحاظ سزا کے نفاذ میں بے حد ضروری ہے اور اسی وجہ سے اسکی کوئی خاص ایک سزا مقرر نہیں۔

☆ اسلام میں شراب کی سزا کے نفاذ میں مرد وعورت میں بھی کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے جبکہ ھندو دھرم میں عورت کو مرد کے مقابل خصوصی رعایت دی گئی ہے۔ ۳۸ؔ

☆ اسلام میں عورتوں کے مابین بھی ذات برادری کا کوئی لحاظ نہیں جبکہ ھندو دھرم میں عورتوں میں بھی اعلیٰ وادنیٰ ذات کا لحاظ ضروری ہے اور اسی پر انکے لئے شراب کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔ ۳۹ؔ

اور جو باتیں شراب کے بارے میں دونوں مذاہب میں قدر مشترک ہیں وہ یہ ہیں کہ:

☆ دونوں مذاہب میں شراب کو ناپاک ومہا پاپ بیان کیا گیا ہے۔

☆ شراب کی انتہائی تذلیل وتحقیر کی گئی ہے۔

☆ شرابی کیلئے ذلت ورسوائی کے علاوہ سزا (दण्ड) کا دستور پیش کیا گیا ہے۔

☆ سماجی بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نفرت وحقارت سے پیش آنے کی ھدایت کی گئی ہے۔

☆ سچی توبہ کرنے کی صورت میں کامیابی کی بشارت اور محبت سے پیش آنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) سورۃ المائدہ، آیت ۹۰

(۲) ऋग्वेद मण्डल 10 सूक्त 34, मन्त्र-13

(۳) ऋग्वेद मण्डल 10 सूक्त 34, मन्त्र-10

(۴) ऋग्वेद मण्डल 10 सूक्त 34, मन्त्र-4

(۵) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0-833

(۶) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 221

(۷) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 225

(۸) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 227

(۹) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 228

(۱۰) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 50

(۱۱) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 224

(۱۲) महाभारत सभापर्व 58-16

(۱۳) महाभारत उद्योगपर्व 128-6

(۱۴) याज्ञ.2-203

(۱۵) अर्थ शास्त्र 3-20

(۱۶) नारद स्मृति अध्याय 19 श्लोक 8

(۱۷) याज्ञ. अध्याय 2 श्लोक 199

(۱۸) कात्यायन 1000

(۱۹) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 2 पृ0 834-835

(۲۰) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक

(۲۱) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 93-94

(۲۲) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1025

(۲۳) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1025

(۲۴) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 93

(۲۵) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 94

(۲۶) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 97

(۲۷) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 235

(۲۸) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 54

(۲۹) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 50

(۳۰) मनुस्मृति अध्याय 7 श्लोक 52

(۳۱) र्धाम शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1025

(۳۲) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 225

(۳۳) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 237

(۳۴) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 241-242

(۳۵) मनुस्मृति अध्याय 9 श्लोक 244-245

(۳۶) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 90

(۳۷) मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 91

(۳۸) र्धाम शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1025

(۳۹) र्धाम शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1025

☆☆☆
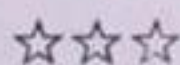
کتابیات عربی

(الف)

نمبر	کتاب	مصنف، مرتب، مترجم	مطبع و مقام	سنہ طباعت
۱	القرآن الکریم			
۲	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ/ ۸۱۰-۸۷۰ء)	دار البشائر الاسلامیہ بیروت، لبنان	۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء
۳	الاتقان فی علوم القرآن	عبدالرحمن جلال الدین سیوطی (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)	دار الکثیر، دمشق، بیروت سہیل اکیڈمی لاہور	۱۹۷۸ء ۱۹۹۳ء
۴	احکام القرآن	احمد بن علی الرازی ابوبکر الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ	سہیل اکیڈمی لاہور	۱۹۸۰ء
۵	القریٰ لقاصد ام القریٰ	محب الدین طبری مکی	مصر	سن درج نہیں
۶	الاحکام السلطانیہ	ابوالحسن علی بن محمد الماوردی	دار الفکر بیروت، لبنان	۱۹۹۷ء
۷	الانوار المحمدیہ	یوسف بن اسمٰعیل نبہانی	دار احیاء التراث العربی، لبنان	۱۹۸۹ء
۹	اشراق مصابیح السیر المحمدیہ بمزج اسرار المواہب اللدنیہ	زرقانی محمد بن عبدالباقی (المعروف شرح زرقانی)	ازہریہ مصر	۱۳۲۵ھ
۱۰	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر ابوالحسن علی بن محمد (۵۵۵-۶۳۰ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء

(ب)

۱۱	البدایۃ والنہایۃ	ابن کثیر اسمعیل بن عمر (۷۰۱، ۷۷۴ھ)	دار الفکر، بیروت، لبنان	۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء
۱۲	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	زین الدین ابن نجیم	علمیہ، مصر	ب ت
۱۳	البستان	عبداللہ بستانی	لبنان	ب ت

(ت)

۱۴	التعریفات	میر سید شریف جرجانی	المطبع الخیریہ، مصر	۱۳۰۶ھ
۱۵	تاریخ الامم والملوک	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (۲۲۴، ۳۱۰ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان	۱۴۰۷ھ
۱۶	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر اسمعیل بن عمر (۷۰۱، ۷۷۴ھ)	دار المعرفہ، بیروت لبنان	۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء
۱۷	تحقیق ماللھند	البیرونی	قاہرہ، مصر	ب ت
۱۸	تفسیر جلالین	عبدالرحمٰن جلالین سیوطی	فاروقیہ بک ڈپو، دھلی	۱۹۹۴ء
۱۹	تاریخ تمدن عرب اسلامی	جرجی زیدان		ب ت
۲۰	الترغیب والترھیب	ابو محمد عظیم بن عبدالقوی منذری	دار الکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۱۷ھ
۲۱	تفسیر کبیر	محمد بن عمر، امام فخر الدین رازی (۵۴۳، ۶۰۶ھ)	مکتبہ عبدالرحمٰن قاہرہ دار الکتب العلمیہ، تہران	ب ت
۲۲	تفسیر روح البیان	شیخ اسمعیل حقی (۱۰۶۳، ۱۱۳۷ھ)	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ پاکستان	۱۹۸۵ء

(ج)

۲۳	الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری (۱۹۴، ۲۵۶ھ)	دار القلم، بیروت، لبنان مکتبہ مصطفائی، دیوبند	۱۹۸۱ء ۱۴۰۷ھ
۲۴	الجامع الصحیح للترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۱۰، ۲۷۹ھ)	کتب خانہ رشیدیہ، دھلی دار الغرب الاسلامی بیروت	۱۹۹۸ء
۲۵	جامع البیان فی تفسیر القرآن	علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری	دار المعرفہ، بیروت لبنان	ب ت
۲۶	جامع المسانید لابی حنیفہ	امام ابو حنیفہ	دار الکتب العلمیہ بیروت	ب ت
۲۷	الجامع الصغیر	عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی (۸۴۹، ۹۱۱ھ)	دار الکتب العلمیہ بیروت	ب ت

(ح)

۲۸	حسن المقصد فی عمل المولد	جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱۹۸۵ء

(خ)

۲۹	الخصائص الکبریٰ	عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی (۸۴۹، ۹۱۱ھ)	مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان	ب ت
۳۰	خلاصۃ الوفاء	امام علی بن عبداللہ السمہودی (۸۴۴ھ/ ۹۲۲ھ)	مکتبہ العلمیہ، المدینۃ المنورۃ و دمشق	۱۹۷۲ء

(د)

۳۱	دلائل النبوۃ	ابوبکر احمد بن حسین، بیہقی (۳۸۴-۴۵۸ھ)	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان	۱۹۸۵ء ۱۴۰۵ھ

۳۲	الدّر المنثور فی التفسیر بالماثور	عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی (۸۴۹،۹۱۱ھ)	دارالمعرفۃ بیروت و مکتبہ جعفری طہران	۱۳۷۷ھ

(ر)

۳۳	ردّالمحتار	علامہ ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ)	داراحیاء التراث العربی، بیروت	۱۳۰۷ھ

(ز)

۳۴	زادالمسیر فی علم التفسیر	علامہ ابن جوزی (۵۱۰،۵۷۹ھ)	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان	۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء
۳۵	زادالمعاد	علام ابن قیم	دارالکتب العلمیہ، بیروت	

(س)

۳۶	السنن لابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن اشعث (۲۰۲،۲۷۵ھ)	دارالفکر، بیروت لبنان ولی محمد اینڈ سنس کراچی	۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء
۳۷	السنن لابن ماجہ	ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید (۲۰۹،۳۰۳ھ)	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان	۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء
۳۸	السنن للنسائی	نسائی احمد بن شعیب	دارالکتب العلمیہ، بیروت	۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء
۳۹	السنن الکبریٰ للبیہقی	بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین (۳۸۴،۴۵۸ھ)	مکتبۃ الدار، مدینہ منورہ	۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء
۴۰	السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (۱۸۱،۲۵۵ھ)	دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان	۱۴۰۷ھ
۴۱	السنن للدارقطنی	دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر (۳۰۶،۳۸۵ھ)	دارالمعرفۃ بیروت لبنان	۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء

۴۲	السيرة النبوية	ابن هشام ابو محمد عبد الملک (متوفی ۲۱۳ھ/۸۲۸ء)	دار صادر، بیروت لبنان	۱۴۱۱ھ
۴۳	سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار (۸۵ھ-۱۵۱ھ)	معهد الدراسات والابحاث للتعریب	ب ت
۴۴	السيرة الحلبية	علی بن برهان الدین حلبی	دار المعرفة، بیروت	۱۴۰۰ھ
۴۵	سبحة المرجان فی آثار الهندوستان	غلام علی آزاد بلگرامی	ممبئی	ب ت

(ش)

۴۶	شرح المواهب اللدنيه	محمد بن عبد الباقی زرقانی	دار الکتب العلمية، بیروت	۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶ء
۴۷	الشفاء بتعریف حقوق المصطفی	ابو الفضل قاضی عیاض (۴۷۶، ۵۴۴ھ)	دار الکتاب العربی، بیروت عبد التواب اکیڈمی، پاکستان	ب ت
۴۸	شمائل ترمذی	امام ابو عیسی ترمذی		ب ت
۴۹	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بیهقی،	دارلکتب العلمية، بیروت	۱۹۹۰ء

(ص)

۵۰	الصحیح للبخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی	۱۹۹۴ء
۵۱	الصحیح للمسلم	مسلم ابن حجاج قیشری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء)	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان	ب ت
۵۲	الصحیح للمسلم	مسلم ابن حجاج قیشری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء)	مختار بکڈپو، دیوبند	۱۹۸۶ء
۵۳	الصحیح لابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان (۲۷۰، ۳۵۴ھ)	مؤسسة الرساله بیروت لبنان	۱۹۹۳ء

(ط)

۵۴	طحطاوی علی مراقی الفلاح	الشیخ احمد الطحطاوی	دار الکتب الاسلامیہ بیروت، لبنان	ب ت
۵۵	الطبقات الکبری	ابن سعد ابو عبید اللہ محمد (۱۶۸،۲۳۰ھ)	دار بیروت للطباعۃ والنشر، لبنان	۱۹۷۸ء

(ع)

۵۶	عمدۃ القاری	بدر الدین عینی (۷۶۲،۸۵۵ھ)	دار الفکر، بیروت لبنان	۱۹۷۹ء
۵۷	عینی شرح ھدایہ	بدر الدین العینی	دار الکتب العلمیہ، بیروت	ب ت

(ف)

۵۸	فتح الباری شرح البخاری	ابن حجر عسقلانی (۷۷۳/۸۵۲،۱۳۷۲،۱۴۴۹)	دار النشر الکتب الاسلامیہ لاھور پاکستان	۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء
۵۹	الفقہ علی المذاھب الاربعہ	علامہ الجزیری	بیروت، لبنان	ب ت
۶۰	فیض القدیر (جلد ۲/)	محمد حسن ضعیف اللہ	قاھرہ، مصر	ب ت

(ک)

۶۱	کنز العمّال	حسام الدین ھندی، علاء الدین علی (المتوفی ۹۷۵ھ)	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، لبنان	۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء
۶۲	کتاب الآثار	امام ابو یوسف	بیروت، لبنان	ب ت
۶۳	کتاب الاربعین علی مذھب المتحققین	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (۳۳۶،۴۳۰ھ)	دار ابن حزم، بیروت لبنان	۱۹۹۳ء

(ل)

۶۴	لسان العرب ج ۳	ابن منظور محمد بن مکرم (۶۳۰،۷۱۱ھ)	دار صادر، بیروت، لبنان	ب ت

(م)

۶۵	المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	محمد فؤاد عبدالباقی	دار المعرفہ، بیروت لبنان	۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء
۶۶	المواہب اللدنیۃ	امام احمد بن محمد قسطلانی (۸۵۱، ۹۲۳ھ)	المکتب الاسلامی بیروت، لبنان	۱۴۱۲ھ ۱۹۹۱ء
۶۷	مشکوۃ المصابیح	خطیب تبریزی، ولی الدین المتوفی ۷۴۱ھ)	الکتب العلمیۃ، بیروت فاروقیہ بکڈپو، دھلی	۲۰۰۳ء ۱۹۹۴ء
۶۸	معالم التنزیل	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی	دار المعرفۃ، بیروت لبنان	۱۹۹۵ء
۶۹	المفردات فی غرائب القرآن	ابی القاسم الراغب اصفہانی (المتوفی ۵۰۳ھ)	المطبع المیہنہ، مصر	ب ت
۷۰	مجمع الزوائد	نور الدین ابو الحسن، ہیثمی (۷۳۵، ۸۰۵ھ)	دار الکتاب العربی	۱۹۸۷ء
۷۱	المؤطا للامام المالک	امام مالک بن انس (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۲-۷۹۵ء)	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۹۸۵ء
۷۲	المعجم الصغیر للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)	دار الکتب العلمیہ لبنان	۱۹۸۳ء
۷۳	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی (۲۶۰، ۳۶۰ھ)	مطبعۃ الزہرا الحدیثیہ عراق	
۷۴	المعجم الاوسط للطبرانی	سلیمان بن احمد طبرانی (۲۶۰، ۳۶۰ھ)	مکتبۃ المعارف ریاض	۱۹۸۵ء
۷۵	المسند لاحمد بن حنبل	ابو عبداللہ بن محمد احمد بن حنبل	المکتب الاسلامی بیروت	۱۹۷۸ھ

۷۶	المصنف لعبد الرزاق	ابو بکر بن ھمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/۷۴۴-۸۲۶ء)	المکتب الاسلامی بیروت	۱۴۰۳ھ
۷۷	المصنف لابن ابی شیبة	ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ (۱۵۹،۲۳۵ھ)	مکتبۃ الرشد ریاض	۱۴۰۹ھ
۷۸	المستدرک للحاکم	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم (۳۲۱،۴۰۵ھ)	دارلکتب العلمیہ، بیروت	۱۹۹۵ء
۷۹	المفردات الراغب	ابو قاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ/ ۱۱۰۸ء)	ا الدار الشامیة بیروت	۱۹۹۲ء

(و)

۸۰	الوفاء باحوال المصطفیٰ	عبدالرحمن ابن علی (ابن جوزی) (۵۱۰،۵۷۹ھ)	دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان	۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء

(ھ)

۸۱	الھدایة مع الدرایة فی تخریج احادیث الھدایة	ابوالحسن برھان الدین المرغینانی (م ۵۱۱ھ-۵۹۳ھ)		

کتابیات اردو

(الف)

نمبر	کتاب	مصنف، مرتب، مترجم	مطبع ومقام	سنہ طباعت
۱	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ دہلوی	دہلی	۱۹۷۱ء
۲	اسلام اور مذاہب عالم تقابلی مطالعہ	محمد مظہر الدین صدیقی	ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور	۱۹۹۷ء
۳	اصول دھرم شاستر	پنڈتان عدالت ہائے دیوانی تابع احاطہ ملک بنگالہ	منشی نول کشور لکھنؤ	۱۸۷۷ء
۴	اسلام میں حقوق انسانی کا تصور	ڈاکٹر طاہر القادری	ادبی دنیا دہلی	۲۰۰۷ء
۵	اسرار الاحکام بانوار القرآن	مفتی احمد یار خاں نعیمی	جنید بکڈپو، گوجیدرہ، اڑیسہ	۱۹۷۶ء
۶	اسلام اور مشرقی مذاہب کے درمیان مذاکرات کی بنیاد	سوامی لکشمی شنکر آچاریہ	ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی	۲۰۱۰ء
۷	آئینہ حقیقت نما	اکبر خاں نجیب آبادی	شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند	۱۹۹۷ء
۸	اسلام اور امن عالم	خالد سیف اللہ رحمانی	ایفا پبلیکیشنز جامعہ نگر، دہلی	۲۰۱۰ء
۹	انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر	خالد سیف اللہ رحمانی	ایفا پبلیکیشنز جامعہ نگر، دہلی	۲۰۱۱ء
۱۰	آئینہ حقیقت	حبیب الرحمن شاستری	انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ	۱۹۵۸ء
۱۱	انتخاب حدیث	عبد الغفار حسن رحمانی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۷۳ء
۱۲	آداب سنت	علامہ عالم فقری	فاروقیہ بکڈپو دہلی	ب ت

۱۳	ارجح الاقاویل	مفتی محمد شفیع	دیوبند	ب ت
۱۴	اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر	ڈاکٹر تاراچند	آزاد کتاب گھر دہلی	۱۹۶۶ء
۱۵	اسلامی تہذیب	منشی پریم چند	مدھر سندیش سنگم، دہلی	۲۰۰۱ء
۱۶	اسلامک اسٹڈیز	مولانا عبدالسلام صدیقی	علمی کتاب گھر کراچی	۱۹۷۸ء
۱۷	اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور	پروفیسر طاہر القادری	فرید بکڈپو دہلی	۲۰۰۵ء
۱۸	الامن والعلی	امام احمد رضا خان	قادری بکڈپو بریلی	۱۴۰۸ھ
۱۹	اسلامی تقاریب	غلام دستگیر رشید	اردو مرکز گنپت روڈ لاہور	۱۹۵۲ء
۲۰	اسلام اور غلط فہمیاں	رام چندر نارائن لال	دعوت سہ روزہ دہلی	۲۰۰۲ء
۲۱	استقامت محمد عربی نمبر	ظہیر الدین قادری	ریل بازار کانپور	۱۹۸۵ء
۲۲	اوتارواد اور رسالت	ڈاکٹر محمد احمد	کانتی پرکاشن، دہلی	۲۰۰۰ء
۲۳	اگر اب بھی نہ جاگے تو؟	شمس نوید عثمانی	سرتاج کمپنی، دہلی	ب ت
۲۴	اصلاح فکر واعتقاد	یٰسین اختر مصباحی	رضوی کتاب گھر، دہلی	ب ت
۲۵	آداب الافتاء	سید ظہیر الدین زیدی	بیت السادات دودھ پور علی گڑھ	۱۹۹۱ء
۲۶	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان	۱۹۷۶ء
۲۷	احکام القرآن جلد اول		سہیل اکیڈمی لاہور	۱۴۰۰ھ
۲۸	اعداد القرآن	محمد سمیع	مکتبہ نعیمیہ دہلی	۲۰۰۱ء
۲۹	اسلام اور ہندو مذہب کی بعض مشترکہ تعلیمات	مناظر احسن گیلانی	خدابخش لائبریری پٹنہ	ب ت
۳۰	اسلام اور امن عالم	مولانا بدر القادری	المجمع الاسلامی، مبارکپور، یوپی	۱۹۹۵ء
۳۱	آخری پیغام	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	مکتبہ نعیمیہ، دہلی	ب ت

(ب)

۳۲	البیرونی کا ہندوستان (اردو)	عبدالحئی، قیام الدین احمد	نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا	۲۰۰۰ء

۳۳	بہار شریعت	مولانا امجد علی اعظمی	اسلامک پبلشر، دہلی	۱۹۹۶ء

(پ)

۳۴	پیشوا (ماہنامہ)	ماہنامہ	دہلی	۱۹۳۱ء
۳۵	پیغمبر اسلام	وحید الدین خان	مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی	۱۹۹۸ء

(ت)

۳۶	تاریخ طبری (اردو ترجمہ)	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری؛ ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی	نفیس اکیڈمی، کراچی	۲۰۰۴ء
۳۷	تفسیر ابن کثیر (اردو ترجمہ)	حافظ عماد الدین ابن کثیر مولانا محمد جونا گڑھی	مکتبہ قدوسیہ لاہور	۲۰۰۶ء
۳۸	تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی	ادبی دنیا، دہلی	۲۰۰۶ء
۳۹	تعریفات	مفتی منظور عالم	الادارۃ الاسلامیہ کشن گنج، بہار	۱۹۹۰ء
۴۰	تدوین حدیث	سید مناظر احسن گیلانی	ادارہ مجلس علمی کراچی	۱۹۵۶ء
۴۱	تاریخ افکار علوم اسلامی (اردو ترجمہ)	راغب الطباخ افتخار احمد بلخی	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی	۱۹۸۳ء
۴۲	تفسیر روح البیان (اردو ترجمہ)	شیخ اسمٰعیل حقی محمد فیض احمد اویسی	رضوی کتاب گھر دہلی	۲۰۰۹ء
۴۳	ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام آزاد	ساہتیہ اکادمی، دہلی	۱۹۷۶ء
۴۴	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خاں نعیمی	ادبی دنیا، دہلی	۲۰۱۰ء
۴۵	تفسیر وحدیث میں ہندوستان کا تذکرہ (اردو ترجمہ)	سید غلام علی آزاد بلگرامی ڈاکٹر علیم اشرف جائسی	دار العلوم جائس رائے بریلی	۲۰۰۶ء
۴۶	تاریخ مکہ مکرمہ	عبد المعبود	ناز پبلشنگ ہاؤس دہلی	ب ت
۴۷	تاریخ ہندی فلسفہ	ایس۔ این۔ داس گپتا	جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد	۱۹۶۰ء

۴۸	تاریخ گم گشتہ	غلام محمد فیض آبادی	فیض آباد	ب ت
۴۹	تاریخ مدینہ منورہ	علامہ منظور احمد	قادری دارالاشاعت ویلکم دہلی	۲۰۰۵ء
۵۰	تاریخ الخلفاء (اردو ترجمہ)	علامہ جلال الدین سیوطی شمس بریلوی	نور پبلشنگ ہاؤس دہلی	۱۹۹۰ء
۵۱	تذکرۃ الانبیاء	قاضی عبدالرزاق بھترالوی	رضوی کتاب گھر، دہلی	۲۰۰۲ء
۵۲	تاریخ حدیث وفقہ	مولانا عبدالسلام صدیقی	علمی کتاب گھر، کراچی، پاکستان	۱۹۷۸ء
۵۳	تہذیب دھرم	عمر خاں	حمیدیہ سیٹم، لاہور	۱۹۶۰ء
۵۴	تواریخ حبیب اللہ	مفتی عنایت اللہ کاکوری متوفی ۱۲۳۹ھ	مکتبہ مہریہ رضویہ سیالکوٹ، پاکستان	ب ت

(ج)

۵۵	جذب القلوب الی دیار المحبوب (اردو ترجمہ)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولانا عرفان علی	رضوی کتاب گھر، دہلی	۲۰۰۹ء
۵۶	جواہر الحدیث	شمس پیرزادہ	الفیصل ناشران کتب لاہور	ب ت
۵۷	جانِ جاناں	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	انٹرنیشنل پبلیکیشنز حیدرآباد، پاکستان	۱۹۸۸ء

(ح)

۵۸	الحجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ)	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پروفیسر عبدالرحیم	قومی کتب خانہ، لاہور	۱۹۵۳ء
۵۹	حجیۃ حدیث	جسٹس محمد تقی عثمانی	زکریا بکڈپو، دیوبند	ب ت
۶۰	حضرت محمد سب کے لئے	طارق فارقلیط فلاحی	دارالسلام لکھنؤ	۲۰۰۰ء
۶۱	حدائق بخشش نعتیہ دیوان	امام احمد رضا خان	رضا اکیڈمی، ممبئی	ب ت

(خ)

۶۲	خزائن العرفان فی تفسیر القرآن	سید محمد نعیم الدین مرادآبادی	رضوی کتاب گھر، دہلی	ب ت
۶۳	الخطبات الاحمدیہ	سرسید احمد خان	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	ب ت
۶۴	خاتون اسلام	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	ادارہ البحوث الاسلامیہ، بنارس	۱۹۹۴ء
۶۵	الخصائص الکبریٰ (اردو)	عبدالرحمن جلال الدین سیوطی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی	۱۹۸۸ء
۶۶	الخصائص الکبریٰ (اردو ترجمہ)	علامہ مقبول احمد	اعظم پبلیکیشنز، دہلی	۲۰۱۲ء

(د)

۶۷	دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)		دانش گاہ پنجاب، لاہور	۱۹۸۹ء
۶۸	دنیا کے بڑے مذہب	عمادالحسن آزاد فاروقی	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی	۱۹۸۶ء
۶۹	دین مصطفی	سید محمد احمد رضوی	حزب الاحناف، لاہور	۱۹۷۶ء
۷۰	دھرم شاستر و رواجات	جان۔ڈی۔مین بیرسٹرایٹ لا	قوانین ہند امرتسر	ب ت
۷۱	دھرم شاستر	سید محمد عبداللہ ایڈوکیٹ	برقی پریس جام باغ، حیدرآباد	۱۳۴۹ء
۷۲	دھرم شاستر کے ابتدائی ماخذ اور شرع محمدی	بی۔این۔چوبے، وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد	اپنشدر ہسیہ سابق لکچرار لاکمیٹی جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن	ب ت

(ر)

۷۳	رسول اعظم اغیار کی نظر میں	سید محمد اجمل کچھوچھوی	کتب خانہ قادریہ، اٹوابازار	۱۹۸۳ء
۷۴	رحمۃ للعٰلمین نمبر (خاتون مشرق)	(جلد ۵۵) الطاف حسین قریشی	جامع مسجد نئی، دہلی	۱۹۸۶ء
۷۵	راحت القلوب الی دیار المحبوب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	رضوی کتاب گھر، دہلی	۲۰۰۹ء
۷۶	رحمۃ للعٰلمین	مولانا سلمان منصور پوری	دہلی	ب ت
۷۷	رگوید اور اپنشد کی روشنی	ڈاکٹر شکیل الرحمن	عصمت پبلیکیشنز، کشمیر	۱۹۷۶ء
۷۸	روشن ستارے	ماہنامہ	پنجاب آرٹ پریس، لاہور	۱۹۳۰ء
۷۹	رحمت عالم	سید سلیمان ندوی	مرکزی ادارہ تبلیغ دینیات، دہلی	۱۹۴۳ء

(س)

۸۰	سیرت الرسول ضیاء النبی	محمد کرم شاہ ازہری	فاروقیہ بک ڈپو دہلی	۱۹۹۴ء
۸۱	سیرت ابن ہشام	عبد الملک بن ہشام بصری	مصر	۱۹۸۶ء
۸۲	سیرت امام الانبیاء	سید محمد سعید الحسن، ارشد برادرس	سوئی والان، نئی دہلی	۱۹۹۷ء
۸۳	سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی	مکتبہ نعیمیہ دہلی	ب ت
۸۴	مذاہب کا تقابلی مطالعہ (سجادین)	مولوی محمد ابراہیم	دائرہ شاہ اجمل الہ آباد	۱۹۷۵ء
۸۵	سنی فضائل اعمال	علامہ عالم فقری	فاروقیہ بکڈپو، دہلی	۲۰۰۶ء
۸۶	سنت نبوی اور جدید سائنس	حکیم محمد طارق محمود چغتائی	فرید بکڈپو، دہلی	ب ت
۸۷	ستیارتھ پرکاش (اردو ترجمہ)	دیانند سرسوتی خوشحال چند،	پردھان آریہ پرادیشک پرتی ندھی سبھا، پنجاب لاہور	ب ت
۸۸	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (اردو ترجمہ)	علامہ عبد الرحمن ابن خلدون ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	فرید بکڈپو دہلی	۲۰۰۴ء

(ش)

۸۹	شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی	مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر، گجرات	۱۴۲۳ھ
۹۰	شواہد النبوۃ (اردو ترجمہ)	علامہ عبد الرحمن جامی بشیر حسین ناظم	رضا اسلامک مشن، بریلی	۱۹۷۴ء
۹۱	شجرۂ محمدیہ		لاہور	ب ت
۹۲	کتاب الشفاء (شفاء شریف) (اردو ترجمہ)	قاضی عیاض اختر شاہ جہان پوری	مفتی اعظم اکیڈمی، دہلی	ب ت
۹۳	شمائم امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ ۱۳۱۷ھ) (مرتبہ رشید احمد گنگوہی)	مدنی کتب خانہ لاہور	۱۴۰۵ھ

۹۴	شری رام تتو بودھا امرت (اردو ترجمہ)	اقوال شری رام چندر (پنڈت ابو نصیر و ٹھل)	صدر مرکز دیندار انجمن، حیدر آباد	ب ت
۹۵	شادی بیوگان اور نیوگ	ثناء اللہ امرتسری	سلیم پریس امرتسر	۱۹۱۷ء

(ص)

۹۶	صراط مستقیم	مولوی اسمٰعیل دہلوی	دیو بند	ب ت
۹۷	صحیح بخاری شریف (اردو ترجمہ)	محمد بن اسمٰعیل بخاری حکیم اختر خان، شاہ جہاں پوری	حامد اینڈ کمپنی، لاہور	۱۹۸۲ء
۹۸	صحیح بخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی	۱۹۹۴ء

(ع)

۹۹	عرب وہند عہدِ رسالت میں	قاضی اطہر مبارک پوری	مرکز بکڈ پو، دہلی	۲۰۰۴ء
۱۰۰	عرب کا چاند	سوامی لچھمن پرساد	مکتبہ الحسنات، دہلی	۱۹۹۰ء
۱۰۱	عورت اور اسلامی تعلیم	مالک رام	یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ	۱۹۵۱ء
۱۰۲	عظمت مصطفیٰ	ڈاکٹر محمد ظفیر احمد	پوسٹ بیگ ا، نئی دہلی	ب ت
۱۰۳	علم حدیث ایک تعارف	محمد فاروق خاں	مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی	۲۰۰۰ء
۱۰۴	عقائد الاسلام (العقیدہ الحسنہ) (اردو ترجمہ)	شاہ ولی اللہ، دہلوی مفتی محمد خلیل خاں	جام نور، دہلی	ب ت
۱۰۵	عرس کی شرعی حیثیت	مولانا اختر حسین بستوی	کتب خانہ امجدیہ، بستی	۱۹۹۵ء

(غ)

۱۰۶	غیاث اللغات (لغت فارسی)	غیاث الدین (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء)	لکھنؤ	ب ت

(ف)

۱۰۷	فتاوٰی رضویہ	امام احمد رضا خاں	رضا اکیڈمی، ممبئی	ب ت
۱۰۸	فتاوٰی عزیزیہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی		ب ت

۱۰۹	فتاویٰ رضویہ جلد ۵	امام احمد رضا خاں	لکھنؤ	ب ت
۱۱۰	فضائل حج	مولانا زکریا	نصیر بکڈپو، نظام الدین دہلی	ب ت
۱۱۱	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی	مکتبہ رحمانیہ اردو، بازار لاہور	ب ت
۱۱۲	فیروز اللغات	مولوی فیروز الدین	فرید بک ڈپو، دہلی	ب ت

(ق)

۱۱۳	قدیم ہندوستان کی تاریخ (اردو ترجمہ)	رما شنکر ترپاٹھی سید تخی حسن نقوی	ترقی اردو، بیورو، نئی دہلی	۱۹۸۱ء
۱۱۴	قرآن سب کے لئے	طارق فارقلیط فلاحی	دار الاسلام لکھنؤ	۱۹۹۷ء
۱۱۵	قاری (ماہنامہ)	محمد میاں مظہری	جامع مسجد، دہلی	۱۹۸۵ء
۱۱۶	قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب ۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک	گوری شنکر ہیرا چند اوجھا (اردو ترجمہ) منشی پریم چند	ہندوستان اکیڈمی، الہ آباد	۱۹۳۱ء
۱۱۷	قانون رواج ہنود (اردو ترجمہ)	جان۔ ڈی۔ مین، بیرسٹرایٹ لا، مولوی اکبر علی	جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن	۱۹۲۲ء

(ک)

۱۱۸	کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خاں بریلوی	رضوی کتاب گھر، دہلی	ب ت
۱۱۹	کچھ ہندومت کے بارے میں	سید کامل حسین، مولوی بدر الحسن	خدا بخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۳ء
۱۲۰	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (اردو ترجمہ)	عبد الرحمن الجزیری منظور احسن عباسی	جیلانی بک ڈپو، دہلی	۲۰۱۲ء
۱۲۱	کریم اللغات (فارسی)	مولوی کریم الدین، دہلوی	راجہ رام کمار بک ڈپو لکھنو	ب ت

(م)

۱۲۲	مختصر تاریخ تمدن عرب	سید ظہیر احمد زیدی	بزم قاسمی برکاتی، کانپور	۲۰۰۰ء
۱۲۳	مشکوۃ شریف (اردو ترجمہ)	خطیب تبریزی ولی الدین اختر شاہ جہاں پوری	فرید بک اسٹال، لاہور	۱۹۸۵ء

۱۲۴	مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح	مفتی احمد یار خان نعیمی	رضوی کتاب گھر، دہلی	ب ت
۱۲۵	مدارج النبوۃ (فارسی) (اردو ترجمہ)	شیخ عبدالحق محدث دہلوی مفتی غلام الدین نعیمی	ادبی دنیا، دہلی	۱۹۹۷ء
۱۲۶	میزان الحدیث	مفتی عبدالمجید خان قادری	مکتبہ نعیمیہ، دہلی	ب ت
۱۲۷	مجموعہ خطبات بنام میلاد النبی	مولانا اشرف علی تھانوی	جمیلی کتب خانہ، لاہور	ب ت
۱۲۸	مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	علامہ پرویز	حمدہ پبلیکیشنز، دہلی	۲۰۰۱ء
۱۲۹	مذاہب میں عورت کا مقام	محمد یونس قریشی	قریشی اینڈ سنس، کھراؤں، بنارس	۲۰۱۰ء
۱۳۰	مجموعہ قوانین اسلام	تنزیل الرحمن	اسلام آباد، پاکستان	ب ت
۱۳۱	میثاق النبیین	عبدالحق ودھیار تھی	دارالاشاعت کتب اسلامیہ، ممبئی	۱۹۸۸ء
۱۳۲	مخزن معلومات	مفتی منظور عالم	مکتبہ نعیمیہ، دہلی	۲۰۰۱ء
۱۳۳	محققانہ فیصلہ	مفتی جلال الدین امجدی	کتب خانہ امجدیہ، دہلی	۱۹۷۸ء
۱۳۴	مکاشفۃ القلوب (اردو ترجمہ)	امام محمد غزالی مولانا تقدس علی خاں	رضوی کتاب گھر، دہلی کتب خانہ امجدیہ، دہلی	۱۹۸۷ء ۲۰۰۶ء
۱۳۵	المنجد (عربی اردو لغت)		مکتبہ مصطفائی، دیوبند، مرکزی ادارہ، تبلیغ دینیات، جامع مسجد دہلی	۱۹۹۳ء
۱۳۶	مصباح اللغات (عربی اردو)	عبدالحفیظ بلیاوی	مکتبہ برہان، جامع مسجد دہلی	ب ت
۱۳۷	المواہب اللدنیہ (اردو ترجمہ)	امام احمد بن محمد قسطلانی مولانا محمد صدیق ہزاروی	فرید بک اسٹال، لاہور	ب ت
۱۳۸	المنہاج السوی	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی	۲۰۰۷ء
۱۳۹	مذاہب عالم اور ظہور موعود	ایس ارتضاء حسین	مرآۃ پبلیکیشنز، نئی دہلی	۲۰۰۲ء
۱۴۰	مزارات پر حاضری اور اسکے آداب	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	کتب خانہ امجدیہ دہلی	۲۰۰۰ء
۱۴۱	مسائل ایصال ثواب	سید نعیم الدین مرادآبادی	فاروقیہ بک ڈپو دہلی	ب ت
۱۴۲	مضامین میلاد	غلام مصطفی نقشبندی	مکتبہ نعیمیہ دہلی	۱۹۹۸ء

۱۴۳	میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	ادبی دنیا،دہلی	۲۰۰۵ء
۱۴۴	منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشدالرحال	صدرالدین آزردہ، دہلوی	کراچی	۱۹۹۰ء
۱۴۵	المعتقد المنتقد المستند المعتمد، (اردو ترجمہ)	فضل رسول عثمانی، امام احمد رضا خان مفتی محمد اختر رضا خاں	جامعۃ الرضا، بریلی	۲۰۰۸ء

(ن)

۱۴۶	نزہۃ المجالس (اردو ترجمہ)	علامہ عبدالرحمن صفوری علامہ تابش منشا قصوری	ادبی دنیا، دہلی	۲۰۱۰ء

(و)

۱۴۷	ویدک دھرم میں گوشت خوری	ناصرالدین عبداللہ وید بھوشن	قادیان، پنجاب	ب ت
۱۴۸	وسیلے کی شرعی حیثیت	عبدالحکیم شرف قادری	رضوی کتاب گھر، دہلی	۱۹۹۰ء

(ھ)

۱۴۹	ہندو مذہب	پروفیسر محسن عثمان ندوی	یونیورسل پیس فاؤنڈیشن، دہلی	۲۰۰۳ء
۱۵۰	ہندوؤں کے اوتار	لالہ بال کشن بترہ	خدابخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۳ء
۱۵۱	ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر	ڈاکٹر محمد عمر	نشریات حکومت ہند، نئی دہلی	۱۹۹۵ء
۱۵۲	ہند اسلامی تہذیب کا ارتقاء	عمادالحسن آزاد فاروقی	مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دہلی	۱۹۸۵ء
۱۵۳	ہندوؤں کے تیوہار	لالہ بال کشن بترہ	خدابخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۳۴ء
۱۵۴	ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت	منشی رام پرساد ماتھر	خدابخش لائبریری، پٹنہ	۱۹۹۱ء
۱۵۵	ہفتہ وار پرتاپ (خصوصی شمارہ)	منشی پریم چند	مدھر سندیش سنگم، دہلی	۱۹۲۵ء
۱۵۶	ہندوستانی مذاہب کا بنیادی لٹریچر	ڈاکٹر محمد عباس علیگ	مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	۲۰۰۳ء
۱۵۷	ہندو مذہب	پنڈت منوہر لال زتشی (۱۸۷۶ء تا ۱۹۴۴ء)	خدابخش لائبریری، پٹنہ	ب ت

۱۵۸	ہندومت حصہ اول	دیانرائن نگم کے رسالہ زمانہ کانپور (۱۹۰۳ء تا ۱۹۴۲ء) سے انتخاب	خدابخش لائبریری، پٹنہ	ب ت
۱۵۹	ہندو تہذیب	فیلو تھیوسافیکل سوسائٹی، بنارس	نول کشور گیس پرنٹنگ، لاہور	۱۹۰۹ء
۱۶۰	ہندو دھرم گرونانک کی نظر میں	عباداللہ گیانی	المحمد پبلیکیشنز، دہلی	۱۹۹۱ء
۱۶۱	ہمارا اسلام	مفتی محمد خلیل خاں	اسلامک پبلشر، دہلی	۲۰۰۶ء
۱۶۲	ہمارے رسول	ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ	سفارت جمہوری اسلامی ایران، نئی دہلی	۲۰۱۱ء
۱۶۳	ہندی اردو لغت	امام الدین رام نگری	مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی	ب ت
۱۶۴	ہندوستان میں گائے کی سیاست	وی۔ ٹی۔ راج شیکھر	دلت ساہتیہ اکیڈمی، منگلور	

کتابیات ہندی (किताबियात)

(अ-आ)

नं.	पुस्तक / पत्रिका	लेखक/अनुवादक/सम्पादक	प्रकाशक	सन्
1.	अथर्ववेद	ईश्वाणी धर्मग्रन्थ		
2.	अथर्ववेद (हिन्दी अनुवाद)	पण्डित श्री राम शर्मा आचार्य	ब्रहमवर्चस शान्ति कुन्ज हरिद्वार	2002 ई.
3.	आचाराध्याय	धर्म शास्त्र		
4.	अल्लोपनिषद	धर्म ग्रन्थ		
5.	अथर्ववेद हिन्दी भाष्य,	पण्डित क्षेमकरण दास त्रिवेदी	आर्य प्रतिनिधि सभा दिल्ली	
6.	आपस्तम्ब धर्म सूत्र	धर्म शास्त्र, आपस्तम्ब ऋषि	बुहलर द्वारा सम्पादित	
7.	अत्रि स्मृति	धर्म शास्त्र (अत्रि ऋषि)	बम्बई संस्कृत माला के अंतर्गत	
8.	अग्नि पुराण	धर्म शास्त्र		

9.	आश्वलायन ग्रह सूत्र	धर्म शास्त्र		
10.	आर्यों का आदिदेश और उनकी सभ्यता,	स्वामी विद्यानन्द सरस्वती,	आर्य प्रकाशन अजमेरी गेट, दिल्ली।	2002ई.
11.	आदर्श हिन्दी शब्द कोष,	पण्डित रामचन्द्र पाठक	भारगव बुक डिपो चौक वाराणसी	
12.	अन्तिम ईश्वर दूत	पण्डित धर्मवीर उपाध्याय,	नेशनल प्रिंटिंग प्रेस, दिल्ली	1927ई.
13.	आपकी अमानत आपकी सेवा में	मुहम्मद कलीम सिद्दीकी	अरमुगान पब्लिकेशन, फुलत, मुजफ्फर नगर	चौथा संस्करण
14.	अमर उजाला अख़बार	सम्पादकीय पृ0 5 जून 2001	आगरा	2001ई.

(इ-ई)

15	इतिहास पुराण साहित्य का इतिहास	डॉ. कुवर लाल,	इतिहास विद्या प्रकाशन दिल्ली	1978 ई.
16	इस्लाम के पैग़म्बर	प्रो. के.एस. रामा कृष्णा राव	मधुर संदेश संगम दिल्ली	1990 ई.
17	ईश उपनिषद	धर्म ग्रन्थ		
18	इस्लाम जिससे मुझे प्यार है	अब्दुल्लाह अडियार	इस्लामी साहित्य प्रकाशन, दिल्ली	2002 ई.
19	ईश्वर की सत्ता और स्वरूप		मधुर संदेश संगम दिल्ली	1992 ई.
20	इस्लाम दर्शन	डॉ गणेश दत्त सारवस्त	इस्लामी साहित्य प्रकाशन	1998 ई.
21	इस्लाम एक स्वंय सिद्ध ईश्वरीय जीवन व्यवस्था	राजेन्द्र नारायण लाल	साहित्य सौरभ, नई दिल्ली	2005 ई.
22	इस्लाम आतंक या आदर्श	स्वामी लक्ष्मी शंकराचार्य	हंसपुरम नौबस्ता, कानपुर	2009 ई.
23	इस्लाम की नैतिक चेतना	अमर पाल सिंह	मधुर संदेश संगम दिल्ली	1996 ई.
24	इस्लाम मानवता पूर्ण ईश्वरीय धर्म	लाला काशीराम चावला	मधुर संदेश संगम दिल्ली	2003 ई.

(उ)

25	उपनिषद ज्ञान, ईशउपनिषद	दीनानाथ भार्गव दिनेश	मानव धर्म कर्यालय, दिल्ली	

(ए-ऐ)

26	ऐतरेय ब्राहमण	धर्म ग्रन्थ		
27	एक सर्व धर्म उपासना	जावेद अन्जुम	रौशनी पब्लिशिंग हाउस, रामपुर	
28	ऐ मुस्लिम भाई	लाला काशीराम चावला	मधुर संदेश संगम दिल्ली	

(ऋ)

29	ऋग्वेद संहिता	ईश्वाणी (धर्म ग्रन्थ)		
30	ऋग्वेद (हिन्दी अनुवाद)	पण्डित श्री राम शर्मा आचार्य	ब्रह्मवंस शान्ति कुंज, हरिद्वार	2002 ई.
31	ऋग्वेद संक्षिप्त (हि.अनुवाद)	रायबहादुर पाण्डे	डायमण्ड पॉकेट बुक्स दिल्ली	

(क)

32	कूर्म पुराण	धर्म ग्रन्थ		
33	कल्कि पुराण	धर्म ग्रन्थ		
34	कठ उपनिषद	धर्म ग्रन्थ		
35	कौटिल्य का अर्थशास्त्र	कौटिल्य	प्रकाशित,अनुवादित डॉ.शामशास्त्री	1909 ई.
36	कात्यायन स्मृति	धर्मशास्त्र(कात्यायन ऋषि)		
37	कल्कि अवतार और मुहम्मद	डॉ.वेद प्रकाश उपाध्याय	अलअशरफ एकेडमी किछौछा	2006 ई.
38	कान्ति (मासिक पत्रिका)	डॉ.मुहम्मद अहमद	जामिया नगर नई दिल्ली	दिसम्बर 2000ई.
39	कान्ति (मासिक पत्रिका)	डॉ.मुहम्मद अहमद	जामिया नगर नई दिल्ली	जुलाई 2001ई.
40	कान्ति (मासिक पत्रिका)	डॉ.मुहम्मद अहमद	जामिया नगर नई दिल्ली	जुलाई 2002ई.
41	कितने अप्रासंगिक हैं धर्म ग्रन्थ?	राकेश नाथ	विश्व बुक्स,नई दिल्ली	2007ई.

(ग)

42	गौतम धर्म सूत्र	धर्म ग्रंथ(गौतम आचार्य)	आनन्द आश्रम, कलकत्ता	1910ई.
43	श्रीमद भागवत गीता	धर्म ग्रंथ		
44	गरुण पुराण	धर्म ग्रंथ		
45	श्रीमद भगवतगीता विवेचनी	उत्तम प्रकाश बन्सल.	उत्तम विशाल साहित्य प्र.दि.	1989ई.
46	गीता और कुरआन	सुन्दर लाल	खुदाबख़्श लाइब्रेरी, पटना	1996ई.
47	हिन्दुओं द्वारा गो मांस भक्षण	सुन्दर लाल सागर एड.	सागर प्रकाशन, मैनपुरी, यूपी	

(च-छ)

48	चाणक्य सूत्राणी	(चाणक्य)		
49	छान्दोग्य उपनिषद	धर्म ग्रंथ		

(त)

50	तैत्रिय ब्राहमण	धर्म ग्रंथ		
51	तारीख़ हिन्दी फलसफा	एस.एन. दास गुप्ता	जामिया उस्मानिया, हैदराबाद	1960ई.

(द-ध)

52	दयानन्द ग्रन्थ माला (ख.-2)	ऋग्वेदादिभाष्य भूमिका	दयानन्द सरस्वती	
53	धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1	डॉ. पाण्डुरंग वामन काणे	उ.प्र हिन्दी संस्थान, लखनऊ	1992ई.
54	धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-2	डॉ. पाण्डुरंग वामन काणे	उ.प्र हिन्दी संस्थान, लखनऊ	1992ई.
55	धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-3	डॉ. पाण्डुरंग वामन काणे	उ.प्र हिन्दी संस्थान, लखनऊ	1996ई.
56	धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-4	डॉ. पाण्डुरंग वामन काणे	उ.प्र हिन्दी संस्थान, लखनऊ	1992ई.
57	धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-5	डॉ. पाण्डुरंग वामन काणे	उ.प्र हिन्दी संस्थान, लखनऊ	2005ई.
58	धर्म क्या कहता है?	कृष्ण दत्त भट्ट	सर्वसेवा संघ प्रकाशन, वाराणसी	1979ई.

(न)

59	नारदीय पुराण	धर्म ग्रंथ		
60	नारद स्मृति	धर्म शास्त्र (नारद ऋषि)		
61	वैदिक नराशंस और अन्तिम ऋषि अर्थात मोहम्मद	डॉ वेद प्रकाश उपाध्याय	सारस्वत वेदान्त प्रकाश संघ इलाहाबाद	1970ई.

(प)

62	पदम पुराण	धर्म ग्रंथ		
63	पराशर स्मृति	धर्म शास्त्र (पराशर ऋषि)	बम्बई संस्कृत माला संस्करण माधव की टीका सहित	
64	पारसकर गृहय सूत्र	धर्म ग्रंथ		
65	प्राचीन भारत का सामाजिक इतिहास	जे.एन.मिश्र	प्रयाग पुस्तक भवन, इलाहाबाद	2006ई.
66	प्राचीन भारत का राजनीतिक इतिहास	प्रो. महावीर सिंह त्यागी		
67	प्राचीन भारत का इतिहास	कृष्ण चन्द श्रीवास्तव	इलाहाबाद, प्रारंभ से 12 शती तक	
68	पैग़म्बरे इस्लाम ग़ैर मुस्लिम विद्वानों की नज़र में	इमामुद्दीन रामनगरी	मधुर संदेश संगम, नई दिल्ली	2000
69	प्रताप (सप्ताहिक)	मुन्शी प्रेम चन्द	मधुर संदेश संगम, नई दिल्ली	1925 ई.

(ब)

70	ब्राह्मण पुराण	धर्म ग्रंथ		
71	ब्रहदारण्य उपनिषद	धर्म शास्त्र		
72	बालमीकि रामायण	महर्षि बालमीकि ,धर्म शास्त्र		
73	बौद्यायन धर्म सूत्र	धर्म शास्त्र (कृष्ण बौधायन आचार्य)	आनन्द आश्रम स्मृति संग्रह, मैसूर	1907 ई.

74	बौद्यायन स्मृति	धर्म शास्त्र(बौद्यायन)		
75	ब्रहस्पति स्मृति	धर्म शास्त्र,बृहस्पति ऋषि		
76	बौद्याय गृहय सूत्र	धर्म ग्रंथ		
77	ब्रह्मवैवर्त्य पुराण	धर्म ग्रंथ		

(भ)

78	भविष्य पुराण	धर्म ग्रंथ		
79	भागवत महापुराण	धर्म ग्रंथ		
80	भारद्वाज ग्रहय सूत्र	धर्म शास्त्र		
81	भारत में कौमी एकता की परंपराएं	बिशम्बर नाथ पाण्डे	खुदा बख़्श लाइब्रेरी,पटना	1989 ई.
82	भार्गव हिन्दी शब्द कोष	दीना नाथ भार्गव	भार्गव बुक डिपो, वाराणसी	2001 ई.
//	भारतिय लोगों के इतिहास और संस्कति	भारतिय विद्या	भवन मुम्बई	

(म)

83	मत्स्य पुराण	धर्म ग्रंथ		
84	महाभारत	धर्म ग्रंथ		
85	मार्कण्डेय पुराण	धर्म ग्रंथ		
86	मनुस्मृति	धर्म ग्रंथ(मनुमहाराज)		
87	मुण्डकोपनिषद	धर्म ग्रंथ		1989 ई.
88	मुस्लिम विधि	अक़ील अहमद	सेन्ट्रल लॉ एजेंसी, इलाहबाद	1992 ई.

(य-र-ल)

89	यजुर्वेद संहिता	ईश्वाणी (धर्म ग्रन्थ)		
90	यजुर्वेद (हिन्दी अनुवाद)	पण्डित श्री राम शर्मा आचार्य	ब्रह्मवर्चस शान्ति कुन्ज, हरिद्वार	2002 ई.

91	याज्ञवल्क्य स्मृति	धर्म शास्त्र (याज्ञवल्क्य ऋषि)	निर्णय सागर संस्करण, त्रिवेंद्रम संस.	
92	योगवशिष्ठ	धर्म शास्त्र		
93	यम संस्कार प्रकाश	धर्म शास्त्र		
94	रामचरित्र मानस	तुल्सी दास	गीता प्रेस गोरखपुर	
95	रिसालत और अवतार वाद	डॉ. मुहम्मद अहमद	क्रान्ति प्रकाशन, दिल्ली	2002 ई.
96	लिंग पुराण (पूर्वार्ध)	धर्म ग्रन्थ		

(व)

97	वायु पुराण	धर्म ग्रंथ		
98	वेदान्ग परिचय चित्र वेदांग	आचार्य आनन्द प्रकाश	आर्ष शोध संस्थान, रंगा रेड्डी, आन्ध्राप्रदेश)	2000 ई.
99	व्यास स्मृति	धर्म शास्त्र (व्यास ऋषि)		
100	वैदिक साहित्य एक विवेचन	डॉ. वेद प्रकाश उपाध्याय	प्रदीप प्रकाशन, इलाहाबाद	1989 ई.
101	वैदिक धर्म क्या कहता है?	आचार्य कृष्ण दत्त भट्ट	वाराणसी मुद्रण संस्थान	1997 ई.
102	वेद और कुरान फैसला करते हैं	एस. अब्दुल्लाह तारिक	रौशनी पब्लिशिंग हाउस, रामपुर	1989 ई.
103	वैदिक सम्पत्ति	पण्डित रघुनन्दन शर्मा	आध्यात्मिक शोध संस्थान, न. दि	2008 ई.
104	वैदिक साहित्य भाग-1	रामधन शर्मा शास्त्री	मिनिस्ट्री ऑफ इन्फारमेशन, न.दि	1955 ई.
105	वैदिक साहित्य भाग-2	डॉ. मंगला देव शास्त्री	मिनिस्ट्री ऑफ इन्फारमेशन, न.दि	1955 ई.
106	वैदिक साहित्य भाग-3	प्रो. विजेन्द्र स्नातक	मिनिस्ट्री ऑफ इन्फारमेशन, न.दि	1955 ई.
107	वैदिक साहित्य भाग-3	आचार्य विशेषवर	मिनिस्ट्री ऑफ इन्फारमेशन, न.दि	1955 ई.

108	वेद और कुरान	स्वामी वेदा नन्द सरस्वती (सम्पादक) फारुक् खान	इस्लामी साहित्य प्रकाशन, नदि.	1998 ई.
109	विवेकानन्द व्याख्यान	स्वामी विवेकानन्द	हिन्दू धर्म 19-9-1893	1893 ई.
110	वैदिक चिन्तन के कतिपय आयाम	डॉ. मुहम्मद इसराईल खान	क्रीसेंट पब्लिशिंग हाउस, गाज़ियाबाद	1993 ई.
111	वैदिक धर्म का स्वरूप	प्रो. राम विचार	आर्य प्रकाशन, दिल्ली	2007
112	वृद्धहारीत स्मृति	धर्म शास्त्र(वृद्धहारीत)		
113	विदुरनीति	धर्म शास्त्र		
114	विष्णु धर्मोत्तर पुराण	धर्म शास्त्र		
115	वसिष्ठ धर्म सूत्र	धर्म शास्त्र (वृद्ध वसिष्ठ)	विद्वन्मोदिनी व्याख्या सहित काशी, उ.प्र.	
116 117	वामन पुराण विष्णु पुराण	धर्म ग्रंथ धर्म ग्रंथ		
118	वाराह पुराण	धर्म ग्रंथ		
119	वेदामृतम, सुखी जीवन	डॉ. कपिल देव दिवेदी	शान्ति निकेतन, भदोही, उ.प्र.	1996 ई.
120	विश्वकोष	नागेन्द्र नाथ बसु		
121	वैदिक सिद्धान्त परिचायावली ओ३म	प्रो. करनल स्वतन्त्रा कुमार	गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय हरिद्वार	2012 ई.
122	विवेकानन्द एक जीवनी	स्वामी निखिलानन्द	आद्वेत आश्रम कोलकाता	2010 ई.
123	विभिन्न धर्मों में ईश्वर की कल्पना	डॉ. प्रभाकर माचवे	बिहार हिन्दी ग्रन्थ अकादमी	1988 ई.
124	वेदों में क्या है?	एस.एल.सागर	सागर प्रकाशन, मैनपुरी उ.प्र.	2000 ई.
125	वेदामृतम सुखी गृहस्थ	डॉ. कपिल देव द्विवेदी	शान्ति निकेतन भदोही, उ.प्र.	1996 ई.

126	वेदामृतम वेदों में नारी	डॉ. कपिल देव द्विवेदी	शान्ति निकेतन भदोही, उ.प्र.	2005 ई.
127	वेदामृतम सुखी परिवार	डॉ. कपिल देव द्विवेदी	शान्ति निकेतन भदोही, उ.प्र.	1996 ई.
128	वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य	डॉ. हनीफ शास्त्री	शाइस्ता काशन, नयी दिल्ली	प्रथम संस्करण 2002 ई.
129	वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति	डॉ. वेद प्रकाश उपाध्याय,	इंटरनेशनल प्रिंटिंग प्रेस, इलाहाबाद	

(स-श)

130	सामवेद संहिता	धर्म ग्रंथ		
131	सामवेद (हिन्दी अनुवाद)	धर्म ग्रंथ पण्डित श्री राम शर्मा आचार्य	ब्रह्मवर्चस शान्ति कुन्ज हरिद्वार	2002 ई.
132	स्कन्द पुराण	धर्म ग्रंथ		
133	संग्राम पुराण	धर्म ग्रंथ		
134	सात्वत्त तन्त्र	धर्म शास्त्र		
135	सत्यार्थ प्रकाश	दयानन्द सरस्वती	दयानन्द भवन, नई दिल्ली	2032 बि
136	संस्कृति के चार अध्याय	राम धारी सिंह दिनकर	राजपाल एण्ड सन्स दिल्ली	1956 ई.
137	संस्कृत हिन्दी शब्द कोष	वामन शिवाराम आप्टे	मोती लाल बनारसी दास प्रा. लि. दि	1997 ई.
138	संस्कार विधि	महार्षिद यानन्द सरस्वती	आर्य प्रकाशन, दिल्ली	2009 ई.
139	संस्कार समुच्चय	पण्डित मदन मोहन विद्या सागर	विजय कुमार, गोविन्द राम हासानन्द, दिल्ली	2009 ई.
140	संस्कृत वाङ्मय का बृ‍हत इतिहास	प्रो.बलदेव प्रसाद उपाध्याय		
141	संपादकीय शुक्ल यजुर्वेद	(हिन्दी अनुवाद)	गोविन्दा नन्दचार्य	

142	स्मृति चन्द्रिका (देवण भट्ट)	धर्म शास्त्र 1150 ता 1225 रचित		
143	सरिता मुक्ता रीप्रिन्ट	मासिक पत्रिका	दिल्ली प्रेस नई दिल्ली	1997 ई.
144	सलाम व प्याम,मासिक पत्रिका	नासिर अली नदीम	1/41नार्व भास्कर जालौन	
145	समपत्ति में औरतों का अधिकार	फहीम अख़्तर नदवी	जामिया मिल्लिया इस्लामिया दिल्ली	
146	सनातन धर्म और इस्लाम का समन्वयात्मक अध्ययन (मुसव्वदा) (ले.) डॉ. मुहम्मद हनीफ़ शास्त्री			
147	संस्कृत शब्दार्थ कोस्तुभ (ले.) द्वारका प्रसाद शर्मा, काशक रामनारायण लाल, इलाहाबाद 1957 ई.			
148	शपथ ब्राह्मण	धर्म ग्रंथ		
149	श्वेताश्वतर उपनिषद	धर्म ग्रंथ		
150	शिव पुराण	धर्म ग्रंथ		
151	शिव पुराण रुद्र संहिता	धर्म ग्रंथ		
152	शान्ति पैग़ाम	आचार्य विष्णुदेव	रोशनी पब्लिशिंग हाउस, उ.प्र	
153	षड्विंश ब्राह्मण	धर्म ग्रंथ		

(ह)

154	हरिवंश पुराण	धर्म ग्रन्थ		
155	हिन्दू धर्मकोष	डॉ. राजबलि पाण्डे		
156	हिन्दू जाति का उत्थान और पतन	रजनी कांत शास्त्री	किताब महल दिल्ली	2008 ई.
157	हिन्दू शास्त्रों का कानून	सुन्दर लाल सागर	सागर प्रकाशन मैनपुरी, उ.प्र.	2004 ई.
158	हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार	सुन्दर लाल सागर	सागर प्रकाशन मैनपुरी, उ.प्र.	2003 ई.
	हज़रत मुहम्मद का आदर्श	श्री नाथू राम	मर्कज़ी मकतबा इस्लामी दि	1992 ई.
159	हज़रत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रन्थ	डॉ. एम.ए. श्रीवास्तव	मधुर संदेश संगम,दिल्ली	2002 ई.

160	हंमाद्रि द्वारा व्रत, खण्ड	धर्म शास्त्र (हंमादि ऋषि)		च. त.
161	हिस्ट्री ऑफ मिडिवल इण्डिया	सी.वी. वेद		

English

1	Christianity Islam and the Negro Race	E.Bloydon		1969
2	The Expansion of Islam	W.Kesh		1928
3	The greaest 100 in History	Dr. Michal H. Hart	New York	1978
4	the life & the teachigs of Mohmmad	Any Basent		
5	Women in Islam	Ariyan Mad Mix		1930
6	The Discrovery of India	Pandit Jawahar Lal Nehru		
7	Love Jihad Is Welcome	Proff. Shiree Dhar Moorti	Perior Mission of India	Bangalore
8	Ramauama Last World	Proff. Shiree Dhar Moorti	Amdvira Publishing House	Hydrabad

کتابیات (ضمیمہ)

۱- اقوامِ عالم کے ادیان و مذاہب، عبدالقادر شیبۃ (اردو)، مسلم پبلیکشنز، پاکستان ۲۰۰۷ء

۲- مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر غلام رسول، علم وعرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۶ء

۳- بین الاقوامی مذاہب، پروفیسر محمد اکرم رانا، اریب پبلیکشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء

۴- ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرشید، پاکستان

۵- عرب وہند کے تعلقات، قاضی اطہر مبارک پوری، فرید بک ڈپو، دہلی

۶- हिन्दु धर्म का सार्वभोम तत्व, स्वामी अनन्या नन्द, प्र० अद्वैत आश्रम, कल्कत्ता, 1997 ई०

۷- हिन्दु धर्म, वियोग हरि, प्र० सस्ता साहित्य मण्डल, नई दिल्ली, 2001 ई०

۸- हिन्दुस्तान की कहानी, पण्डित जवाहर लाल नेहरु, प्र० सस्ता साहित्य मण्डल, नई दिल्ली, 1947 ई०

۹- भारत और मानव संस्कृति खं०2ए बी०एन० पाण्डे, सूचना और प्रसारण मंत्रालय भारत सरकारए 1996 ई०

۱۰- श्रीमद भगवत गीता, गीता प्रेस गोरखपुर

۱۱- श्रीमद भगवत गीता, यथारुप भक्ति वेदान्त बुक ट्रस्ट, मुम्बई, 1990

۱۲- वैदिक सोलह संस्कार, डा० अशोक आर्य, आर्य प्रकाशन, दिल्ली, 2007

۱۳- श्री गुरुजी समग्र दर्शन, ख०1, (गुरु गोलवालकर के भाषण और वारताओं का संग्रह) भारतीय विचार साधना, नागपुर

۱۴- गौ माता, भारत, रामेश्वर मिश्रा, भारती, नई दिल्ली, 1992

۱۵- The Complete Work, Swami Vivekanand, Adviata Ashram, Calcutta, 1994

۱۶- The Hindu Phenomenon, Girilal Jain, U.B.S. Delhi, 1994

۱۷- Bunch of Thoughts, Golwalkar, M.S. Jagrana Prakash, Bangalore, 1980

۱۸- The Hindu View of Life, Dr. Radhakrishnan, Hind Kitabs, Bombay

■❖■

میں اس کتاب کے مصنف مولانا ڈاکٹر محمد احمد نعیمی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے موجودہ ہندوستان میں ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی جس سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کی نہ صرف دوریاں کم ہو سکیں بلکہ اس سے نفرت کی خلیج بھی پاٹی جا سکے اور ان دونوں کے درمیان جو غلط فہمیاں پائی جارہی ہیں اس تحقیقی مقالہ کی مدد سے ان کا ازالہ کیا جا سکے۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر برادران وطن نے اس کتاب کے مطالعہ میں دلچسپی دکھائی تو بہت ساری غلط فہمیاں جو مسلمانوں کے تعلق سے ہندوؤں میں اور ہندوؤں کے تئیں مسلمانوں میں پائی جارہی ہیں ان کا جلد ازالہ ہو سکے گا۔

پروفیسر (ڈاکٹر) غلام یحییٰ انجم صدر، شعبہ علوم اسلامیہ
وڈین، اسکول برائے انسانی وسماجی علوم، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب نے حیرت انگیز، تحقیقی، قابلِ تحسین کارنامہ کی تخلیق کر کے انسانی عقل وشعور کو قدیم علم الحقائق کی جانب دوبارہ بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ مذہبی کتب کے خلاف زندگی کی گمراہیت سے تحفظ کیا جا سکے۔ دوسرے اس حقیقت کو ثبوتوں کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں اور سب کو ایک ہی اعلیٰ وعظیم خدا کی ٹھنڈی چھایا میں رہنا ہے اور ایک ہی سناتن (قدیم) دھرم کی اتباع واطاعت سے مالک کو ہمیشہ راضی وخوش رکھنے کی سعیٔ جمیل کرنا ہے، تاکہ ہم سبھی برادرانِ وطن بخوشی اس کی ہی اعلیٰ بارگاہ میں پناہ پا سکیں۔ اسی بلند فکر اور اسی کاوش سے پاک و صاف اور خوشحال ہندوستان بھی بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب کی تصنیف کا اسلوب بھی انتہائی دل چسپ، مستند، سب کے لیے مفید، علم الحقائق سے معمور، افہام وتفہیم میں سہل اور قابلِ قبول ہے۔

ڈاکٹر محمد حنیف شاستری، ایم اے (سنسکرت) آچاریہ (پُران)
ہندوستان کے صدر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کے ذریعہ اعزاز یافتہ

ISBN 93-89807-98-0

KUTUB KHANA AMJADIA®
425/7, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 011-23243187, 23243188
e-mail:kkamjadia@yahoo.co.uk
www.kutubkhanaamjadia.com • info@kutubkhanaamjadia.com

شعبۂ تحقیقات
جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ ایران
(برانچ ہندوستان)